PAGES MISSING
WITHIN THE
BOOK ONLY

TEXT CUT WITHIN
THE BOOK ONLY

جلد ۵

گردشِ آفاق

حیرت انگیز سوشل ناول

Checked 1969:

اس سلسلہ میں حسب ذیل بھی ملاحظہ فرمائیے

فسانہ لندن (سلسلہ اول و دوم)، نظارہ پرستان - خونی تلوار وغیرہ

مصنف

(جا)رج ڈبلیو - ایم رینالڈس

مترجم

تیرتھ رام فیروزپوری

لال برادرس

۷ - پارسنز روڈ - نولکھا - لاہور

بھارت نیوز پیپر پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام بابو پرتاپ سنگھ بھاٹیہ پرنٹر چھپا

قواعد خریداری

۵۵ف

۱۔ اس سلسلہ کی مستقل خریداری کی سالانہ قیمت ۱۲؎ ہے جو خواہ بذریعہ منی آرڈر یا وی۔پی پیشگی آنی چاہیئے۔ ماہوار یا ششماہی کا کوئی حساب نہیں جو اصحاب ہمارے سلسلہ سراغرسانی کے بھی مستقل خریدار ہیں ان سے بطور رعایت صرف ۱۰؎ سالانہ لیا جائے گا۔ وصول شدہ روپیہ کسی حالت میں واپس نہ ہوگا۔

۲۔ خریداری کسی ایک جلد سے شروع ہو سکتی ہے۔ لیکن قیمت بہرحال ایک سال کی کم از کم وصول کی جائے گی۔ اور اس کے عوض بارہ ماہوار پرچے (یا ان پرچوں کے مجموعے) بھیجے جائیں گے۔

۳۔ سابقہ ادا کردہ قیمت کا حساب ختم ہونے پر اگر نئی قیمت کے آغاز سے پہلے خریدار کی طرف سے یہ اطلاع موصول نہ ہو کہ وہ آئندہ اس سلسلہ کی خریداری جاری رکھنا نہیں چاہتا تو اس کو بمنزلہ آرڈر سمجھ کر نیا پرچہ مزید سالانہ قیمت کے لئے وی پی روانہ خدمت ہوگا جس کو وصول کرنا ہر ایک خریدار کا اخلاقی فرض سمجھا جائے گا۔

۴۔ ہر ایک پرچہ بالعموم مہینے کے وسط تک شائع ہو جاتا ہے اور تمام خریداروں کے نام باقاعدہ اور بڑی احتیاط کے ساتھ روانہ ہوتا ہے۔ ممکن ہے چند پرچے رستے میں ضائع ہو جائیں۔ لیکن اس صورت میں عدم رسید کی اطلاع اسی مہینہ کے اندر اندر آ جانی چاہیئے۔ بہترین صورت یہ ہے کہ مہینہ کی ۲۰ تاریخ تک انتظار کر کے اگر اس وقت تک پرچہ وصول نہ ہو۔ تو ایک اطلاعی خط اسی وقت دفتر کے نام روانہ کر دیا جائے۔ اس مہینے کے گذر جانے پر عدم رسید کی شکایت قابل قبول نہ ہوگی۔ سوائے ان غیر ملکی خریداروں کے جو آئندہ ماہ کی پانچ تاریخ تک شکایت روانہ کر سکتے ہیں۔ (باقی دیکھیے سرورق صفحہ ۳)

نوبت نہ آئی۔ اس فروگذاشت کے لئے میں ہر طرح آپ کی ملامت اور غصے کا سزاوار ہوں
پیری دیرینہ جو تکلیفیں آپ کو پہنچی ہیں میں ان کو بھی نظرانداز نہیں کر سکتا۔ تاہم یہ
مجبور ہوں میں دست بستہ آپ سے معافی طلب کرتا ہوں کہ محض میری حماقت اور نادانی
سے آپ کو اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں کی انگشت نمائی کا نشانہ بننا پڑا۔ میری دلی آرزو
یہ ہے کہ خدا آپ کو خوش رکھے اور بہتری دے۔ خط کے آخر میں میں نے اپنا پتہ بھی اس
خیال سے تحریر کر دیا کہ وہ اس خط کی رسید مجھے لکھ دے کیونکہ اس بارے میں لاپروائی سے
بے نیاز رہنا مناسب نہ تھا۔ مگر یہ بھی تھا میرا خیال یہ تھا کہ لیڈی کلیفٹن اول تو اس خط کا جواب
نہیں دیگی کیونکہ ایسا کرنا اس کی شان شرافت سے بعید ہوگا۔ اگر دیگی بھی تو اس انداز
کہ مجھے میری کمزوری کے لئے ملامت کرے یا معافی دیکر واضح طور پر لکھ دے گی کہ ہمارے
درمیان جو کچھ اس وقت تک ہوا اس کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو چکا ہے۔

اس سے اگلی صبح کو میں نے وہ خط اپنے ہاتھ سے ڈاک میں ڈال دیا اور اس کے
گہری بیتابی سے جواب کا انتظار کرنے لگا۔ کئی روز گزر گئے اور رفتہ رفتہ دنوں نے ہفتوں
کی صورت اختیار کی لیکن میرے خط کا جواب نہ آنا تھا نہ آیا۔ اس ناقابل فہم خاموشی سے جو
دل کو جو اضطراب ہوا وہ محتاج بیان نہیں۔ کئی طرح کے خیالات پیدا ہوتے تھے جن میں غالب
تھا کہ شاید لیڈی کلیفٹن نے میرے خط کو ناقابل جواب سمجھ کے نظرانداز کر دیا۔ اس میں شک
نہیں میں محسوس کرتا تھا کہ اپنی شریفانہ اخلاقی کمزوریوں کے سبب میں اسی سلوک کا مستوجب
تاہم اس سے دہشت پیدا ہو جو ہر وقت دل کو لگی رہتی تھی وہ دور نہ ہوئی۔ سوچتا تھا کہ اگر وہ
سچ مچ مجھ سے اتنی ہی محبت رکھتی جتنی وہ ظاہر کرتی تھی تو پھر اس طرح کی چپ سادھ
کیوں بیٹھی رہتی۔ میرے خط کا کچھ نہ کچھ جواب تو دیتی۔ خواہ اس کا مضمون ایک ہی سطر کا
ہوتا اور اس ایک سطر میں اس نے مجھے کتنی ہی لعنت ملامت کی ہوتی۔ مگر اس
چپ نے ... اس کی محبت کے بارے میں کئی شبہے میرے دل میں پیدا ہو گئے تھے ...

عشق صادق اور پر جوش تھا اور میں اگر اس عشق کے قابل ہوتا میں اگر اس عشق کو اسی پیرایہ صداقت میں قبول کر سکتا جس میں وہ پیش کیا گیا تھا۔ تو کچھ شک نہیں وہ سمندر کی طرح نامحدود اور شعلۂ آتش کی طرح تیز اور ہمہ سوز ثابت ہوتا۔ لیکن پھر ایک اور خیال یہ بھی پیدا ہوتا تھا کہ وہ جو اس سرگرمی۔ جوش اور ایثار کے ساتھ محبت کر سکتی تھی۔ جسے اپنی وفا کے پاس میں والدین کی سختی اور سہیلیوں کی نفرت کی بھی پروا نہ تھی۔ جسے اپنے دعوے عشق سے شرم و ندامت نہیں۔ راحت و مسرت حاصل ہوتی تھی۔ کیا یہ ممکن نہ تھا کہ اس طرح کا انکار خط پانے کے بعد اس کی خودداری اور وقار کو ایسی جراحت پہنچی ہو۔ کہ اس نے اس کا ... دینا کسر شان سمجھا اور اپنے درجہ نسوانی سے بعید تصور کیا ہو۔ یا ممکن ہے ... ایک صورت یہ بھی ذہن میں آتی تھی کہ وہ خط اسے پہنچا ہی نہ ہو۔ یعنی یا تو رستہ میں گم ہو گیا ہو یا منزل مقصود پر کسی نے قصداً روک لیا ہو۔ آپ اسے میری خود پسندی کہئے یا کمزوری۔ بہرحال یہ ایک ایسا خیال تھا جس سے میرے جی کو قدرے قلیل اطمینان حاصل ہوتا تھا۔ کیونکہ گو میری دلی آرزو یہ تھی کہ وہ بیک طرفہ عشق جو لیڈی کلینچ کو مجھ سے تھا۔ جتنا جلد ممکن ہو ختم ہو جائے تاہم یہ بھی میری خواہش تھی۔ کہ اس کی طرف سے جواب کے طور پر بہت نہ سہی ایک ہی سطر کا تو موصول ہو جائے۔ کیونکہ اس سے زیادہ گہرے تعلقات نہ رکھتے ہوئے بھی اس کے غصہ نفرت کا نشانہ بننا مجھ کو ناپسند تھا۔ ان حالات میں کئی بار جی میں آئی کہ ایک خط اور اس کے نام لکھوں لیکن جرات نہ کر سکا۔ کیونکہ رہ رہ کر یہ خیال دامنگیر ہوتا تھا۔ کہ اگر اس کا پہلا خط راستہ میں روکا جا سکا۔ تو دوسرا بھی یقیناً روک لیا جائیگا اور اگر اس کو جواب دینا نامنظور تھا۔ تو پھر خواہ کس قدر خط بھی لکھے جائیں۔ بےسود تھے۔

یہاں پر میں کچھ حال ڈاکٹر پامفرٹ کے عادات و خصائل کے بارہ میں نیز اس کے طریق کار کے متعلق بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ تاکہ اس کے گھر کے اندرونی حالات سمجھنے میں سہولت ہو۔ قدرتی طور پر یہ سب باتیں جو میں اب بیان کرنے لگا ہوں۔ رفتہ رفتہ

ملازمت کے بعد ہی مجھ کو معلوم ہوئی تھیں۔ بہرحال پہلی قابل ذکر دریافت جو میں نے اس سلسلہ میں کی یہ تھی۔ کہ ڈاکٹر صاحب کی گفتگو کی نرمی اور برتاؤ کی فیاضی بڑی حد تک مصنوعی تھی۔ مجھے تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ رفتہ رفتہ وہ ان کے یہاں تک عادی ہو گئے تھے کہ یہ باتیں ایک طرح پر اُن کی فطرت کا حصہ بن گئی تھیں۔ تاہم بعض موقعے اس طرح کے پیش آتے تھے جب اُن کی صحیح سیرت اپنی اصلی حالت میں ظاہر ہو جاتی تھی۔ چنانچہ مریضوں کے ساتھ سلوک کرتے وقت انہیں یہ نرمی مصلحتاً اختیار کرنی پڑتی تھی۔ اور اس کے بعد روزمرہ میں اس لئے کہ تقاضائے حالات یہی تھا۔ لیکن اس کے باوجود میں یہ دیکھے بغیر نہ رہ سکا۔ کہ درحقیقت یہ شخص بڑا جابر اور مسلمہ ریاکار تھا۔ اور اُن موقعوں پر جب وہ غریب مریضوں کا سامنا کیا کرتا۔ جو آٹھ اور نو بجے کے درمیان اس سے بلا فیس مشورہ لینے آتے تھے۔ تو اس کی دلی کیفیت پوری طرح ظاہر ہوتی تھی اُن کی موجودگی میں وہ عجیب طرح کی عجلت اور بے صبری ظاہر کرتا تھا۔ اور بعض حالتوں میں تو اس کا سلوک نہایت وحشیانہ صورت اختیار کر لیتا تھا۔ مثال کے طور پر اگر کوئی عورت اپنے بیمار بچہ کی علامات مرض تفصیل کے ساتھ بیان کرنا شروع کرتی۔ تو وہ فوراً قطع کلام کر کے کہتا کہ مجھے سب کچھ معلوم ہے۔ اور میں اس کے اسباب اور علاج کو بہتر سمجھ سکتا ہوں۔ پھر جلدی سے ایک نسخہ لکھ کر وہ اس طرح لا پروائی سے اُس کی طرف پھینک دیتا۔ جس طرح کسی آوارہ کتے کو ہڈی پھینکا کرتے ہیں۔ یہاں تک اس کی سیرت اپنے اصلی رنگ میں ظاہر ہوتی تھی۔ لیکن اس کے بعد وہ مصلحتاً پھر لہجہ کی نرمی اختیار کر کے کہنا شروع کرتا۔

"نیک عورت یہ نسخہ فوراً تیار کرانے لینی جتنی جلدی ہو سکے۔ میرے نے سب دوا ساز برابر ہیں۔ بیشتر علیحدہ محنت سے دوا تیار کر کے دیں۔ اور اس بارہ میں کسی طرح کا مشورہ پیش کرنا میرا فرض نہیں۔ تاہم تو اگر میری صلاح پوچھے۔ تو پھر میں کہونگا

کہ مسٹر ساکنز جس کی دوکان بالمقابل ہے۔ وہ اس شہر میں سب سے اچھی اور تازہ دوائیں رکھتا ہے۔ اس بڑی خوبی یہ ہے کہ کسی ایک دوا کے بدلے دوسری دوا استعمال نہیں کرتا یعنی درکار تو ہو ایپسم سالٹ۔ اور شامل کیا جائے اکسالک ایسڈ۔ اکثر دوا فروش ایسا کیا کرتے ہیں۔ لیکن وہ اس کمزوری سے بالاتر ہے۔ یوں تم کو اختیار ہے جہاں جی چاہے وہ نسخہ تیار کرا لو۔ لیکن میری صلاح یہ ہے کہ ساکنز کی دوائیاں ارزاں بھی ہیں اور بہتر بھی۔"

اس طرح کی مختصر تقریر حالات کے مطابق بدلی ہوئی۔ ڈاکٹر پامفرٹ کے ہر مشورہ کے آخر میں ضرور ہوا کرتی تھی۔ خواہ وہ مریض فیس ادا کرنے والا ہو یا نہ ہو اور جب اس کے ساتھ اس راز کا انکشاف بھی کر دیا جائے۔ کہ مسٹر ساکنز اپنے منافع کو ڈاکٹر پامفرٹ سے نصفا نصف کرتا تھا۔ تو سفارش کا بھید آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے۔ اس کے باوجود اگر کبھی ڈاکٹر پامفرٹ کی ملاقات سر بازار مسٹر ساکنز سے ہوتی تو وہ کبھی گفتگو کرنے کے لئے نہ ٹھہرتے۔ اور رسمی سلام کے بعد ایک دوسرے کے پاس سے گذر جاتے تھے۔ البتہ شام کے وقت جب اندھیرا چھا جاتا تو مسٹر ساکنز کا دستور تھا۔ پچھلے دروازہ کی راہ سے ڈاکٹر صاحب کے مکان میں داخل ہوتا۔ اور کھانے کے کمرہ میں بیٹھ کر شراب کی بوتل سامنے رکھے ہوئے ان میں بڑی دیر تک باتیں ہوا کرتیں اس طرح کے موقعوں پر بارہا ان کے قہقہوں کی گونج سنائی دیتی۔ جو صریحاً ان کے ریا سے حاصل کئے ہوئے منافع کی خوشی کی مظہر ہوتی تھی۔

یہاں لگے ہاتھوں میں تھوڑا سا حال مسٹر ساکنز کا بھی بیان کر دینا چاہتا ہوں۔ جو اکہرے بدن کا مکروہ صورت آدمی تھا۔ اور جس کے منہ پر پھنسیاں کہ بے شمار تھے۔ طبعاً چالاک اور پھرتیلا۔ وہ سب کے ساتھ بڑے اخلاق سے پیش آتا۔ اور ڈاکٹر پامفرٹ کے روبرو تو انکسار مجسم بن جاتا تھا۔ اس کی عادت تھی۔ جو بات

ڈاکٹر صاحب کے منہ سے نکلے۔ خواہ وہ غلط ہی کیوں نہ ہو۔ ضرور اس کی تصدیق کر دیتا۔ ان کی تردید کا خیال بھولے سے کبھی اس کے دل میں پیدا نہیں ہوا۔ مسٹر پامفرٹ کی طرح وہ بھی دبی چال چلتا۔ اور بڑی مدہم آواز سے گفتگو کرتا تھا۔ اور گو یہ صحیح ہے کہ اُن اوقات میں جب وہ اور ڈاکٹر پامفرٹ دوسری بوتل کے وسط تک پہنچ چکتے تو بارہا کھانے کے کمرہ سے قہقہوں کی آواز سنائی دیتی تھی۔ تاہم اس طرح کے موقعوں پر جب میرا یا کسی دوسرے نوکر کا ان کے کمرہ میں جانا ضروری ہوتا تو پھر وہ بڑی مدہم اور سرسراتی ہوئی آواز سے گفتگو کرتے تھے۔ مسٹر سالکنز کی عمر اڑتیس سال کے قریب تھی۔ وہ شادی شدہ آدمی تھا اور اُس کے کئی بچے تھے۔ ظاہرا مرد شریف اور عزت دار تھا۔ لین دین کا صاف کبھی کوئی تقاضائی اُس کے دروازے پر نہیں دیکھا گیا۔ وہ باقاعدہ خیرات میں حصہ لیتا۔ اور جہاں تک پیشہ کی مصروفیتیں اجازت دیتی تھیں گرجا میں بھی جاتا تھا۔ یا کم از کم لوگوں کا خیال تھا۔ کہ وہ ایسا کیا کرتا ہے۔ یہی حالت ڈاکٹر پامفرٹ کی تھی ۔ جس کے سلسلہ میں میں اُس کا ایک چھوٹا سا راز اور بھی ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔ میرے اسجگہ نوکر ہونے کے بعد پہلے اتوار کا ذکر ہے کہ بڈھا کوچبان جو ساڑھے گیارہ کے قریب لنچ کے طور پر ایل کے ایک گلاس کے ساتھ روٹی اور پنیر نوش کر رہا تھا۔ دیوار کی طرف لگی ہوئی گھڑی کی طرف دیکھ کر گلوگرفتہ آواز میں کہنے لگا۔ "میرے خیال میں وعظ شروع ہو چکا ہوگا۔ جوزف تم ذرا دوڑ کے گرجا جاؤ۔ وہاں دربان سے پوچھ لینا۔ کہ تمہارے آقا ڈاکٹر پامفرٹ کہاں بیٹھے ہیں۔ پھر دبی آواز میں اُن سے کہنا۔ کہ ایک بہت ضروری کام ہے فوراً تشریف لے چلئے۔" میں نے اس ہدایت کی تعمیل کی۔ لیکن اس سوال پر غور نہیں کیا کہ ایسا کرنے کی خاص حاجت کیا تھی۔ چنانچہ گرجا پہنچ کر میں نے ڈاکٹر پامفرٹ کو پیغام دیا۔ جس کو پاتے ہی وہ پُراسرار اہمیت کے انداز سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور

ظاہرا جب چاپ رخصت ہونے کی کوشش کرتے ہوئے اس طریقہ پر گرجا سے باہر نکلا کہ ہر ایک آنکھ اس پر لگی ہوئی تھی۔ اگلے اتوار کو اسی طرح کا واقعہ پھر پیش آیا یعنی میں ڈاکٹر یامفرٹ کو طلب کرنے گرجا گیا۔ مگر جب اس جگہ پہنچا تو خدائی احکام پڑھے جانے لگے تھے۔ اس سے اگلے اتوار کو میں اس وقت گرجا پہنچا جب وعظ شروع ہو گیا تھا۔ چوتھے اتوار کو ڈاکٹر یامفرٹ بالکل ہی گرجا نہیں گئے۔ بلکہ نشست گاہ میں بیٹھے ناول پڑھتے رہے۔ البتہ اس ناغہ کی تلافی کے طور پر اگلی مرتبہ اول سے آخر تک گرجا میں بیٹھے رہے۔ اس کے بعد تین چار ہفتوں تک یہی حال رہا کہ میں جا کر دوران عبادت ہی میں انکو گرجا سے بلا لاتا۔ مگر تبدیلی اوقات کے ساتھ تاکہ کسی کو اس بات کا شبہ پیدا نہ ہو کہ سب کچھ ایک سوچی ہوئی ترکیب کے سلسلہ میں پیش آرہا ہے حالانکہ جیسا میں نے بعد ازاں اندرونی حالات سے بہتر واقف ہو کر معلوم کیا۔ یہ باتیں محض اس لئے کی جاتی تھیں کہ لوگوں کو معلوم ہوتا رہے کہ ڈاکٹر یامفرٹ انتہائی مصروفیت کے باوجود ضرور گرجا جاتے ہیں۔ اور اگر ان کو عبادت کے دوران میں اٹھ کر چلے آنا پڑتا ہے۔ تو اس کے ذمہ دار حالات ہیں۔ ان کا اپنا قصور کچھ نہیں مخفی نہ رہے مزید برآں ایسی ہی ترکیب مسٹر سالکنز کی طرف سے عمل میں لائی جاتی تھی۔

معلوم ہوا بڈھے کوچبان کو ڈاکٹر صاحب کے ہاں ملازمت کرتے کئی سال ہو گئے تھے۔ اور گو بہ حیثیت مجموعی وہ ایک خاندانی نوکر تھا۔ تاہم اوقات بعید میں جب اس نے ضرورت سے زیادہ ایل پی لی ہو۔ یا رات کو پانی ملی ہوئی برانڈی نوش کرنے کے بعد وہ اپنے آقا کے بارہ میں بعض اس طرح کے حالات جو میرے لئے نشتر لدرانہ تھے۔ عداوت یا بغض و کینہ کے طور پر نہیں بلکہ محض ایک لطیفہ کی حیثیت میں بیان کرنے لگتا تھا۔ جس سے رفتہ رفتہ میں اس تلخ حقیقت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو گیا کہ نوکر خواہ طبعًا کتنا ہی اچھا نیک اور وفادار کیوں نہ ہو۔ گھر والوں کے عادات واطوار

سے متاثر ہو کر ٹھونا گر جاتا ہے۔ چنانچہ یہ بات مجھ کو بڈھے کوچبان کی زبانی ہی معلوم ہوئی تھی۔ کہ جن لوگوں کو ضعف دماغ یا مالیخولیا کی شکایت ہو۔ ڈاکٹر یامفرٹ ان کے لئے چھوٹے چھوٹے نسخے لکھ کر انہیں بغرض تیاری مسٹر سائمنز کی دکان پر بھجوا دیا کرتا تھا۔ اور وہاں سے اُن مریضوں کے لئے اس طرح کی گولیاں یا محلول تیار کر دئیے جاتے تھے جن میں دوا کا نام و نشان تک نہ ہو۔ بات اس میں شک نہیں پردہ کی تھی اور ڈاکٹر اور دوا ساز میں ایسے معاملوں کی نسبت ہمیشہ احتیاط بھی بہت برتی جاتی تھی۔ تاہم کسی نہ کسی ذریعہ سے راز باہر نکل آیا۔ اور ایک اس طرح کے پرانے نوکر کے لئے جیسے ڈاکٹر یامفرٹ کا کوچبان تھا۔ اس طرح کے اسرار سے واقف ہونا چنداں باعث حیرت نہ تھا۔ مختصر یہ کہ مجھے اس نئی ملازمت کو شروع کئے بہت عرصہ نہ گذرا تھا کہ میں ڈاکٹر یامفرٹ کے عادات و خصائل کے بارہ میں کئی ایسی باتیں معلوم کرنے میں کامیاب ہو گیا جو میرے دل میں نفرت و استکراہ پیدا کرنے والی تھیں۔ تاہم نوکروں سے اس کا برتاؤ ہمیشہ اچھا رہا کرتا تھا اور یہی معمول اس کی بی بی کا تھا۔ ہم اچھے حالات میں رہتے تھے۔ کھانا پینا بھی عمدہ ملا کرتا تھا۔ اور تنخواہ نہ صرف معقول تھی۔ بلکہ ہمیشہ وقت مقررہ پر ادا ہوتی رہتی تھی۔ بس اوروں کو ڈاکٹر یامفرٹ اور اس کی بی بی کے برخلاف کچھ ہی شکایت کیوں نہ ہو ذاتی طور پر مجھے ان سے کوئی شکوہ نہ تھا۔

اور اب میں ایک ایسے واقعہ کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جس کی طرف اس سے پہلے اشارتاً بیان کیا جا چکا ہے۔ یعنی ڈاکٹر یامفرٹ کے مکان کے ایک خاص حصہ کے اسرار کا جو باقی حصوں سے علیحدہ اور مخصوص تھا۔ پہلی اور دوسری منزل کے کمرے اس طرح بنے ہوئے تھے کہ ان کے دروازہ کا سیڑھیوں سے براہ راست کوئی تعلق نہ تھا۔ میرے کہنے کا یہ مطلب ہے کہ اگر کوئی شخص ان دو منزلوں میں سے کسی پر رہتا ہو۔ تو وہ اس منزل کے ایک کمرہ سے نکل کر دوسرے کمرہ میں بڑی آسانی سے اس پوشیدگی کے ساتھ

جا آ سکتا تھا۔ کہ سیڑھیوں پر چڑھنے اُترنے والوں میں سے کوئی اس کو نہ دیکھے جب میں نیا نیا اس جگہ نوکر ہو کر آیا۔ تو دیکھا کرتا تھا کہ جس وقت کمرہ نشست میں ناشتہ کا سامان تیار ہو کے جاتا۔ تو عین اُس وقت ایک اور تھال تیار کر کے اس نوکرانی کے ذریعہ سے جو نجی کنیز کہلاتی تھی۔ اوپر کی منزل پر بھی ضرور بھیج دیا جاتا تھا۔ اسی طرح شام کا کھانا چائے اور رات کا کھانا یہ سب چیزیں بھی علیحدہ تیار کر کے ضرور اوپر کی منزل پر بھیجی جایا کرتی تھیں۔ اور یہ سب کام بڑے پُر راز طریقہ پر ہوتا تھا جس کا حال کم از کم مجھ کو عرصہ دراز تک معلوم نہ ہو سکا۔ بارہا میں یہ سوچ کر حیران ہوتا تھا۔ کہ ان دو ناشتوں دو دو کھانوں اور دو دو لنچوں کی کیا ضرورت ہے؟ مگر جواب کے طور پر کوئی کیفیت میرے ذہن میں نہ آتی تھی۔ اس کے علاوہ میں دیکھتا تھا۔ کہ جس وقت اوپر کی منزل سے گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دیتی۔ تو اُس کے جواب میں صرف نجی کنیز ہی حاضر ہوتی تھی۔ دوسری نوکرانیاں موجود بھی ہوں تو اس آواز کو سن کر اوپر نہ جاتی تھیں۔ اگر کبھی اتفاق سے ایسا ہو کہ اوپر کے کمرہ سے گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دے اور نجی کنیز کسی کام کیلئے باورچی خانہ میں گئی ہوئی ہو۔ تو بجائے اس کے کہ کوئی دوسری نوکرانی اوپر چلی جائے۔ اس واقعہ کی اطلاع یہ کہہ کر اُس خاص نوکرانی کو دی جاتی تھی۔ کہ جین تمہاری گھنٹی بجی ہے۔ اس جگہ میں یہ بھی بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ یہ خاص نوکرانی جو اوپر کے کمرہ میں جایا آیا کرتی تھی۔ بڑی چپ چاپ اور پُر اسرار عورت تھی جس کی صورت اور انداز سے پایا جاتا تھا۔ کہ وہ کبھی کوئی غیر موزوں بات منہ سے نکالنے پر ہرگز آمادہ نہ ہو گی۔ بعض اوقات اگر میں کسی کام کے لئے دفعتاً باورچی خانہ میں جاتا تو دیکھتا کہ وہ باورچن یا دوسری نوکرانی سے کھُسر پھُسر باتیں کرتی۔ لیکن مجھے اندر آتا دیکھ کر وہ سب فوراً چپ ہو جاتیں اور پُر معنی انداز سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگتی تھیں قدرتی طور پر مجھے ان باتوں سے سخت حیرت ہوتی تھی۔ اور اس سے میرا شوق استعجاب

اور زیادہ بڑھتا تھا۔ مگر میں کسی سے سوال پوچھنے کی جرأت نہ کرسکتا تھا۔ کئی ہفتوں تک میں اس گو مگو کی حالت میں رہا جی دریافت حال کے لئے بیتاب تھا۔ مگر منہ سے کچھ کہنے کا حوصلہ نہ کرتا تھا۔ تاہم ایک بات جلدی ہی واضح ہو گئی۔ یعنی یہ کہ کوئی شخص نامعلوم مکان کے بالائی حصہ میں رہتا ضرور ہے۔ لیکن کون ۔ ۔ ۔ کوئی مریض یا کرایہ دار یا ڈاکٹر کے اپنے یا اس کی بی بی کے رشتہ داروں میں سے کوئی آدمی ۔ ۔ ۔ اس کا حال افسوس ظاہر نہ ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ میں نے دیکھا کہ شخص مذکور نہ کبھی اپنے کمروں سے باہر نکلتا نہ کوئی اس سے ملنے جاتا۔ وہ بالکل اس طرح کی حالت میں رہتا تھا گویا اُسے قید تنہائی کی سزا دی گئی ہو۔ یہ میرا پہلا اندازہ تھا۔ مگر اس کے بعد رفتہ رفتہ معلوم ہوا کہ مسز پامفرٹ ہر روز چند گھنٹوں کے لئے اُس کے پاس جاتی اور اس سے باتیں کیا کرتی تھی۔

جب مجھے اس مکان میں رہتے کچھ عرصہ ہو گیا۔ اور دوسرے نوکروں سے میری واقفیت بڑھنی شروع ہوئی تو اُن کی باتوں سے معلوم ہوا کہ وہ اس راز سے کسی نہ کسی حد تک ۔۔ واقف ہیں۔ اور اگر چاہیں تو مجھے بھی محرم راز کر سکتے ہیں۔ شروع میں انہوں نے میری موجودگی میں چُپ رہنا چھوڑا اور کچھ کچھ باتیں کرنی شروع کیں۔ پھر ہی کے بعد ہوتے ہوتے یہ راز منکشف ہوا کہ ڈاکٹر اور مسز پامفرٹ اپنے مکان پر معقول معاوضہ لیکر اُن خاتونوں کو رہنے کی جگہ دیا کرتے ہیں۔ جو حالات مخصوص کی وجہ سے اپنے دوستوں اور رشتہ داروں سے (جیسی حالت ہو) چند ہفتوں یا چند مہینوں کے لئے علیحدہ رہنے پر مجبور ہوں۔ زیادہ صاف لفظوں میں اُن کے مکان کا وہ حصہ شرم کے لئے جائے پناہ اور گناہ اور کمزوری اخلاق کے لئے دارالامان تھا۔ اور اس طرح کی عورتیں جنہیں حالات نے رشتہ مناکحت میں آنے بغیر ہی ماں بننے پر مجبور کر دیا ہو۔ معاوضہ ادا کر کے اس گھر میں سکونت کر سکتی تھیں۔ یہاں پر اُن کے لئے انتہائی خلوت اور گھری پوشیدگی کا اہتمام تھا۔ ڈاکٹر اور اس کی بی بی اس بارہ میں پورے طور پر قابل اعتماد تھے۔

کیونکہ جو معاوضہ ان کو ملتا تھا وہ ان کی زبانیں بند کرنیکے لئے کافی اور معقول ہوتا تھا ۔اس سلسلہ میں یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ فی الحال ایک خاتون منزل اول کے کمروں میں ٹھیری ہوئی ہے۔ لیکن گو اس کی موجودگی کا علم دوسرے نوکروں کو بھی تھا۔ تاہم اُس ایک خادمہ کے سوا جسے نجی کنیز کہتے تھے۔ اور کسی نوکر نے کبھی اُس کی صورت نہ دیکھی تھی وہ ایک رات منہ پر نقاب پہنے اس جگہ آئی اور ایک بار مکان کی دہلیز میں قدم رکھنے کے بعد نہ کبھی اُس سے باہر نکلی نہ کسی نے اُسے چلتے پھرتے دیکھا۔ نجی کنیز کے بارہ میں معلوم ہوا۔ کہ گو اُس نے اُس کی صورت دیکھی تھی۔ تاہم اس کا نام اس کو بھی معلوم نہ تھا۔ بلکہ ممکن ہے۔ ڈاکٹر اور اس کی بی بی کو بھی نہ ہو۔ اپنی آمد کے دو مہینہ بعد وہ ماں بنی۔ اور وہ عورت جو اس موقعہ پر خدمات انجام دینے کے لئے آئی تھی۔ فوراً ہی ایک نومولود بچہ کو لیکر کسی نامعلوم مقام کی طرف رخصت ہوگئی۔ اس کے تین مہینے بعد وہ عورت بھی جس پُراسرار طریقہ پر آئی تھی۔ اُسی طرح رخصت ہوگئی۔

یہ بھی مجھ کو معلوم ہوا کہ ڈاکٹر پامفرٹ کے اس طریقہ پر خاتونوں کو اپنے مکان میں رکھنے کا حال شہر سالسبری کے لوگوں کو عام طور پر معلوم نہ تھا۔ بعض حلقوں میں اس کے متعلق دبی آوازیں باتیں ضرور ہوتی تھیں۔ تاہم اس راز کو اس خیال سے قصداً چھپانے کی کوشش کی جاتی تھی۔ کہ اگر وہ عام طور پر ظاہر ہوگیا۔ تو اس سے ڈاکٹر پامفرٹ کی طبابت کو ضعف پہنچنے کا اندیشہ تھا۔ تاہم اتنا ضرور معلوم ہوگیا۔ کہ ڈاکٹر صاحب کو اس ذریعہ سے جو آمدنی ہوتی تھی۔ وہ مریضوں سے وصول کی ہوئی فیسوں سے بہرحال زیادہ ہوا کرتی تھی۔ اور اگر کبھی حالات ان کو ان دو طریقوں میں سے کسی ایک کی آمدنی کو خیرباد کہنے پر مجبور کرتے۔ تو وہ طبابت کو اپنی دوسری مصروفیتوں پر قربان کرنیکے لئے فوراً آمادہ ہوجاتے اور اب اس قدر حالات جاننے کے بعد میں نے یہ بھی معلوم کرلیا۔ کہ کس لئے مسز پامفرٹ دبے پاؤں چلنے کی عادی تھی۔ کیوں اُس کے چہرہ پر اسرار کی جھلک پائی جاتی تھی۔ کس لئے

وہ دبی آواز سے گفتگو کرتی تھی اور کیوں اس کی حالت مجموعی طور پر یہ ظاہر کرتی تھی کہ وہ کسی مریض کے سرہانے بیٹھے رہنے کی عادی ہے۔ پھر اس کے علاوہ اس دریافت پر بھی مجھ کو معلوم ہوا کہ کیوں ڈاکٹر پامفرٹ اور مسٹر ساکنز میں اتنے گہرے تعلقات تھے گویا وہ ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہوں۔ وجہ محض یہ تھی کہ مسٹر ساکنز چونکہ جنا... کے کام سے واقف تھا۔ اس لئے اس طرح کے موقعوں پر اس کی خدمات ہمیشہ درکار رہتی تھیں۔

ڈاکٹر پامفرٹ کے مکان کے اسرار کو (جن سے میں آغاز ملازمت کے بہت عرصہ بعد رفتہ رفتہ واقف ہوا تھا) اس حد تک بیان کرنے کے بعد میں پھر اپنی داستان کا سلسلہ شروع کرتا ہوں۔ مجھ کو اس جگہ آئے قریباً چار ماہ گذر چکے تھے اور اب ماہ جون کا آغاز تھا۔ ایک رات کا ذکر ہے۔ میں باورچی خانہ میں بیٹھا نوکروں سے باتیں کر رہا تھا۔ ڈاکٹر پامفرٹ کھانا کھانے کے کمرہ میں مسٹر ساکنز سے دخت رز کی نفاستوں پر کھلی بحث کر رہے تھے۔ اور مسز پامفرٹ گھر میں کسی اس طرح کی لیڈی کی عدم موجودگی کے باعث جس کی صحبت میں اس کی حاضری ضروری ہوتی۔ سیر و تفریح کے لئے باہر گئی ہوئی تھی۔ دفعۃً کسی نے مکان کے صدر دروازہ پر بڑے زور سے دستک دی۔ اور اس کے ساتھ ہی گھنٹی کی رسی بھی کھینچی جس کی آواز پرشور گونج پیدا کرتی ہوئی مکان کے ہر حصہ میں پھیل گئی۔ ان آوازوں کو سن کر میں باہر کا دروازہ کھولنے گیا۔ ہر چند اس وقت رات کے نو بجے تھے تاہم کسی نوکر کی غفلت سے ڈیوڑھی کا لیمپ روشن نہ کیا گیا تھا۔ اتفاق سے باہر کے لیمپ بھی مکان کے دروازہ سے فاصلہ پر تھے۔ تاہم موسم چونکہ وسط گرما کا تھا۔ اس لئے رات کے نو بجے بھی اتنا اجالا باقی تھا جس میں ایک دوسرے کی صورت اندھیرے میں کافی صحت کے ساتھ پہچانی جا سکتی تھی۔ علاوہ بریں ہمارے مکان کے عین بالمقابل مسٹر ساکنز کی دکان پر سرخ لیمپ روشن تھا جس کی مدہم روشنی دروازہ سے چند گز پر

پہنچتی تھی۔ ان سارے حالات کی وجہ سے جب میں نے باہر کا دروازہ کھولا۔ تو اس شخص کو دیکھ کر جو دروازہ کھلنے کے انتظار میں کھڑا تھا۔ بڑی آسانی سے معلوم کر لیا۔ کہ وہ مسٹر ملکم پونہم کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے۔

"کیا ڈاکٹر یا مفرٹ گھر پر ہیں؟" اس نے مجھے باہر آتا دیکھ کر پوچھا۔

"جی ہاں" میں نے گھبرائے ہوئے لہجہ میں جواب دیا۔ کیونکہ مجھے اس آدمی کو سامنے کھڑا دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی جس سے بوجوہ مجھے اتنی سخت نفرت تھی۔

"تو جاکے ان سے کہہ دو۔ ایک صاحب ملنا چاہتے ہیں" اس نے جلدی سے حکم دیا "میرا نام ... لیکن نہیں میرے خیال میں نام ظاہر کرنے کی حاجت نہیں کیونکہ میں ایک نجی ضرورت سے علیحدگی میں ان سے ملنا چاہتا ہوں"

میں نے اس کو اندر آنے کے لئے نہیں کہا۔ اس لئے کہ غصہ اور جوش کی وجہ سے میرے منہ سے ایک لفظ تک نکلنا محال تھا۔ اس کی موجودگی سے ایبل سے متعلق ہر ایک واقعہ ہر ایک خیال ہر ایک اندیشہ کی یاد دہ چند شدت کے ساتھ میرے سینہ میں تازہ ہو گئی۔ دروازہ کھلا چھوڑ کر میں نیم بے خبری کی حالت میں اندر کی طرف ہٹ آیا اور وہ غالباً اس خیال سے کہ میرا مطلب اس کو اندر آنے کی درخواست کرنے سے تھا۔ میرے پیچھے پیچھے اندر چلا آیا۔ اس کے بعد میں نے اس کمرہ نشست کا دروازہ کھولا۔ جو اس بلیح کے ملاقاتیوں کے لئے مخصوص تھا۔ اور جہاں کسی ایسے ہی موقعہ کے انتظار میں ایک لیمپ جلا کر رکھا رہتا تھا۔ وہ کسی قدر اضطراب کی حالت میں اس کمرہ کے اندر داخل ہوا اور میں نے کمرہ کا دروازہ پھیر دیا۔ بظاہر اس نے مجھ کو پہچانا نہ تھا۔ کم از کم میرا یقین یہی تھا۔ کہ اس نے مجھے شناخت نہیں کیا اور سچ پوچھئے تو وہ مجھے پہچان بھی نہ سکتا تھا۔ کیونکہ اول تو میں گو اس کے نام اور شکل وصورت سے واقف تھا۔ تاہم مجھے ایک دوبار دیکھ لینے کے باوجود نہ جانتا تھا۔ اور اگر جانتا بھی ہوتا تو میں چونکہ

ڈیوڑھی کے اندھیرے میں کھڑا تھا۔ اس لئے اس کا مجھے شناخت کرنا غیر ممکن تھا۔ اس سے پہلے دو تین مرتبہ اُس نے مجھے چارلٹن ہال میں دیکھا تھا۔ اس کے بعد تھیئٹر میں گو میں نے اس کو وایولٹ مارٹیمر سے (جو میری اینیل کا فرضی نام تھا) گفتگو کرتے دیکھا تھا تاہم میں خود اس کی نظروں سے پوشیدہ رہا تھا۔ تیسرے موقعہ پر جب میں آکسیٹر کے قریب شراب خانہ کے باہر اینیل کو اس کی گاڑی میں بیٹھے دیکھ کر اس کی طرف دوڑا تھا۔ تو اس موقعہ پر یا تو اس نے مجھے بالکل ہی نہیں دیکھا۔ یا ممکن ہے گاڑی کے لیمپوں کی روشنی میں میری دھندلی سی تصویر اس کی نظروں میں پھری ہو۔ غرض سارے حالات دیکھتے ہوئے اُس کا مجھے نہ پہچاننا چنداں حیرت خیز نہ تھا۔ اس کے برعکس وہ اگر مجھ کو پہچانتا۔ تو یہ بات زیادہ تعجب خیز ہوتی۔ مجھ کو چارلٹن سے رخصت ہوئے ڈیڑھ سال کا عرصہ ہو چکا تھا۔ میری شکل وصورت پہلے سے بدل چکی تھی۔ اور قد بھی لمبا ہو گیا تھا کیونکہ اس عمر میں جس کا میں ذکر کرتا ہوں ڈیڑھ سال کا وقفہ کسی نوجوان کی صورت میں بہت بڑی تبدیلی پیدا کر دیتا ہے۔

لیکن ذکر کچھ اور تھا۔ باہر کا دروازہ جلدی سے بند کر کے میں نے ڈیوڑھی کا لیمپ جلا دیا۔ تا کہ ڈاکٹر پامفرٹ اس جگہ اندھیرا چھایا ہوا دیکھ کر ناراض نہ ہو۔ اور اس کے بعد اس کمرہ کی طرف گیا۔ جہاں وہ مسٹر ماکنز کے پاس بیٹھا تھا۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ اُس کا چہرہ کثرت مے نوشی سے سُرخ تھا اور میرے نے میز پر رکھی ہوئی خالی بوتلوں کی تعداد سے اس بات کا اندازہ کرنا بہت مشکل نہ تھا۔ کہ ڈاکٹر اور دوا ساز میں کھانا کھانے کے بعد دوران گفتگو میں اس شغل کو خوب ہی جاری رکھا گیا ہے۔ ہر چند میرے دل میں بدنصیب اینیل کے متعلق کئی طرح کے رنجیدہ خیالات پیدا ہو رہے تھے۔ تاہم ڈاکٹر رو برو جاتے ہوئے میں نے جہاں تک ممکن تھا ظاہری سکون قائم رکھنے کی کوشش کی اور اس کے بعد ڈاکٹر صاحب کو اطلاع دی کہ ایک صاحب رات کو ضروری کام سے

آپ سے ملنا چاہتے ہیں اور دوسرے کمرہ میں بیٹھے انتظار کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر پامفرٹ نے یہ اطلاع پاتے ہی حالت اضطراب میں ایک بوتل سوڈا واٹر کی طلب کی اور اسے پی کر جیسا ان کا معمول تھا بڑی سنجیدہ صورت بنا لی۔ اس کے بعد وہ اس کمرہ کی طرف گئے جہاں میں ان سے پہلے سر ملکم ولیئم کو بٹھا چکا تھا۔

اس کام سے فارغ ہو کر میں پھر ایک بار باورچی خانہ میں چلا گیا۔ مگر اپنے جی میں یہ سوچ کر حیران تھا۔ کہ وہ کونسا ضروری کام ہوگا جس کے لئے سر ملکم اس طرح بے وقت ڈاکٹر صاحب سے ملنے کے لئے آیا ہے؟ بعض اندیشے ۔ ۔ ۔ ہیبت ناک اندیشے میرے دل میں پیدا ہونے شروع ہوگئے۔ مگر میں نے بزور ان کو دبا دینے کی کوشش کی قریباً بیس منٹ سر ملکم اور ڈاکٹر پامفرٹ میں باتیں ہوتی رہیں۔ اس کے بعد بیرونٹ رخصت ہوا۔ اور ڈاکٹر پامفرٹ پھر کمرہ نشست میں سر رنالنز کے پاس چلا گیا۔

تین دن گذر گئے اور اس دوران میں میں ان تکلیف دہ خیالات کی وجہ سے جن کا ذکر ابھی کیا جا چکا ہے۔ سخت بے چین اور فکر مند رہا۔ اس کے بعد جب میں نے دیکھا کہ وہ بھی لینیز جو باقاعدہ اس کا اہتمام کیا کرتی تھی۔ کسی نئی خاتون کی آمد کی تیاری میں جھاڑ پونچھ کرتی پھر رہی ہے۔ تو جیسا لازم تھا ان اندیشوں کو اور بھی تقویت ہوئی۔ وہ اندیشے کیا تھے۔ اس کا حال میرے خیال میں اکثر ناظرین پہلے ہی سمجھ گئے ہوں گے بہرحال میرے لئے اینبل کی تصویر کو سر ملکم ولیئم کی قابل نفرت شخصیت سے جدا کرنا ناممکن تھا کبھی کبھی یہ خیال بھی دل میں پیدا ہوتا کہ وہ ایک مسلمہ بدمعاش ہے۔ اور اپنی عمر میں بہت سے مرد و عورتوں کی تباہی کا ذریعہ بن چکا ہے۔ اس لئے ممکن ہے۔ وہ ان میں سے کسی ایک کے لئے جو اینبل سے جدا کرتی اور یہ سارے انتظام کرنے آیا ہو۔ بہرحال میرے لئے اس بات کو درجہ یقین تک ذہن میں جگہ دینا کہ یہ سب کچھ اینبل کے لئے ہی ہے۔ واجب و درست نہ تھا۔ اس طرح کی دلیلوں سے میں ان اندیشوں کو جو دل میں پیدا ہوتے

مجھے دبانے اور رفع کرنے کی بہت کوشش کرتا تھا۔ مگر اس کے باوجود کوئی وجہ تھی
کہ وہ پھر بھی وہ چند شدت کے ساتھ میرے ذہن میں تازہ ہو جاتے تھے۔

سر ملکم ویرنیم کو ڈاکٹر پامفرٹ کے مکان پر آئے تین دن گذر چکے تھے۔ کہ چوتھے
دن دوپہر کو مجھے اس بات کا پورا یقین ہو گیا کہ کسی خاتون کی آمد کے انتظار میں پہلی
منزل کے کمروں کو ٹھیک ٹھاک کیا جا رہا ہے۔ اگر اس بارہ میں کوئی شبہ میرے دل میں
باقی تھا۔ تو وہ دوسرے نوکروں کی دبی ہوئی گفتگو سے رفع ہو گیا۔ البتہ اس خادمہ نے
جو مجھے کمرہ دکھاتی تھی۔ اس سوال پر بہت ہی کم گفتگو کی۔ اور جو کی بھی تو بڑے محتاط پیرایہ
میں مگر اتنا کہ اس گفتگو میں سر ملکم کا نام بالکل نہیں لیا گیا۔ اور عین ممکن ہے کہ اس کا نام
نوکروں میں سے کسی کو معلوم ہی نہ ہو۔ رہ گئی وہ خاتون جس کی آمد کے سلسلہ میں یہ سب
کچھ ہو رہا تھا۔ تو اس کے بارہ میں یہ بیان کرنا لا حاصل ہے کہ جتنی بھی رازداری ممکن
تھی اس موقعہ پر کی گئی۔ کسی کو اس کا نام معلوم نہ تھا۔ کسی کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ اس
کی آمد بیرونٹ کی آمد کے سلسلہ میں ہے یا نہیں۔ فی الحقیقت جب میں نے اس سارے
سوال پر اچھی طرح غور کیا۔ تو اس نتیجہ پر پہنچے بغیر نہ رہ سکا۔ کہ جو خیال میرے دل میں
پیدا ہوا ممکن ہے محض وہم ہو۔ یعنی جس عورت کو یہاں آنا تھا۔ اس کا بیرونٹ کی آمد
سے بالکل کوئی تعلق نہ ہو۔ یا بیرونٹ کی آمد کسی اور ہی سلسلہ میں ہوئی ہو۔ یہ سب
کچھ میں اپنے جی کو سمجھاتا تھا مگر اس کے باوجود یہ حالت میرے دل کی تھی کہ کوئی ذریعہ
تسلی کا نظر نہ آتا تھا۔ میں لاکھ اپنے آپ کو سمجھانے کی کوشش کرتا۔ لیکن خیالات
پھر پھرا کر اسی نقطہ پر آ جاتے تھے۔

اس روز نہ صرف گھر میں غیر معمولی چہل پہل رہی۔ بلکہ مسز پامفرٹ بھی جو عموماً
چپ چاپ اپنے کمرہ میں بیٹھی رہا کرتی تھی کئی بار پہلی منزل کے پھیرے کرتے دیکھی گئی
جس سے کم از کم اس بات کا یقین پوری طرح مجھ کو ہو گیا۔ کہ جس کسی کو آنا ہے۔ وہ ضرور

آج رات کو آجائے گا۔ لیکن دس بج گئے۔ میں گھر کے کام دھندے سے فارغ ہو کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔ اور اس وقت تک کوئی نہ آیا۔ ایک عجیب طرح کی بےچینی میرے دل کو لاحق تھی۔ صدہا تفکرات سینہ میں ہیجان کر رہے تھے۔ لاتعداد اندیشے زہر میں بجھے ہوئے تیروں کی مانند جگر کو زخمی کر تے تھے۔ ان حالات میں نیند کا خیال دل میں لانا ہی عبث تھا۔ میں بیٹھ کر انتظار کرنے لگا۔ میرا کمرہ مکان کی سب سے اوپر والی منزل پر تھا۔ اور اس کی ایک کھڑکی بازار کی طرف کھلتی تھی۔ مگر اس کے آگے چونکہ ایک بہت چوڑا چھجہ یا کارنس بنی ہوئی تھی۔ اس لئے میں اگر چاہتا بھی تو کھڑکی میں کھڑے ہو کر بازار کا حال نہ دیکھ سکتا تھا۔ اس کے باوجود میرے کان ہر طرح کی آواز دل پر لگے ہوئے تھے۔ جب بازار میں کسی گاڑی کے گذرنے کا شور سنائی دیتا تو میں دھڑکتے ہوئے دل سے یہ جاننے کی کوشش کرتا کہ کیا وہ ہمارے دروازہ پر ٹھیرے گی ہے لیکن کئی گاڑیاں آئیں اور گذر گئیں۔ اس کے ساتھ ہی وقت بھی گذرتا گیا یعنی کہ آدھی رات کا عمل ہو گیا۔ آخر اس وقت ایک گاڑی مکان کے دروازہ پر آکر ٹھیری۔ میں نے کھڑکی سے جھانکنے کی کوشش کی۔ لیکن کچھ نظر نہ آیا۔ حالت اضطراب میں میں نے جلدی سے کمرے کا دروازہ کھولا۔ اور بغیر سوچے سمجھے دو چار سیڑھیاں نیچے اتر گیا۔ مگر عین اس وقت کسی نے باہر کے دروازہ پر دستک دی۔ اور پیروں کی تیز چاپ ڈیوڑھی میں سنائی دی۔ میرا جی گھبرانے لگا۔ میں سخت ناشاد و رنجیدہ تھا۔ مبہم اور خوفناک اندیشے اس شدت کے ساتھ دل میں پیدا ہو رہے تھے۔ کہ جی چاہتا تھا وہیں کھڑے ہو کر بآواز بلند رونا شروع کر دوں۔ یا انجام کی پروا نہ کر کے دوڑتے نیچے اتر جاؤں۔ اور شک رفع کر لوں۔ لیکن نہیں میں وہیں آدھی سیڑھی پر کھڑا تھا۔ اور بدن میں زور کی تھرتھری پیدا ہو رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا دفعتاً کسی نے مجھ کو اس کمرے سے نکال کر منطقہ بارد کے برفانی مقامات پر لا ڈالا ہو۔

دبی آواز کی گفتگو میرے کانوں میں آ رہی تھی - مگر میرے لئے کسی لفظ یا کسی
آواز کو پہچاننا غیر ممکن تھا - اتنے میں کسی کے پہلی منزل پر چڑھنے کی آواز سنائی دی
پھر دروازہ کھلا اور بند ہوا اور میں لڑکھڑاتا ہوا پھر ایک بار اپنے کمرے میں چلا
گیا جوش کی تیز آندھی میرے دماغ میں اٹھ رہی تھی - نامعلوم اندیشوں کا طوفان
میرے سینہ میں برپا تھا اور میں ان غیبی طاقتوں کے سامنے بے بس اور مجبور - حالت
یاس میں میں بستر پر اوندھا لیٹ کر سسکیاں لے لے کر رونے لگا - میرا دل اور اس
دل میں چھپی ہوئی کوئی آواز رہ رہ کر کہتی سنائی دیتی تھی - کہ آنے والی انیل ہے
وہ اس وقت اسی مکان میں ہے جس میں میں ہوں - اور ہم ایک دوسرے سے اتنا
قریب ہوتے ہوئے بھی دور ہیں - مجھے اس کی حالت کا خیال آیا - اور اس شرم
بے طرفی اور بے حرمتی کا بھی جو اس مکان میں اس کی آمد سے تعلق رکھتی تھی گھنٹوں
میں اپنے بستر پر پڑا ہوا رنج و غم - یاس و ندامت افسردگی اور بے تابی کے تلخ
آنسو بہاتا رہا - گویا جو کچھ ہوا - وہ میرے کسی اپنے سہو یا گناہ کا نتیجہ تھا حتیٰ کہ
آخر کار رنج و غم سے نڈھال ہو کر اس وقت جب مایوسی اور غمگینی اپنا پورا
زور لگا کے میرے جسم اور ذہن کو یکساں کمزور کر چکی تھیں - تو بڑی مشکل سے
چارپائی سے اٹھا کپڑے اتارے اور سونے کے خیال سے بستر پر لیٹ گیا - اس کے
ساتھ ہی آنکھ لگ گئی -

لیکن آہ! وہ کیا خواب تھا - جو مجھے سوتے میں نظر آیا ہے کیا دیکھتا ہوں - انیل
میرے بستر کے پاس کھڑی ہے - ویسی ہی خوبصورت جیسی دو برس پیشتر اس
زمانہ میں تھی جب میں نے اس کو پہلی مرتبہ پندرہ سال کی عمر میں غنچہ ناشگفتہ کی طرح
عالم دوشیزگی میں دیکھا تھا - سنہرے رنگ کے گھونسے ہوئے بال لاتعداد حلقوں
میں اس کی پیشانی پر اور رخساروں کے اطراف میں چھائے ہوئے اور لہراتی ہوئی ناگنوں

کی صورت میں شانوں پر اور جانب پشت لٹکے ہوئے۔ بڑی بڑی نیلیں آنکھیں اس
جھیل کے آب ساکن کی طرح گہری اور شفاف جو نکھرے ہوئے آسمان کی نیلوفری
رنگت کو اپنی سطح پر منعکس کرتی ہو۔ بلاغت و معصومیت سے پُر اور کم سنی کی شرم سے
جھکی ہوئی۔ ذہانت۔ سادگی اور سچائی کے لیے ہوئے آثار چہرہ پر۔ تریاقوتی ہونٹ
ذرا سے کھلے ہوئے اور ان کے اندر روئے سنہوار کی دو ہموار لڑیاں۔۔
یہ صورت تھی جو مجھے کو نظر آئی اور اس کی پوشش کتنی پاک اور نزہت ریز۔ سابق کے
برخلاف اس موقعہ پر اس نے دودھیا سپید یا بہت ہلکے نیلے رنگ کے کپڑے زیب بدن
کئے تھے جس سے اس کی صورت میں فرشتگانہ معصومیت پائی جاتی تھی۔ اور
وہ پاک لباس اس کے بدن کی نازکی اور قامت کی درازی کو کس خوبی اور نفاست
سے واضح کرتا تھا۔ اس کے اندر چھپے ہوئے شانوں کی ڈھلوان۔ کمر کی باریکی۔ جوبن
کا ابھار اور بدن کا لچکیلا پن کس خوش اسلوبی سے ظاہر ہوتا تھا۔ بہ حیثیت مجموعی
اس کی صورت اس محافظ فرشتہ سے مشابہ تھی۔ جو میرے طالع بد کا اثر دور کرنے کو
میرے سر پر کھڑا ہو۔ اس کو اتنا پاس دیکھ کر میرا ہاتھ بے اختیاری میں اس
کی طرف بڑھا۔ لیکن بدقسمتی سے اس حرکت کے ساتھ ہی وہ دلفریب و حیرت خیز تصویر
طلسم باطل کی طرح مٹ گئی۔ اور اس کے بعد اس حیرت انگیز تیزی سے جو خواب
و خواب سے مخصوص ہے ایک اور نظارہ نے اس کی جگہ لے لی۔ کیا دیکھتا ہوں۔ چارلٹن کا
گرجا اور اس سے ملحق قبرستان ہے۔ اور میں آدھی رات کے وقت اس گرجا کی
کھڑکی کے پاس کھڑا ہوں۔ میری نگاہ شیشہ کی راہ سے اندر کی طرف گی ہوئی ہے۔ تھا
نصف شب کے وقت بارہ کا گھنٹہ بجنا شروع ہوا۔ اور اس کی آہنی آواز پیدا ہوا کر
رقص کر رہی تھی۔ بہ ایبل کی صورت کفن میں لپٹی ہوئی گرجا کے اندر چلتی نظر آئی۔ چاند
کی سرد روشنی۔ مہتاب کے پیالوں کی طرح سرد۔ اور چھننے والی بند کھڑکیوں کی راہ سے

داخل ہوئی اور نہ معلوم اس کے اثر سے یا کیوں میرے بدن میں تھراہٹ پیدا ہو گئی۔ اسی عرصہ میں وہ صورت بالکل پاس آ چکی تھی۔ اور اب جو اس نے باہر کو منہ پھیرا تو معلوم ہوا کہ اس کا چہرہ لاش کی طرح زرد اور اترا ہوا تھا۔ ایک ہیبت ناک چیخ اس کو دیکھتے ہی میرے منہ سے نکلی۔ بدن نے تیز تشنجی حرکت کی اور اس کے ساتھ ہی آنکھ کھل گئی

میرا بدن تھر تھر کانپ رہا تھا۔ اور اس چیخ کی آواز اب بھی ہوا کی گونج سے ملی ہوئی کانوں میں آ رہی تھی۔ میرا خیال ہے کہ وہ کوئی بڑی ہی تیز چیخ تھی جو اس وقت میرے منہ سے نکلی کیونکہ میرے کمرہ کا دروازہ جلد ہی سے کھلا۔ اور دوسرا اگر فلپ جو پاس والے کمرے میں سوتا تھا۔ مضطربانہ داخل ہو کر کہنے لگا " جوزف کیا بات ہے؟ کیوں تم نے چیخ ماری تھی؟" جواب میں میں نے ایک دہشت ناک خواب کا دکھائی دینا بیان کیا۔ اور چونکہ میری سہمی ہوئی حالت میرے بیان کے حسب حال تھی۔ اس نے اس کا اطمینان ہو گیا اس کے چلے جانے کے بعد میں جلدی سے اٹھ کر دیوار میں لگے ہوئے آئینہ کی طرف گیا اور اپنی صورت دیکھی۔ مگر وہ اتنی بھیانک اور خوفناک تھی کہ میں خود اس کو پہچاننے سے قاصر رہا۔ بڑی مشکل سے میں نے حواس بجا کئے۔ گو میرا دل اس کے بعد بھی بڑی دیر تک دھک دھک کرتا رہا۔ وہ خواب اپنے اثر میں بڑا ہیبت ناک تھا۔ اور میں انتہائی کوشش کے باوجود اس کی یاد دل سے محو نہ کر سکا۔ خیال آیا۔ اب اوائل جون ہے۔ تین ہفتوں کے عرصہ میں پھر وہی قابل یاد وسط گرما کی رات آئے گی۔ جب ایک سال پیشتر میں نے چارلس کے گرجا میں اس خواب کے واقعہ کو اصلی صورت میں دیکھا تھا۔ تین ہفتوں کے عرصہ میں جب آدھی رات کے وقت بارہ کا گھنٹہ بجے گا تو اس واقعہ کو پورا ایک سال ہو جائے گا۔ جس کے بعد ... خدا کو ہی بہتر معلوم تھا کہ وہ روایت جو اس بارہ میں مشہور تھی۔ صحیح ثابت ہو گی یا بیہودہ۔ یعنی میری ایثیل اس کے بعد بھی زندہ رہے گی یا اس تاریخ تک اس کی ہستی پاک کا خاتمہ ہو جائے گا ... ؟

باب ۔ ۳۱

وسط گرما کی دوسری رات

دن بھر سخت اضطرابی کیفیت لاحق رہی۔ نوکروں سے دریافت حال کی کوششیں کیں۔ مگر میں نے یہ کہہ کر اُن کو ٹال دیا کہ رات اچھی طرح نیند نہ آئی تھی۔ اس لئے پریشان خیالی رہی۔ اس آخری واقعہ کی تصدیق دوسرے نوکر فلپ نے بھی کر دی۔ بارہا جی میں آتی تھی کہ بجی کنیز جین سے مل کر اُس خاتون کی شکل وصورت کے بارہ میں استفسار کروں جو پہلی منزل میں آکر رہنے لگی تھی۔ مگر انتہائی کوشش کے باوجود میں اس کی جرأت نہ کر سکا۔ اور شاید اگر میں از راہ حماقت کوئی سوال پوچھتا بھی تو وہ یقیناً جواب دینے سے انکار کر دیتی۔ کیونکہ جہاں تک مجھ کو معلوم تھا نہ صرف گھر والوں کی طرف سے بلکہ اُن خاتون کی طرف سے بھی جو اس مقام محفوظ پر آکر رہتی تھیں اتنا معقول معاوضہ اس کو ملا کرتا تھا کہ وہ کسی حال میں کوئی ایسا فعل کرنے کے لئے آمادہ نہ ہو سکتی تھی جو اس کے لئے ملازمت سے موقوفی کا ذریعہ ثابت ہوتا۔ علاوہ بریں جیسا میں نے پیشتر لکھا ہے وہ طبیعتاً کم گو اور خاموش عورت تھی اور اس کا باقی نوکروں سے بہت کم میل جول تھا۔ تو بھی جو بے چینی اور تشویش اُس وقت اینیل کے ساتھ ایک مکان میں رہتے ہوئے مگر اس کے روبرو آنے سے محروم رہ کر میرے جی کو تھی۔ اس کا اندازہ بیان کی نسبت تصور ہی میں بہتر ہو سکتا ہے ممکن تھا وہ ناشاد ہو۔ اور اگر وہ شبہات جو میرے دل میں پیدا ہو چکے تھے صحیح ہوں تو اس کا غمزدہ اور ناشاد ہونا قدرتی تھا جس صورت میں وہ ہمدردی۔ رحم اور دلجوئی کی مستحق تھی۔ مگر میں ان باتوں کا آرزومند ہوتا ہوا بھی کچھ نہ کر سکتا تھا۔ ہائے افسوس وہ اس بدترین حالت میں ہو اور میں چپ بیٹھا دیکھا کروں۔ پھر خیال آتا ممکن ہے یہ اس کے علاوہ کوئی دوسری عورت ہو۔ میرے سے اس کو دیکھے اور پہچانے بغیر اس کی

موجودگی سے یقین کر دل میں جگہ دینا اگر حماقت نہیں تو اور کیا تھا ؟ مگر اس دل کا کیا کیا جائے
میں اسے بار بار سمجھانے کی کوشش کرتا مگر اس کے اندر چھپی ہوئی آواز برابر کہے جاتی تھی کہ
'وہ اینیل ہے! وہ تیری اینیل ہے! ...'

لیکن اس ذکر کو لمبا کرنے سے کیا فائدہ ؟ میں اگر اپنے خیالات کی تشریح کرنے بیٹھوں تو یہ داستان داستان نہ رہے۔ بلکہ قلب انسانی کی مختلف حالتوں کی تشریح کا ایک علمی رسالہ بن جائے۔ پس میں اس ذکر کو نظر انداز کر کے یہ لکھنا چاہتا ہوں کہ اس واقعہ کے بعد کئی دن گزر گئے اور اس دوران میں وہ خاتون جو پہلی منزل کے کمروں میں آ رہی تھی اپنے ہی کمرہ میں بند رہی۔ چینی اس حصہ مکان کی خادمہ دن بھر اس کی خدمت گزاری کرتی اور مسز پامفرٹ بھی اپنے وقت کا بڑا حصہ اس کی صحبت میں گزارتی اور میری اپنی حالت یہ تھی کہ بار بار اس امید پر کہ شائد باہر کا دروازہ بھولے سے کھلا رہ گیا ہو اور میں اس خاتون کو ایک سے دوسرے کمرے میں جاتے ہوئے دیکھ لوں۔ یا وہ کسی کام کے لئے کمرہ سے باہر نکلے تو میں اس کو پہچان لوں۔ اس کے دروازہ کے آس پاس رستا ہوا چلتا اور اگر موقعہ نصیب ہو تو منٹوں کھڑا رہتا تھا مگر افسوس وہ بات جس کی مجھے خواہش تھی نہ ہوئی۔ نہ وہ عورت کبھی اپنے کمرہ سے باہر نکلی۔ نہ کبھی اس کے کمرہ کا دروازہ کھلا دیکھا گیا۔ اور اس کے بعد دفعتاً ایک اور خیال میرے دل میں پیدا ہوا۔ جس کو سوچ کر مجھے خود اس بات پر حیرت ہوئی کہ میں نے کیوں اب تک اس کا خیال نہ کیا۔ وہ نیا خیال یہ تھا کہ اگر یہ خاتون واقعی اینیل ہو۔ تو میرے لئے تقاضائے مصلحت یہ تھا کہ اس کے روبرو آنے کی بجائے جہاں تک ممکن ہو اس سے پرے رہنے کی کوشش کروں۔ سوچ آئی اگر یہ عورت اینیل نہیں ہے تو پھر مجھے اس سے کوئی دلچسپی ہو ہی نہیں سکتی اور اگر ہے۔ تو پھر میرا اس کے روبرو آنا بجائے فائدہ مند ہونے کے خود اس کے حق میں مضرت رساں ہوگا۔ کیونکہ اس صورت میں وہ دل پہلے ہی غمزدہ تھا۔ میرے اس غم سے واقف ہو جانے کے بعد یقیناً زیادہ مجروح

ہوگا۔ پس میں نے سوچا کیوں میں اس کی ذلت اور شرم میں جو خود اپنی نظروں میں کافی ذلیل
و شرمسار تھی۔ اضافہ کی کوشش کروں؟ کیوں میں اس کے سینہ میں زہریلے خنجر بھونکوں؟
میرے لئے ایسا کرنا داخل ہمدردی نہیں بے رحمی کا موجب تھا۔ پھر اس کے علاوہ یہ اگر
درست ہو۔ تو اب میرا اُس سے تعلق ہی کیا رہا تھا؟ کیوں میں آئندہ اس کی تصویر کو اپنے
دل میں جگہ دوں؟ کیوں میں اپنی آرزوؤں کو اس کے مستقبل سے وابستہ کروں؟ نہیں جملہ
وجوہات سے میرا یہ فرض تھا کہ اس کی یاد اپنے دل سے نکال دوں۔ لیکن پھر اس کے
بعد خیال آتا کہ اس دنیا میں فرض ہی سب کچھ نہیں ہے۔ فرض میں اور جی کے طبعی میلان
میں بعض اختلافات عظیم ہوتا ہے۔ بیشک اب میرے لئے زمانہ آئندہ میں ایبل سے شادی
کرنے کی کوئی صورت باقی نہ تھی۔ تو بھی میں کیا اُس کی تصویر کو لوح دل سے مٹا سکتا
تھا؟ زیادہ نہ سہی میں بھائی بن کر اُس سے ہمدردی کروں گا۔ میں پھر ایک بار اس کو راہ
صواب پر لانے اور اس کے حسن و شباب کی ٹوٹی ہوئی کلی کو جو اپنی برباد شدہ حالت میں بھی اتنی
خوشنما تھی سیدھا کھڑا کرنے اس کو غلط راہ سے بچانے اور آئندہ ایسی غلطیوں میں
مبتلا ہونے سے محفوظ رکھنے کی کوشش کروں گا۔ میں نرمی سے منت والتجا سے اُس کو
سمجھاؤں گا اور کہوں گا کہ اے راہ گم کردہ ہستی جب تک خدا کی دی ہوئی یہ پاک
امانت۔۔۔ زندگی تیرے پاس ہے۔ تو اس کی عبادت سے توبہ و استغفار سے اور آئندہ
نیکی سے اپنی گذری ہوئی خطاؤں کی تلافی کی کوشش کر۔ شاید وہ جو ارحم الراحمین ہے
تجھ کو بخش دے۔ یہ آرزو تھی جو اب میرے دل میں پیدا ہوئی۔ اور اسی کو پیش نظر رکھ کر
میں اس سے ملاقات کرنا چاہتا تھا۔ لیکن چونکہ اول تو اس ملاقات کا موقعہ ہی نصیب
نہ ہو سکا۔ اور دوسرے یہ بھی خیال آیا کہ اگر ایسی ملاقات اتفاقاً کسی موقعہ پر ہو گئی۔ تو
وہ ہم دونوں کے لئے باعث تکلیف ہوگی۔ اس لئے میں نے انتظار کا خیال چھوڑ دیا۔ اور
اپنے سوچے ہوئے منصوبوں کو کسی بہتر وقت پر ملتوی کرنا مناسب جانا۔

ان ایام میں جب کبھی کوئی شخص مکان کے دروازہ پرزور کی دستک دیتا۔ تو میں دھڑکتے ہوئے دل سے دروازہ کھولنے جاتا کیونکہ خیال آتا تھا۔ کہ اس خاتون کے اینیل ہونے کی صورت میں اس کے برباد کنندہ و ستمگر و بیتم کا کسی نہ کسی وقت اس سے ملنے اور اس کی کیفیت دیکھنے کے لئے آنا یقینی اور لازمی ہے۔ مگر دن پر دن گذرتے گئے اور اس کو نہ آنا تھا نہ آیا۔ کم از کم میں نے کبھی اس کو مکان پر آتے نہیں دیکھا اور اگر وہ کسی موقعہ پر آیا بھی تو ممکن ہے رات کے وقت آیا ہو جس صورت میں مجھے اس کی آمد کا حال معلوم نہ ہو سکتا تھا۔ کیونکہ میرا فرض دن میں دروازہ کھولنے کا تھا۔ رات کو یہ کام دوسرا نوکر فلپ کیا کرتا تھا۔ اس کے علاوہ ایک ڈاکٹر کی حیثیت میں لاتعداد لوگ مالک کے مکان پر آتے تھے۔ دن بھر اور بڑی رات گئے تک یعنی اس وقت بھی جب میں جا کر اپنے کمرہ میں آرام سے سو جاتا تھا۔ دروازہ کھٹکھٹانے اور گھنٹی بجنے کی آوازیں سنائی دیتی رہتی تھیں۔ پس کیا معلوم وہ کبھی رات کو آیا یا نہیں آیا۔

پندرہ دن ہو گئے . . . پندرہ ہی دن اس خاتون کو جو ایسے پر اسرار حالات میں آئی تھی ڈاکٹر پامفرٹ کے مکان پر رہتے ہوئے ہو گئے۔ اور اس وقت دفعتًا ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے میرے رہے سہے شکوک زائل کر کے اس بات کا پورا یقین دلا دیا۔ کہ وہ خاتون اینیل ہی ہے۔ اس روز ڈاکٹر پامفرٹ نے کئی خط مجھ کو ڈاک میں ڈالنے کے لئے دیئے تھے۔ اور میں جب ان کو لئے ہوئے ڈاک خانہ کی طرف جا رہا تھا۔ تو میری نگاہ بے مدعا ان خطوں کے سرنامہ کی طرف گئی۔ ایک پر لکھا تھا

> مسز لینوور
> ۱۰ اگریٹ رسل سٹریٹ۔ بلومسبری
> لندن

آہ وہ خط! ... وہ رسم تحریر۔ کیا میں اسے بھول سکتا تھا؟ یقیناً وہ اینیل کے لکھے ہوئے حروف تھے۔ گویا اس نے کانپتے ہوئے ہاتھ سے لکھے ہوں۔ کم از کم دس بار میں نے اس پتہ کو پڑھا۔ میں نے ایک ایک لفظ کو اور ہر نقطے کے ایک ایک حرف کو احتیاط کے ساتھ دیکھا۔ بے شک یہ اینیل کی تحریر تھی۔ بڑی آہستگی سے غمگینی اور افسردگی کی حالت میں، میں ڈاک خانہ تک گیا۔ درمیان میں ایک وقت ایسا بھی تھا جب میرے جی میں آئی تھی کہ اس خط کو کھول کر پڑھوں۔ اور دیکھوں کہ ایک گنہگار بیٹی اپنی با محبت لیکن دکھیاری ماں کے نام کس انداز سے خط لکھتی ہے۔ لیکن نہیں یہ ایک عارضی ترغیب تھی۔ جو دل میں پیدا ہوئی اور نکل گئی۔ ایک لحظہ امتحان تھا۔ جو میرے پائے استقلال میں لغزش پیدا کرتے کرتے رہ گیا۔ کیونکہ خیال آیا کسی کے خط کی حرمت چاک کرنا آداب شرافت سے بعید فعل زبوں ہے جو کسی حال میں نہ ہونا چاہیئے۔ البتہ اس پتہ کو پڑھ کر ایک خیال اور دل میں پیدا ہو گیا جو یہ تھا کہ مسز لینوڈ یقیناً اب تک اپنے شوہر کے پاس رہتی تھی۔ کیونکہ خط پر وہی اگلا پتہ درج تھا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ گو میرے فرار کے بعد میرے سنگدل اور بے رحم ماموں نے اینیل سے کتنی ہی سختی کا سلوک کیا ہو اور وہ سختی اس غم نصیب کو اپنا آبائی مکان ترک کرنے میں کتنی ہی اکساہٹ کا ذریعہ بنی ہو۔ کم از کم اس کی ماں مسٹر لینوڈ کی بی بی اس کی سختی کے اثرات سے محفوظ تھی۔ کم از کم وہ اس گھر سے رخصت نہ ہوئی تھی۔ رحم عظیم کا احساس میرے دل میں اس نیک دل با اخلاق اور مبتلائے مصیبت خاتون کے لئے پیدا ہوا جسے نامہربان تقدیر نے اس طرح کے سخت گیر سخت دل شوہر سے وابستہ کر رکھا تھا۔ اور جو اس کی سختیاں جھیلتے ہوئے اپنی پابند فرض اور نیک دختر کی صحبت سے بھی محروم تھی۔

اس طرح کے خیالات میں ڈوبا ہوا میں ڈاک خانہ سے ڈاکٹر پامفرٹ کے مکان کی طرف لوٹا۔ مگر طبیعت سخت پریشان تھی۔ اور جب دوسرے نوکروں ... نے

دریافت حال کی کوشش کی تو میں نے ٹالنے والے جواب دیئے۔ بلکہ اس خیال سے کہ وہ مزید استفسارات نہ کریں۔ غیر معمولی سرگرمی سے کام میں مشغول ہو گیا۔

کئی دن گذر گئے جون کی تئیس تاریخ کی آمد کے ساتھ وسطِ گرما کی رات سر پر آپہنچی۔ اس دن صبح کو جب آنکھ کھلی۔ تو پہلا خیال جو دل میں پیدا ہوا۔ اس دن کی ہیبت ناک اہمیت کا تھا۔ خیال آیا چند گھنٹوں کے عرصہ میں وہ سال جس نے اینبل کی قسمت کا فیصلہ کرنا تھا۔ ختم ہو کر ماضی کی دھند میں چھپ جائیگا۔ لیکن سوال یہ تھا کہ کیا وہ بھی اس کے ساتھ ہی گذر جائے گی؟ ... میں نے دہمی خیالات کو دل سے نکال لینے کی بہت کوشش کی تو بھی اس بے چینی اور بے تابی کو جو دل کو لاحق تھی رفع نہ کر سکا۔ وہ خوفناک تاریخ دیو سیاہ کی مانند ہیبت ناک اور پرخوف نظروں کے سامنے تھی۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ بڑا اسرار (ر) حبیں استخوانی بازو پھیلائے ایک مخلوق کی پیش از وقت موت کا نوحہ کر رہی ہیں۔ ناظرین با آسانی سمجھ سکتے ہیں کہ اس وقت نامعلوم اندیشوں اور فکروں سے میرے دل کی کیا حالت تھی۔ کس طرح اپنی پریشانیوں کو دبانے کی انتہائی کوشش کے باوجود بھیانک خیالات میرے دل میں پیدا ہو رہے تھے میں نے معلوم کیا کہ اس حالت میں اپنے اضطراب کو دوسرے نوکروں سے چھپانا غیر ممکن ہے اور اگر میں نے ان کے سوالات کے ٹلانے والے جواب دیئے۔ تو وہ کسی طرح ذریعہ تسکین نہ ہونگے۔ قدرتی طور پر وہ لوگ یہی سمجھیں گے کہ کوئی بات ایسی ہے جسے میں ظاہر کرنا نہیں چاہتا۔ اور خواہ ہمدردی کے خیال سے۔ خواہ رفع استعجاب کی خاطر وہ ضرور مجھ سے سوالات پوچھنے کی کوشش کرینگے۔ پس دن بھر میں ان سے الگ رہا۔ اور جب کھانے کا وقت آیا تو بڑی کوشش سے ضبط کر کے بیٹھا۔

وہ دن بڑی تکلیف اور مصیبت کی حالت میں بڑی آہستگی کے ساتھ گذرا بھیانک خیالات اور سیاہ ترین اندیشے ہر لحظہ میرے سینہ میں ہیجان کرتے رہے۔

بارہا میں اپنے دل سے کہتا کہ چارلس سے گرجا کا واقعہ میرے جوش میں آئے ہوئے دماغ کا نتیجہ تھا۔ مگر فوراً ہی کوئی آواز میری روح کے بطن سے خارج ہو کر جواب دیتی کہ نہیں وہ ایک حقیقت تھی۔ میں بیان نہیں کر سکتا۔ کس بیتابی سے میں نے ایک ایک گھڑی گن کے سارا دن گذارا اکس بے چینی کے ساتھ میں نے اس دن کے خاتمہ اور نئے سال کی آمد کی آرزو کی۔ اور کس طرح جب رات سر پر آگئی۔ تو میرا دل کسی آنے والی مصیبت کے خیال سے بزور دھک دھک کرنے لگا۔ اپنی اس وقت کی حالت میں میں یہ محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔ کہ کوئی ہیبت ناک واقعہ ضرور پیش آنے والا ہے گو اس کے ساتھ ہی میں نے جس طرح ممکن تھا۔ اپنے آپ کو یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ میرے یہ اندیشے فرضی وہمی اور بے بنیاد ہیں۔

بارے رات ہوئی۔ اور ساڑھے دس بجے کا عمل ہو گیا۔ اس وقت سب نوکر رات بھر کے لئے ایک دوسرے سے جدا ہوئے۔ فقط جین جو بچی خادمہ کہلاتی تھی غیر معمولی مصروفیت کی حالت میں کبھی نیچے جاتی اور کبھی اوپر آتی تھی۔ چنانچہ جس وقت سب نوکر اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔ تو وہ بدستور باورچی خانہ میں بیٹھی تھی۔ اور آتشدان میں اس طرح آگ روشن تھی۔ گویا فی الحال اس کا ارادہ رخصت ہونیکا نہیں تھا۔ خیال آیا کہ وسط گرما کے دنوں میں آگ جلانا کیا معنی؟ کسے اس کے تاپنے کی حاجت نہ تھی۔ پس یہ آگ غالباً اس خیال سے جلا کر رکھی گئی تھی کہ مریضہ کے لئے گرم پانی یا کوئی اور چیز درکار رہے۔ تو اس کی تیاری میں مدد مل سکے۔

خیر میں اپنے کمرہ میں چلا گیا۔ لیکن گو رات کافی جا چکی تھی۔ تاہم نیند کی رغبت نہ ہوئی۔ میں نے کپڑے بھی نہ اتارے۔ اسی حالت میں بیٹھ کر بحر تفکرات میں ڈوب گیا وقت گذرا جاتا تھا۔ گیارہ کی آہنی آواز قریبی گرجا سے سنائی دینی شروع ہوئی یعنی اب ایک ساعت اور تھی۔ اس کے بعد سال کی مدت پوری ہو جائے گی۔ اور گیارہ

بجنے کے بعد بھی ریشل زندہ رہی۔ تو یقیناً میں یہ سمجھوں گا کہ چارلٹن کے گرجا کا واقعہ محض میرا وہم تھا۔ لیکن میں اس خیال کو تب ہی دل میں جگہ دے سکتا تھا۔ جب آدھی رات گزر جائے اس سے پہلے نہیں۔ فی الحقیقت آدھی رات کی آمد کے ساتھ ہی میرے وہموں اور اندیشوں نے تقویت حاصل کرنی شروع کی میری پریشانیاں حد انتہا تک پہنچ گئیں۔ میری تشویش روح فرسا ثابت ہونے لگی۔

آدھا گھنٹہ اور گزر گیا۔ اب موجودہ سال کے ختم میں صرف آدھ گھنٹہ باقی تھا اس وقت میں نے باہر کا دروازہ کسی قدر سختی کے ساتھ کھلتا اور بند ہوتا سنا۔ گویا وہ شخص جو اس وقت گھر کے اندر آیا یا اس سے باہر گیا سخت اضطراب کی حالت میں تھا۔ اس کے فوراً بعد میرے کانوں میں بالمقابل مسٹر سائکنز کی دوکان پر کسی کے پُرزور دستک دینے کی آواز آئی۔ میں نے کھڑکی کے پاس جا کر دیکھا۔ تو معلوم ہوا۔ خود ڈاکٹر پامفرٹ دوا ساز کے دروازہ پر کھڑا تھا۔ دراصل وہ چھجہ جو میری کھڑکی سے آگے بنا ہوا تھا۔ وہ سر ہنڈ سٹرک کے زیریں حصہ کے نظارہ کو روکتا تھا۔ تاہم سامنے والے مکان کے دیکھنے میں اس سے کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہوتی تھی۔ میں نے جلدی سے شمع گل کر دی۔ تاکہ ایسا نہ ہو ڈاکٹر اسے دیکھ کر میرے اس وقت تک جاگنے سے ناراض ہو۔ اس کے باوجود کچھ اس طرح کی بیتابی میرے جی کو تھی کہ میں کمرہ کے اندر نہ ٹھہر سکا اور موم بتی بجھا کر پھر واپس کھڑکی کے پاس جا پہنچا۔ اس سرخ لیمپ کی روشنی میں جو مسٹر سائکنز کے دروازہ پر جلتا تھا۔ میں نے دوا ساز کو باہر نکل کر ڈاکٹر صاحب کے ساتھ ہمارے مکان کی طرف آتے دیکھا۔ باہر کا دروازہ پھر کھلا اور بند ہوا۔ اور اس بے تابی کی وجہ سے جو میرے جی کو تھی۔ میں بھی اپنے کمرہ کا دروازہ کھول کر سیڑھیوں کے پاس کھڑا ہو گیا۔ اور کان لگا کر سننے لگا۔ نیچے سے پیروں کی چاپ اور سرسراتی ہوئی آوازوں کا مبہم شور کانوں میں آ رہا تھا۔ یہ حالت قریباً ایک لمحہ

نام رہی۔ اس کے بعد میں پھر اس خیال سے شرمسار ہوا کہ کسی کی باتیں چھپ کر سننا ذلیل حرکت ہے۔ بس یہ سوچ کر میں اپنے کمرہ میں آگیا۔ لیکن گھبراہٹ میں دروازہ بند کرنا یاد نہ رہا۔ ایک کرسی پر بیٹھ کر میں پھر سارے حالات پر غور کرنے لگا۔ قریباً دس یا پندرہ منٹ اسی حالت میں گذرے اور اُس وقت پھر ایک بار مکان کے نچلے حصہ میں پیروں کی تیز چاپ پہلے سے زیادہ مضطربانہ حالت میں خالی دی۔ ایک دفعہ پھر مجھ کو پُرخوف اندیشے لاحق ہوئے۔ اور یہ حالت شدت اضطراب سے میری ہو گئی۔ کہ دماغ قول و فعل کا مختار نہ رہ سکا۔ میں دوڑ کر باہر نکلا۔ کوئی آواز خالیا نہ مجھ سے آتی تھی۔ کہ کوئی سانحہ عظیم پیش آیا ہے۔ وہ سب وہمی اندیشے اور فکر آمیز تشویشیں جو پیشتر دل کو لگی ہوئی تھیں۔ وہ چند شدت سے تازہ ہوئیں۔ میں باہر کھڑا ہو کر سن رہا تھا۔ کہ پہلی منزل سے ملی جلی آوازیں میرے کان میں آنی شروع ہوئیں۔ لیکن اسے راحم خدا!... وہ کیا الفاظ تھے جو مجھ کو سنائی دیئے؟ وہ کیا فقرہ تھا جو میرے کانوں تک پہنچا؟...

"ہوں! ایک آواز جسے میں نے فوراً پہچانا مسز پامفرٹ کی تھی کہتے سنائی دی: غریب بیچاری..."

"کیا مرگئی؟" نجی کنیز جین نے جو اس موقعہ پر سیڑھیوں پر چڑھتی آرہی تھی چونک کر پوچھا۔

مرگئی! اس کے ساتھ ہی تیز چیخ کی صورت میں میرے منہ سے نکلا۔ اور ایسا معلوم ہوا اس لفظ کی آواز صدمہ ذہنی کی شدت سے میرے دماغ پر اثر انداز ہوئی۔ اور تیر کی مانند خانہ دل کو چیرتی ہوئی نکل گئی اس کے ساتھ ہی طاقت ضبط نے جواب دیا۔ اور جوش سے اتنا غلبہ کیا۔ کہ دماغ بدن کے فعلوں کا مختار نہ رہ سکا۔ مرگئی! میرے خدا! انیبل مرگئی! یہ صدا پُرشور آواز سے میرے کانوں میں

آتی تھی اور مجھے اس کو سوچنے ۔ اس پر غور کرنے کی مہلت نہ تھی ۔ اندھا دھند دوڑتا میں سیڑھیوں سے اترا ۔ مسز پامفرٹ اور جین نے میرے منہ سے نکلا ہوا جملہ سن لیا تھا ۔ اور اس کے بعد میرے دوڑتے ہوئے پیروں کی آواز بھی اُن کے کانوں میں پہنچ چکی تھی پس دونوں حیران و ششدر میرے اس غیر معمولی جوش کو سمجھنے سے قاصر اُس مقام پر کھڑی تھیں ۔ میں دوڑتا ہوا اُن کے پاس ہو کر نکل گیا ۔ اُن کے بازو مجھ کو پکڑنے کے لئے آگے بڑھے اور پھیلے ہوئے رہ گئے مگر میں اُن کی گرفت سے بچکر اس دروازہ کی طرف گیا جو کھلا تھا ۔ اور جس کے اندر شمع کی روشنی جھلملا رہی تھی ۔ اُس وقت یہ عالم میرے جوش دیوانگی کا تھا کہ دو بیکس عورتیں تو کیا مردوں کی پوری فوج بھی مجھ کو روکنے کی طاقت نہ رکھتی تھی بے تحاشا مجنونانہ دوڑتا میں اُس کمرہ میں گھس گیا وہ نشستگاہ کی طرح آراستہ تھا ۔ آندھی کی رفتار سے میں اس سے گذر کر ایک اور کمرہ میں جو اس کے پیچھے واقع تھا ۔ جا پہنچا یہ خوابگاہ تھی ۔ ایک موم کی شمع میز پر جلتی تھی اور ایک بوڑھی عورت جو میرے خیال میں نرس تھی ۔ کمرے سے باہر آنے کی تیاری کر رہی تھی ۔ ڈاکٹر پامفرٹ اور مسٹر سالکنز بھی دروازہ کی طرف آنے لگے تھے ۔ ۔ ۔ غالباً اس خیال سے کہ دیکھیں اس شور و شر کا کیا مطلب ہے ۔ لیکن ہر چیز کو نظر انداز کر کے کسی رکاوٹ کو خاطر میں نہ لا کر مایوسی اور دیوانگی کا شکار بنا ہوا میں اُن کے پاس سے دوڑتا اندرونی کمرہ میں گھس گیا ۔ وہاں اپنے بستر پر ایک بیجان صورت پڑی تھی ۔ جس کے گھنگھریالے بال سپید تکیہ پر بکھرے ہوئے تھے ۔ جس کا خوشنما چہرہ حالت مرگ میں سنگ مرمر کی طرح سپید تھا !

" اینبل ! پیاری اینبل ! " میں نے ناقابل برداشت غم کی حالت میں جوش کے ساتھ کہا اور وہیں اس کے پہلو میں دو زانو ہو کر اُس کے نازک ہاتھوں کو جو اس راحت کی نیند سوتی تھی ۔ جس سے کبھی کوئی سونے والا بیدار نہیں ہوا اپنے ہاتھوں

چھپا لیا۔

عین اس وقت پاس سے گرجا سے گھڑیال نے آدھی رات کا گھنٹہ بجانا شروع کیا۔ اور جب اُس کی پُرشور آواز کرہ میں گونج پیدا کرتی ہوئی میرے کانوں میں داخل ہوئی تو یہ معلوم ہوا گویا چارلٹن کا گرجا ٹھیک اس آواز سے جو ایک سال پیشتر میں نے وسط گرما کی رات کو سُنی تھی اور جس نے وہ ہولناک پیش گوئی کی تھی۔ جو آج اس مہلک صورت میں پوری ہوئی بج رہا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایک بیرحم ہاتھ نے مجھے شانہ کے پاس پکڑا اور ڈاکٹر ونٹرنغرٹ کی آواز سختی کے لہجہ میں بعض الفاظ کہتے سنائی دی جن کا مطلب میری سمجھ میں نہ آسکا۔ کیونکہ میں اس وقت میرے دماغ میں چکر آنا شروع ہوا۔ کرہ اور اس کا سامان میرے چاروں طرف گھومنے لگا۔ لاش بھی حرکت کرتی نظر آئی اور پُرشور کراہتی ہوئی آواز کے ساتھ میں دبیز فرش زمین پر گر کر بے ہوش ہوگیا!

باب ۳۲

میرا کمرہ

آنکھ کھلی تو میں اپنے کرہ میں بستر پر پڑا تھا۔ کپڑے اترے ہوئے اور دن کی روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ اس وقت ایسا معلوم ہوا۔ گویا ایک دہشتناک خواب تھا جو میں نے سوتے میں دیکھا۔ مگر اس کی نوعیت اور تفصیل فوراً ہی پوری طرح ذہن میں نہ آسکی۔ مگر جلدی ہی ایک بھیانک یاد دل میں پیدا ہونی شروع ہوئی۔ اور کمرہ موت کا نظارہ حیرت انگیز تیزی کے ساتھ وضح اور صاف آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔ میں چونک کر اٹھا اور اس طرح چاروں طرف دیکھنے لگا۔ گویا میری وہ ایک نگاہ ان سارے رازوں کو جن کا پردہ میرے دماغ پر چھایا ہوا تھا چاک کر سکتی تھی۔ گویا میں اس ایک نگاہ سے

ذریعے اس واقعہ کی اصلیت یا فرضیت کا یقین حاصل کر سکتا تھا۔ لیکن اُٹھنے کی
کوشش کے ساتھ ہی ضعف عظیم کا احساس غالب ہوا اور میں اس طرح تھک کر پیچھے گر
پڑا گویا کسی لمبی اور تکلیف دہ بیماری سے گزر رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی میرے سر میں اس
شدت کا دھوٹا شروع ہوا کہ آنکھیں بے اختیار بند ہو گئیں اور ایک ہاتھ بلا ارادہ
پیشانی کی طرف اُٹھا۔ تب میں نے دیکھا کہ کپڑے کی پٹی میرے ماتھے پر بندھی تھی۔ اور
جب میرا ہاتھ اس پٹی کے اوپر سے گزرا، تو درد کی تیز ٹیسیں دونوں کنپٹیوں میں اُٹھنی
شروع ہوئی جس سے فوراً یہ خیال دل میں پیدا ہوا کہ غالباً بیہوشی میں میرے چوٹیں
گرائی گئی ہیں۔ خیال کے آتے ہی خوف کی تھرتھری سر سے پاؤں تک بدن کے ہر حصہ
میں پھر گئی اور ہیبت و سراسیمگی کا احساس غالب ہونا شروع ہوا۔ سوچتا تھا کیا یہ
سچ ہے؟ ... کیا واقعی میں اس پلنگ کے پاس جس پر بدنصیب اینبل مردہ پڑی تھی
بیہوش ہو کر گرا تھا؟ ... کیا سچ مچ اس واقعہ کے بعد شدید بیماری مجھ کو لاحق ہوئی تھی جو
ممکن ہے گھنٹوں ... اور ممکن ہے دنوں یا ہفتوں لمبی ہوئی ہو۔ پھر اس کے علاوہ
چارلٹن کے گرجا میں دیکھے ہوئے نظارہ کی یاد بھی تازہ ہوئی۔ ہیبت ناک خیالات دل
میں اُٹھنے شروع ہو گئے۔ ایک عجیب طرح کا وہمی خوف طاری ہوا۔ گو سچ پوچھئے تو
میں اس احساس کو صحیح طور پر خوف بھی نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ اگر اس وقت اینبل کی روح
میرے سامنے سے گزرتی۔ تو میں بالکل خوفزدہ نہ ہوتا۔

چند منٹ کے عرصہ تک میں اس طرح کی ذہنی حالت میں رہا۔ جس کی تشریح
سہل نہیں۔ جی میں خواہش پیدا ہوتی تھی کہ کوئی شخص کمرہ کے اندر آئے اور میں اُس
سے سوالات پوچھوں۔ کیونکہ میرا دل کئی سوالوں کے جواب حاصل کرنے کو بیتاب تھا
مثلاً یہ کہ میں کتنی مدت بیمار رہا۔ کیا اس وقت کے بعد جب میں نے اینبل کی بیجان لاش
کو مرمری بت کی طرح اس حالت میں بستر مرگ پر پڑے ہوئے دیکھا تھا۔ کہ اس کے

گنجان سنہرے بال تکیہ پر بکھرے ہوئے اور چہرہ پر خواب راحت کا سکون طاری تھا چند گھنٹے گذرے تھے یا اُس واقعہ کو بیش اَنے کئی دن گذر چکے تھے؟ پھر ایک بار میں نے اٹھنے کی کوشش کی۔ لیکن نہ اُٹھ سکا ایسا معلوم ہوتا تھا۔ گویا جسمانی قوا شدت ضعف سے بالکل جواب دے چکے ہیں میں کمزوری اور نقاہت کے درجہ انتہا تک پہنچا ہوا تھا۔ اتنی طاقت بھی میرے اندر نہ تھی۔ جتنی ایک دودھ پیتے بچے میں ہو سکتی ہے

رفتہ رفتہ۔ آہستگی کے ساتھ شدت ضعف سے غنودگی طاری ہوتی شروع ہوئی جو چیزیں کمرہ کے اندر رکھی تھیں۔ دھندلی نظر آنے لگیں حتیٰ کہ بالکل ہی آنکھوں سے چھپ گئیں۔ اور گہری نیند کی محویت غالب آئی۔ اُس وقت خواب کی سی حالت میں ایسا معلوم ہوا کہ میرے کمرے کا دروازہ بڑی آہستگی سے کھلا اور وہی بوڑھی نرس جسے میں نے بعد مرگ اینبل کے سرہانے بیٹھے دیکھا تھا۔ بڑی آہستگی سے چلتی میرے بستر کی طرف آئی لیکن ۔ ۔ ۔ راحم خدا! یہ دوسری صورت جو اُس کے پیچھے پیچھے آتی تھی۔ یہ کس کی تھی؟ ایک نازک اور حسین صورت۔ جس نے سیاہ ماتمی لباس پہنا ہوا تھا۔۔۔ وحشت آمیز خیالات میرے دماغ میں پیدا ہونے لگے۔ اور میں نے دیکھا کہ اُس نازنین کے بالوں کی رنگت وہی تھی۔ جو بدنصیب اینبل کے بالوں کی تھی فرق اگر تھا تو محض یہ کہ اینبل کے بال گھومی ہوئی صورت میں گردن کے گرد اور شانوں پر چھائے ہوئے تھے۔ اور اس نازنین کے دو بھاری چوٹیوں کی صورت میں گندھے ہوئے۔ جن میں سیاہ موباف پڑے تھے۔ وہ جس وقت اندر آئی تو میں نے اُس کا چہرہ نہ دیکھا تھا۔ مگر اس کے تھوڑی دیر بعد وہ جب میرے بستر کے پاس آ کر ٹھیری اور جھک کر میری طرف دیکھنے لگی تو ۔ ۔ ۔ اُف! ضعف دماغ کی انتہا یہ کیا خواب تھا جو مجھ کو نظر آیا؟ کیونکہ میں نے دیکھا وہ اینبل کا اپنا چہرہ تھا جو میرے بستر پر جھکا ہوا ہمدردانہ نگاہ سے میری طرف دیکھتا تھا۔ بیشک یہ وہی صورت تھی۔ گو اس میں شک نہیں۔ اُس کے چہرہ کی رنگت یا قوتی ہونٹوں کے سوا جو

حسبِ معمول سرخ تھے بالکل پیلی اور سپید تھی۔ میرے خدا کیا یہ انیبل کی روح تھی جو دوسری دنیا سے میرے ٹوٹے ہوئے دل کو تسکین دینے آئی یا یہ میرے جوش میں آئے ہوئے دماغ کا فرضی تصور تھا؟ مگر آہ اس کے فرشتگانہ چہرہ پر درد و غم کے گہرے آثار نمودار تھے جیسی میٹھی ہمدردانہ نگاہ سے اُس کی آنکھیں میری طرف دیکھتی تھیں جی چاہتا تھا۔ بازو پھیلا کر اُس خوشنما فرضی صورت کو پکڑنے اور حقیقت حال معلوم کرنے کی کوشش کروں۔ مگر آن واحد میں وہ نظروں سے چھپ گئی۔ اور اُس کے بعد پھر وہی خواب کی تاریکی... سیاہ تاریکی نظروں کے سامنے چھا گئی۔

دوبارہ آنکھ کھلی۔ تو ایک چھوٹی سی میز پر موم بتی جلتی تھی اور اس کے پاس دوا کی بوتل پڑی تھی۔ میں نے حواس بجا کرنے کی کوشش میں اپنا ہاتھ پیشانی کی طرف اٹھایا اور اُس وقت معلوم ہوا کہ وہ پٹی جو پہلے اس پر بندھی تھی۔ اب غائب ہے میں نے کنپٹیوں کو ہاتھ لگا کر دیکھا جونکوں کے زخم ان پر موجود تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ میں بہت سخت بیمار رہ چکا تھا۔ شائد میں ہذیان کرتا رہا تھا۔ شاید خطرناک سرسام کی حالت طاری ہوئی تھی۔ اور اب پہلی مرتبہ مجھے اس بات کا یقین ہوا کہ اس دن کے بعد جب میں انیبل کی لاش کے پاس گر کر بیہوش ہوا تھا۔ صرف چند گھنٹے ہی نہیں بلکہ مسلسل کئی دن گذر چکے تھے جس صورت میں... ہائے افسوس! اس کا نازک لاشہ اس سے بہت پہلے تنگ و تاریک تابوت میں بند ہو کر سرد اندھیری قبر میں دفن ہو چکا ہوگا۔ اور میں اس روئے دلفریب کو پھر کبھی اس دنیا میں نہ دیکھوں گا۔ خیال کے آتے ہی آنسوؤں کے قطرے ٹپ ٹپ میری آنکھوں سے گرنے لگے۔ سسکیوں کی کثرت سے ایسا معلوم ہوا۔ گویا میرا دل ٹوٹتا جا رہا تھا۔ اور انیبل کا نام کلمۂ حق کی طرح ورد زبان ہوا۔ قریباً تین گھنٹے میں اسی حالت میں بستر پر پڑا رہا۔ پاس کے گرجا سے پہلے ایک بجنے کی آواز سنائی دی۔ پھر دو کی۔ اور اس کے بعد رفتہ رفتہ پھر ایک بار غنودگی طاری

ہونے لگی۔ یاد نہیں میں کب تک سویا۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد ایک اور نہایت عجیب خواب مجھ کو نظر آنا شروع ہوا۔ ایسا معلوم ہوا کہ دن نکلا ہوا ہے۔ اور میرے کمرہ میں ہر طرف روشنی ہو گئی ہے۔ دروازہ کھلا اور بوڑھی نرس بڑی احتیاط سے دبے پاؤں چلتی اندر آئی۔ اب کی بار پھر وہی دلفریب صورت جو پہلے میں نے دیکھی تھی۔ اور جس کا چہرہ اینبل کے چہرے سے ملتا تھا۔ سیاہ ماتمی لباس پہنے اُس کے پیچھے داخل ہوئی۔ ایک عجیب طرح کی فرحت اور کیفیت اس دلفریب صورت کو دیکھ کر مجھ پر طاری ہونی شروع ہوئی۔ مسرت مند نظروں سے میں نے اس کو دروازہ سے چل کر اُس بستر کی طرف آتے دیکھا۔ جس پر میں پڑا ہوا تھا۔ اور جب اس کے بعد وہ کھڑے ہو کر جھک کر میری طرف دیکھنے لگی۔ تو رنج و غم کے ساتھ ملے ہوئے گہری ہمدردی کے آثار اُس کے فرشتگانہ چہرہ پر نظر آئے۔ اب کی بار میں نے اس کی صورت کا بڑے غور سے معائنہ کیا۔ اور مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ شکل و صورت چال ڈھال اور قد و قامت کے اعتبار سے وہ ہر طرح اینبل سے ملتی تھی۔ وہی نازک بدن تھا۔ وہی خط و خال کی موزونی۔ وہی مخصوص دلفریبی تھی جو سترہ سال کی دوشیزگی میں پائی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ چہرہ کی ساخت موتی خوش نما آنکھوں کی نیلگوں رنگت اور سنہرے بالوں کی چمک اور خوشنمائی بھی وہی تھی۔ سیاہ پوشاک کی وجہ سے اُس کے بدن کی سپید رنگت اور زیادہ شفاف نظر آتی تھی۔ اور بالآخر سارے خط و خال بدنی ساخت کا ہر پہلو اور چہرہ کی ہر ایک خصوصیت اینبل سے پوری طرح ملتی تھی۔ میں اس وقت نیند میں بھی یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا۔ کہ کیوں یہ عجیب و غریب خواب دو بار مجھ کو نظر آیا؟ کیوں ہر مرتبہ وہ اُس بوڑھی نرس کے ساتھ آتی دکھائی دی۔ یعنی اس پری صورت دوشیزہ کے پہلو میں نرس کا جھریوں دار چہرہ اور تیز خط و خال اینبل کی دلفریبی کے مقابلہ میں بہت مکروہ دکھائی دیتے تھے۔ ایک دفعہ پھر وہ نظارہ آنکھوں کے سامنے سے ہٹ گیا۔ اور جب اس کے تھوڑی دیر بعد آنکھ

کھلی تو کمرہ خالی اور میں تنہا اپنے بستر پر پڑا تھا!

دن کی روشنی کمرہ کے اندر پھیلی ہوئی تھی۔ گرجا کا گھڑیال آٹھ بجا رہا تھا۔ میں نے ایک گھومتی ہوئی نظر کمرہ کے اطراف میں ڈالی۔ وہ موم کی شمع جو مجھکو جلتی نظر آئی تھی، اب اس جگہ موجود نہ تھی۔ اور دوا کی بوتل بھی جو میں نے اس کے پاس پڑی دیکھی تھی کسی دوسرے مقام پر رکھی ہوئی تھی۔ اب یہ بھی میں نے دیکھا کہ اس بوتل کے اندر دوا کی مقدار کافی گھٹ چکی تھی۔ میرے منہ کا ذائقہ بھی کڑوا تھا جس کے بارہ میں محسوس ہوا کہ بیماری کی پیدا کی ہوئی کڑواہٹ نہیں دوا کا تلخ ذائقہ تھا جو بے ہوشی میں میرے منہ میں داخل کی گئی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ کوئی شخص حال میں اس کمرہ کے اندر آیا لیکن کیا وہ بوڑھی نرس تھی۔ جسے میں نے پہلے حالت بیداری میں اور اس کے بعد خواب میں کمرہ کے اندر آتے دیکھا تھا؟ مجھے یہ سوچ کر بڑی حیرت ہوئی کہ کیا یہ میرے دماغ کا فتور تھا۔ کہ جتنی مرتبہ وہ بوڑھی عورت مجھے کمرہ میں داخل ہوتے نظر آئی تو مردہ ایبل کی ماتمی روح افسردہ و غمناک اس کی پشت پر موجود تھی!

میں نے محسوس کیا کہ میرے بدن میں ایک روز پہلے کی نسبت تندرستی قلیل توانائی پیدا ہو چکی تھی چنانچہ آج جب میں اپنے بستر پر اٹھ کر بیٹھا تو انتہائی ضعف کی وہ کیفیت جو مجھے ایک پل کو بیٹھنے نہ دیتی تھی پیدا نہ ہوئی اس کے باوجود جب میں نے بستر سے فرش زمین پر اترنے کی کوشش کی تو ایسا نہ کر سکا کیونکہ میرا بدن اب بھی حد درجے کمزور تھا۔ اب میں نے بیدار رہنے کا فیصلہ کر لیا تھا تاکہ جس وقت کوئی آدمی کمرہ میں داخل ہو تو میں اس سے وہ سوالات پوچھوں جن کی دریافت کے لئے میرا جی اتنا بیتاب تھا۔ اس کے چند منٹ بعد دروازہ کے باہر کسی کے پاؤں کی چاپ سنائی دی دروازہ کھلا اور وہی بوڑھی نرس پھر ایک بار داخل ہوئی۔ آپ میں بیان نہیں کر سکتا کس طرح دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ میں نے اپنی

دیکھا تھا

معلوم کرنے کو دروازہ کی طرف پھیریں کہ کیا ایبل کی ماتم پوش روح سیاہ لباس میں
سابق کی طرح اب بھی اس کی پشت پر نظر آئے گی؟ مگر افسوس میری آرزوؤں کی ناکامی
بوڑھی عورت نے اندر آکر دروازہ پھیر لیا۔ نہ کوئی دوسری عورت اس کے ساتھ اندر
آئی نہ کسی نے اس کے بعد اندر آنے کے لئے دروازہ کھولا۔ لیکن پھر خیال آیا کہ وہ
اگر سچ مچ ایبل کی روح تھی تو پھر اسے اندر آنے کے لئے دروازہ کھولنے کی کیا حاجت؟
کیونکہ مجھکو اچھی طرح معلوم تھا کہ روحوں کی آمد و رفت بند دروازوں پختہ دیواروں یا آہنی
فصیلوں سے بھی روکی نہیں جا سکتی بڑی دیر تک میں اس کے داخلہ کا انتظار کرتا رہا
لیکن وہ نظر نہ آئی اکیلی نرس ہی میرے کمرہ میں کھڑی تھی۔

اس کو مخاطب کرکے آخرکار میں نے پوچھا "مجھے بیمار ہوئے کتنا عرصہ ہو گیا؟" اور
اس وقت خود مجھکو اپنی آواز کی نقاہت اور کمزوری پر حیرت ہوئی۔ اس کے ساتھ
ہی میں نے معلوم کیا کہ الفاظ منہ سے نکالنے میں مجھ کو کتنی کوشش سے کام لینا پڑا

"خوب لڑکے کیا آخرکار تم بولنے کے قابل ہو گئے؟" بوڑھی عورت نے ہمدردانہ
نگاہ سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا اور میں نے معلوم کیا کہ گو اس کے خط و خال اچھے
نہ تھے تاہم اس کا انداز شریفانہ اور آواز دل مجروح کو تسکین دینے والی تھی۔ "تم
کو بیمار ہوئے تقریباً دس دن ہو گئے۔ اور اس عرصہ میں تم بڑی خطرناک حالت
سے گزرے ہو۔ بہرحال میں چاہتی ہوں کہ تم اب زیادہ گفتگو نہ کرو کیونکہ بہت کمزور
ہو اور ڈاکٹر صاحب کی ایسی ہی ہدایت ہے"

"آپ کہتی ہیں مجھکو بیمار ہوئے دس دن ہو گئے" میں نے اس طرح کی مری ہوئی
آواز سے کہا جو میرے اپنے کانوں کو مشکل سے سنائی دیتی تھی اور اس کے بعد یہ کہتے
ہوئے میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہنے لگے "افسوس سب کچھ ہو چکا! میری
پیاری ایبل کنج تنہائی لحد میں آرام کی نیند سوتی ہے اور میں اس زندگی میں پھر کبھی اس کو نہ

نہ دیکھوں گا

"غریب جوزف!" نرس نے نیم بے خبری کی سی حالت میں اس طرح بڑبڑاتے ہوئے کہا گویا اسے بالکل خیال نہ تھا۔ کہ اس کے الفاظ شاید میرے کانوں میں بھی پہنچ جائیں گے "جب سے بیمار ہوا ہے اسی نام کی رٹ لگائے جاتا ہے"

"اگر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اب میں ہذیان نہیں کرتا اور پوری طرح ہوش میں ہوں"۔ میں نے جواب دیا۔ مگر اس نے پھر بھی میری طرف رحم آمیز نظروں سے دیکھ غالباً وہ اپنے جی کو اس بات کا یقین نہ دلا سکتی تھی کہ میں واقعی ہوشمند ہوں۔ مایوسانہ سر ہلاتے ہوئے کہنے لگی "افسوس معلوم ہوتا ہے بخار کا اثر اب تک زائل نہیں ہوا"

"نرس" میں نے اب اپنی آواز کو جہاں تک ممکن تھا۔ اونچا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "یقین کرو۔ جو کچھ میں اس وقت کہتا ہوں وہ میرے جوش میں آئے ہوئے دماغ کا نتیجہ نہیں ہے۔ میرے حواس اب بجا ہیں جو کچھ ابھی آپ نے مجھ سے کہا ہے میں اس کا مطلب پوری طرح سمجھتا ہوں اور یہ بھی مجھکو معلوم ہے کہ میں دس دن تک بیمار رہا ہوں اور میرے جونکیں لگائی گئی ہیں" یہ کہتے ہوئے میں نے اپنا ہاتھ کنپٹیوں کی طرف اٹھایا۔

"عزیز لڑکے" نرس نے کسی قدر خوش ہو کر کہنا شروع کیا "اگر تم واقعی صحت یاب ہو گئے ہو تو اس واقعہ کی سب سے زیادہ خوشی میرے اپنے دل کو ہے کیونکہ سچ جانو تم بہت سخت بیمار رہے ہو بہرحال اب تمہاری صحت یابی کا انحصار اس بات پر ہے کہ نہ تم جوش میں آؤ اور نہ گذرے ہوئے واقعات کو یاد کرو۔ اسمیں تمہاری بہتری ہے!"

میں اس سے یہ کہنا چاہتا تھا کہ پچھلے دنوں کس طرح میں نے عجیب و غریب خواب دیکھے تھے اور کس طرح اس کی پشت پر میں نے اینبل کو کمرہ میں آتے دیکھا تھا

مگر میں اس خیال سے جرات نہ کر سکا کہ اسے میرے وہم اور دماغی کمزوری پر محمول کیا جائے
گا۔ اس کے علاوہ میں اس تھوڑی سی گفتگو کے بعد ہی اتنا تھک گیا تھا کہ مجبوراً چپ
ہو جانا پڑا۔ اتنے میں نرس کہنے لگی "میں اب جا کر ڈاکٹر صاحب کو تمہاری بیداری کی خبر
دیتی ہوں۔ میں ان کو تمہاری اصلاح یافتہ حالت سے بھی مطلع کر دوں گی اور پوچھوں گی
کہ آئندہ تمہیں کیا غذا دینی چاہیئے" اس کی گفتگو سے معلوم ہوا کہ بڑی نیک اور رحم
دل عورت ہے۔ میں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اس کی عنایت کا شکریہ ادا کیا۔ بعد
ازاں صحت یاب ہونے پر مجھکو معلوم ہوا کہ وہ کسی زمانہ میں بڑی آسودہ حال عورت تھی
بعض مصیبتوں کی وجہ سے اس کو نرس کا پیشہ اختیار کرنا پڑا۔

اس کے رخصت ہو جانے کے تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر پامفرٹ حسب معمول پھولدار
... پہنے میرے کمرہ میں آئے۔ شروع میں جب مجھے ان کے پاؤں کی آواز کمرہ
کے باہر سنائی دی تو میں اس خیال سے ڈر گیا کہ شاید وہ مجھے اس بات پر سختی سے
تنبیہ کریں گے کہ کیوں میں نے اس رات جس سے میری موجودہ بیماری کا آغاز ہوا تھا
پہلی منزل کے کمرہ میں گھسنے کی جرات کی تھی مگر مجھے یہ دیکھکر حیرت ہوئی کہ وہ جب اندر آئے
تو چہرہ پر تبسم اور منہ میں حوصلہ افزائی کے الفاظ تھے۔ اس طرح کی حالت میں گویا انہوں
نے میرے اندیشوں کو پہلے ہی اچھی طرح سمجھ لیا تھا۔ اندر آتے ہی اپنے معمولی نرم لہجہ
میں کہنا شروع کیا "جوزف گھبرانے کی بات نہیں میں تم کو نہائیش کرنے نہیں آیا
ہاں تک کہ جو کچھ اس سے پہلے ہو چکا ہے میں اس کے بارہ میں ایک لفظ تک کہنا نہیں چاہتا"
انہوں نے کرسی کھینچ کر میری چارپائی کے پاس رکھ لی پھر اس پر بیٹھ کر میری
نبض دیکھی مختصر لفظوں میں طبیعت پوچھی اور آخر کار کہا "اب تم پہلے کی نسبت اچھے
ہو اور امید ہے جلد شفایاب ہو جاؤ گے۔ مرض اس میں شک نہیں خطرناک تھا۔
مگر اندیشہ کی حالت گزر گئی اور اب کسی بات کا خطرہ نہیں ہے۔ اگر تم کو رغبت ہو

تو میں تھوڑا سا خشک توش اور چاء تمہارے لئے بھجوا دوں گا" انہوں نے اس موقعہ پر اس قابل یادرات کے واقعات کے بارہ میں ایک لفظ تک نہیں کہا اور نہ ہی مجھ سے پوچھا کہ تم اس بدنصیب مرنے والی سے کیونکر واقف ہوئے؟ ان کا لہجہ بے حد نرم تھا حتیٰ کہ جو شخص ان کے عادات و خصائل سے واقف نہ ہوتا وہ ضرور یہ سمجھتا کہ ان کے لفظوں میں ہمدردی اور دلسوزی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی چنانچہ انہوں نے مجھے اس بات کا یقین دلایا کہ تمہیں جس چیز کی حاجت ہو فی الفور مہیا کر دی جائے گی اور ضرور تم بہت جلد شفایاب ہو جاؤ گے۔ میں جواب میں شکریہ کے چند الفاظ کہنا چاہتا تھا مگر انہوں نے جلدی سے یہ کہکر مجھے روک دیا کہ "اپنی موجودہ حالت میں تم جتنا کم بولو اچھا ہے" اور اس کے بعد کمرہ سے رخصت ہو گئے اس کے تھوڑی دیر بعد نرس میرے لئے کھانے کی وہ چیزیں لیکر حاضر ہوئی۔ جن کا وعدہ ڈاکٹر صاحب نے کیا تھا انہیں کھا پی کر مجھے ایک نئی طرح کی فرحت حاصل ہوئی اور اس کے بعد جلدی ہی آنکھ لگ گئی۔

پھر ایک بار گو میں نہیں جانتا کتنے لمبے وقفہ کے بعد ایسا معلوم ہوا کہ مجھ پر از سر نو وہی کیفیت طاری ہونے لگی ہے جس میں خوشگوار خواب عجیب و غریب صورتوں سے سے ہو ہو کر مجھکو نظر آتے تھے۔ معلوم ہوا جس وقت میری آنکھ کھلی تو دن نکلا ہوا تھا اور سورج کی روشنی پوری آب و تاب کے ساتھ کھڑکیوں سے داخل ہوتی تھی دفعتاً کمرہ کا دروازہ بڑی آہستگی سے کھلا اور میری امید کے برخلاف نرس کی بجائے وہ پر اسرار روحانی صورت داخل ہوئی جو آنجہانی اینیل سے حیرت انگیز مشابہت رکھتی تھی اس موقعہ پر بھی اس نے وہی ماتمی لباس پہنا ہوا تھا مجھے اس کے کپڑوں کی سرسراہٹ سنائی دی حتیٰ کہ اس کے پاؤں کی چاپ بھی میرے کانوں میں دبی ہوئی آواز سے کہ سنائی آئی وہ آہستگی سے چلتی میرے بستر کے پاس آ پہنچی اور پھر ایک بار جھک کر ملائمت اور تمکینی سے ہمدردانہ طریق پر میری طرف دیکھنے لگی میں اس سے گفتگو کرنا چاہتا تھا

میں اس سے دریافت حال کی خواہش رکھتا تھا مگر افسوس زبان بند تھی انتہائی کوشش کے باوجود الفاظ منہ سے نہ نکل سکتے تھے۔ اس اثنا میں اس کا خوشنما چہرہ میرے اوپر جھکا ہوا حیرت انگیز طریقہ پر میری بیتاب روح کو تسکین کر رہا تھا۔ اور دلفریب شرمیلی آنکھیں چہرہ پر لگی ہوئی سینہ کو مسرور کرتی تھیں پھر ایک بار میں نے آواز نکالنے کی کوشش کی اور آخر کار بڑی مشکل سے اس طرح کی مری ہوئی آواز میں جو میرے کانوں کو پلوں اور عجیب معلوم ہوتی تھی اس قدر کہنے میں کامیاب ہوا۔

"انیس۔ سچ بتا کیوں تو مجھ کو خواب کی مانند دکھائی دیتی ہے؟ کیا تو دوسری دنیا کی پیغامبر ہو کر آئی ہے یا اس دنیا کی کوئی بات ایسی ہے جو تو مجھ سے کہنا چاہتی ہے؟ انیس تو خوش ہے یا ناشاد؟ کیا حالت تجھ پر گذری ہے؟ اس نئی دنیا میں تیرے اوقات کیونکر بسر ہوتے ہیں؟ افسوس تو نہیں جانتی کہ جب تو اس دنیا میں ذی حیات تھی تو کتنی گہری محبت مجھے تجھ سے تھی سچ جان تو مجھے بہنوں سے بڑھکر عزیز تھی۔ اور میں بھائی کی طرح تجھ پر جان نثار کرتا تھا بے شک کچھ غلطیاں تجھ سے ہوئیں مگر ان سے میری بے پایاں محبت میں فرق نہیں آیا انیس کیوں تو چپ ہے کس لئے تو میری باتوں کا جواب نہیں دیتی؟ کیوں تو اس سے نہیں بولتی جس کو ہمیشہ تجھ سے ناقابل بیان گہری محبت تھی..."

"جوزف۔ پیارے جوزف" ایک بہت میٹھی آواز جو میرے کانوں کو بھلی معلوم ہوتی تھی سنائی دی اور ایسا معلوم ہوا کہ وہ دوسری دنیا سے آنے والے فرشتوں کی اپنی آواز ہے۔

"اوہ انیس شکر ہے تو نے زبان کھولی" میں نے خوش ہو کر کہا اور اپنا ایک ہاتھ جلدی سے اس کی طرف بڑھایا۔

اس نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا مجھے اس کے نرم ہاتھ کا دباؤ اچھی طرح محسوس ہوا اور یہ بھی میں نے دیکھا کہ اس کا ہاتھ لاش کی طرح سرد نہیں

زندگی کی حرارت سے گرم تھا... اے پاک خدا کیا یہ سچ مچ عالم بیداری تھا؟ کیا یہ سچی
جو میرے پہلو میں کھڑی تھی اینیل کی اپنی تھی؟ یعنی زندہ اور صحیح سلامت گوشت
اور پوست کی بنی ہوئی اینیل کی جو محض اس کی روح نہ تھی..." حیرت اور حد سے
زیادہ بڑھی ہوئی خوشی کے مشترک احساس نے میرے کمزور دماغ پر شراب تیز کا اثر
پیدا کیا اور ایک دفعہ پھر مجھے غش آگیا۔

جب میری آنکھ کھلی تو وہی بوڑھی نرس میرے بستر کے پاس بیٹھی تھی میں نے
اینیل کی تلاش میں کمرہ کے اندر چاروں طرف نظر ڈالی لیکن افسوس وہ اب کہیں
نظر نہ آتی تھی جس سے مجھ کو جلدی ہی اس نتیجہ پر پہنچنے کے لئے مجبور ہونا پڑا کہ یہ
سب اسی اگلے سلسلہ کا ایک اور دلکش خواب تھا۔ آنسوؤں کے قطرے بے اختیار
میری آنکھوں سے بہنے لگے۔ آہ۔ کتنا راحت انگیز خواب اور یاس کی حقیقت!
مانا کہ وہ مجھے نیند میں آکر مل گئی اور اس نے خواب میں گفتگو بھی کی مگر اس سے حاصل کیا؟ وہ
بہر حال اس دنیا میں زندہ نہ تھی۔ کیونکہ میں اس کی دلفریب پیاری صورت کو اپنی آنکھوں
سے بے جان پڑا دیکھ چکا تھا لیکن... ممکن تھا وہ حالت جسے میں نے غلطی سے موت
سمجھا تھا عالم سکرات ہو اور کسی معجزہ غیبی کی مدد سے وہ پھر زندہ ہوگئی ہو مگر اس صورت
میں بھی سوال پیدا ہوتا تھا کہ اس کے ماتمی لباس پہننے کی کیا وجہ تھی؟ اپنی موجودہ
حالت میں معاملہ میرے لئے حد فہم سے باہر تھا۔

"خوف نہ کرو عزیز لڑکے۔ نہ رو" دفعتاً بوڑھی نرس نے بڑے نرم سکون لہجہ میں مجھ
سے کہا "تم جلدی ہی پھر اسے دیکھو گے..."

"میرے خدا!" میں نے اس کے لفظوں سے چونک کر جوش آمیز لہجہ میں پوچھا
"کیا تم میرے دل کے حال سے واقف ہو؟ کیا تم ان خوابوں کے حال سے واقف ہو
جن میں وہ مجھ کو نظر آیا کرتی تھی...؟"

"میرے عزیز۔ جو کچھ تم نے دیکھا وہ خواب نہ تھا" نرس نے جلدی سے قطع کلام کرکے کہا "دراصل جسے تم نے دیکھا تھا۔ وہ زندہ اور صحیح سلامت موجود ہے"
"کیا!... اینبل زندہ اور صحیح سلامت ہے؟" میں نے حیرت سے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی شدت جوش سے پھر ایک بار اپنے تکیہ پر گر پڑا۔
"ہاں۔ وہ زندہ ہے" نرس نے سلسلہ بیان جاری رکھتے ہوئے کہا "اینبل لینوز۔ زندہ ہے۔ وہ جو مر گئی اس کی توام بہن وائیولٹ تھی!"
وائیولٹ۔ اینبل کی توام بہن!! اف میرے خدا کتنی گہری پہیلی اور کتنا عظیم انکشاف! جس طرح بجلی کی چمک سیاہ ترین بادلوں سے نکل کر آن واحد کے لیے گرد و نواح کی ہر چیز کو روشن اور نمایاں کر دیتی ہے اسی طرح اس اطلاع نے میرے نیم زندہ دماغ میں روشنی پیدا کرکے ان گہرے اسرار کو جو اس وقت تک ناقابل فہم تھے۔ پوری طرح حل کر دیا۔ وائیولٹ۔ اینبل کی بہن!... اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ جس کو میں نے پر گناہ سمجھ کر اتنی ذہنی تکلیف اٹھائی۔ درحقیقت اب بھی پاکیزہ بے داغ اور اتنی ہی معصوم تھی جتنی اس زمانہ میں جب میری اس سے پہلی ملاقات ہوئی اور اب اس حقیقت کے واضح ہو جانے کے بعد صدہا باتیں جو پیشتر ناقابل فہم تھیں۔ بالکل واضح اور صاف ہو گئیں۔ مثلاً جب میں نے وائیولٹ کو تھیٹر میں دیکھا اور اسکو اینبل سمجھ کر ملاقات کی کوشش کی تھی۔ تو کیوں اس نے مجھ سے سرد مہری اور ناواقفیت کا سلوک کیا تھا؟ اس کے بعد جب ایک بار اسی اینبل کو آکسفورڈ کے بازار میں دیکھکر میں اس کے چند گھنٹے بعد مرٹل لاج کی طرف جاتے ہوئے ایک چھوٹے سے شراب خانہ کے پاس ٹھہرا تھا تو اسجگہ مسٹر ملکم ویونہم کی گاڑی میں وائیولٹ کو بیٹھے دیکھکر کیوں مجھے اس بات کا دھوکا ہوا تھا کہ وہ اینبل ہے۔ لیکن میرے خیال میں ان ساری تفصیلات کو از سر نو بیان کرنے کی حاجت نہیں۔ ناظرین خود ہی سمجھ سکتے ہیں کہ کس طرح وہ لاتعداد واقعات

جو اپنے گہرے اسرار کی وجہ سے میرے لئے باعث وحشت ثابت ہوئے تھے۔ اب ا
حقیقت سے واقف ہونے کے بعد واضح ہو گئے۔ اس میں شک نہیں اینبل کی خاطر
اس کی اس عزیز بہن کی موت کا غم تھا جس سے اپنی طبعی فیاضی کی وجہ سے وہ
کی لاتعداد کمزوریوں اور خام کاریوں کے باوجود یقیناً وہ گہری محبت کیا کرتی تھی تا
اس کے ساتھ ہی کتنی بڑی خوشی مجھے یہ معلوم کرکے ہوئی کہ وہ سارے واقعات
جو میں نے خوبصورت خواب دیکھے تھے۔ صحیح ثابت ہوئے۔ یا یوں کہنا چاہیئے کہ وہ خواب
نہیں اصل حقیقت تھی۔ میں جس وقت بخار کی حالت میں نیم بے ہوش پڑا تھا تو ایک
سے زیادہ موقعوں پر میں نے حقیقی اور اصلی اینبل کو جو محبت اور عنایت کی راہ سے
میری حالت دیکھنے آیا کرتی تھی دیکھا تھا اور ایک بار اس سے گفتگو بھی کی تھی۔

"نرس" آخر کار میں نے کہا "جو الفاظ اس وقت آپ نے کہے ہیں انہوں نے میرے زخم دل پر مرہم کا کام کیا ہے۔ اب میں امید کرتا ہوں کہ بہت جلد صحت یاب ہو جاؤں گا۔ اب میری بیماری دیر پا نہ ہوگی"

"جوزف میں بمنت تم سے کہتی ہوں کہ فی الحال جوش میں نہ آؤ" نیکدل بوڑھی عورت نے کہا "ورنہ صحت یاب ہونے کے بعد سے بیماری کے طول پا جانے کا اندیشہ"

"نہیں نہیں" میں نے جلدی سے جواب دیا "جب تک مس لیونور اس مکان پر موجود ہے۔ میرے بیمار رہنے کا اندیشہ باقی نہیں لیکن آپ مہربانی سے اس کو جا کر کہیں ..."

اور اتنا کہہ کر رک گیا کیونکہ خیال آیا گو اس حالت میں جب میں بیمار پڑا تھا وہ بہنوں کی طرح محبت کی راہ سے خود بخود میری حالت دیکھنے آجایا کرتی تھی تاہم میرے لئے اپنے منہ سے اس کو طلب کرنا اور اسے اپنے کمرہ میں آنے کے لئے کہنا یہ نامناسب اور آداب تہذیب سے بعید تھا پھر اس کے علاوہ ایک اور خوفناک خیال

میرے دل میں یہ بھی پیدا ہوا کہ ممکن ہے اس کا باپ خوفناک کیڑا جیسے میں طوعاً و کرہاً اپنا ماموں کہنے اور تسلیم کرنے پر مجبور رہتا۔ انہیں کے ساتھ اسی جگہ ڈاکٹر پامفرٹ کے مکان پر ٹھہرا ہوا ہو جس صورت میں نہ معلوم کونسی نئی آفتیں اور مصیبتیں میرے لئے پیدا ہو جائیں۔

نرس! دفعتاً میں نے اس نئے خیال کے زیر اثر کہا اور میرا خیال ہے کہ وہ دہشت جو میرے جی کو لاحق ہوئی تھی مزید کہیں مد تک چہرہ کے آثار سے ظاہر ہو گئی ہو گی مہربانی سے یہ بتاؤ گیا مس لینوورڈ کے والدین بھی اسکے ساتھ آئے ہیں؟

"نہیں" اس نے جواب دیا "مس لینو رہی یہاں آئی تھی۔ وہ اپنی بہن کے انتقال سے دوسرے دن آ پہنچی میرا خیال ہے کہ اس کی ماں لندن میں ٹھہری ہوئی ہے۔ مگر اس کا باپ کسی ضروری کام کے لئے یورپ گیا ہوا ہے۔"

اس آخری اطلاع کو پاکر میرے جی کو گہرا اطمینان ہو گیا اور خیال ہے کہ یہ ان آثار اطمینان کی وجہ سے ہی تھا جو میرے چہرہ پر نمودار ہوئے۔ کہ اس کے بعد نرس بھی کسی حد تک مطمئن نظر آنے لگی۔

"جوزف تم کو چاہیئے" اس نے بدستور عنایت آمیز لہجہ میں کہا "اپنی طرف سے جہاں تک ممکن ہے جلد صحت یاب ہونے کی کوشش کرو اگر تم اپنے آپ کو جوش سے بچا لو گے۔ تو مجھ کو پوری امید ہے کہ جلد صحت پا جاؤ گے۔ مس لینووڈ کو کل یہاں سے رخصت ہو جانا ہے۔ مگر جانے سے پہلے وہ ضرور تم سے ملے گی" اور اس کے بعد میرے چہرہ کے تبدیل ہوتے ہوئے آثار دیکھ کر اس نے کہا "پھر تم جوش میں آنے لگے ہو۔ آخر کیوں میری نصیحت پر عمل نہیں کرتے؟"

"لیکن میں کیا کروں۔ مجبور ہوں" میرے منہ سے اس لہجہ بے اختیاری میں نکلا گویا بوڑھی عورت اس گہری محبت سے واقف تھی جو میں اپنے سینہ میں

انہیں کس لئے رکھتا تھا" تاہم میں نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا " اگر آپ مجھ کو چپ رہنے کے لئے کہتی ہیں تو میں اس مضمون پر اور کچھ نہ کہوں گا لیکن مہربانی سے اس بات کا وعدہ کیجئے کہ مس لینوڈ سے میری ملاقات جس قدر جلد ممکن ہو سکے گو کرا دی جائے گی"

"ہاں ہاں ۔ میں اس کا فوراً انتظام کر دوں گی" نیکدل بوڑھی عورت نے کہا ۔

میں نے پھر ایک بار نگاہ سے اس کا شکریہ ادا کیا اور اس کے چند منٹ بعد وہ انہیں کو ساتھ لیکر آ گئی ۔ مگر اس وقت اس کو دیکھ کر جو میرے جان و دل کی مالک تھی ۔ اور جس کی یاد میں ایک لحظہ واحد کے لئے سینہ سے نہ نکال سکتا تھا کچھ ایسی کیفیت مجھ پر طاری ہوئی کہ ایک لفظ تک منہ سے نہ نکلا ۔ اور خوشی کے آنسو بے اختیار رخساروں پر بہنے لگے ۔ انہیں نے پاس آکر اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیا جس کو میں نے پاک محبت کا بوسہ دیا ۔ اور چونکہ اس نے فوراً ہی اس کو ہٹانے کی کوشش نہ کی ۔ اس لئے میں بڑی دیر تک اس کو دیوانہ وار چومتا رہا ۔ حتےٰ کہ شرماتے اور لجاتے ہوئے آخر کار اس نے نرمی اور آہستگی سے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ سے نکالا اس دوران میں بوڑھی نرس وہیں کمرہ کے اندر کھڑی رہی ۔ گو میں دست بدعا تھا کہ وہ کسی طرح باہر چلی جائے کیونکہ کئی باتیں مجھ کو انہیں سے کہنی تھیں اور اس کی موجودگی میں میں ایک لفظ تک منہ سے نکالنے کی جرات نہ کر سکتا تھا ۔

"جوزف" آخر کار اس نازنین نے میرے بستر کے پاس ایک کرسی پر بیٹھ کر دبی سرسراتی ہوئی آواز سے کہنا شروع کیا " تم کو معلوم ہو گا کہ میں نے حال میں کتنا بھاری صدمہ اٹھایا ہے ۔ یعنی اس بہن کی موت کا جو مجھ کو بے حد عزیز تھی ۔ اور میں جس کو اتنا چاہتی تھی کہ اس کی ..."

وہ کہتے کہتے رک گئی ۔ اور شفاف آنسوؤں کے چند قطرے اس کے رخساروں

پر یہ نکلے۔ اس کا رونا مجھ سے دیکھا نہ جاتا تھا۔ اس کے باوجود کوئی لفظ تسکین کا میرے منہ سے نہ نکلا۔ کیونکہ میں اچھی طرح جانتا تھا کہ اس دردناک موقعہ پر اگر میں نے کچھ کہنے کی کوشش کی تو اس سے اس کے رنج اور غم میں اور اضافہ ہوگا۔ اس کے تھوڑی دیر بعد اس نے آنکھیں پونچھیں۔ اور غمناک نظروں سے میری طرف دیکھکر کہنے لگی "میں جانتی ہوں کیا خیالات تمہارے دل میں پیدا ہو رہے ہیں۔ یہ میں کسی مضمون پر جس پر میں ایک دوسرے سے باتیں کرتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی کئی وجوہ ان کے ذکر میں مانع بھی ہیں میں کل لندن کو واپس چلی جاؤں گی۔ لیکن جانے سے پہلے میرا ارادہ بعض کاغذات کی نقلیں چھوڑ جانے کا ہے جن کو میں پہلے ہی تیار کر چکی ہوں۔ بس میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہتی کہ ان کاغذات کو پڑھ کر وہ اسرار جو اس وقت تک تنہا رہے ہیں ناقابل فہم تھے۔ پوری طرح واضح اور صاف ہو جائیں گے"۔

"انیل۔ کیا تم اتنی جلدی رخصت ہو جاؤ گی؟" میں نے غمناک لہجہ میں کہا "اور اس کے بعد پھر کب مجھ سے ملو گی؟"

"اس کا جواب افسوس ہے میں نہیں دے سکتی" اس نے اس طرح کی بھرائی ہوئی آواز سے کہا جس سے پایا جاتا تھا کہ اگر حالات اجازت دیتے تو وہ خود مجھ سے جلد مل کر خوش ہوتی "یہ اس کا فیصلہ حالات ہی بہتر کر سکتے ہیں یہ میرے بس کی بات نہیں ہے"

"اوہ انیل" میں نے اس طرح کی ہلکی سرسراتی ہوئی آواز سے کہا کہ میرے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ بمشکل بوڑھی نرس کے کانوں تک پہنچ سکتے تھے "کیا تم مجھے اپنی گہری محبت اور عقیدت کے اظہار کے لئے معاف کر دو گی؟ اور اس کے ساتھ یہ کہنے کے لئے بھی کہ خواہ کچھ ہو اور حالات کیسی ہی صورت اختیار کریں اس گہری محبت میں جو مجھے تم سے ہے کبھی فرق نہ آئے گا۔ پیاری انیل۔ اپنے منہ سے کہہ دو کہ تم مجھ سے راز دل کہنے کی جرات کی وجہ سے ناراض نہیں ہو شائد حالات موجودہ میں" اور یہ کہتے

ہوئے میں نے اس کے سیاہ ماتمی لباس کی طرف دیکھا مجھے اس طرح کی گفتگو نہ کرنی چاہیئے تھی۔ مگر تم چونکہ کل رخصت ہوتی ہو۔ اور اس کے بعد معلوم نہیں کب ہم ایک دوسرے سے ملیں۔ اس لئے جدا ہونے سے پہلے میں تمہارے اپنے منہ سے یہ بات معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ تم مجھ سے خفا نہیں ہو۔"

اس کے چہرہ پر شرم کی سرخی چھا گئی۔ ایک طرف کو منہ پھیرتے ہوئے اس نے پھر ایک بار اپنا ہاتھ مجھکو پیش کیا جو اتنا نرم تھا۔ چھوٹا۔ اور سپید تھا کہ میں اس کی تعریف نہیں کرسکتا۔ پھر ایک بار میں نے اس کو ہونٹوں سے لگایا اور گو اس کے بعد انہیں نے بڑی آہستگی سے رفتہ رفتہ اس کو اپنی طرف کھینچا تاہم وہ اتنا عرصہ میرے ہونٹوں سے لگا رہا کہ مجھے اس بات کا پورا یقین ہوگیا کہ وہ مجھ سے خفا نہیں ہے۔ اور اس کے ساتھ اس بات کا بھی کہ میرا جوش محبت بے تاثیر نہیں۔

"اور اب جوزف" اس نے جھکی ہوئی نظروں سے میری طرف دیکھ کر کہا "میں ایک تکلیف دہ ذکر چھیڑنے پر مجبور ہوں۔ میرے والد" اور یہ کہتے ہوئے وہ ایک اس طرح کے سنگدل بے رحم شخص کو جیسا کہ خوفناک کبڑا تھا۔ اس نام سے موسوم کرنے کے لئے شرم وندامت محسوس کئے بغیر نہ رہ سکی "عنقریب لندن واپس آجائیں گے۔ شاید ہفتہ عشرہ یا پندرہ دن کے عرصہ میں جس کے بعد ممکن ہے۔ تمہارے اس جگہ رہنے کے واقعہ کی خبر کسی طرح ان کو پہنچ جائے گو میں تم کو یقین دلاتی ہے کہ اس طرح کی اطلاع میرے ذریعہ سے کبھی ان کو نہ پہنچے گی۔ بہر حال جیسا تم سمجھ سکتے ہو" یہ کہتے ہوئے اس نے اپنی آواز اچھی طرح دبالی "میرے لئے ڈاکٹر۔ مسز یا مغرٹ سے یہ کہنا غیر ممکن ہے کہ وہ تمہاری موجودگی کا ذکر پوشیدہ رکھیں۔ یہ بات ان کو پہلے ہی معلوم ہو چکی ہے کہ تم میرے خالہ زاد بھائی ہو۔ اس لئے ممکن ہے والد کے نام کسی طرح کا خط لکھتے ہوئے وہ تمہارے اس جگہ ملازمت کرنے کا حال اس میں لکھ دیں۔ اور میں ان کو ایسا کرنے

سے اس لئے منع بھی نہیں کر سکتی کہ میرے لئے اپنے والد کے برخلاف کوئی بات کہنا نیر ممکن ہے"

"اینیل پیاری اینیل" میں نے جلدی سے کہا "چونکہ یہ مضمون تمہارے لئے باعث رنج و تکلیف ہے اس لئے اس ذکر کو یہیں تک رہنے دو میں امید کرتا ہوں کہ اب بہت جلد صحت یاب ہو جاؤں گا۔ تم کو دیکھ لینے اور سارے حالات جاننے کے بعد میری تکلیفیں دور ہو گئی ہیں۔ اور میرا امید کرتا ہوں کہ اب میری صحت یابی کی رفتار تیز ہو گی۔ جو نصیحت تم نے کی ہے میں اس کی قدر کرتا ہوں اور جلدی ہی اس جگہ سے رخصت ہو کر کسی دوسری جگہ نوکری کرنے چلا جاؤں گا"

"جوزف میں التجا کرتی ہوں کہ ضرور ایسا کرنا" اینیل نے اس طرح کی نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا گویا میری سلامتی اور بہتری کی اس کو سب سے زیادہ فکر تھی اس سے وہ رنج وہ خیالات جو میرے سینہ میں اس خیال سے پیدا ہو سکتے تھے کہ اب مجھے اس ملازمت کو بھی چھوڑ کر روزی کمانے دوسری جگہ جانا پڑے گا بڑی حد تک دب گئے تاہم میں نے کہا "پیاری اینیل کیا تم مجھے گاہ بگاہ وقفہ طویل کے بعد خط لکھنے کی اجازت نہیں دے سکتی ہو؟ زیادہ نہ سہی تم مجھے ایک آدھ خط لکھنے کی اجازت تو ضرور دو"

"جوزف افسوس یہ ناممکن ہے" اس نے جواب دیا "کیونکہ اگر وہ خط میرے والد کے ہاتھ آ گیا . . . لیکن نہیں میں اس مضمون پر زیادہ گفتگو کرنا نہیں چاہتی۔ کیونکہ وہ ہم دونوں کے لئے باعث تکلیف ہے"

اس موقعہ پر نرس نے ان اختیارات سے جو ایک بیمار کی حفاظت کے بارہ میں اسے حاصل تھے نرمی سے کام لیتے ہوئے اس ملاقات کو ختم کرنے کی کوشش کی اور اس بات کا اندیشہ ظاہر کیا۔ کہ یہ گفتگو پہلے ہی کافی لمبی ہو چکی ہے البتہ مس ... سے اس نے کہا "اگر آپ رخصت ہونے سے پہلے پھر ایک بار رات کو ملنا چاہیں تو

اس کا انتظام کر دیا جائے گا"۔ چنانچہ اس نازنین نے جو پہلے ہی اپنے حسن جہاں تاب کی وجہ سے میری محبوب تھی مگر جس کا میں سارے حالات جاننے کے بعد اور بھی نیاز و عقیدت سے پرستار بن چکا تھا۔ رخصت ہونے سے پہلے پھر ایک بار مجھ سے ملنے کا وعدہ کیا۔

اس کے چلے جانے کے بعد نرس نے مجھکو دوا پلائی اور سو جانے کا حکم دیا اور جب میں نے اس بات کا وعدہ کر لیا کہ میں اب ضرور سونے کی کوشش کروں گا تو وہ بھی تھوڑی دیر کے لئے رخصت ہو گئی لیکن جیسا کہ ناظرین سمجھ سکتے ہیں۔ میرے خیالات کی الجھن اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ انتہائی کوشش کے باوجود میں عرصہ دراز تک نہ سو سکا۔ مجھے اینبل سے کئی ایک باتیں کہنی تھیں جن کا فی الحال موقعہ نہ ملا تھا وہ ان سارے واقعات سے لاعلم تھی جو ہماری آخری ملاقات کے بعد مجھ کو پیش آئے تھے۔ اور خود مجھ کو بھی ان واقعات کا حال معلوم نہ تھا۔ جو اس کو اس قابل یاد رات کے بعد پیش آئے تھے جب اس نے اپنے آپ کو جوکھم میں ڈالکر مجھے اپنے زنانہ لباس میں باپ کے گھر سے رخصت کیا تھا بڑی دیر تک میں ان خیالات کی الجھن میں پھنسا رہا حتیٰ کہ رفتہ رفتہ پھر ایک بار آنکھ لگ گئی گو یہ بیان کرنا بالا حاصل ہے کہ خواب میں اینبل کی ہی تصویر شاداں و فرحاں نظروں کے سامنے پھرتی رہی۔

آنکھ کھلی تو رات ہو گئی تھی ایک شمع میرے پہلو میں جلتی تھی۔ اور نرس پاس ہی ایک کرسی پر بیٹھی تھی۔ اس کے سوال پر میں نے بیان کیا کہ اب میری طبیعت پہلے کی نسبت بہتر ہے۔ اس نے کچھ کھانا میرے لئے تیار کر کے رکھا ہوا تھا جو اب پیش کیا اور جب میں اسے کھا کر فارغ ہو چکا تو مسکراتے ہوئے کہنے لگی "اب میں تمہاری بہن کو الوداع کہنے کے لئے بلاتی ہوں"۔ اس کے چند منٹ بعد اینبل پھر میرے کمرہ میں آ گئی لیکن نرس اس کے بعد بھی اس کمرہ میں بیٹھی رہی اور میں اسے یہ کہنے کی جرات نہ کر سکا کہ وہ دیگر

رہ میں چلی جائے کیونکہ ڈر تھا وہ شاید خفا نہ ہو جائے اور اس کے حسن سلوک مدنظر رکھتے ہوئے میں اسے ناراضگی کا موقعہ دینا نہ چاہتا تھا۔ یہ بیان کرنا لاحاصل ہے کہ میرے لئے اینبل کی جدائی کا صدمہ شاق تھا خصوصاً اس لئے کہ مستقبل قریب میں پھر ہمارے ایک دوسرے سے ملنے کی کوئی امید نہ تھی۔ اس کے باوجود مجھے خدا کی عنایت پر پورا بھروسہ تھا اور میں جانتا تھا کہ وہ اپنے بعید از فہم طریقوں پر خود ہی سارا انتظام ٹھیک کر دے گا۔ میری طرح اینبل بھی اس موقعہ پر بڑی غمگین تھی۔ بہت کم گفتگو ہمارے درمیان ہوئی کیونکہ گو لاتعداد باتیں تھیں جن کے متعلق میں اس سے دریافت حال کرنا چاہتا تھا تاہم کوئی نہ کوئی رنج دہ پہلو ان میں سے ہر ایک میں پایا جاتا تھا اور میرے لئے یہ بات سراسر ناممکن تھی کہ اپنی گفتگو کے ذریعہ سے اینبل کو غم زدہ اور ملول ہونے کا موقعہ دوں۔

"جوزف" آخر کار اس نے کہا میں نے واقعات گزشتہ کی توضیح کے لئے بعض کاغذات کی نقلیں چھوڑ جانے کا وعدہ کیا تھا میں اس وعدہ کو بھولی نہیں ہوں نقلیں تیار ہیں لیکن تمہاری موجودہ کمزوری اور خرابی صحت کی وجہ سے میں فی الحال ان کو تمہارے حوالہ کرنا نہیں چاہتی میں نے ان کو سربمہر لفافہ میں بند کر کے ڈاکٹر یا مسٹر ... کے سپرد کر دیا ہے اور تمہاری صحت یابی کے بعد وہ اس لفافہ کو تمہارے حوالہ کر دیں گے۔ بس اب جلد صحت یاب ہونے کی کوشش کرو تاکہ جو تشویش حالات پر اسرار کے بارہ میں تمہارے دل کو لگی ہوئی ہے رفع ہو جائے۔ اپنی موجودہ حالت میں تم اس لئے ان کاغذات کے مطالعہ کے ناقابل ہو کہ جوش کی وجہ سے مرض کے دوبارہ عود کر آنے کا اندیشہ ہے۔ بس اب میں کل صبح رخصت ہو جاؤں گی اور جانے سے پہلے پھر تم سے نہ مل سکوں گی"

"لیکن پیاری اینبل" میں نے اس کا ہاتھ اپنے منہ سے لگاتے ہوئے کہا" آخر

کب ہم ایک دوسرے سے ملیں گے؟"

"حوصلہ رکھو جوزف۔ خدا مسبب الاسباب ہے۔" اس نے جواب دیا۔ مگر میں نے دیکھا کہ رُکے ہوئے جوش کی وجہ سے اس کی آواز میں ہلکی تھراہٹ پائی جاتی تھی پھر جلدی سے منہ پھیر کر اس نے اپنی آنکھوں کو رومال سے ڈھک لیا۔

"مگر وعدہ کرو کہ تم مجھے بھول نہ جاؤ گی۔" میں نے پھر ایک بار اس کے میری طرف منہ پھیر لینے کے بعد کہا۔

"میں تم کو بھول جاؤں! . . . نہیں جوزف یہ ناممکن ہے۔" اس نے لہجہ استقلال میں جواب دیا۔ "تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں ایسی عورت نہیں ہوں جس کے ظاہر باطن میں فرق ہو۔"

"پیاری انیبل" میں نے جلدی سے کہا۔ "میں بدگمان نہیں ہوں۔ مجھ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ محبت جو مجھے تم سے ہے۔ تمہارے اپنے دل میں اثر کئے بغیر نہیں رہی۔"

اس نے میرا ہاتھ جو اس کے ہاتھ میں تھا۔ کسی قدر زور سے دبایا۔ پھر اس کے ہونٹ ایک ثانیہ کے لئے میری پیشانی سے چھو گئے۔ اس کے بعد وہ تیز چلتی کمرہ سے رخصت ہو گئی لیکن آہ وہ بوسہ! ہر چند وہ اتنا خفیف تھا جس طرح تتلی کا پھول کی پتی سے مس کرنا تاہم اس کی حرارت۔ اس کی تاثیر اس کی پیدا کی ہوئی حدت عرصہ دراز تک مجھ کو محسوس ہوتی رہی۔ اور اس سے میرے سینہ میں پاک ترین احساس پیدا ہوئے اب مجھے اس بات کا پورا یقین ہو گیا کہ انیبل کو مجھ سے محبت ہے اور میرا عشق اس کے سینہ میں اثر پیدا کئے بغیر نہیں رہا اس قدر وضاحت کے ساتھ جو اس کی باحیا شرمیلی طبیعت کے حسب حال تھی۔ یا جس کی اجازت اس کی شان نسوانی دے سکتی تھی۔ اس نے مجھ سے اقرار محبت کر لیا تھا۔ اور گو وہ اقرار دبا ہوا اور خفیف تھا۔ تاہم میری غم زدہ اور افسردہ روح کو اتنے ہی سے تسکین حاصل ہو گئی تھی۔ اب مستقبل کی نسبت میں

اور آزمائشیں میرے نے کیا حقیقت رکھتی تھیں۔ اور دنیا کی جدوجہد اور کشمکش کا مجھے کیا اندیشہ تھا جس صورت میں انیبل کی محبت کا سہارا مجھ کو حاصل تھا۔ میں جب اس کو مردہ تصور کر چکا تھا اس کا زندہ ثابت ہونا میں جب اس کو کنہگار خیال کرتا تھا اس کا مجسم نیکی پایا جانا۔ یہ جاننا کہ اب وہ میری ہے اور میری ہو کر رہے گی۔ اور مل کر ہم دونو بہتر ایام کی آمد کا انتظار کر سکیں گے۔ اوہ یہ سارے خیالات درد فراق اور رنج علیحدگی کو کم کرنے اور دبانے کے لئے کافی تھے۔

لیکن میں اپنی داستان کے اس حصہ کو بے ضرورت طول دینا نہیں چاہتا۔ مختصر یہ کہ اس کے دوسرے دن انیبل رخصت ہو گئی۔ اور رخصت ہونے سے پہلے جیسا اس نے کہا تھا۔ پھر مجھ سے نہ ملی۔ البتہ ٹیلڈا کی زبانی معلوم ہوا کہ وہ جب رخصت ہوئی تو مجھ کو یاد کر رہی تھی۔ اس کے بعد کئی دن گذر گئے۔ میری حالت رفتہ رفتہ اصلاح پذیر ہوتی گئی۔ حتیٰ کہ آخر کار میں اس قابل ہو گیا کہ اب لگاتار گھنٹوں بیٹھ سکتا تھا۔ اور انیبل کی رخصت کے پندرہ دن بعد تو میں پوری طرح صحت یاب ہو گیا۔ ڈاکٹر پامفرٹ ہر روز دن میں دو بار میری حالت دیکھنے کے لئے آتا چنانچہ پندرہ دن کے بعد اس نے میری بدلی ہوئی حالت دیکھ کر بیان کیا کہ کاغذات کا ایک پیکٹ تمہارے لئے میرے پاس امانت رکھا ہے۔ اور وہ میں کل صبح تم کو دوں گا۔ اس طرح پر وہ گھڑی جس کا مجھ کو انتظار تھا آخر کار آ گئی۔ لفافہ میرے حوالہ کیا گیا۔ اس پر انیبل کی چھپی ہوئی تحریر میں میرا نام درج تھا۔ اور جب اس کے بعد خلوت نصیب ہوئی تو میں نے فوراً اسے کھولا۔ اس میں دو طرح کے کاغذات تھے۔ ایک پر انیبل کی اپنی بیان کردہ کیفیتیں درج تھیں۔ دوسرے میں اس خط کی نقل تھی۔ جو بدنصیب وایولٹ نے مرنے سے چند دن پیشتر اپنی ماں مسز لینوو کے نام لکھا تھا۔ اور جس کے سلسلہ میں انیبل ڈاکٹر پامفرٹ کے مکان پر آئی تھی۔ غالباً یہ وہی خط تھا جسے میں نے اپنے ہاتھ سے ڈاک میں ڈالا تھا اور جس کے سرنامہ کو دیکھ کر یہ

جاتی اور بازاروں میں پھرا کرتی۔ تو واپسی میں ذرا سی دیر ہو جانے پر وہ بجست اس پر برسنے لگتا۔ کئی کئی طرح پر ملامتیں کرتا اور کئی طریقوں سے بُرا بھلا کہتا تھا۔ اور جب آخر کار کوئی کام اُسے ملتا۔ تو جو تھوڑی سی نقدی وہ اس کے ذریعہ سے کما کرلاتی تھی اس کا شوہر اسے کسی دوسری جگہ صرف کر دیتا۔ اور یہ سب اس طریق پر ہوتا کہ بی بی بچاری منہ تکتی رہ جاتی اُسے کچھ معلوم نہ ہوتا کہ اس کا محنت اور مشقت سے کمایا ہوا روپیہ کدھر ضائع ہو گیا۔

اس سے تھوڑا عرصہ جب بہنوں کی عمر دس گیارہ سال کے قریب ہو گئی تو مسٹر لینوور نے کسی نامعلوم ذریعہ سے کچھ روپیہ حاصل کرکے ایک چھوٹا سا دفتر کھولا جہاں وہ محاسب ایجنٹ اور ہنڈی کے دلال کا کام کرتا تھا۔ مگر اتنی سخت بدنامی اس کی ہو چکی تھی کہ انتہائی کوشش کے باوجود اس کا یہ نیا کام بھی اچھی طرح سے نہ چل سکا۔ حتیٰ کہ اس کے کچھ عرصہ بعد دفعتاً اس کو کسی ذریعہ سے زائد روپیہ ہاتھ آگیا اور اس وقت اس نے اپنی سکونت گریٹ رسل سٹریٹ میں بدل لی۔ مگر اس دوران میں اس کی بدنصیب بی بی کی صحت خراب ہونی شروع ہو چکی تھی۔ اب وہ سوزن کاری سے معذور تھی۔ مگر خوش قسمتی سے اب اس کام کی ضرورت باقی نہ رہی۔ کیونکہ ہنڈی کے دلال کی حیثیت میں مسٹر لینوور کا کاروبار کسی حد تک چمک گیا۔ اور اس سے مالی حالات پھر ایک بار تبدیل ہونے شروع ہوئے۔ تو بھی یہ زمانہ فراغت و آسائش کا نہیں ابتلا اور کشمکش کا تھا۔ اور قریباً دو سال یہی حالت رہی۔ اس اثنا میں مسز لینوور اپنی بیٹیوں کو خاطر خواہ تعلیم دیتی رہی۔ چونکہ خود سلیقہ مند اور ہنرمند عورت تھی۔ اس لئے بیٹیوں کو تعلیم و تربیت دینے کی بہتر اہلیت رکھتی تھی۔

اس جگہ یہ بات واضح کرنی ضروری معلوم ہوتی ہے۔ کہ گو دونو بہنوں کی صورت بالکل ایک دوسری سے ملتی تھی۔ تاہم سیرت کے اعتبار سے ان میں اختلاف

عظیم تھا۔ اینبل شرمیلی باحیا اور ڈرپوک تھی۔ وہ اپنے باپ سے خوفزدہ رہتی۔ اور کسی معاملہ میں ناراضگی کا ذرا سا موقعہ دینا نہ چاہتی تھی۔ اس کو اچھی طرح معلوم تھا کہ اپنی زود۔ تلخ طبیعت کی وجہ سے مسٹر لینوور ذرا سی بات پر فوراً بھڑک اٹھتا ہے۔ پس وہ اس سے دور دور رہتی۔ اور کسی حالت میں بھی اس کے غصہ کو بھڑکانے کا ذریعہ نہ بنتی تھی۔ لیکن وایولٹ کا مزاج اس سے جدا تھا۔ وہ بڑی خودسر شوخ و شنگ لڑکی تھی اور جب اس پر ذرا بھی سختی کی جاتی۔ تو جھٹ مقابلہ کو اٹھ کھڑی ہوتی تھی۔ چنانچہ تیرہ سال کی عمر میں اس نے اپنے طرز عمل سے یہ بات واضح کرنی شروع کر دی کہ وہ باپ کی سختیوں کو چپ چاپ جھیلنے پر آمادہ نہیں ہے۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ مقابلہ کی عادت نے یہ صورت اختیار کرنی شروع کی کہ اگر کسی موقعہ پر باپ اُسے مارنے کو اٹھتا۔ تو وہ جو چیز ہاتھ میں آتی۔ اُسے لیکے کھڑی ہو جاتی۔ تاکہ اگر اس کی طرف سے ذرا بھی پیشدستی ہو تو یہ فوراً اینٹ کا جواب پتھر سے دے بیچاری ماں بارہا اس کو سمجھاتی اور منتیں کر کے کہتی کہ جس طرح ممکن ہو تو اپنی آتشی طبیعت کو روکنے کی کوشش کر۔ مگر لڑکی میں خودسری کا مادہ اتنا غالب تھا کہ نہ باپ کی سختی اور نہ ماں کی نرمی کوئی چیز اُس کو راہ راست پر لانے کا ذریعہ نہ بنتی تھی اس طبعی اختلاف سے قطع نظر وہ ایک بڑی بامحبت اور پابند فرض لڑکی تھی۔

دونو بہنوں کی عمر جو دہ سال سے کچھ اوپر تھی کہ ایک واقعہ پیش آیا جس نے بلحاظ نتائج دوررس ثابت ہوتا تھا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ مسٹر لینوور کو معمول سے بہت زیادہ غصہ چڑھا۔ اور اس نے وایولٹ کو سختی سے ڈانٹ ڈپٹ کرنی شروع کی۔ اس نے بھی جیسی اس کی عادت تھی مقابلہ شروع کیا۔ چونکہ اس موقعہ پر وایولٹ کا اپنا غصہ حد سے زیادہ بھڑکا ہوا تھا۔ اس لئے وہ اپنے قول و فعل کی مختار نہ رہ سکی اور اس نے غصہ کے جوش میں والد کو اُس کی گذشتہ بدافعالیوں اس

کی تباہی اور بدنامی اور اس مقدمہ فوجداری کے طعنے دیئے۔ جو اُس کے برخلاف دائر ہوا تھا۔ مسٹر لینووران باتوں کو سن کر جھلا گیا۔ وہ کسی وحشی حیوان کی طرح بپھرا ہوا اس کی طرف دوڑا اور وایولٹ کو جوش سے فرش زمین پر دے مارا۔ لیکن وہ فوراً ہی اُٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ آنکھیں شعلہ بار تھیں۔ رخسار سرخ اور بدن شدت جوش سے کانپتا تھا۔ اور تو کوئی چیز اس کے ہاتھ نہ آئی جلدی سے ایک کتاب اُٹھا کر مسٹر لینوور پر دے ماری۔ حالت خوفناک تھی۔ اور ایک وقت ایسا بھی تھا جب بیچاری مسز لینوور اور ایبل دو نو اس خیال سے سہمی جاتی تھیں۔ کہ شائد مسٹر لینوور اس کو جان سے مار ڈالے گا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ البتہ مسٹر لینوور نے حالت جوش میں وایولٹ کو حکم دیا۔ کہ تو اسی وقت گھر سے نکل جا۔ اور آئندہ کبھی اپنی صورت مجھے نہ دکھانا۔ اُس نے یہاں تک کہہ دیا کہ تو میری اولاد نہیں۔ اگر کوئی رشتہ تیرا مجھ سے تھا۔ تو میں نے آج اس کو منقطع کر دیا۔ بعد ازاں نہ معلوم ماں کی منت سماجت سے یا خود ہی اپنے دل میں پشیمان ہو کر مسٹر لینوور نے اپنے سابقہ فیصلہ میں یہ تبدیلی کی۔ کہ وایولٹ کو فوراً ہی ایک بورڈنگ سکول میں بھیج دیئے جانے کا حکم دے دیا۔ اس کا انتظام مسز لینوور کے سپرد کیا۔ اور اُسے تاکید کر دی کہ وایولٹ کو تین دن کے اندر اندر گھر سے باہر بھیج دو۔ اور اس تین دن کے عرصہ میں بھی وہ کبھی میرے سامنے نہ آئے۔ الگ کمرہ میں رہا کرے۔

مگر یہ نہ سمجھنا چاہئے۔ کہ وایولٹ اس انتظام سے کسی طرح ناخوش یا اپنی دستی پر نادم تھی۔ اس کے برعکس اُسے یہ سوچکر خوشی تھی۔ کہ وہ اس گھر سے رخصت ہو رہی ہے۔ جہاں اس کو ہر وقت باپ کے قہر و عتاب کا نشانہ بننا پڑتا تھا۔ مسز لینوور نے حسب وعدہ تین دن کے اندر اندر اُس کے لئے سکول کا بندوبست کر دیا۔ اور مسٹر لینوور کی عائد کردہ شرطوں میں سے ایک شرط یہ بھی تھی۔ کہ وایولٹ کے لئے

دریدہ منتخب کی جائے۔ وہ لندن سے دور ہونی چاہیئے۔ اس لئے سوتھمپٹن کا ایک سکول اس مطلب کے لئے پسند کیا گیا۔ وایولٹ اس جگہ بھیج دی گئی۔ لیکن گو جانے سے پہلے وہ ماں اور بہن سے مل کر بہت روئی۔ تاہم باپ نے رخصت کے وقت بھی ملاقات کرنے سے انکار کر دیا۔ بلکہ اس کے چلے جانے کے بعد اپنی بی بی اور ازبیل کو سختی کے ساتھ حکم دیا۔ کہ آئندہ اس کا نام کبھی میرے روبرو نہ لیا جائے۔ میں از روئے حلف اس کو عاق کر چکا ہوں۔ اور میں اس حلف کو ضرور پورا کروں گا۔ البتہ اتنی رعایت میں کر سکتا ہوں کہ جب تک وہ سکول میں زیر تعلیم رہے۔ میں اس کا خرچ ادا کرتا رہوں گا۔ مگر یہ باتیں کہتے ہوئے بھی مارے غصہ کے اتنی خوفناک حالت اس کی تھی۔ کہ اس کی صورت دیکھ کر ڈر لگتا تھا۔ چنانچہ کئی طرح کی گالیاں کھا کر اور دے کر اس نے پھر کہا۔ کہ اگر آج کے بعد کبھی اس کی بی بی نے یا ازبیل نے وایولٹ کا نام گھر کی چار دیواری میں لیا۔ یا کبھی اس کا ذکر فریق ثالث سے کیا۔ تو ان سے اس قدر سختی کا برتاؤ کیا جائے گا۔ الفاظ جس کو بیان نہیں کر سکتے۔ یہ کہنا لاحاصل ہے کہ اس طرح کا غصہ اور جوش اس آدمی کی طبیعت کے عین حسب حال تھا۔ جو ایک لمحہ کے اندر اپنی بیٹی کو ہمیشہ کے لئے جدا کرنے کا فیصلہ کر سکتا تھا۔

یہ واقعہ یعنی وایولٹ کو گھر سے باہر نکال دینے کا ۱۸۳۶ء کے ابتدائی حصہ میں پیش آیا تھا۔ اس کے سات یا آٹھ ہفتے بعد ماہ ستمبر میں مجھ کو حالات کی مجبوری سے اس گھر میں رہنا پڑا۔ یعنی اس زمانہ میں جب مسٹر لینوڈر مجھے ڈیلر میئر سے نکال کر اس جگہ لایا تھا۔ ڈیڑھ مہینہ میں اس کے گریٹ رسل سٹریٹ والے مکان پر رہا۔ اور اس دوران میں وایولٹ کا نام نہ کبھی ازبیل اور نہ مسز لینوڈر کے منہ سے سنا گیا کم از کم میرے روبرو انہوں نے کبھی اس کا ذکر نہیں کیا۔ گو ممکن ہے خلوت و تنہائی میں جب ماں بیٹی ایک دوسرے کے پاس بیٹھتی تھیں۔ تو وہ مسٹر لینوڈر کے جابرانہ احکام

کی خلاف ورزی کرلیتی ہونگی اور مری ہوئی سرسراتی ہوئی آواز سے اُس کا ذکر کر
جو ہمیشہ کے لئے اُن سے جدا ہو چکی تھی۔ اس کی یاد میں رنج وغم سے آنسو بہاتی ہونگی
تاہم کئی وجوہ ایسی تھیں جن سے وہ اس کا نام کبھی میرے روبرو نہ لیتی تھیں۔ ایک
یہ کہ انہیں ڈر تھا مسٹر لینوورکو اپنے احکام کی خلاف ورزی کا حال معلوم نہ ہوجا
دوسری یہ کہ اُن کا دل قدرتی طور پر اس بدنصیب کا ذکر کرتے دکھتا تھا۔ جو مجبور
اُن سے جدا کر دی گئی تھی۔ اور تیسری وجہ یہ بھی سمجھی جا سکتی ہے کہ ماں بیٹی دونوں جہاں
تک اُن کے بس میں تھا مسٹر لینوور کی شیطانی سیرت کو مجھ سے چھپانے کی کوشش
کرتی تھیں۔ ظاہر ہے کہ وہ اگر وایولٹ کا ذکر کرتیں۔ تو انہیں اُس کی عدم موجودگی
کوئی عذر بھی ضرور پیش کرنا پڑتا۔ پھر اس کے علاوہ یہ بھی ضروری تھا۔ کہ وہ مجھ
اصلی راز چھپانے کی کوشش کرتیں اور یہ ساری باتیں جو نہایت تکلیف دہ او
ذلت بخش تھیں۔ ماں بیٹی دونوں کے دلوں میں تلخ احساس پیدا کرنے والی ہوتیں لہ
یہ ان حالات کے مجموعہ کا نتیجہ تھا۔ کہ اپنے ڈیڑھ ماہ کے قیام میں کبھی ایک مرتبہ بھی
نے وایولٹ کا نام لیا جاتا نہیں سنا اور اس طرح میں اس کی ہستی سے بالکل
لاعلم رہا۔

اب میں اس یادگار رات کا ذکر کرتا ہوں جب میں اینبل کی وساطت
اور تحریک سے اُس مکان سے فرار ہوا۔ جہاں میرے لئے لاتعداد خطرات پوشیدہ
تھے۔ ناظرین کو یاد ہوگا کہ اس موقعہ پر مجھے میرے ہی کمرہ میں بند کر دیا گیا تھا۔ اور
اس کے بعد گھر کے سب آدمی سو گئے۔ تو مجھے اینبل کے اپنے کمرہ سے پوشیدہ طو
پر باہر نکلنے کی آواز سنائی دی تھی۔ معلوم ہوتا ہے۔ اُس نے بعض الفاظ جو میرے ہی
حق میں دھمکی کا اثر رکھتے تھے اپنے باپ کے منہ سے نکلے ہوئے اتّر چونکہ خود بیماری
سن لئے تھے اور ان سے اُس کے دل میں یہ خوفناک فرار کی تجویز مکمل کرنے کا فرض

کا باپ مجھ جوزف ولمٹ کی جان کے درپے ہے۔ چنانچہ جب اس کے بعد شب مذکور کو
س کے باپ نے ایک آدمی کو پُر اسرار حالات میں مکان کے اندر داخل کیا۔ تو اُس نے
صحیح حالات معلوم کرنے کے لئے اس کمرہ کے دروازہ کے باہر کھڑے ہو کر وہ گفتگو سننے
کا خطرناک ارادہ کر لیا جو اُس کے باپ اور اس آدمی میں ہو رہی تھی۔ جسے اس نے
پوشیدہ طور پر مکان میں داخل کیا تھا۔ وہ بڑی سنجیدگی سے دبی ہوئی آواز میں باتیں
کرتے تھے۔ جس کے صرف چند ٹوٹے ہوئے فقرے اینیل کو سنائی دیئے۔ بہرحال ان
بے جوڑ فقروں سے ہی یہ بات اس پر واضح ہو گئی۔ کہ دونو آدمی یعنی مسٹر لینیو ڈ ر
ور اس کا ساتھی مجھے کسی نامعلوم مقام پر بھگا لے جانا چاہتے ہیں۔ اس گفتگو کے
دوران میں یہ بھی اُس نے سنا کہ شخص مذکور کا نام ٹیڈی ہے۔ اور چونکہ کچھ حال
س آدمی کا میں اس سے پہلے اینیل سے بیان کر چکا تھا۔ اس نے اس کو معلوم تھا کہ
یں اس آدمی کو اگر اپنا دشمن جانی نہیں سمجھتا۔ تو بھی اس کو گہری نفرت اور دہشت
سے ضرور دیکھتا ہوں۔ پس ان کی باتیں سن کر اور یہ معلوم کرکے کہ اس کا پیارا باپ ایک
سلہ بدمعاش کی مدد سے مجھ جوزف ولمٹ کو اغوا کرنا اور اس کے بعد مروا ڈالنا چاہتا
ہے۔ اس کمسن بھولی لڑکی کے دل میں جس کی عمر اس زمانہ میں صرف پندرہ سال کی
تھی۔ گہرا اضطراب پیدا ہو گیا۔ اس کا خون سرد ہونے لگا۔ اور وہ عالم دہشت میں
تھوڑی دیر تک صورت تصویر دروازہ کے ساتھ لگی ہوئی کھڑی رہی۔ لیکن پھر دفعتاً
س کو یاد آیا۔ کہ اس طرح کے خوفناک ارادوں کی موجودگی میں مجھ جوزف ولمٹ
کی حالت کتنی خطرناک ہے۔ اور اس وقت دفعتاً وہ گہرا استقلال اور ہمت آمیز
حسن کی ایک ایسی کمسن لڑکی سے بہت کم امید ہو سکتی ہے۔ اس کے اندر پیدا ہو
کم از کم میرے ... اٹھ کر کمرہ کے دروازہ سے رخصت ہوئی۔ جس کے اندر میرے
یب ماں بیٹی ایک دوسرے ... یں سوچی جا رہی تھیں۔ اور سیدھی اپنی ماں کے پاس

گئی۔ جہاں اس نے پر ہیبت ناک حکایت تفصیل کے ساتھ بیان کی۔ پہلے تو مسز لینوڈ
کو اس بیان کی حقیقت پر یقین نہ آیا۔ لیکن پھر جب اس نے سوچا کہ اینبل ایسی لڑکی
نہیں ہے جو کبھی جھوٹ بولے۔ تو اس نے خود بھی استقلال سے کام لیا۔ اور اپنی
نیک سیرت بیٹی کی قابل تعریف مثال کی تقلید کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ یعنی خواہ کچھ ہو۔ اور
ان ماں بیٹی کو کیسا ہی خطرہ پیش آئے۔ انہوں نے سمجھ لیا۔ کہ جوزف ولمٹ کو بچانا ان
کا فرض تھا۔ مگر اس کے آگے سوال پیدا ہوا کہ کس طرح؟ میرے کپڑے مسٹر لینوڈ
اتروا لئے تھے اور وہ انہیں اپنے ساتھ اپنے ہی کمرہ میں لے گیا تھا۔ پھر اس کے علاوہ
میرے کمرہ کا دروازہ بند اور باہر سے مقفل تھا۔ اور اس کی کنجی بھی اسی کے پاس تھی آخر
بڑی دیر سوچنے کے بعد کپڑوں کے متعلق ایک تجویز ان کے ذہن میں آگئی۔ یعنی انہوں
نے سوچا کہ مجھے زنانہ کپڑے پہنا کر ایک نوجوان عورت کی صورت میں رخصت کر دیا
جائے۔ لیکن بڑی مشکل دروازہ کھولنے کی اب بھی باقی تھی۔ کنجی مسٹر لینوورس کے پاس
تھی۔ اور اس کے بغیر دروازہ کھولنا محال تھا۔ دفعتاً اینبل کو یاد آیا۔ کہ ڈیڈی کی آمد سے
پیشتر اس کا باپ باہر کی بیٹھک میں بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ ممکن ہے۔ اپنے ساتھی کو دروازہ
کھولنے کے لئے باہر جاتے ہوئے وہ کنجی اس کے ہاتھ سے وہیں میز پر رکھی رہ گئی ہو۔ اس
خیال کے پیدا ہوتے ہی وہ پھر ایک بار دبے پاؤں نیچے گئی اور جب اس کو وہ کنجی اس
کمرہ میں پڑی ہوئی مل گئی۔ تو اس سے جو خوشی اس کے دل کو ہوئی۔ اس کا اندازہ تصور
میں ہی بہتر کیا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد وہ پھر اپنی ماں کے پاس گئی وہ روح کی طرح بے
آواز چلتی سیڑھیوں سے اتری۔ مگر اس خیال سے تھر تھر کانپتی تھی کہ اگر کوئی آواز مسٹر
لینوورس کے کانوں میں پہنچ گئی۔ یا وہ ان کے ارادوں سے واقف ہو گیا۔ تو پھر قیامت ہی
آجائے گی مسز لینوورس نے میرے خرچ کے لئے کچھ روپیہ اینبل کو دیا۔ اور چونکہ خود بیماری
کی وجہ سے چارپائی سے نہ اٹھ سکتی تھی؛ اس لئے میرے فرار کی تجویز مکمل کرنے کا فرض

بیٹی کے ہی سپرد کیا۔ اس کے بعد جن حالات میں میں اس جگہ سے فرار ہوا اور وہ فرار خود میرے حق میں جن پیچیدگیوں کا موجب بنا۔ اس کا حال ناظرین کو پہلے ہی معلوم ہے میں اس کو دہرانا نہیں چاہتا۔

میرے رخصت ہونے کے بعد اینبل پھر ایکبار دبے پاؤں اپنی ماں کے کمرہ میں گئی اس جگہ دونوں نے بیٹھ کر روح فرسا رنج اور تلخ آنسوؤں کے ساتھ اس سوال پر غور کرنا شروع کیا۔ کہ اب انہیں اس واقعہ کے انکشاف کے بعد مسٹر لینوور کے جوش غضب سے محفوظ رہنے کی کیا ترکیب کرنی چاہیے۔ کنجی کو دوبارہ اس بیٹھک میں رکھدینے کا سوال جہاں سے اینبل اس کو لائی تھی۔ خارج از بحث تھا۔ کیونکہ اگر مسٹر لینوور کا اس بارہ میں اطمینان ہونا ممکن بھی ہوتا۔ کہ جوزف ولمٹ کسی نامعلوم طریقہ پر بند دروازہ کے کمرہ سے بھاگ گیا۔ تو پھر بھی سوال پیدا ہوتا تھا۔ کہ وہ کپڑوں کے بغیر کیونکر بھاگا؟ نہیں اس کا مطلب صریحًا یہ تھا کہ گھر کے کسی آدمی نے ضرور اس کام میں اس کی مدد کی۔ نوکروں پر شک کرنا خارج از بحث تھا۔ کیونکہ ان کو میری ذات سے کوئی ہمدردی نہ تھی۔ پس یہ ایک فیصلہ شدہ بات تھی کہ اس کے شبہات براہ راست ماں بیٹی کی طرف جائیں گے۔ پہلے انہوں نے سوچا کہ ہم بھی اس مکان سے رخصت ہو جائیں۔ کیونکہ یہ معلوم کرنے کے بعد کہ مسٹر لینوور ٹیڈی ایسے بدمعاش سے مل کر ایک ایسے جرم سیاہ کا مرتکب ہو سکتا ہے۔ جیسے اغوا یا قتل بیگناہ۔ یہ کس طرح ممکن تھا۔ کہ ان میں سے ایک اُسے اپنا شوہر اور دوسری اپنا باپ تصور کر سکتی۔ لیکن بدقسمتی سے مسز لینوور دائم المریض تھی۔ اس کے لئے چار پائی سے ہٹنا محال تھا۔ پھر اس کے علاوہ یہ خیال بھی اس کے دل میں پیدا ہوا کہ ہم اگر اپنی موجودہ حالت میں اس جگہ سے رخصت ہو گئیں۔ تو پھر گذارہ کی صورت کیا ہوگی؟۔ دونو بے زر اور بے امداد تھیں اور یہ ایک خارج از بحث سوال ہے کہ اس طرح کا واقعہ پیش آنے کے بعد مسٹر لینوور ان کو گذارہ یا والیوٹ بر جوزف تعلیم

تھی خرچ دینا جاری رکھے گا۔ وہ اپنی نکروں میں بیٹھی تھیں کہ انہیں دو شخصوں کے سیڑھیوں
پر چڑھنے کی آواز سنائی دی اور فوراً خیال آیا کہ وہ مسٹر ہینڈورا اور نیڈی کے پیروں کی
آواز ہے۔ پھر اس کمرہ کا دروازہ جس میں میں پیشتر بند تھا بے آواز کھلا۔ اور دونو آدمی
اندر گئے۔ اس کے بعد جب انہوں نے کمرہ کو خالی اور مجھے غائب پایا۔ تو جو وحشت اور
غصہ اُن کے دلوں میں پیدا ہوا ہوگا۔ اُس کا صحیح اندازہ سہل ہے۔ خیر وہ اس کے چند منٹ
بعد پھر نیچے اترے۔ اور پاؤ گھنٹہ کے عرصہ میں اکٹھے باہر چلے گئے۔ رات کا باقی حصہ مسٹر
ہینڈورا نے گھر سے باہر ہی گذارا۔ مگر اس کا حال کسی ذریعے سے نہیں جانا جا سکتا کہ وہ
تنہا یا اپنے ساتھی کے ہمراہ مجھ کو تلاش کرتا پھرا یا اُن کا وقت مشورہ میں گذرا یا وہ کسی
اور کام میں مشغول رہے۔ مختصر یہ کہ وہ رات اُن خان بیبی نے بڑے قلق و اضطراب
میں بسر کی۔ آخر جب دن نکلا اور ناشتہ کا وقت ہوا۔ تو وہ آ پہنچا۔ مگر نہ اس نے واقعہ
پیش آمدہ کے بارہ میں کچھ کہا۔ نہ اس کی طرف اشارہ کیا۔ فی الحقیقت اس موقعہ پر
اس نے میرا ذکر بالکل ہی نہیں چھیڑا۔ تاہم ایبل کی طرف اس کا رویہ بالکل اس وحشی
حیوان سے ملتا تھا۔ جو غصہ سے بھرا ہوا مگر بے بس اور چپ ہو۔ آخر کئی دن کے بعد
وہ اپنی بی بی کے کمرہ میں گیا۔ کیونکہ وہ ان دنوں سخت بیمار تھی۔ اور اپنے ہی کمرہ میں رہتی
تھی۔ بہرحال جب اس کے بعد وہ صحت یاب ہو کر اپنے کمرہ سے نکلنے اور بیٹھک میں آنے
کے قابل ہو گئی۔ تب بھی وہ خاموش رہا۔ لیکن گو ظاہر چپ تھا تاہم دبے ہوئے غصہ کی
وجہ سے اُس کی حالت بارود کی اُس سرنگ سے ملتی تھی۔ جسے بھک سے اڑا دینے کے
لئے صرف ایک چنگاری درکار ہوتی ہے۔ شاید وہ اس لئے چپ تھا کہ اُس کو معلوم
تھا میری نسبت اس کے ارادوں کا حال کھل چکا ہے۔ اور بیبی رحم ... و حد قیاس تر
ہوتے ہوئے بھی وہ کوئی اس قسم کا لفظ کہتے ہوئے ڈرتا تھا جس کی بنا پر اس کی بی بی
اور بیٹی کو یہ کہنے کا موقعہ مل جاتا کہ تم قاتل ہو۔ اندرونے فعل نہ سہی، نیت اور ارادہ

کی رو سے ضرور قابل ہو۔ بہر حال صحیح وجہ کچھ ہی ہو۔ امر واقعہ یہ ہے کہ وہ کئی دن تک خاموش رہا۔ اور اس نے اس واقعہ کے بارہ میں ایک لفظ تک منہ سے نہیں نکالا۔

اسی طرح کئی دن گذر گئے اور اس گھر میں میرا ذکر علانیہ اشارتاً یا کنایتاً بالکل نہیں ہوا۔ لیکن انہی دنوں ایک اور نئی مصیبت مسز لینوور اور اینیل پر یہ نازل ہوئی کہ سوتھمپٹن کے جس سکول میں وایوٹ زیر تعلیم تھی۔ وہاں سے ایک چٹھی اس مضمون کی آگئی کہ وایولٹ عدم پتہ اور مفرور ہے۔ اور شک کیا جاتا ہے کہ دو جوان عورتیں جن سے ایک روز پیشتر اس کو گفتگو کرتے دیکھا گیا تھا۔ اس کو بھگا کر لے گئی ہیں۔ وہ عورتیں کون تھیں اس کا حال نہ اس خط میں درج تھا۔ اور نہ اس بارہ میں مدرسہ کی مہتمم عورت کو کسی طرح کے حالات معلوم تھے۔ البتہ یہ بات خط میں لکھی ہوئی تھی کہ ایک روز پیشتر وایولٹ کو ان عورتوں کے ساتھ گفتگو کرتے دیکھنے کے بعد سختی سے فہمائش کی گئی تھی اور سزا کے طور پر حکم دیا گیا تھا۔ کہ وہ اپنے ہی کمرہ میں رہے اور بلا اجازت باہر نہ نکلے اس واقعہ کے بعد وہ رات رات کے عرصہ میں کسی طرف کو غائب ہوگئی اور تلاش بسیار کے باوجود اس وقت تک اس کا کوئی سراغ نہیں ملا۔ اس اطلاع کو پاکر مسز لینوور اور اینیل کے دل کو جو صدمہ پہنچا اس کا حال تصور ہی میں بہتر جانا جا سکتا ہے۔ پھر جب اس کے بعد وہ خط مسٹر لینوور کو دکھایا گیا۔ تو اُس نے اپنا غصہ نکالنے کی اور کوئی راہ نہ دیکھ کر انہی پر برسنا شروع کر دیا۔ حالانکہ ان بیچاریوں کا اس واقعہ سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اور وہ خود اس کے باعث سخت پریشان تھیں۔ اس موقعہ مسٹر لینوور نے طیش میں آکر یہ بھی کہا کہ سارا قصور ماں کا ہے۔ ورنہ وایولٹ کو گھر سے باہر بھیجنے کی نوبت ہی نہ آتی۔ اس کو لازم تھا۔ کہ شروع میں ہی اس کی خود سری کو روکنے اور اس کے مزاج کو راہ راست پر لانے کی کوشش کرتی جس صورت میں نہ وہ مقابلہ پر آمادہ ہوتی۔ نہ گھر سے سوتھمپٹن بھیجنے کی ضرورت پیش آتی۔ بی بی کو لعنت ملامت کرنے کے بعد وہ اینیل کی طرف مڑا۔ اور اس

سے بھی اس بارے میں بات چیت کی کہ اس نے اپنی نرمی سے وایولٹ کا مزاج بگاڑا ہے بگڑیا خوفناک کیڑے نے جو کچھ پیش آیا تھا۔ اس کی ذمہ داری اپنے سر لی کہ ان دو ناکردہ گناہ عورتوں کے گلے باندھنے کی کوشش کی۔ اس وقت جوش میں بکتے ہوئے یہ بھی اس نے کہا کہ میرا ارادہ چھ مہینے کے بعد وایولٹ کو گھر واپس لے آنے کا تھا۔ کیونکہ میں چاہتا تھا کہ اب ان لڑکیوں کے جوان ہو جانے پر ان کے لئے موزوں بر تلاش کرتا۔ بعد ازاں وہ وایولٹ کی گمشدگی کا حال تحقیق کرنے اور اس کا سراغ لگانے کی غرض سے خود سوئٹزرلینڈ گیا اور تقریباً پندرہ روز غائب رہا۔ اس دوران میں اس نے ایک بھی خط اپنی بیوی یا اس کی ماں کے نام نہیں بھیجا جس سے وہ دونوں نہایت فکر و تشویش کی حالت میں رہیں۔ واپس آیا تو انہوں نے اس کے لہجہ اور طریق ادا سے معلوم کیا کہ اس کی تلاش بے سود ثابت ہوئی ہے۔ ایک مرتبہ پھر اس نے ان بے گناہوں کو برا بھلا کہنا شروع کیا۔ بہرحال جیسا سمجھا جا سکتا ہے۔ وایولٹ کی گمشدگی کا واقعہ اس کی ماں اور بہن دونوں کے لئے بہت جان فرسا تھا۔ وہ نہیں جانتی تھیں کہ وہ کہاں گئی ہے۔ کئی کئی طرح کے خیالات اور اندیشے ان کے دلوں میں پیدا ہوتے تھے۔ اور وہ اس طرح کی ذہنی اذیت میں مبتلا تھیں جس کا حال تحریر میں واضح نہیں کیا جا سکتا۔

لیکن یہاں پر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ داستان کا سلسلہ قائم رکھنے کے لئے کچھ حال وایولٹ کی گمشدگی کا واضح کیا جائے۔ یعنی وہ کن حالات میں فرار ہوئی۔ اور اس کے فرار نے آگے چل کر کیا صورت اختیار کی۔ بات دراصل یہ ہے۔ وہ جس مدرسہ میں تعلیم پاتی تھی وہاں لڑکیوں کے لئے بہت سخت ضبط و انتظام تھا۔ جو بعض حالتوں میں جور و تشدد کی صورت اختیار کر لیتا تھا۔ چونکہ وایولٹ ایسی خود سرا کہ کسی کی حکومت سہنا برداشت نہ کر سکتی تھی۔ اس لئے قدرتی طور پر اس جگہ رہتے ہوئے اس کی بے صبری اور بے تابی نے اور ترقی کی۔ اس کو نت نئی مشکلات کا سامنا ہونے لگا۔ اور چونکہ وہ جانتی تھی کہ اگر اس نے والدین کو خط لکھ کر واپسی کی خواہش کی۔ تو وہ ضرور انکار کر دیں گے۔ اس لئے

اس کو اور بھی زیادہ مصیبت کا سامنا ہوا۔ ورنہ تو وہ خود ہی اس قسم کی درخواست کرنا باعث ذلت سمجھتی تھی لیکن اگر وہ ایسا کرتی بھی۔ تو اس کی ماں چونکہ اس معاملہ میں بالکل بے بس تھی۔ اس لئے کسی نتیجہ کی بہت ہی کم امید ہو سکتی تھی۔ وایولٹ کی عادت تھی۔ بار اسکول کے قواعد کے برخلاف باغ کی سیر کرتی ہوئی گرد و نواح کے کھیتوں میں چلی جاتی۔ کئی بار اس کو ان حرکات کے لئے سزا بھی دی جاتی تھی۔ مگر اس کے جی کو آزادی کی لگن لگ گئی تھی سزا و سرزنش سے اس کا حوصلہ کم ہونے کی بجائے اور زیادہ بڑھتا تھا۔ اسی طرح پھرتے پھرتے ایک بار اس کو دو عورتیں ملیں۔ جو کسی ناٹک کمپنی میں نوکر تھیں۔ جو ان ایام میں سوتھمٹن ٹھہری ہوئی تھی۔ ان میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو دو نو عورتوں نے ناٹک کی زندگی کا عالم بڑے دلکش پیرایہ میں بیان کرنا شروع کیا۔ یعنی کس طرح عجیب و غریب نظارے دیکھنے میں آتے تھے کس طرح تماشائیوں کی داد و تحسین حاصل ہوتی تھی کس طرح جگہ جگہ پھرنے سے زندگی کا لطف دوبالا ہوتا تھا۔ یہ اور ایسی ہی کئی باتیں ان عورتوں نے مبالغہ آمیز پیرایہ میں اس سے بیان کیں۔ وایولٹ ہرچند ایک خود سر لڑکی تھی۔ تاہم دنیاوی تجربہ سے بالکل محروم تھی۔ اس کی ہمت بے شک بلند تھی اور طبیعت پر جوش مگر ان خطروں کا حال اسے بالکل معلوم نہ تھا۔ جو ایک ناتجربہ کار لڑکی کو دنیا میں پیش آسکتے ہیں۔ اس نے دونوں ایکٹرسوں کے بیان کردہ الفاظ کو حرف بہ حرف صحیح سمجھا اور اس طرح کی آزاد زندگی کی جو دلفریبیاں انہوں نے بیان کی تھیں۔ خود بھی ان کا لطف حاصل کرنے پر آمادہ ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی اس کے خیالات کی رو گھر کی طرف گئی۔ اسے اپنی ماں اور عزیز بہن یاد آئی اور ان کی کشش نے عارضی طور پر اسے اس فعل سے روک دیا جس پر وہ آمادہ تھی۔ پس اس موقعہ پر اس نے دونو ایکٹرسوں کو کوئی فیصلہ کن جواب نہ دیا۔ محض ان سے اس بات کا فیصلہ کر لیا۔ کہ میں کل دوبارہ تم سے ملوں گی۔

دوسرے دن وہ پھر خفیہ طور پر مدرسہ سے نکلی اور مقام مقررہ پر جہاں اس نے

عورتوں سے ملنے کا وعدہ کیا تھا۔ جا پہنچی۔ وہ پہلے سے اس جگہ موجود تھیں۔ اور
ٹ نے دیکھا کہ اس موقعہ پر ایک مرد بھی ان کے ساتھ تھا جس نے ایک عجیب طرح
رکیلا لباس پہنا ہوا تھا۔ دونوں عورتوں نے بیان کیا کہ وہ ناٹک کمپنی کا مینیجر
م ہوتا ہے۔ عورتوں نے کل کی ملاقات کی بنا پر دوایلٹ کے حسن و دلفریبی کی تعریف
ولی لفظوں میں اس سے کی تھی۔ اور وہ ان کے ہمراہ یہ دیکھنے کے لئے آیا تھا کہ ان کا
ن کس حد تک درست ہے اور کہاں تک مبالغہ آمیز۔ لیکن جب اس نے دوایلٹ کو
یا جب اس کی نگاہ اس کے نیچ نیدر پیکر آتشین اور دیدہ بے بنیاد کی طرف گئی۔
تو اس کو معلوم ہوا کہ وہ حسن و جمال کی خراماں تصویر ہے جس کا لہجہ رنگین۔ آرا نفری اور ہر ادا
ستانی سے پر ہے۔ تو وہ فوراً اس کا مداح اور دونوں قاصد عورتوں کا ہم خیال بن گیا
س نے معلوم کیا کہ ایک ایسی کافر جمال عورت کسی اور وجہ سے نہیں۔ تو اپنے رنگے
تی رنگ اور بانکی چتون کی کشش سے ناٹک کمپنی کے لئے سرمایہ عظیم ثابت ہوگی
دوسری جانب دوایلٹ نے بھی جو تھیٹر کی ظاہری و اندرونی بھیدوں کے پول سے نا واقف
تھی اس شخص کے بھڑکیلے لباس اور بے حقیقت سامان آرائش کی بنا پر یہ سمجھا
ر وہ صاحب حیثیت آدمی ہے۔ اور اس کے مصنوعی اخلاق۔ ناگفتنی تبسم اور مبالغہ آمیز
انداز تقریر کو اس کی تہذیب و شرافت پر محمول کیا۔ مدرسہ میں رہکر وہ فن رقص میں پختہ
دستگاہ حاصل کر چکی تھی۔ کیونکہ قاعدہ ہے۔ ذہن جس چیز کا آرزومند ہو۔ دماغ اس
پر بہت جلد قادر ہو جاتا ہے۔ جب مینیجر اور دونوں ایکٹرسوں کو اس کی مہارت کا حال
معلوم ہوا۔ تو وہ اور بھی زیادہ خوش ہوئے۔ اور ایک ایسی دلفریب شخصیت کو اپنی
کمپنی میں شامل کرنے پر بشوق آمادہ ہوگئے۔ مختصر یہ کہ دوایلٹ ان کے ساتھ جانے
کے لئے تیار ہوگئی۔ اور اس نے ان کی پیش کردہ تجویزیں منظور کرلیں۔ اس میں شک
نہیں۔ اس موقعہ پر بیٹی ماں اور بہن کی یاد اس کے سینہ میں کسک پیدا کرتی ہوگی

تازہ ہوئی۔ اور ان کی محبت نے اسے اس نئے دور زندگی سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ تاہم اس کے ساتھ ہی اس دوسری خوفناک اور قابل نفرت ہستی کی بدنما تصویر فوراً ہی آنکھوں کے سامنے پھر گئی۔ اور اس نے اتنا گہرا اثر اس کے دل پر کیا۔ کہ ہر طرح کے تامل کے باوجود وہ ہاں کہنے پر مجبور ہو گئی۔

اس کے دوسرے دن دو انگریز مسیں پھر ایک بار اس سے ملنے کے لئے آئیں۔ مگر اس موقعہ پر کمپنی کا مینیجر ان کے ساتھ نہ تھا۔ اب کی بار وہ اس سوال کا فیصلہ کرنا چاہتی تھیں۔ کہ فرار کے لئے کیا ترکیب سوچی جائے۔ تھوڑی دیر ان میں باتیں ہوتی رہیں جس کے بعد دونوں عورتیں بحث دیر کر کے رخصت ہوئیں۔ اس ملاقات کے بعد جب وایولٹ مدرسہ میں واپس گئی۔ تو اس جگہ کی منتظم عورت، اجنبی شخصوں سے میل جول رکھنے کی بنا پر سخت خفا ہوئی۔ اور سزا کے طور پر اسے اپنے ہی کمرہ میں ٹھہرنے کا حکم دیا لیکن وایولٹ کو اب ان ملامتوں کی بالکل پروا نہ تھی۔ نہ اسے اس سزا کا خوف تھا۔ جو اس کی خطاؤں کے لئے دی گئی تھی۔ کیونکہ اب وہ اپنے آپ کو منزل آزادی کے بالکل قریب پہنچا ہوا سمجھنے لگی تھی۔ فی الحقیقت اس سرزنش اور سزا نے رہا سہا تامل اس کے دل سے دور کر دیا۔ اور اگر کوئی کسر خواہش فرار کی تکمیل میں باقی تھی۔ تو وہ اس ذریعہ سے پوری ہو گئی۔ اس رات وہ نصف شب کے قریب تنہا مدرسہ سے باہر نکلی . . . وہ پندرہ سال کی ناتجربہ کار کمسن لڑکی جو اس وقت تک دنیا کے سرد و گرم سے ناواقف تھی۔ اور وہ دونوں عورتیں جو مقام مقررہ پر اس کی منتظر تھیں۔ اس کو دیکھتے ہی پاس آ گئیں۔ ایک چھوٹی سی بند گاڑی تھوڑے فاصلہ پر تیار کھڑی تھی۔ وایولٹ اور اس کی ساتھی عورتیں اس پر سوار ہو گئیں اور اس طرح پندرہ یا سولہ میل کا وہ فاصلہ طے ہوا جو سوکمیشن سے اس مقام کا تھا۔ جہاں ناٹک کمپنی اس روز مقیم تھی۔

یہاں سے وایولٹ کی تھیٹر کی زندگی کا آغاز ہوتا ہے مینیجر کے کہنے سے اس

نے اپنا پہلا نام یعنی وایولٹ برقرار رکھا۔ کیونکہ اسے یقین دلایا گیا۔ کہ یہ بہت پیارا نام ہے
البتہ اصلاح کے طور پر اپنا دوسرا نام بدلکر ہارپر رکھ لیا۔ وہ اس وقت تک سٹیج
پر نمودار نہ ہوئی جبکہ کہ ناٹک کمپنی سوتھمٹن سے قریبًا ایک سو میل کے فاصلہ پر پہنچ گئی
چنانچہ یہی وجہ تھی۔ کہ جب اس کا باپ مسٹر لینیرڈ اس کی تلاش میں سوتھمٹن گیا۔ تو
سعی بسیار کے باوجود اس کا پتہ نہ پا سکا۔ کمپنی کا منیجر شادی شدہ آدمی تھا۔ اور اسکی
بی بی عزت دار خاتون تھی۔ انہوں نے وایولٹ کو کمپنی کے باقی آدمیوں سے علیحدہ
اپنے پاس رکھنا شروع کیا۔ کیونکہ ان کا خیال تھا۔ کہ مناسب وقت گذرنے پر تربیت
حاصل کرنے کے بعد اس کی موجودگی کمپنی کے لئے فائدہ عظیم کا باعث ہوگی۔ پس وہ جہاں
تک ممکن تھا۔ اسے اپنے ہی پاس رکھنا اور اس طرح کے میل جول سے روکنا چاہتے تھے۔ جو
ممکن تھا۔ زمانہ آئیندہ میں اسے اس کمپنی سے علیحدہ کرکے کسی دوسری کمپنی کی شمولیت
پر آمادہ و تیار کرتا یا ممکن ہے اسے اپنے پاس رکھنے کی ایک وجہ یہ بھی ہو۔ کہ منیجر کی بی بی
ایک اس طرح کی ناتجربہ کار کمسن لڑکی کی جسے وہ بھگا کر مدرسے نکال لائے تھے۔ ذاتی
طور پر اخلاقی حفاظت کرنا چاہتی تھی۔ لیکن صحیح وجہ کچھ ہو۔ اس میں شک نہیں۔ ناٹک
کمپنی میں شریک ہونے کے بعد بھی وایولٹ کی بڑی سختی سے نگرانی اور حفاظت کی جاتی ۱۰
رہی۔ اور چونکہ وہ کمپنی سے علیحدہ منیجر اور اس کی بی بی کے پاس رہتی تھی۔ اس لئے نہ تو
اسے ان تکلیفوں کا احساس ہوا۔ جو ناٹک کی زندگی میں ہر نئے ایکٹر کو عمومًا پیش آیا کرتی
ہیں۔ اور نہ وہ فورًا ہی ان مخرب اخلاق اثرات سے متاثر ہوئی جو اس زندگی کا خاصہ ہیں۔

چونکہ اسے سٹیج پر کامیابی حاصل کرنے کا شوق تھا۔ اس لئے وہ دو ہی تین ہفتوں کی
تربیت کے بعد اپنا پارٹ ادا کرنے کے قابل ہوگئی۔ کم از کم اس عرصہ کے بعد وہ اس قابل ضرور
تھی۔ کہ دیہاتی سٹیج پر باقاعدہ طور پر نمودار ہو۔ اور واقعی جب وہ پہلی مرتبہ سٹیج
پر ظاہر ہوئی۔ تو اسے غیر معمولی کامیابی حاصل ہونی شروع ہوگئی۔ یعنی نہ صرف تماشائی

پبلک نے بھی داد تحسین دی۔ بلکہ اخبارات نے بھی اس کی تعریف میں بہت کچھ کہا۔ چنانچہ جلد ہی وہ اپنے حسن۔ بے نظیر خط و خال کی موزونی۔ قامت کی درازی۔ اعضا کی دلکش ساخت اور چال کی لچک اور دلفریبی کے باعث جو بڑی حد تک قدرت کے اپنے عطا کئے ہوئے اوصاف تھے۔ ایک سٹار ایکٹرس کا درجہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئی۔ اور اس کی دھوم چار دل طرف پھیلنے لگی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ منیجر کی آمدنی المضاعف ہوگئی۔ اور اس نے اپنی بڑھی ہوئی آمدنی کی وجہ سے اس کے لئے ہر طرح کی آسائشیں مہیا کرنی شروع کر دیں۔ گویا جو امیدیں مدرسہ سے فرار ہونے کے وقت نئی زندگی کے بارے میں وائیولٹ کو دلائی گئی تھیں وہ بڑی حد تک پوری ہوئیں۔

لیکن گو شروع میں منیجر اور اس کی بی بی کی بڑھی ہوئی حفاظت نے وائیولٹ مارٹیمر کو ہر طرح کی بری ترغیبوں سے محفوظ رکھنے میں مدد دی۔ تاہم رفتہ رفتہ جب وہ نئی زندگی کے اونچ نیچ سے بہتر واقف ہوگئی۔ تو یہ حفاظتی تدبیریں بھی کمزور ثابت ہونے لگیں۔ چنانچہ وقت آگیا۔ کہ وہ جب سٹیج سے رخصت ہوکر پردہ کے پیچھے جاتی۔ تو عاشق تن رسیا نوجوان اور عیش و عشرت کے دلدادے امیر اس سے ملتے اور تخریب اخلاق کی کوششیں کرتے۔ چونکہ ایسے ہی شخصوں کی سرپرستی سے منیجر کا کاروبار چلتا تھا۔ اس لئے وہ ان کی آمد و رفت روکنے کے ناقابل تھا۔ وائیولٹ نے بارہا ان لوگوں کو دوسری ایکٹرسوں سے میل جول کرتے دیکھا تھا۔ اس کے کانوں نے اس قسم کے الفاظ بھی سنے تھے۔ جو اس کے اپنے خیالات کی پاکیزگی کو زائل کرنے کا موجب ثابت ہوئے۔ نتیجہ یہ کہ اس کو ناٹک کی زندگی شروع کئے بہت عرصہ نہ گذرا تھا۔ کہ اپنی کم سنی کے باوجود اسے ایک بالغ عورت کا تجربہ حاصل ہوگیا۔ گو اس میں شک نہیں۔ کہ وہ ابتک داغ معصیت سے پاک تھی۔ بہرحال میں داستان کے اس رنجیدہ حصہ کو طول دینا نہیں چاہتا۔ مختصر یہ کہ اس طرح کے حالات میں یہ کمپنی نیویون شائر کے اس قصبہ میں پہنچی۔

جہاں مجھکو پاؤل وایولٹ کو سٹیج پر دیکھنا اور غلط فہمی سے اس کو انیبل تصور ک
تھا۔ جنوری ۱۸۳۷ء کے آخری ایام تھے کہ مدرسہ کے فرار سے تین مہینے بعد
وایولٹ اس قصبہ میں ایک ایکٹرس کی حیثیت میں سٹیج پر نمودار ہوئی۔ بعد از
اس موقعہ پر جب میں کمپنی کا کھیل دیکھنے گیا۔ تو جو واقعات پیش آئے تھے
ان کی تفصیل پہلے ہی درج ہو چکی ہے۔ اس لئے اس کے اعادہ
کی حاجت نہیں۔ تاہم بعض تصریحات ضروری ہیں۔ ناظرین کو یاد ہوگا کہ کس طرح وا
کو کھیل کے سین میں پریوں کی سردار بنکر رقص کرتے دیکھنے کے بعد میں جب پردہ
پیچھے گیا۔ تو میں نے اس کو سر ہکم ڈیونیم کی عاشقانہ گفتگو سنتے ہوئے دیکھا تھا۔ در اصل
یہ دوسرا موقعہ تھا کہ وہ اس سے ملنے وہاں آیا۔ اس سے پہلی رات کو ان کا ایک دوست
سے تعارف ہو چکا تھا۔ اور اس نے چھپے ہوئے لفظوں میں بعض باتیں اس سے کہی تھیں
لیکن اس دوسرے موقعہ پر اس کا رویہ زیادہ دلیرانہ ہو گیا۔ اس نے اپنی بے شمار دولت
ذکر کیا اور یہ بھی بیان کیا کہ اگر تم میرا کہا مانو گی۔ تو میں دنیا بھر کی نعمتیں تمہارے لئے
فراہم کر دوں گا۔ دوران گفتگو میں اس نے رسم شادی کی تحقیر کی اور کہا یہ ایک نہایت فضو
رشتہ ہے جس کی پابندی انسان کے لئے سوائے تکلیف کے کوئی فائدہ نہیں رکھتی۔ آ
تعلق کی حالت میں محبت دیرپا اور دائمی ہوتی ہے۔ لیکن نکاح کی پابندیاں مرد کے جوش کو
سرد کر دیتی ہیں۔ اور یہ رشتہ اس آہنی زنجیر کی طرح ثابت ہوتا ہے جس کا بوجھ عشق کے
نزاکت کو تلف کرنے میں سم قاتل کا اثر رکھتا ہے۔ وایولٹ چپ چاپ اس کی باتیں سنتی ر
اس کی گفتگو نے اس کی آنکھوں میں چکا چوند پیدا کر دی تھی۔ تاہم اس نے فوراً ہی کوئی فیص
کن جواب نہ دیا۔ اس نے اسے ٹالنے کی کوشش کی جس کے بعد وہ رخصت ہو گیا۔ چنا
یہی وہ موقعہ تھا جب میں اسکو انیبل سمجھکر اس سے ملنے کے لئے آگے بڑھا میں نے اس
انیبل ہی کے نام سے مخاطب کیا۔ اور وہ اس لفظ کو سنکر چہرے زرد سے چونکی

آنسوؤں کے قطرے بے اختیار اس کی آنکھوں سے نکل آئے۔ اور وہ تیز دوڑتی ایک طرف کو چلی گئی۔ اس کی وجہ گو میں نے کچھ اور سمجھی۔ تاہم واقعہ میں یہ تھی۔ کہ اپنی اس بہن کا نام سنکر جس سے وہ ہمیشہ کے لئے جدا ہو چکی تھی۔ وہ مارے درد کے بیتاب ہو گئی اور صدہا خفتہ جذبات اس کے سینہ میں بیدار ہو گئے۔ ماں اور بہن کی وہ صورتیں جن کو وہ لوح دل سے محو کرنے کی کوشش کرتی رہی تھی۔ آنکھوں کے سامنے پھر گئیں۔ رنج و یاس اور شرم و ندامت کا احساس تازہ ہوا اور سینہ میں یہ تیز خواہش پیدا ہوئی کہ پھر ایک بار اپنی پیاری ماں اور عزیز بہن کو دیکھوں۔ مجھ سے رخصت ہوکر وہ تیز چلتی تبدیل لباس کے کمرہ میں چلی گئی۔ اور جب اس کے بعد منیجر کی تحریک پر میں نے ایک اور ایکٹرس کی معرفت اپنا نام کہلا کر بھیجا۔ اور اس سے دوبارہ ملنے کی درخواست کی تو گو مجبر کے ساتھ اس کے جی میں یہ خواہش پیدا ہو گئی۔ کہ وہ میری درخواست منظور کرکے مجھ سے ملے اور پوچھے کہ میں اس کی عزیز بہن سے جس کے نام سے میں نے اس کو مخاطب کیا تھا۔ کیونکر واقف ہوا؟ کیونکہ وہ اس بات کو اچھی طرح سمجھ گئی تھی۔ کہ میرے اس کو امیل کے نام سے مخاطب کرنے کی اصلی وجہ یہی ہے۔ کہ میں نے غلط فہمی سے اس کو اس کی بہن سمجھا تھا لیکن مجھ سے ملنے کی یہ خواہش جو ایک لحظہ کے وقفہ قلیل کے لئے اس کے دل میں پیدا ہوئی تھی۔ فوراً ہی دب گئی۔ اس نے سوچا کہ قسمت کا پانسہ پلٹا جا چکا۔ اور میرے لئے اس دور زندگی سے جو اب شروع ہو چکا ہے۔ تیسے ما کسی طرح ممکن نہیں ہو سکتا ہے۔ کہ وہ نظر فریب وعدے جو بیرونٹ نے بصال میں اس سے کئے تھے۔ اس شخص کی طرح اس کے نیک ارادوں کو باطل کرنے کا ذریعہ ثابت ہوئے ہوں۔ لیکن صحیح حالت کچھ بھی ہو۔ اس میں شک نہیں کہ اس نے اپنے جی میں اس بات کا مصمم ارادہ کر لیا کہ میں اس شخص سے نہ ملوں گی۔ جو عہد ماضی کی گفتگو کرکے اس زمانہ کی تلخ یاد تازہ کرے گا۔ یعنی اس عہد ماضی کی جس کا خیال بھی وہ اپنے دل میں نہ لانا چاہتی تھی۔ اور جس سے نظر ہٹا کر وہ مستقبل

کو دیکھنا ہی کافی سمجھتی تھی۔ یہی باعث تھا کہ اس نے اس ایکٹرس کی معرفت انکاری پیغام
بھیجا اور کہلا دیا کہ میں جوزف ولمٹ نام کے کسی آدمی سے واقف نہیں ہوں۔
سچ پوچھئے تو امر واقعہ تھا۔

اس کے چند دن بعد وہ سر ملکم دیونیم کے ساتھ فرار ہو گئی۔ اور کمپنی کا مینجر اور
اس کے آدمی حیران و ششدر رہ گئے۔ بیرونٹ اس کو دیونیم پارک کی کوٹھی میں لے
گیا جس کا فاصلہ موضع چارلٹن سے بہت زیادہ نہ تھا۔ اور وہاں سے جا کر اس نے اپنا
وہ وعدہ جو اس نے اس کے لئے ہر طرح کا سامان عشرت جمع کرنے اسے مالک بنا
جانے اس کی چھوٹی سے چھوٹی خواہشات پوری کرنے اور اسے بیش قیمت ملبوسات
جواہرات سے آراستہ کرنے کے بارہ میں کیا تھا۔ حرف بحرف پورا کیا۔ اس نے اسے
زین سواری کی تربیت دی اور خصوصیت سے اس کے استعمال کے لئے قیمتی گھوڑے
خریدے۔ مگر ان سب باتوں کے باوجود وائیولٹ ناخوش تھی۔ فی الحقیقت جو خوشی اس
ذریعہ سے اس کو حاصل ہوئی۔ وہ ایک اس طرح کا خلاف فطرت جوش تھا۔ جو بعض
اوقات میں اس کے اندر پیدا ہو جاتا تھا۔ مگر جس کے فوراً بعد سرا جانے اثرات ظاہر ہونے
لگتے تھے۔ بارہا اس کے خیالات اپنی ماں اور بہن کی طرف جاتے۔ دنیاوی حالات سے
واقف ہونے کی وجہ سے اسے اپنی عظیم غلطیوں کا احساس ہونے لگتا۔ اور وہ سوچتی اس
کیوں میں سب سے پہلے گھر سے اور اس کے بعد مدرسہ سے رخصت ہوئی۔ اور بلا
سے آخر کار اپنے آپ کو سر ملکم کے حوالہ کیا؟ بارہا وہ اپنی ماں یا ازیبل کے نام خط لکھنا
چاہتی۔ مگر جرأت نہ کر سکتی۔ حیران تھی کہ ان کو کیا لکھے۔ کیا اپنی ذلت کا حال؟ یا ان
باطل خوشی کی کیفیتیں جو اس نے اتنی مہنگی حاصل کی تھیں؟ یا اپنی اخلاقی بربادی کا قصہ
واقعہ جو ان کے لئے جگر پاش ثابت ہو گا نہیں اس سے یہی بہتر تھا کہ وہ ان کے حالات سے
سے لاعلم رہیں۔ ان کی فکر و تشویش اس درجہ پاش۔ جان فرسا یقین سے ہر حال

بہتر تھی۔ جو اس قسم کی تحریر کے ذریعہ ان کو حاصل ہوتا مان کا اس کو مردہ تصور کرنا اس اطلاع سے ہزار درجہ بہتر تھا۔ کہ وہ زندہ مگر پرمعصیت ہے لیکن سچ پوچھئے تو وائیلٹ کے ناخوش اور ناشاد رہنے کی وجہ محض اپنی عزیز ماں اور عزیز تر بہن کی یاد ہی نہ تھا بسر ملکم کے پاس جانے کے چند ہی ہفتہ بعد اس کے دل میں یہ احساس اس کے لئے باعث تکلیف ہونا شروع ہوا۔ کہ جو کچھ اس نے کیا وہ نامناسب اور نازیبا تھا اور اس کے بعد یہ دریافت کہ سر ملکم اس سے باوفا نہیں ہے کئی ایسے واقعات اس کو معلوم ہوئے جن سے پایا جاتا تھا کہ بیرونٹ کی عیش پسند طبیعت اس کو جابجا اڑائے لئے پھرتی ہے اور گو وہ اب بھی وائیلٹ کو آرام و آسائش کے ساتھ رکھتا اس کی چھوٹی سے چھوٹی ضرورتیں پوری کرتا۔ اور اس کے لئے سامان عشرت مہیا کرنے سے دریغ نہ کرتا تھا۔ تاہم اس کے لئے اس ہیبت ناک حقیقت کو نظر انداز کرنا غیر ممکن تھا۔ کہ وہ تنہا اس کی محبت پر قانع نہیں وہ ایک مرد عیاش اور ہر دلگی دچسپ تھا جس کے تلون کی کوئی انتہا نہ تھی جتی کہ رفتہ رفتہ اس کی زندگی میں بھی وہ وقت آنے لگا۔ جب کوئی مرد کسی خوبصورت داشتہ کو اس کی محبت کی خاطر نہیں بلکہ محض اپنے حلقہ احباب میں اس کے حسن کی نمائش کرنے کے لئے اپنے پاس رکھتا ہے جیسا کہ کہا جا سکتا ہے۔ وائیلٹ ایسی نرم طبیعت کی عورت نہ تھی کہ وہ بیرونٹ کی بیوفائیوں کو آسانی سے نظر انداز کر دیتی۔ اس نے بڑی سختی سے اس کو لعنت ملامت کی جس کے جواب میں سر ملکم نے بیان کیا کہ جو الزامات تم مجھ پر لگاتی ہو غلط ہیں۔ اور تم سب کچھ محض اپنے بے جا حسد اور جوش رقابت کی وجہ سے کہتی ہو۔ مجبوراً وائیلٹ کو چپ ہو جانا پڑا۔ تاہم اپنے دل میں اس نے اس بات کا عہد کر لیا کہ اب میں اس کی نقل و حرکت کی نگرانی کر کے طرح کا ناقابل تردید ثبوت مہیا کر دوں گی کہ اس کو جواب دیتے بن نہ آئے گی۔

داستان اب ۲۳ جون ۱۸۳۶ء کی قابل یادگار منزل پر پہنچتی ہے۔ جب وائیلٹ کو سر ملکم پاس رہتے پانچ مہینے گذر چکے تھے۔ ناظرین کو یاد ہوگا۔ کہ اس روز میں جب بدنصیب کیپٹن اوسبی ڈیلر کے بارہ میں دریافت حال کرنے موضع چارلٹن میں گیا تو سر ملکم دیونیہم

ور وایولٹ کو گھوڑوں پر سوار ایک صاحب کے ہمراہ پاس سے گذرتے دیکھا تھا۔ چونکہ میں اس وقت تک اس غلط فہمی میں مبتلا تھا کہ وہ ازبیل ہے۔ اس لئے میں نے یہی نام لے کر اس کو آواز دی اور گو اس وقت میرا خیال تھا کہ اس نے میری آواز نہیں سنی۔ تاہم اب ازبیل کے چھوڑے ہوئے لفافہ سے معلوم ہوا کہ واقعہ میں وایولٹ نے میری آواز سن لی تھی بلکہ اس سے بھی زیادہ یہ بات اس نے معلوم کر لی تھی۔ کہ میں وہی نوجوان ہوں جو تھیٹر میں اس سے ملا تھا لیکن وہ یہ ظاہر کئے بغیر کہ اس نے مجھے دیکھا یا میری آواز سنی ہے پاس سے گذر گئی۔ اپنی طبیعت پر جبر کر کے سر ملکم کے ساتھ بدستور ہنس ہنس کر باتیں بھی کرتی رہی۔ گو اپنی بہن کا نام سنکر پھر ایک بار اس کے سینہ میں ندامت اور پشیمانی کا احساس تازہ ہو گیا اور اس کے دل میں درد کی تیز ٹیسیں اٹھنے لگی تھیں۔

ویونیم پارک میں پہنچکر اس نے ایک چٹھی کے ذریعہ سے جو سر ملکم کے سہو سے اتفاقاً پڑی ہوئی رہ گئی تھی۔ نیز اس پیغام کو سنکر جو اس نے ایک وفادار خادم کے ذریعہ بھیجا تھا معلوم کیا کہ اسے یعنی سر ملکم کو اس رات موضع چارلٹن میں کسی نئے شکار سے ملنا ہے اس سے وایولٹ کے جی کو جو رنج ہوا اور جو صدمہ اس کی محبت کو پہنچا اس کا حال بآسانی جا سکتا ہے۔ تاہم اس نے ایک لفظ تک اس بارہ میں منہ سے نہ کہا۔ اور نہ اپنی کسی حرکت سے یہ بات ظاہر ہونے دی کہ وہ اس بارہ میں ذی علم ہے یا کوئی ترکیب اختیار کرنا چاہتی ہے بہرحال اس نے سر ملکم کی نقل و حرکت کی نگرانی کا مصمم ارادہ کر لیا۔ اور اپنے جی میں یہ فیصلہ کیا کہ سر بے نقاب کرنے اور ایک معمولی دیہاتی لڑکی کے عشق میں سرگرداں پھرنے کے واقعہ پر ملا، کرنے کا یہ بہترین موقعہ ہے۔ وایولٹ سے اس نے یہ بہانہ کیا تھا کہ میں ایک دوست کے ہاں کھانا کھانے جاتا ہوں اور خیال ہے کہ رات کو اسی کے ہاں ٹھہر دوں گا۔ وایولٹ نے بھی تاڑ لی اور بیرونٹ اس بات سے لاعلم کہ وہ اندرونی حالات سے واقف ہے رخصت ہو گیا۔ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ نمائش کی خاطر وہ اس دوست کے ہاں ضرور جائے گا

ممکن ہے کھانا بھی وہیں کھائے جس کے بعد غالباً رات کے دس بجے وہ اس کے مکان سے اس مقصد مہم پر روانہ ہوگا جس کی خاطر یہ ساری حیلہ سازیاں کی گئی تھیں۔ اس نتیجہ پر پہنچنے کے بعد وہ خود بھی دس بجے کے قریب دیونیم پارک سے رخصت ہوئی۔ خوشنما نکھری ہوئی رات تھی اور آسمان پر لاتعداد تارے چمک رہے تھے۔ یہ وسط گرما کی وہی نہ بھولنے والی رات تھی جب میں چارلٹن کے گرجا میں گیا تھا چونکہ موسم خوشگوار تھا۔ اس لئے وایولٹ نے وہی گرمائی لباس پہنے رکھا جو اس نے زین سواری کے بعد زیب بر کیا تھا۔ بلکہ جو شال اس نے اوڑھا وہ بھی ہلکے رنگ کا تھا۔ مخفی نہ رہے کہ یہ سارے حالات مجھے وایولٹ کی اس تحریر سے معلوم ہوئے جو انسپل کے چھوڑے ہوئے لفافہ میں بند تھی۔ اور سچ پوچھئے۔ تو اسی سے وہ باقی حالات بھی ملے گئے ہیں جن کی بنا پر میں اس داستان کو اس کی مکمل صورت میں پیش کرنے کے قابل ہوا ہوں۔

رات کے قریباً بارہ بجے تھے۔ کہ وہ موضع چارلٹن میں پہنچی اور چونکہ دیونیم پارک سے اس جگہ کا فاصلہ بہت زیادہ نہ تھا۔ اس لئے وہ سہولت سے سیر کرتی اس جگہ جا پہنچی۔ وہاں پہنچکر اس نے اس مکان کی نگرانی شروع کی جس میں اسے سیسل کے داخل ہونے کی امید تھی۔ لیکن وقت گذرتا گیا اور وہ نہ آیا۔ واقعہ در اصل یہ تھا کہ وہ جس دوست کے ہاں کھانا کھانے گیا۔ وہاں احباب کے تقاضوں سے اس نے بوتل کا استعمال اس کثرت سے جاری رکھا کہ اسے نیند آگئی اور جس دوسرے مقام پر اسے جانا تھا۔ اس کا خیال ہی دل سے اتر گیا اس طرح جب آدھی رات گذرگئی اور وہ نہ آیا۔ تو وایولٹ کو مجبوراً واپسی کا ارادہ کرنا پڑا۔ اس کو معلوم تھا کہ ایک سہل رستہ قبرستان سے ہوکر جاتا ہے اور چونکہ طبعاً دلیر عورت تھی۔ اس لئے کسی طرح کے اندیشے اس کے دل میں بالکل نہ تھے۔ اس لئے وہ اسی راہ سے ہولی لیکن اس دنیا میں کون ایسا گنہگار انسان ہے جو قبرستان میں جائے اور اس کا دل اس مقام کی ہیبت ناک خاموشی سے متاثر نہ ہو۔ قدرتی طور پر وایولٹ کے اپنے دل میں بھی اس جگہ

قدم رکھتے ہی کئی طرح کے خیالات پیدا ہونے شروع ہوئے۔ اسمٰعیل کا نام جو تھوڑی دیر
پیشتر اس نے میری زبانی سنا تھا پھر ایک بار یاد آیا اور یہ سوچ کر کہ وہ کتنی پاک اور
میں کس قدر گناہ آلودہ ہوں۔ اس کو بے اختیار پشیمانی کا احساس ہونے لگا۔ اس کے خیالات
اپنی ماں کی طرف بھی گئے۔ پھر جب اس نے بکھری ہوئی قبروں اور ان کے لوح مزار کو دیکھا تو
ناقابل بیان جذبات اس کے سینہ میں پیدا ہونے لگے اور اس کو خیال آیا کہ میرے یہاں سے
فرار ہونے کے بعد یہ اندیشہ کہ میں اب کس حالت میں ہوں یا یہ دریافت کہ میں کس نوبت پر
پہنچ چکی ہوں۔ یقیناً میری ماں اور بہن کو دل شکستہ کر چکی ہوگی۔ کیا معلوم وہ اس غم میں گھل گھل کر
کس حالت کو پہنچ چکی ہوں۔ اس خیال کے آتے ہی وہ بے اختیار رونے لگی اور وہیں ایک
پتھر پر بیٹھ گئی۔ اس وقت اس کی روح سخت تکلیف میں تھی۔ اپنا گذرا ہوا زمانہ یاد کر کے اس کے
سینہ میں درد کی تیز لہریں اٹھتی تھیں اور اگر کسی طرح اس زمانہ کی واپسی ممکن ہوتی۔ تو یقیناً
وہ اس کے لئے دنیا کی ساری دولت دے دینے کے لئے تیار ہو جاتی۔ پھر جب یہ خیال
اس کے دل میں پیدا ہوا کہ میں نے اپنے آپ کو اس مرد بیوفا کے لئے تباہ کرنا منظور کیا جس
نے میری محبت اور ایثار کی ذرا بھی قدر نہ کی اور جس نے اس کے معاوضہ میں انتہائی ناشکرے
پن کا ثبوت دیا۔ تو اس کے سینہ کی جلن اور بھی تیز ہو گئی۔ بیٹھے بیٹھے اس کو دعا کی خواہش ہوئی
اور اس زور سے ہوئی کہ پہلے عرصہ دراز سے نہ ہوئی تھی۔ وہ اسی حالت میں تھی کہ اس نے دو
شخصوں کو قبرستان کی طرف آتے دیکھا جن کے ہاتھوں میں تعمیر کے آلات تھے۔ وہ اسے آدھی
رات کے وقت قبرستان میں بیٹھا دیکھ کر ڈر گئے۔ کیونکہ اس کا مہین سپید لباس اسے
انسان سے زیادہ روح کا ہمشکل بناتا تھا۔ مگر اس نے ان کو ڈر کر دیکھ کر آواز دی۔ اور
نے آواز سے پہچانا کہ یہ وہ نوجوان خاتون ہے۔ جو یونیہم پارک والے مکان پر رہتی تھی۔
میڈالن ان شخصوں کی گفتگو سے معلوم ہوا کہ ایک ان میں سے لوکن اور دوسرا معمار تھا
اور وہ اس وقت گرجا کے تہ خانوں میں سے ایک کو کھولنے کے لئے آئے تھے۔ جس میں

دوسرے دن اسی خاندان کے ایک شخص کا تابوت رکھا جانا تھا جس کے لئے وہ تدفین مخصوص تھی۔ معلوم ہوا کہ جنازہ ایک روز بعد اٹھنا تھا لیکن کسی مصلحت سے گھر والوں نے اسے ایک دن پہلے دفن کر دینا ضروری سمجھا اور اس تبدیلی کی اطلاع گورکن کو رات کے وقت دی گئی اتفاق سے وہ جب اس معمار کو تلاش کرنے گیا جو اس طرح کے موقعوں پر اس کو مدد دیا کرتا تھا تو وہ فوراً ہی اس کو نہ ملا یہی وجہ تھی کہ جب یہ لوگ گرجا میں پہنچے تو آدھی رات اصل تھا۔ یہ بیان کرنا لاحاصل ہے کہ یہ سب باتیں وایولٹ کو باتونی گورکن کی زبانی معلوم ہوئی تھیں۔ جیسا کہ ناظرین سمجھ سکتے ہیں۔ یہ واقعہ ٹھیک اس وقت گرجا کے دوسری جانب پیش آرہا تھا جب میں وسط گرما کی رات کے وہم کی آزمائش کے لئے اس کے دوسری جانب ٹھہرا تھا۔

وایولٹ عجیب و غریب طبیعت کی لڑکی تھی اور اس کے خیالات مختلف اوقات میں مختلف انتہاؤں تک پہنچا کرتے تھے۔ بعض اوقات ہفتوں یا مہینوں اسے دعا کی خواہش نہ ہوتی تھی لیکن جب اس طرح کے موقعہ پر جیسا کہ اب درپیش تھا۔ ایسی خواہش ہوتی تو وہ اسے بجا نہ کر سکتی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ دعا کرنے سے ہی میرے دکھی دل کو تسکین حاصل ہوگی اس طریقے پر میں اپنی ان غلطیوں پر جو ماں اور بہن کی صحبت سے جدا ہونے کے بعد مجھ سے ہوئی ہیں۔ کافی طور پر اظہار ندامت کر سکوں گی۔ اس کی ماں نے ہمیشہ اسے مذہب اور نیکی کی تعلیم دی تھی اور گو اس تربیت کے نیک اثرات عارضی طور پر اس کی نئی زندگی کے ہنگاموں میں دب گئے تھے۔ تاہم اب ان کے پھر ایکبار تازہ ہونے پر وہ خیال کرنے لگی اس ذریعہ سے دوبارہ اپنی ماں کی نیک تلقین پر عمل کر سکوں گی پس اس نے گورکن کے ساتھ گرجا میں جانے کی خواہش ظاہر کی اور چونکہ اس کے ساتھ ہی اس نے تھوڑی سی نقدی اس کے ہاتھ پر رکھدی تھی۔ اس لئے اگر کوئی کلمہ اعتراض گورکن کے منہ سے نکلنا چاہتا بھی تھا تو نہ نکلا۔ غالباً اس نے اسے اس خاتون کا وہم سمجھا کہ وہ آدھی رات

کے وقت ویران گرجا میں دعا کرنا چاہتی ہے۔ لیکن صحیح وجہ کچھ بھی ہو اس کی طرف سے بہرحال کسی طرح کا اعتراض وارڈنہیں کیا گیا چنانچہ اس نے گرجا کا دروازہ کھول دیا اور وایولٹ اس کے اندر داخل ہوئی۔ ہر چند ڈیونیم پارک کی عمارت اس گرجا سے بہت زیادہ فاصلہ پر نہ تھی۔ تاہم اس کے لئے یہ پہلا موقعہ تھا کہ وہ اس جگہ آئی۔ راستے میں چاند نکل آیا تھا اور اس کی روشنی کھڑکیوں سے داخل ہو کر گرجا کے اندرونی حصوں کو پوری طرح نمایاں کر رہی تھی چنانچہ جب گورکن اور اس کا ساتھی گرجا کے ایک پہلو میں گئے تو وایولٹ دوسری طرف کو روانہ ہوئی لیکن وسطی حصہ میں پہنچکر اس نے معلوم کیا کہ کوئی آدمی کھڑکی سے منہ لگائے اندر کی طرف دیکھتا ہے۔ یہ معلوم کرنے کے لئے کہ وہ کون ہے اور کیوں اس جگہ کھڑا ہے وہ کھڑکی کی طرف بڑھی اور یہی وہ موقعہ تھا جب ٹھیک آدھی رات کو میں نے اسے بلکے سپید لباس میں اپنی طرف آتے دیکھکر اسے انیبل کی ہیولانی صورت سمجھا تھا۔ وایولٹ کا اپنا خیال یہ تھا کہ اس کے کھڑکی کی طرف آنے پر شخص مذکور نے دہشت کی چیخ ماری اور بھاگ گیا۔ حالانکہ واقعہ میں میں اس کو دیکھنے کے بعد چیخ مار کر وہیں فرش زمین پر گر پڑا اور بیہوش ہو گیا تھا۔ خیر اس نے اس واقعہ کو سرسری سمجھکر نظرانداز کر دیا اور تھوڑا عرصہ گرجا میں ٹھہرنے اور دعا کرنے کے بعد ڈیونیم پارک کو واپس چلی گئی۔ اس کے دوسرے دن اس نے سر ملکم سے صاف صاف کہہ دیا کہ میں تمہارے پیچھے گاؤں گئی تھی (اور یہ اس نے اس لئے کہا کہ ایسا نہ ہو گاؤں والوں کی زبانی اسے اس واقعہ کا حال براہ راست معلوم ہو جائے اور وہ اس کو کچھ اور مطلب سمجھے) بہرحال اس نے اپنے وہاں جانے اور اس کی نگرانی کا حال اس سے بیان کر دیا اور یہی وہ موقعہ تھا جب سیرونٹ نے زیادہ شراب پی کر مدہوش ہونے اور وہ رات اپنے دوست کے مکان پر بسر کرنے کا واقعہ اس سے بیان کیا۔

داستان کا منظر پھر ایکبار لندن میں تبدیل ہوتا ہے۔ کئی مہینے اس واقعہ کو گذر چکے تھے اور اس دوران میں نہ وایولٹ کے رشتہ داروں کو اس کے سوتھین کے مدراسہ سے

غائب ہونے کا حال معلوم ہوا اور سعی بسیار کے باوجود وہ اس کا کوئی پتہ سراغ پا سکے۔ یہ بیان کرنا فاضل ہے کہ وائیولٹ کے عدم پتہ ہونے کے بعد مسز لینیورواد اینبل کو سخت تشویش لاحق تھی یہاں تک کہ کئی بار ان کو خیال آتا کہ شاید وہ اب زندہ بھی ہے یا نہیں ہے کیونکہ کبھی کوئی خط ان کو وائیولٹ کی طرف سے موصول نہ ہوا تھا اور نہ مسٹر لینیورڈ کو اپنی تحقیقات میں کسی طرح کی کامیابی حاصل ہوئی تھی ستمبر ۱۸۴۲ء کے ایام تھے کہ مسٹر لینیورڈ نے ایک روز اینبل سے سفر کی تیاری کے لئے کہا اور یہ بھی اس سے کہہ دیا کہ میں کل ہی رخصت ہونا چاہتا ہوں اور تمہیں میرے ہمراہ چلنا ہوگا۔ یہ اطلاع اس طریقہ پر دفعتاً بغیر کسی تفصیل کے دی گئی کہ اینبل اور اس کی ماں کو نہ صرف حیرت بلکہ دہشت بھی ہوئی۔ مسٹر لینیورڈ نے جیسا اس کی عادت تھی اس اطلاع کے بعد گھر میں ٹھہرنا غیر ضروری سمجھا اور ٹوپی اوڑھ کر کسی طرف کو چلا گیا۔ اینبل کی ماں ان دنوں سخت بیمار تھی۔ فی الحقیقت اس زمانہ کے بعد جب وہ بھاری صدمے اس کو پہنچے تھے ایک یہ معلوم کرنے کا کہ اس کا شوہر جرم قتل کا ارادہ کر رہا ہے اور دوسرا وائیولٹ کی گمشدگی کا اس کی حالت روز بروز بد سے بدتر ہوتی جا رہی تھی۔ پس اپنی شدید بیماری کی وجہ سے اگر اس سے سفر کرنے کے لئے کہا بھی جاتا۔ تو وہ یقیناً سفر نہ کر سکتی مگر اس سے کہا ہی نہیں گیا۔ تنہا اینبل کو ہی ہمراہ چلنے کے لئے کہا گیا۔ قدرتی طور پر ماں بیٹی یہ سوچ کر سخت پریشان ہو رہی تھیں کہ اس عجیب وغریب سفر کا کیا مقصد ہے؟ مگر وہ کسی نتیجہ پر نہ پہنچ سکیں۔ اور یہ بات تو ہر حال میں ناممکن تھی کہ اینبل اپنے باپ سے کہتی کہ چونکہ میری ماں سخت بیمار ہے اور میرا اس کی تیمارداری کے لئے پاس رہنا ضروری ہے۔ آپ نے فی الحال مجھے اپنے ساتھ نہ لے جائیں۔ نتیجہ یہ کہ طوعاً وکرہاً اسے ہمراہ چلنے پر آمادہ ہونا پڑا۔ چنانچہ اس سے کے اسی پہنچکر جہاں سے سفری گاڑی روانہ ہوتی تھی۔ مسٹر لینیورڈ نے آکسیٹر کے دو ٹکٹ خریدے اور باپ بیٹی اس گاڑی پر سوار ہو گئے۔ جو آکسیٹر جاتی تھی سارا رستہ مسٹر لینیورڈ نے اس سفر کے بارہ میں کوئی ذکر اینبل سے نہیں کیا۔ اور وہ اس طرح پر وہ

بالکل معلوم نہ کر سکی کہ اس عجیب و غریب سفر کا مدعا کیا ہے۔ مانچسٹر پہنچ کر دونوں ایک درجہ دوم کے ہوٹل میں ٹھہرے۔ مسٹر لینوور نے اینبل کو اپنا بہترین لباس پہننے کا حکم دیا اور اس کے بعد کہا کہ تم میرے ساتھ چلو میں تمہارا ایک دوست گھرانے سے تعارف کرانا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد دونوں چل دیئے اور بازار میں پہنچ کر ایک بساطی کی دکان کے سامنے ٹھہرے۔ جو کافی خوش نما اور آراستہ تھی۔ اور جس کے دروازہ پر موٹے سنہری حرفوں میں مالک دوکان کا نام ڈانبر درج تھا۔ مسٹر لینوور نے اینبل کو تھوڑی دیر کے لئے دروازہ کے باہر ٹھہرنے کا حکم دیا اور خود اس کے اندر چلا گیا۔

اس موقعہ پر جب اینبل اپنے باپ کی واپسی کا انتظار کر رہی تھی۔ اتفاقاً میری اس سے وہ ملاقات ہوئی جس کا حال اس سے بہت پہلے قلمبند ہو چکا ہے۔ وہ مجھ سے مل کر بہت خوش ہوئی اور چونکہ میں اس وقت تک اینبل اور وائیولٹ کی تعارت سے بے خبر تھا۔ اس لئے میں نے اس کو ان عجیب لفظوں میں مخاطب کیا۔ جو پیشتر اپنے موقعہ پر درج ہو چکے ہیں اور جن کا ماحصل یہ تھا کہ تو ہر حال میں مجھ کو اپنی جان سے بڑھ کر عزیز ہے۔ قدرتی طور پر وہ میرے اس عجیب بیان سے بہت متحیر ہوئی اور میرے الفاظ کا مطلب بالکل نہ سمجھ سکی اور اس کے بعد اور بھی زیادہ حیرت اس کو میرے اس فقرہ سے ہوئی کہ کیا تو نے بالکل ہی . . . فقرہ ناتمام ہی رہ گیا تھا کیونکہ میں اسے پورا کرنے اور یہ کہنے کی جرات نہ کر سکا کہ کیا تو نے بالکل ہی سرہکم ویونیم سے قطع تعلق کر لیا ہے۔ تو میرا خیال تھا کہ وہ اس ناتمام فقرہ کا مطلب خود ہی سمجھ گئی ہوگی۔ لیکن اس نے نہیں سمجھا اور سچ پوچھئے تو وہ کیونکر سمجھ سکتی تھی۔ اس نے حیرت آمیز نظروں سے میری طرف دیکھا اور ایک ایسی نگاہ مجھ پر ڈالی جس کا مطلب اس وقت میرے لئے بعید از فہم تھا۔ اس کے ایک لمحہ بعد مجھے حالت اضطراب میں اس جگہ سے رخصت ہو جانا پڑا کیونکہ اینبل نے اپنے باپ کو دکان سے باہر آتے دیکھ لیا تھا۔ اسی رات میں جب نئی ملازمت کے سلسلہ میں ہرٹل لاج جا رہا تھا۔ تو رستہ میں وائیولٹ کو ہیرونٹ کی گاڑی میں بیٹھے ہوئے

بہ سُرعت ڈرے کے باہر دیکھا اور اس خیال سے کہ انیبل سرنکم کے پاس واپس جانے کے لئے
ہمراپنے باپ سے بھاگ آئی ہے۔ رنج و حیرت کے الفاظ میرے منہ سے نکل گئے۔ وایولٹ
خاص موقعہ پر بھی مجھے دیکھ اور پہچان لیا تھا۔ تاہم وہ میرے الفاظ کا مطلب نہ سمجھ سکی
چونکہ ان سے ظاہر ہوتا تھا کہ گویا میں نے انیبل کو تھوڑی دیر پہلے دیکھا تھا۔ اتفاق سے
ٹھیک اسی وقت جب مسٹر لینیوور اور انیبل اکسیٹر تشریف ہوئے تھے۔ بیرونٹ اور وایولٹ
بھی اسی جگہ گئے تھے مگر دونو بہنوں نے ایک دوسرے کو دیکھا نہ انکی ایک دوسرے سے ملاقات
ہوئی اور وہ اس بات سے بالکل لاعلم رہیں کہ ایک دوسرے سے اتنی قریب تھیں۔

یہاں پر اس سلسلہ تحریرات کی تکمیل کے لئے کچھ حال انیبل کا بیان کرنا ضروری ہے
جسے ہم نے مسٹر ڈانیز بیالمی کی دوکان کے باہر کھڑے چھوڑا تھا میرے وہاں سے چلے
جانے کے فوراً بعد یعنی اپنے باپ کو باہر آتا دیکھکر اس نے فوراً اسکون قائم کر لیا اور یہی وجہ
تھی کہ مسٹر لینیور نے باہر آکر اس کے چہرہ پر کسی طرح کے آثار اضطراب نہیں دیکھے خیر اس
نے اسکو دوکان کے اندر چلنے کے لئے کہا اور وہ اس کے ہمراہ اندر گئی۔ مسٹر ڈانیز کے
بیٹھنے کا کمرہ دوکان کے پچھلے حصہ میں واقع تھا جب دونو باپ بیٹی اس جگہ پہنچے تو دیکھا
ایک ادھیڑ عمر کا آدمی جس کے چہرہ کے آثار قابل نفرت اور آنکھوں کا انداز عیارانہ تھا ایک
چوڑی میز کے پاس بیٹھا ہے۔ انیبل سے بیان کیا گیا کہ یہی اس دوکان کا مالک مسٹر ڈانیز ہے
اس پر شخص مذکور نے عجیب طرح کی تیز مجسس نظروں سے انیبل کی طرف دیکھنا شروع
کیا جس سے اس کو سخت شرم اور بے تابی محسوس ہونے لگی مسٹر ڈانیز اور مسٹر لینیور میں اس موقعہ
پر جو گفتگو ہوئی وہ بے تکرار رسمی تھی۔ کم از کم کوئی کاروباری معاملات میں زیر بحث نہیں آیا۔
انیبل نے اس گفتگو میں بہت کم حصہ لیا اور چونکہ وہ صرف انہی موقعوں پر بولتی تھی جب وہ
ایسا کرنے پر مجبور ہو اس لئے اس کا باپ تھوڑی دیر کے بعد عجیب طرح کی گھورتی
ہوئی نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگا گویا یہ جتلانا چاہتا تھا کہ تم کو زیادہ خلیق اور

ملنا رہنا چاہئے۔ ملاقات قریباً آدھا گھنٹہ ہوئی۔ اس کے بعد مسٹر لینیو ور انیبل کو پھر اکیلا اسی ہوٹل میں لے گیا جس میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ اس کے دوسرے دن ان دونوں نے مسٹر ڈابنر کے ہاں کھانا کھایا اور اس موقعہ پر معلوم ہوا کہ وہ رنڈوا اور کئی بچوں کا باپ ہے جو سب کے سب بالغ ہو کر اپنے کام دھندوں پر لگ چکے ہیں۔ قریباً ایک ہفتہ یہ لوگ یعنی انیبل اور اس کا باپ اکسیٹر میں رہے۔ اس کے بعد پھر مسٹر لینیو ور نے دفعتاً بیگی سے رخصت کی تیاری کرنے کے لئے کہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب وہ آخر کار اپنے مکان پر واپس آئے تو انیبل کو قطعی معلوم نہ تھا کہ کیوں اس کا باپ اسے اپنے ساتھ اکسیٹر لے گیا اور کیوں وہ اسے لیکر اتنے دن وہاں ٹھہرا۔

اس کے بعد وقت گذرتا گیا حتیٰ کہ ختم سال کے ایام قریب آئے اور بڑے دن کا سیزن شروع ہوا۔ اس دوران میں وائیولٹ نے کئی طریقوں پر معلوم کر لیا تھا کہ سر ملکم ڈیونہیم کی بے وفائی روز افزوں ترقی پر ہے۔ اور اس سلسلہ میں یہ نئی دریافت بھی اس کے کانوں تک پہنچ گئی تھی کہ اس نے اکسیٹر سے تھوڑی دور تنہا مقام پر ایک مکان کرایہ لے رکھا ہے اور اپنی ہوس پرستی کے سلسلہ میں اکثر وہاں جاتا ہے۔ اس سے اس کے دل پُر غرور کو جو صدمہ پہنچا اس کا اندازہ بہت دشوار نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اس نے اپنے جی میں اس بات کا فیصلہ کر لیا کہ جس طرح بھی ممکن ہو اس مرد اوباش کی سیہ کاریاں بے نقاب کر کے اس سے ایسا بدلہ لوں کہ یاد کرے۔ انہی ایام میں سر ملکم کو ایک کام کیلئے اکسیٹر جانے کی ضرورت پیش آئی اور وہ وائیولٹ کو بھی اپنے ہمراہ لیتا گیا۔ اس موقعہ پر وہ اپنی گاڑی کے علاوہ زین سواری کے گھوڑے بھی ساتھ لے گئے۔ مگر اکسیٹر پہنچنے کے بعد اسی دن سر ملکم نے جو کچھ بہانہ کر کے باہر گیا تھا جلدی میں لکھا ہوا ایک رقعہ سرشام وائیولٹ کے نام بھیجا جس میں تحریر تھا کہ اتفاقاً مجھے ایک دوست مل گیا جس کا مکان یہاں سے چند میل کے فاصلے پر ہے اور وہ باصرار مجھ سے کہتا ہے کہ رات کا

میرے ہاں کھانا ہیں اب میں کل ہی تمہارے پاس آؤں گا۔ وائیولٹ نے اس خط کو
نا تو جان گئی کہ ضرور کچھ دال میں کالا ہے۔ اس نے پیش کردہ عذرات کو حیلہ سازی پر
ل کیا اور فوراً آمادہ تحقیق ہو گئی۔ سواری کا لباس پہن کر اس نے سائیس کو اپنا گھوڑا تیار
نے کا حکم دیا اور ہوٹل کے نوکروں سے اس مکان کا پتہ پوچھ کر جو تنہا مقام پر واقع تھا۔
لس کے بارہ میں اس کو افواہاً معلوم ہوا تھا کہ سر ملکم کی عیش پرستیوں کا مرکز ہے۔ اکیلی
طرف کو چل دی۔ جیسا کہ ناظرین کو معلوم ہے۔ وہ عین وقت پر اس مکان میں جا پہنچی
اور غریب چارلٹ مرے کو سر ملکم کے پنجہ عقابی سے بچانے میں کامیاب ہوئی۔ اس
م کی بے وفائیوں کا یہ بین ثبوت دیکھنے کے بعد جس کی خاطر اس نے اپنی عصمت۔ اپنا
باب اور اپنا حال و مستقبل سب کچھ برباد کیا تھا اس کے جی کو سخت صدمہ پہنچا۔ اور
نے اس بات کا فیصلہ کر لیا کہ خواہ کچھ ہو میں اب ضرور اس کو چھوڑ کر چلی جاؤں گی
ملکم کو جب اس کے ارادہ کا حال معلوم ہوا۔ تو بڑی منت سماجت کی۔ کئی کئی طریقوں پر
اپنے قرار وفا کو تازہ کیا اور آئندہ کوئی ایسا فعل نہ کرنے کا عہد بھی کیا جو اس کی دلآزاری
موجب ہو۔ مگر وائیولٹ کا دل اب بجھ چکا تھا۔ وہ دور معصیت کی بے تہ عاصیٰ جو [illegible]
پوری طرح جرعہ کش ہو کر سیر ہو چکی اور اب اس جام کی تلچھٹ سے نفور تھی پس اس کو
نا تھا۔ نہ مانی اور جو بات اس نے کہی تھی۔ اس کو پورا کر کے رہی مگر سر ملکم سے قطع
تعلق کرتے وقت اس نے اس کے دیئے ہوئے زیورات جو لاتعداد اور بیش قیمت
تھے سب واپس کر دیئے اور محض ضرورت کے پارچات اور گذارہ لائق نقدی ساتھ
لے جانے پر کفایت کی جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے۔ یہ کارروائی اس کی مغرور طبیعت کے
عین حسب حال تھی جس کے بعد وہ ایکسیٹر سے چند میل فاصلہ پر ایک چھوٹے سے گاؤں
کی تنہائی میں سکونت پذیر ہو گئی اور وہیں غریبانہ حالات میں نیکی کی زندگی بسر کرنے لگی
سر ملکم سے جدا ہونے کے وقت چالیس پچاس پونڈ کے قریب نقدی اس کے

پاس تھی۔ اور وہ کفایت سے کام لیکر چند مہینے اس پر گذران کرتی رہی۔ لیکن اپنی ا
میں معلوم ہوا کہ وہ بدنصیب قدرت کی اس عظیم ذمہ داری کو جو عورت کے حصہ
آسکتی ہے ماںپے اوپر لینے پر مجبور رہی ہے۔ یعنی ... وہ حاملہ ہو چکی ہے اور اس وا
نازک کے لئے اخراجات قریب الختم ہیں۔ حیران تھی کہ کیا کرے۔ سر ملکم کے
دست سوال پھیلانے کا خیال ہی باعث ستکرہ تھا۔ مگر جب اس نے سوچا کہ
وہی اس بچہ کا باپ ہے جسے وقت مناسب پر عدم سے وجود میں آنا ہے۔ اور
اس کی ذمہ داریوں میں برابر کا حصہ دار ہونا چاہئے۔ تو وہ اس نتیجہ پر پہنچنے پر م
ہوگئی کہ اس طرح کی حالت میں اپنی اور اس بچہ کی حفاظت کے لئے اس کو سر
سے امداد حاصل کرنے میں کسی طرح کا تامل نہ ہونا چاہئے۔ اب تک سر ملکم سے
ہوئے اسکو قریبا پانچ مہینے گذر چکے تھے اور اس نے اپنا مقام سکونت اس سے پو
رکھا ہوا تھا۔ فی الحقیقت علیحدگی کے وقت سے اب تک ان میں کسی طرح کی
کتابت بالکل نہ ہوئی تھی لیکن اب اس نے ویونیم پارک کے پتہ پر سر ملکم
نام ایک چٹھی لکھی۔ چند دن گذر گئے اور خط کا جواب موصول نہ ہوا۔ اس سے یہ
افزا خیال اس کے دل میں پیدا ہونا شروع ہوا کہ شائد وہ اس خط کو پاکر قصداً چپ
ہوگیا اور اس کا جواب دینا نہیں چاہتا۔ یہ خیال جتنا غم انگیز تھا اور وائلٹ ایسی غیور لڑ
جذبات کو اس سے جیسی ٹھیس لگ سکتی تھی۔ اس کا اندازہ اس داستان کے پڑھنے والے خ
ہی بہتر کر سکتے ہیں۔ مگر عین اس وقت جب وہ بالکل مایوس ہونے لگی تھی۔ ایک خط اس کو مو
ہوا جس پر سالسبری کی مہر لگی ہوئی تھی اور جس میں لکھا تھا کہ میں ایک ماہ سے یہاں ٹھہرا
ہوں اور تمہارا خط تبدیل پتہ کی وجہ سے دیر میں مجھ کو ملا ہے۔ خط کا لہجہ امید سے بہت
زیادہ نرم اور محبت آمیز تھا اور اس میں لکھا تھا کہ آنے والے واقعہ کے سلسلہ میں جتنی
آسائش مہیا کرنی ممکن ہے کر دی جائے گی۔ اور میں اس بارہ میں تفصیلات طے کرنے

پہنچا تم سے ملوں گا۔ چنانچہ اس کے دوسرے دن وہ آ پہنچا اور آتے ہی اپنی پرانی محبت جتانے لگا مگر وائیولٹ نے سرد مہری سے جواب دیا کہ اب ٹوٹے ہوئے دلوں کا جڑنا محال ہے ہمارے درمیان جو رشتہ نازک قائم تھا منقطع ہو چکا۔ آئندہ ہم زیادہ سے زیادہ دوست بن کر رہ سکتے ہیں۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ جو خطائیں مجھ سے سرزد ہوئی ہیں میں ان پر بہت نادم ہوں اور آئندہ ان کی تلافی کے لئے اپنی زندگی توبہ و استغفار میں بسر کرنا چاہتی ہوں۔ اس کی بدلی ہوئی حالت دیکھ کر سر ہلکم نے بیان کیا کہ میں نے تمہاری سکونت کا انتظام سالسبری کے ڈاکٹر پامفرٹ کے ہاں کر دیا ہے اور گو یہاں سے اس مقام کا فاصلہ بہت ہے۔ تاہم میں اپنی سفری گاڑی تمہارے لئے بھیج دوں گا۔ اور وہ آسانی سے منزل سے تمہیں اس جگہ پہنچا دے گی۔ وائیولٹ نے یہ تجویز منظور کی اور اس کے دو یا تین دن بعد وہ رات کے وقت ڈاکٹر پامفرٹ کے مکان پر پہنچ گئی۔ یہ اوائل ماہ جون کا ذکر ہے۔

اس کے پندرہ دن بعد وسط گرما کی وہ قابل یاد رات آ گئی جس کو ایک سال پیشتر میں نے لے چارلٹن کے گرجا میں دیکھا تھا۔ معلوم ہوتا ہے سر ہلکم ڈیونیم نے اپنے سارے عیبوں کے باوجود اس سے بہت اچھا سلوک کیا یعنی اس سے وعدہ کر لیا تھا کہ میں تمہارے پیدا ہونے والا بچہ کے گزارہ کے لئے ایک معقول رقم وقف کر دوں گا۔ چنانچہ اپنے نیک ارادہ کے ثبوت میں اس نے روپیہ کی ایک کافی بڑی رقم ڈاکٹر پامفرٹ کے ہاں جمع کرا دی اور اسے حکم دیدیا کہ وائیولٹ کی آسائش کا ہر ممکن طریقہ پر پورا خیال رکھا جائے اور اسے کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔ لیکن جب اس نے گاہ بگاہ دریافت حال کے لئے ڈاکٹر کے مکان پر آنے کی اجازت چاہی۔ تو وائیولٹ نے سختی سے انکار کر دیا اور کہا کہ ہمارا میل جول جتنا بھی کم ہو بہتر ہے۔ وہ چونکہ اس معاملہ میں بے بس تھی۔ اس لئے بیرونٹ کو اس کی مرضی کے سامنے سر جھکانے پر مجبور ہونا پڑا

اس طرح کئی دن گزر گئے۔ اس دوران میں مسز پامفرٹ اپنے وقت کا بیشتر

حصہ والولٹ کی صحبت میں گذارتی اور اپنی گفتگو سے اس کا جی پرچایا کرتی تھی۔ مگر اس نے
میں کبھی یہ ذکر نہ آیا تھا کہ جوزف ولٹ نام کا ایک نوجوان اسی گھر میں نوکر ہے۔ یہ
وجہ تھی کہ والولٹ میری موجودگی کے بارہ میں لاعلم رہی۔ اس کے علاوہ جیسا کہ پیشتر بیان
کیا جا چکا ہے چونکہ اس کے وقت کا بیشتر حصہ اپنے ہی کمرہ میں گذرتا تھا اور وہ شاذ ہی باہر
نہ آتی تھی۔ اس لئے ہمیں ایک دوسرے سے ملنے کا اتفاق بھی نہ ہوا۔ لیکن آخر کار
جب وہ وقت قریب آنے لگا جو عورت کی زندگی کا سب سے کڑا اور آزمائشی زمانہ
سمجھا گیا ہے تو ماں اور بہن کی صورتیں اکثر والولٹ کو یاد آتیں اور اس کی نظروں کے سامنے
پھرا کرتی تھیں۔ اسے ان کو خط لکھنے کی خواہش ہوتی اور بارہا یہ اندیشے بھی پیدا ہوتے
تھے کہ ممکن ہے میں دوبارہ ان کی صورتیں دیکھے یا ملے بغیر ہی اس دنیا سے گذر جاؤں
یہ خیال بارہا اس کے سینے میں ہیجان کیا کرتا تھا اور آخر کار اسی کے زیر اثر ایک دن
اس نے سنبھل کر ایک بہت لمبا خط اپنی ماں کے نام لکھا جس میں اس نے وہ سارے
واقعات جو سوشمیٹن کے مدرسہ سے فرار کے بعد پیش آئے تھے تفصیل کے ساتھ
قلمبند کئے اور چونکہ ڈاکٹر پامفرٹ کے مکان پر رہتے ہوئے اسے کوئی خاص مصروفیت پیش
نہ تھی اور وقت فرصت کافی تھا اس لئے اس نے ہر ایک واقعہ بڑی تفصیل کے ساتھ
قلمبند کیا۔ اس کے علاوہ جیسا اس نے اپنے خط میں تحریر کیا تھا۔ اس سے اس کے
جی کو اطمینان بھی بہت ہوا۔ بہرحال یہ خط صحیح معنوں میں اس کے اس زمانہ کے خیالات
محسوسات جذبات اور حرکات کا نہایت مفصل نقشہ تھا۔ جو سوشمیٹن سے روانہ ہونے
کے وقت سے تادم تحریر لکھا۔ اس خط کی تحریر کئی دنوں میں مکمل کی گئی۔ اور آخر کار
۳۰ جون کو وہ لفافہ جس میں یہ خط بند تھا۔ ڈاک میں ڈالنے کے لئے ڈاکٹر پامفرٹ کی
وساطت سے میرے ہاتھوں میں پہنچا جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے۔ والولٹ کو بھولے سے
بھی یہ خیال نہ آیا ہوگا کہ اس کا خط میرے ہاتھوں سے گذرے گا۔ عام حالات

پاس خط کو ڈاک میں زیادہ سے زیادہ تیسرے دن مسز لینیوڈ کو مل جانا چاہئے تھا۔ مگر ڈاک خانے کے کسی نامعلوم نقص کی وجہ سے وہ خط تیئیس تاریخ کی صبح کو منزل مقصود پر پہنچا۔ مسٹر لینیوڈ کسی کاروباری مصروفیت کے سلسلہ میں جس کا حال ایمیل یا اس کی ماں کو بالکل معلوم نہ تھا (کیونکہ وہ اپنے راز ہمیشہ ان سے چھپا کر رکھا کرتا تھا) ان ایام میں یورپ گیا ہوا تھا۔ بہرحال جس وقت وایولٹ کی خطاؤں۔ کمزوریوں اور گناہوں کا حال اس کی ماں اور بہن کو معلوم ہوا۔ تو جو حالت ان کے دلوں کی ہوئی۔ وہ بآسانی سمجھی جا سکتی ہے۔ گو سچ پوچھئے تو وہ ایک حد تک کسی ایسے واقعہ کے لئے تیار بھی نہ تھیں۔ کیونکہ دو سال پیشتر اس کا سوئٹیشن کے مدرسہ سے فرار ہونا کسی ایسے ہی واقعہ کا پیش خیمہ سمجھا جا سکتا تھا لیکن اگر اس مصیبت میں کوئی وجہ اطمینان کی پیدا ہو سکتی تھی تو وہ اس خیال سے پیدا ہو گئی کہ اب وہ ملنے کو ہول سے توبہ کر کے عہد گذشتہ کی تلافی کے لئے توبہ و استغفار پر آمادہ تھی مسز لینیوڈ چونکہ شدید علالت کی وجہ سے حرکت نہ کر سکتی تھی۔ اس لئے وہ تو سفر پر روانہ نہ ہوئی البتہ ایمیل کو اس نے یہ پیغام دیکر اس کی بہن کے پاس بھیجا کہ میں تمہاری خطاؤں کو تہ دل سے بخش چکی اور اگر ایک ماں کا درگذر کسی گنہگار ہستی کے لئے ذریعہ شفاعت ہو سکتا ہے تو کیا تعجب خدا تمہاری خطاؤں کو بخش دے۔ لیکن افسوس جب ایمیل چوبیس تاریخ کی صبح کو ڈاکٹر پامفرٹ کے مکان پر پہنچی تو وایولٹ اس دار فانی سے رخصت ہو چکی تھی۔ کیونکہ تیئیس اور چوبیس تاریخ کی درمیانی رات کو وہ ایک مردہ بچے کی ولادت میں دردِ زہ سے ہلاک ہو گئی۔

ایمیل کو اس واقعہ کی خبر پا کر جو رنج اور ذہنی تکلیف ہوئی اس کا حال بآسانی بیان ہو سکتا ہے گھنٹوں وہ شدت غم سے بے حال رہی لیکن چونکہ ہر ایک صدمہ کی کوئی انتہا ضرور ہے۔ اس لئے رفتہ رفتہ اس کی طبیعت سکون پذیر ہونے لگی اور اس کے بعد تدریج اس کو یہ بھی معلوم ہوا کہ میں چونکہ وطن سے اس مکان میں ٹھہرا

ہوا ہوں۔ وہ پر وحشت نظارہ جو وایولٹ کی موت کے چند منٹ بعد پیش آیا تھا اور جس
میں فرط رنج و غم سے نڈھال ہو کر میں اس کی لاش کے پاس گرا تھا۔ اس کا حال بھی اس سے
بیان کیا گیا جس کے بعد وہ سارا حال سمجھ گئی۔ اور اس نے گھر والوں سے بیان کیا کہ وہ
میرا اپنا ہی خالہ زاد بھائی ہے۔ چونکہ وایولٹ کے بستر کے پاس بے ہوش ہو کر گرتے
ہوئے میں نے انیبل کا نام لیا تھا۔ اس لئے وہ فوراً میری غلط فہمی سے واقف ہو گئی۔
یعنی اس نے سمجھ لیا کہ میں نے وایولٹ کو لاعلمی کی وجہ سے انیبل سمجھا۔ اس موقعہ پر وہ
میری اس عجیب و غریب گفتگو کا راز بھی سمجھ گئی۔ جو میں نے اکسیٹر میں اس وقت اس
سے کی تھی۔ جب وہ مسٹر ڈابنز کی دکان کے باہر باپ کی واپسی کے انتظار میں کھڑی تھی
اس کے بعد وہ بیتابی سے اس وقت کا انتظار کرنے لگی جب میں ہوش میں آنے کے
بعد اصل حقیقت جان کر اس کی اپنی بیگناہی سے واقف ہو سکتا۔ میری بیماری کے ایام
میں ڈاکٹر پامفرٹ اور اس کی بی بی کا نرمی سے پیش آنا۔ جو نرس وایولٹ کے لئے رکھی گئی
تھی اس کا میری تیمارداری کے لئے رہنا۔ ڈاکٹر کا مجھے اس قابل یاد رات کے واقعہ
کے لئے کسی طرح کی سرزنش نہ کرنا اور انیبل کا گاہ بگاہ میری بے ہوشی کے ایام میں میرے
کمرہ میں آنے کے قابل ہونا ان ساری حالتوں کا راز اب یہ جاننے کے بعد رفتہ رفتہ حل
ہو گیا کہ انیبل نے ڈاکٹر پامفرٹ سے بیان کر دیا تھا کہ میں اس کا اور اس کی متوفی بہن
وایولٹ کا نہایت قریبی رشتہ دار ہوں۔ بدنصیب وایولٹ کے دفن کئے جانے کے بعد
انیبل چند روز ڈاکٹر کے مکان پر ٹھہری۔ اور جب اس کے بعد اس نے مجھے رو بصحت ہوتے
دیکھا تو اس خیال سے چند دن اور بھی ٹھہر گئی کہ ہوش میں آ جانے کے بعد وہ مجھ سے گفتگو
کر کے رخصت ہونا چاہتی تھی۔ اب صرف یہ بیان کرنا باقی ہے کہ وایولٹ کی موت کی اطلاع
مناسب وقت پر مسٹر ولیمسن کو جو چارلٹن کے قریب اپنی کوٹھی میں ٹھہرا ہوا تھا دی گئی
مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی اس کو کہلا دیا گیا کہ وایولٹ کی بہن چونکہ ہمارے مکان کی

ٹھہری ہوئی ہے اس لئے آپ اس کے جنازہ میں شریک ہونے کی زحمت نہ کریں اور کفن دفن کے سارے انتظامات ڈاکٹر پامفرٹ کے زیر رہنے دیں۔ اس تجویز کو سر دیکم نے منظور کیا اور یہ بات کہ اس نے ڈاکٹر پامفرٹ کو بڑی فیاضی سے نہایت معقول معاوضہ ادا کیا۔ اس طرح ثابت ہوتی ہے کہ خود اس کا اور اس کی بی بی کا سلوک انیبل سے اور اس کے سلسلہ میں مجھ سے بھی نہایت اچھا اور اخلاق آمیز تھا۔

باب ۳۴

اسیر عشق

جیسا کہ پیشتر لکھا گیا تھا۔ یہ داستان جو اوپر درج ہوئی ہے۔ ان کاغذات کی بنا پر مرتب کی گئی ہے جنہیں انیبل نے ایک سر بمہر لفافہ میں بند کر کے اس ہدایت کے ساتھ ڈاکٹر پامفرٹ کے حوالہ کیا تھا کہ میری صحت یابی کے بعد وہ لفافہ اسی صورت میں میرے سپرد کر دیا جائے۔ میرے خیال میں یہ موقعہ نہیں ہے کہ میں ان جذبات و محسوسات کو بیان کروں۔ جو انیبل کا وہ خط یا وایلٹ کی وہ چٹھی پڑھ کر جو اس نے اپنی ماں کے نام لکھی تھی۔ میرے سینہ میں پیدا ہوئے۔ تاہم سلسلہ داستان جاری رکھنے سے پیشتر یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ سارے حالات پڑھ کر میں اپنے جی میں یہ سوچے اور متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا کہ کس طرح بدنصیب وایلٹ وسط گرما کی اس قابل یاد رات کے پورا ایک سال بعد جب میں نے اسے چرچ کی کھڑکی سے دیکھا تھا موت کے آغوش میں چلی گئی۔ اس میں شک نہیں کہ جب میں اس کی موجودگی حقیقی اور اصلی تھی۔ کم از کم اس میں کسی طرح کے وہم کو دخل نہ تھا یعنی جسے میں نے گرجا کے اندر دیکھا وہ گوشت اور پوست کی بنی ہوئی وایلٹ تھی نہ کہ اس کی روح۔ تو بھی حالات جیسے آئے ہیں مجھ سے اس خیال کو ذہن سے خارج کرنا غیر ممکن تھا کہ اس کی صورت کا وسط گرما کی رات کو گرجا کے اندر

نظر آتا اور اس کے بعد پورے ایک سال کے عرصہ میں ٹھیک اسی رات گیارہ بجے کے گجر پر ایک ہونا ظاہر ہے یہ واقعہ کتنا ہی رہی کیوں نہ ہو ایک عجیب طرح کی فوق الفطرت خصوصیت سے خالی نہ تھا۔ دوسرے لفظوں میں وہ وہم جو ڈیون شائر کے دیہات میں پھیلا ہوا تھا پورا تو ہو گیا لیکن ایک اور طریقہ پر ممکن ہے اس داستان کے پڑھنے والے اس واقعہ کو محض اتفاقی تصور کریں۔ لیکن میرے لئے اس میں کچھ نہ کچھ غیبی اثر ضرور شامل تھا۔ اور گو اب ایک مرد بالغ کی حیثیت میں دنیا کے سرد و گرم دیکھنے کے بعد میرے خیالات میں کئی تبدیلیاں واقع ہو چکی ہیں۔ تاہم اس واقعہ کو میں اب بھی اسی رنگ میں دیکھتا ہوں جس میں اس زمانہ میں دیکھا تھا جب میرا عہد شباب تھا اور رومان کا اثر میری طبیعت پر غالب تھا۔

اس مختصر کیفیت کے بعد میں پھر ایک بار سلسلہ داستان شروع کرتا ہوں۔ ناظرین بھولے نہ ہوں گے کہ میں نے انہیں سے اس بات کا وعدہ کیا تھا۔ کہ صحت یاب ہونے کے فوراً بعد جس قدر جلد ممکن ہوگا۔ ڈاکٹر پامفرٹ کی ملازمت ترک کر کے کسی دوسری جگہ چلا جاؤں گا چنانچہ میں اب میں نہ صرف اس وعدہ کے ایفا کی غرض سے بلکہ اپنی سلامتی کے خیال سے بھی یعنی اس خیال سے کہ سالسبری رہتے ہوئے میں پھر اپنے ماموں۔ خوفناک مسٹر لیونڈر کے ہاتھوں میں نہ جا پڑوں: اس جگہ سے جلد از جلد رخصت ہو جانا چاہتا تھا اس لئے جب میری صحت بحال ہوئی۔ تو میں نے سب سے پہلی فرصت میں ڈاکٹر پامفرٹ سے ترک ملازمت کا ذکر چھیڑا۔ قدرتی طور پر اس نے یہ سمجھا کہ میں اس کے مکان سے اس لئے رخصت ہونا چاہتا ہوں کہ وہاں میری ماموں زاد بہن کی موت کا دردناک سانحہ پیش آیا تھا۔ اور میں نے بھی اس غلط فہمی کو رفع کرنے اور یہ جتلانے کی ضرورت نہیں سمجھی کہ دراصل بعض اور حالات میری رخصت اور روانگی کے متقاضی ہیں۔ اس نے مجھ سے پوچھا کیا تم ایک مہینے کے بعد جانا چاہتے ہو یا فوراً؟ جس کے جواب میں میں نے ایام علالت میں اس

کے عنایت آمیز سلوک کا شکریہ ادا کرتے ہوئے آخری صورت پر زور دیا۔ اس نے پوچھا کہاں جاؤ گے؟ مگر میرے پاس چونکہ اس سوال کا کوئی جواب تیار نہ تھا۔ اس لئے میں نے ٹالنے کو کہہ دیا کہ ڈیون شائر واپس جاؤں گا۔ جہاں میرے دوست ہیں جو امید ہے مجھے تلاش ملازمت میں مدد دے سکیں گے ہیں نے اس سے نیک چلنی کی تحریری سند مانگی جس کے لئے وہ فوراً آمادہ ہو گیا۔ کیونکہ غریب وارلٹ کی سکونت کے سلسلہ میں جو معقول معاوضہ مسٹر ملکم نے اسے دیا تھا۔ اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے وہ مجھ سے اس کے خالہ زاد بھائی کی حیثیت میں اچھا سلوک کرنا اپنا فرض خیال کرتا تھا۔ علاوہ بریں اس قسم کی عنایت اس کے لئے کسی غیر معمولی صرفہ کا موجب نہ تھی اور میں یوں بھی اس سند کا ہر طرح حقدار تھا۔

غرض انیبل کے چھوڑے ہوئے خطوط کے مطالعہ کے دو دن بعد میں نے ڈاکٹر اور مسز پامفرٹ نیز گھر کے باقی نوکروں کو الوداع کہی اور اپنا اسباب اٹھوا کر گاڑیوں کے اڈہ کی طرف ہو لیا۔ جی میں سوچتا تھا کہ مجھے کدھر جانا چاہئے۔ مگر عقل اس سوال کا کوئی جواب نہ دیتی تھی۔ میرے لئے شمال جنوب، مشرق، مغرب سب یکساں برابر تھیں۔ فی الحقیقت میری حالت عہد قدیم کے ان مسیحی مسافروں اور مذہبی گداگروں سے ملتی تھی۔ جو زمین پر ڈنڈا اکھڑا کر کے اسے اپنے آپ گرنے دیتے تھے اور وہ جس طرف کو گرے۔ اسی سمت میں چل دیتے تھے۔ تاہم ایک بات کا ارادہ میں نے اپنے جی میں پختہ کر رکھا تھا۔ یعنی خواہ کچھ ہو ڈیون شائر نہ جانے کا۔ اس لئے کہ میں ڈرتا تھا اگر کبھی مسٹر لینوورمیری تلاش میں ڈاکٹر پامفرٹ کے مکان پر آیا اور اس سے یہ معلوم کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ کہ میں ڈیون شائر گیا ہوں تو ضرور ہی مجھ کو جا پکڑے گا۔ اس کی طرف سے میرے دل میں پہلے ہی کچھ کم خوف نہ تھا۔ اور اب انیبل کی داستان پڑھکر تو وہ میری نظروں میں سچ مچ ابلیس حاصل کر چکا تھا۔ میں نے جہاں تک ممکن تھا اس کی گرفت سے بچنے اور اس سے دور پہنچ جانے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ اور جب گاڑیوں کے اڈہ پر پہنچکر معلوم

ہوا کہ ایک سفری گاڑی چیشنم جانے کو تیار ہے تو میں بلا تامل اس پر سوار ہو گیا۔

اس مشہور تفریحی مقام پر پہنچکر میں نے ایک کمرا یہ کے نہیں خاصے آرام دہ مکان میں رہنا شروع کیا جس کی سفارش رستے میں گاڑیبان نے مجھسے کی تھی۔ اور تلاش ملازمت سے پہلے دو ہفتے بحالی صحت کے خیال سے آرام کرنے لگا۔ میرے پاس گذارہ لائق کافی روپیہ موجود تھا۔ اس لئے اول تو یونہی مجھکو فوری ملازمت کی ضرورت نہ تھی دوسرے اپنی موجودہ زرد رنگت اور کمزور بدن کے ساتھ میں اس تلاش میں کسی کامیابی کی امید بھی کم کرسکتا تھا۔ بہرحال پندرہ دن کے آرام نے میری صحت پوری طرح بحال کردی۔ رنگت بھی پھر گئی اور اعضا میں از سر نو توانائی بھی آنی شروع ہو گئی۔ اس وقت میں گھر سے باہر نکلا اور بعض اچھی دوکانوں کا پھیرا کرنے کے خیال سے بازار کی طرف ہو لیا۔

دوپہر کا وقت تھا اور میں شہر کے بارونق بازار سے گذر رہا تھا کہ کیا دیکھتا ہوں ایک خوشنما ڈاگ کارٹ (چھوٹی سی دو پہیہ گاڑی) چلی آرہی ہے۔ ایک خاتون اس کو چلاتی تھی اور ایک کمسن اور خوش پوش لڑکا سائیس کی حیثیت میں دوسری نشست پر بیٹھا تھا۔ قریب آنے پر معلوم ہوا کہ وہ خاتون لیڈی کیلینتھ ڈنڈاس ہے! اس نے بھی مجھے دیکھتے ہی پہچان لیا اور فوراً گاڑی روک دی۔ میرے لئے ٹھہر کر ٹوپی اٹھانے اور مودبانہ سلام کرنے کے سوا کیا چارہ تھا؟ جی میں اپنے جی میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ یہ خلاف امید ملاقات اگر نہ ہوتی تو بہتر تھا۔ میں نے شریفانہ وضع کا سادہ لباس پہنا ہوا تھا۔ اور اس حالت میں کوئی اجنبی شخص مجھے دیکھکر بالکل نہ سمجھ سکتا تھا کہ گھر کی ملازمت کرنے والا معمولی نوکر ہے۔ میرے سلام کے جواب میں لیڈی کیلینتھ نے یہ کہتے ہوئے "مسٹر دلمٹ میں آپ سے ملکر بہت خوش ہوئی ہوں" اپنا ہاتھ مصافحہ کے لئے پیش کیا مگر میں نے دیکھا کہ ایسا کرتے ہوئے اس کی سوئی سیاہ آنکھوں میں خوشی کی چمک پیدا ہو گئی۔ اور نرم کی سرخی چہرہ کو خوش رنگ کرتی ہوئی پھیل گئی۔ پھر سائیس کی طرف مڑ کر وہ کہنے لگی " اور میں بالکل

ہی بھول گئی۔ تم ذرا دوڑ کر اس بساطی کی دوکان پر جاؤ اور کہہ دو کہ دن میں کسی وقت چٹھی لکھنے کا کاغذ۔ لفافے اور مہر لگانے کی لاکھ ہمارے ہاں بھیج دے۔"

لڑکے نے جسے اس بات کا مطلق وہم نہ تھا کہ لیڈی کیلنیتھ کی یہ فرمایش محض در پردہ گفتگو کی غرض سے چند لمحوں کی علیحدگی حاصل کرنے کے لئے تھی۔ فوراً تعمیل کی۔ وہ گاڑی سے کود کر نیچے اترا اور ٹٹو کو مودبانہ چھو کر دوڑتا ہوا اس دوکان کی طرف گیا۔ جدھر اس کی مالکن نے اشارہ کیا تھا۔

"جوزف" اس کے چلے جانے کے بعد لیڈی کیلنیتھ نے میری طرف مڑتے ہوئے جلدی سے کہا۔ میں تم سے تنہائی میں باتیں کرنا چاہتی ہوں۔ اور چونکہ یہ ملاقات اشد ضروری ہے اس لئے میں منت کہتی ہوں کہ آج رات کو نو بجے ان درختوں کے پاس جو سامنے دکھائی دیتے ہیں ضرور مجھ سے ملنا۔ میں پھر تاکید کرتی ہوں کہ ضرور آنا کیونکہ مجھے علیحدگی اور تنہائی میں چند ایک باتیں کہنی ہیں اور خدا کے لئے میری اس درخواست کو ناشائستہ نہ سمجھنا اب جاؤ"

میں اس کا اشارہ پا کر ایک طرف کو چلنے لگا۔ مگر کچھ ایسا اضطراب اس فوری ملاقات سے مجھے لاحق تھا کہ اعتراضاً ایک لفظ تک منہ سے نہ کہہ سکا۔ امر واقعہ یہ ہے کہ میں اس وقت اپنے فعلوں کا مختار نہ تھا۔ اتنے میں سائیس لڑکا سٹیشنری والے کی دوکان سے واپس آ چکا تھا اور جب میں نے چند قدم جا کر پیچھے کی طرف دیکھا تو گاڑی پھر ایک بار چلنے لگی تھی۔ اس کے تھوڑی دیر بعد جب میرا اضطراب بتدریج کم ہوا تو یہ خیال پیدا ہونے لگا کہ کیا مجھے لیڈی کیلنیتھ کے کہنے کے مطابق اس سے ملنا چاہئے یا نہیں؟ ایک عجیب طرح کی ذہنی کشمکش میرے سینہ میں تھی۔ ایک طرف میں اس بات کو یقینی سمجھے ہوئے تھا کہ انیبل میری ہو چکی۔ فی الحقیقت وہ اب ایک طرح پر میری منگیتر تھی۔ کیونکہ ڈاکٹر پامعرٹ کے مکان پر ہماری آخری ملاقات میں جو گفتگو ہوئی۔ وہ اپنی معنوی اہمیت سے یہی ثابت کر رہی تھی کہ آئندہ ہم ایک دوسرے کے ہو چکے۔ بیشک کوئی اس طرح کا فیصلہ زبانی ہمارے

درمیان نہ ہوا تھا۔ تو بھی دلوں میں جو خیالات موجود تھے۔ وہ یہی ثابت کرتے تھے کہ اب کوئی طاقت ہمیں ایک دوسرے سے جدا نہیں کر سکتی۔ ان حالات میں میرا لیڈی کیلینتھ سے خفیہ طور پر ملنا اور اس سے تنہائی میں باتیں کرنا صحیح معنوں میں انیبل سے میری بیوفائی کا مترادف تھا لیکن دوسری جانب یہ خیال بھی دامنگیر ہوا کہ ممکن ہے خاتون مذکور کو جذبات عشق کے اظہار کے علاوہ کوئی اور بات مجھ سے کہنی ہو یعنی وہ ان وجوہ کو بیان کرنا چاہتی ہو جن کی مجبوری نے اسے میری اس چٹھی کا جواب تحریر کرنے سے روکا تھا۔ جو میں نے ڈاکٹر پامفرٹ کے مکان سے اس کے نام لکھی تھی۔ یا ہو سکتا تھا کہ وہ اس خط کے مضمون پر تبادلہ خیالات کرنا چاہتی ہو اور باب عشق میں میرے عرصہ دراز تک چپ رہنے کے متعلق ملامت کرتے ہوئے مجھے اپنی معافی کا یقین دلانا چاہتی ہو دیر تک میں اس سوال کے مختلف پہلوؤں پر غور کرتا رہا۔ اور آخرکار اس نتیجہ پر پہنچا کہ میں چونکہ اپنا دل انیبل کی نذر کر چکا اس لئے ناممکن ہے کہ میں اب لیڈی کیلینتھ سے مل کر اس سے بیوفائی کر سکوں نہیں یہ میرا قصد مصمم تھا اور ایک کیا لیڈی کیلینتھ جیسے ایک سو ایک حسینوں کا اصرار بھی مجھکو اپنی انیبل سے برگشتہ خاطر نہ کر سکتا تھا حالانکہ مقابلہ میں میرا اس کی درخواست نامنظور کرنا اور اس سے ملنے کے لئے نہ جانا نہ صرف آداب تہذیب اور شائستگی کے خلاف تھا بلکہ اندیشہ تھا گستاخی اور ناشکرے پن پر محمول کیا جائیگا۔ بس سارے پہلو سوچکر میں نے بڑی حد تک یہ ارادہ پختہ کر لیا کہ ضرور اس سے ملنے جاؤں گا۔

مگر حالات کی اس تبدیلی نے مجھ کو تلاش ملازمت کی کوشش سے نہیں روکا۔ چنانچہ جلدی ہی ایک جگہ سے معلوم ہوا کہ ایک بیوہ خاتون کو جو پاس ہی ایک محلہ میں رہتی تھی میری عمر کے نوکر کی ضرورت درکار ہیں۔ میں اس کی طرف ہو لیا۔ ایک خوش پوش نوکرانی نے باہر کا دروازہ کھولا اور وہ مجھے اپنے ساتھ اوپر کی منزل پر ایک خوشنما اور آراستہ کمرہ میں لے گئی۔ جہاں وہ خاتون مسز رانسن جس کا نام تھا بیٹھی تھی۔ اس کی عمر تیس سال

سے قدرے قلیل زیادہ ہو گی مگر بیوہ ہونے کے باوجود اس کا لباس ماتمی نہ تھا بلکہ اس کے برعکس میں نے دیکھا اس کے کپڑے ہر لحاظ سے فیشن ایبل تھے جس سے میں اس نتیجہ پر پہنچنے کے لئے مجبور ہوا کہ اس کے شوہر کا انتقال بہت عرصہ پہلے ہو چکا ہو گا۔ عورت قبول صورت تو تھی، زرد رو، زرفام، دائم المریض اور ضعف و نقاہت کی تصویر جس کی گفتگو اور نگاہ میں ایک عجیب طرح کا کسل پایا جاتا تھا۔ اور گو وہ بعض اوقات شان حکومت اختیار کرنے کی کوشش کرتی تھی۔ تاہم مجموعی طور پر میں نے دیکھا کہ وہ ایک عجیب طرح کی افسردہ دل، مردہ اور مضمحل اور مایوس عورت تھی۔ جو اپنی کمزوری کو ہمدردی پیدا کرنے کا ذریعہ اور اپنی کاہلی کا عذر معقول بنانا چاہتی تھی۔ دو چھوٹی لڑکیاں جن میں سے ایک کی عمر آٹھ اور دوسری کی دس سال کے قریب تھی ایک طرف بیٹھی گڑیوں اور کھلونوں سے کھیلنے میں مشغول تھیں۔ مگر وہ بھی زرد زرد اور بیمار۔ اپنی ماں کا عکس بلکہ حتیٰ کہ ان کے چہرے بھی اپنی ماں کے چہرہ سے ملتے تھے۔

مسز رابنسن نے مجھ سے معمولی طرز کے چند سوالات پوچھے۔ یعنی عمر کتنی ہے؟ اس سے پہلے کہاں کہاں نوکری کی ہے؟ اور کیا تنخواہ لو گے؟ وغیرہ میں نے ان باتوں کے تسلی بخش جوابات دیئے اور جو سندات میرے پاس تھیں پیش کیں جن سے اس خاتون کا ہر طرح اطمینان ہو گیا۔ پھر جب میں نے اس کی تسلی کی غرض سے یہ کہا۔ "اگر آپ کو مزید حالات دریافت کرنے ہوں تو مرٹل لاج کے مسٹر ٹائیوٹن کو خط لکھ کے کر سکتے ہیں۔" تو اس نے جواب دیا کہ "اس کی حاجت نہیں ہے اس کے بغیر ہی تمہیں اپنی ملازمت میں لینے کے لئے تیار ہوں۔"

"مگر میں ایک بات تم سے کہہ دینا چاہتی ہوں" اس نے آگے چلکر کہا۔ "مجھے عنقریب چلٹنہم سے رخصت ہو جانا ہے۔ کیونکہ اس جگہ کی آب و ہوا میرے ناموافق ہے۔ اس کے علاوہ میں تنگ کرایہ کے مکانوں میں نہیں رہ سکتی۔ اپنی جگہ یہ بھی خاصے اچھے ہیں۔"

اور یہ کہتے ہوئے اس نے حسب معمول انداز کسل سے خوشنما آراستہ کمرہ میں ایک گسونتی ہوئی نظر ڈالی "مگر ان میں گھر کی سی آسائش کہاں؟ میرا شوہر عزیب کرنل رابنسن دو سال گذرے ہندوستان میں فوت ہوا تھا۔ اس کی زندگی اس ملک کی ناقص آب و ہوا نے ضائع کر دی یعنی وہ ایک طرح پر اپنے ملک کی خدمت کرتا ہوا مر گیا۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے رومال آنکھوں سے لگا لیا۔ اور اس کے بعد چند منٹ گہرا سکوت رہا۔

"اب ڈاکٹروں نے مجھکو یہ مشورہ دیا ہے" آخر کار اس نے تقریر کرتے ہوئے کہا۔ کہ جزیرہ وائیٹ کی معتدل آب و ہوا شاید میرے موافق ہو پس میں ایک دو دن کے اندر وہاں چلی جاؤں گی۔ وہیں میرے وکیل نے قصبہ سائیڈ کے پاس ایک خوشنما آراستہ کوٹھی کرایہ پر لے دی ہے۔ اور میں امید کرتی ہوں کہ ہمارے جانے پر وہاں ہر ایک چیز تیار ہو گی چونکہ میرے گھر میں کوئی دوسرا مرد نوکر نہیں ہے اس لئے تمہیں کو سارا کام کرنا پڑیگا۔ یہ بات میں شروع میں ہی واضح کر دینی چاہتی ہوں۔"

"میں نے ساری باتوں کا موزوں جواب دیا۔ اور اس کے بعد ملازمت کی شرطیں طے ہو جانے پر کام پر آجانے کا وعدہ کرکے رخصت ہوا۔ مگر میں جس وقت سیڑھیوں سے اتر رہا تھا تو ایک سیاہ فام عورت کو سامنے سے آتے دیکھکر ٹھٹک گیا۔ اس نے ایک سپید سوتی چادر عجیب انداز سے بدن کے ہر حصہ پر لپیٹی ہوئی تھی جو بادی النظر میں مجھ کو لاش کے گرد لپیٹے ہوئے کفن سے مشابہ معلوم ہوئی۔ مگر اس کا سیاہ فام چہرہ ننگا تھا۔ عمر اس کی چالیس سال کے قریب تھی اور وہ ایک بہت بدصورت عورت تھی میری موجودگی کو نظر انداز کرکے وہ تیز چلتی میرے پاس سے گذر گئی مگر جب اس کے بعد میں مکان کے دروازے سے باہر نکل رہا تھا تو وہ خادمہ جو مجھے اسجگہ تک چھوڑنے آئی تھی اس طرح کے پُر اسرار لہجہ میں گویا کوئی خاص راز ظاہر کرنے لگی ہو۔ کہنے لگی "یہ عورت جو تم نے دیکھی مسز رابنسن کی آیہ ہے"

"آیہ؟" میں نے اس لفظ کو پہلی مرتبہ سن کر انداز حیرت سے پوچھا۔

"ہاں۔ اس کی ہندوستانی خادمہ وہ ایک عجیب طرح کی عورت ہے جو فقط چاول کھاتی اور اس قسم کی شکستہ انگریزی بولتی ہے۔ کہ بار ہا اس کی گفتگو سمجھنا دشوار ہو جاتا ہے۔"

میں جب مسز لینن کے مکان سے رخصت ہوا تو رہ رہ کر جی میں سوچتا تھا کہ کیا یہ جگہ میرے حسب منشا ثابت ہوگی؟ آخرکار میں جس نتیجہ پر پہنچا وہ اس لحاظ سے اس نئی ملازمت کے حق میں تھا کہ اپنے عادات کے اعتبار سے مسز رابنسن ایسی عورت نہ تھی جو نوکروں کے کام میں دخل اندازی کرے پھر اس کے علاوہ جزیرہ رائیٹ جہاں اس کو جانا تھا۔ اس کا فاصلہ لندن سے کافی دور تھا اور میرے دل کو یہ سوچکر اطمینان ہوا کہ مسٹر لیبنوور اگر میری تلاش میں کسی طرح کی کوشش بھی شروع کرے تو امید نہیں اس دور افتادہ مقام پر مجھے پا سکے پھر اس کے علاوہ میرے لئے یہ خیال کچھ کم باعث اطمینان نہ تھا کہ مجھے اتنی جلدی نئی ملازمت مل گئی۔ چنانچہ میں جب اس مکان پر جس میں میں ٹھیرا ہوا تھا پہنچا تو بحیثیت مجموعی مطمئن اور مسرور تھا۔ ایک دفعہ پھر میرے جی میں یہ سوچ پیدا ہوئی کہ کیا مجھے وقت مقررہ پر لیڈی کیلفنٹ ڈنڈاس سے ملنا چاہئے یا نہیں؟ لیکن جوں جوں وقت ملاقات قریب آیا میرے ارادہ کی کمزوری رفع ہوتی گئی۔ مرٹل لاج میں رہتے ہوئے میں نے بارہا اس سے عنایات حاصل کی تھیں بس میں نہ چاہتا تھا کہ اس موقعہ پر اپنی خود سری کی وجہ سے اس نیک دل اور فیاض خاتون کے جذبات کو مجروح کروں۔

نو بجنے میں چند منٹ باقی تھے جب میں لیڈی کیلفنٹ سے ملنے کیلئے جائے مقررہ کے پاس پہنچا۔ ایک سیدھی دیوار کی پشت پر تنگ رستہ بنا ہوا تھا جس کے اطراف میں اونچے درخت تھے۔ دیوار کے پیچھے خانہ باغ تھا اور درختوں کے نیچے جہاں میں اس وقت کھڑا تھا سیاہ تاریکی چھائی ہوئی تھی جسے کسی دور افتادہ لیمپ کی روشنی کم کرنے کی بجائے زیادہ نمایاں کرتی تھی۔ اگست کا مہینہ اور نکھری ہوئی رات تھی قریباً پاؤ گھنٹہ میں ان درختوں کے نیچے ٹہلتا پھرتا رہا۔ مگر لیڈی کیلفنٹ نہ آئی حتیٰ کہ آخرکار میں یہ سوچنے پر مجبور ہوگیا کہ وہ کسی خاص رکاوٹ کی وجہ سے نہیں آسکی۔ لیکن میں اس واقعہ سے خوش تھا۔ کیونکہ لیڈی کیفنیتہ کے روبرو آنے اور اس کی باتیں سننے سے میرے استقلال میں ضرور لغزش آجاتی تھی۔ موجودہ حالت میں میں اپنی ذمہ داری سے سبکدوش بھی ہوگیا۔ اور اس کی ملاقات سے بھی محفوظ رہا اور چونکہ اسکو میرا پتہ معلوم نہ تھا۔ اس لئے

آیندہ وہ میرے نام خط بھی نہیں لکھ سکتی تھی۔ اور اس ایک دو برس کے عرصہ تک جو مجھے باہر [illegible] میں گذارنا تھا۔ میں نے اس بات کا پورا خیال رکھنے کا فیصلہ کر لیا تھا کہ بلا ضرورت باز ہی نہ ملوں گا۔ تاکہ نہ وہ مجھے دیکھے۔ نہ پھر ملنے پر مجبور کرے۔ مگر میں ان خیالات کو سوچکر خوش ہو ہی رہا تھا کہ دفعتہً میری پشت پر باغ دیوار میں ایک تنگ دروازہ کھلا اور بیتابی کیفیت کی میٹھی آواز سرسراتے ہوئے لہجہ میں کہتے سنائی دی "جوزف!"

میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ وہی تھی۔ اس نے رات کا لباس پہنا ہوا تھا۔ ایک بڑھیا شال شانوں پر اور تنکوں کی بنی ہوئی ٹوپی سر پر تھی۔ اور جب میں نے قریبی لیمپ کی روشنی میں دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس کے خوش نما چہرہ پر راحت و اضطراب کے ملے ہوئے آثار موجود تھے

اس نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور باغ کی طرف لے جاتے ہوئے کہنے لگی "اس طرف!"

پھر اس دروازہ کو بند کر کے جس کی راہ سے وہ باہر نکلی تھی۔ وہ ایک پختہ روش کی راہ سے مجھ کو درختوں کے ایک دور افتادہ کنج میں لے گئی۔ جہاں سے قریباً پچاس گز کے فاصلہ پر ایک خوشنما عمارت واقع تھی۔ اس جگہ بیٹھ کر گفتگو کرنے سے اس بات کا احتمال نہ تھا کہ ہماری آوازیں گھر والوں کے کانوں تک پہنچیں گی۔ یا کوئی شخص انہیں سن لے گا۔

ہم جب اس جگہ پہنچکر اس بنچ پر جو درختوں کے نیچے بچھی ہوئی تھی آرام کے ساتھ بیٹھ گئے اور اس نے میرے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لئے تو بولی "پیارے جوزف سب سے پہلے تم میرے اس سوال کا جواب دو کہ کیوں تم اتنی مدت چپ رہے؟ اور مجھے ایک خط تک نہ لکھا؟ افسوس تم کو معلوم نہیں۔ کہ میں نے اس دوران میں فکر و تشویش سے کتنی تکلیف اٹھائی ہے۔۔۔"

"مگر پالو میں نے ایک خط آپکے نام لکھا تھا۔۔۔"

"پالو"! اور یہ کہتے ہوئے اس نے جلدی سے میرے ہاتھ چھوڑ دیئے۔ "آہ پہلے ہی میرا خیال تھا کہ آج دن کی ملاقات میں تم نے مجھ سے ویسا سلوک نہیں کیا جس کی مجھے امید تھی تمہاری نگاہ اور انداز سے ایک عجیب سرد مہری ظاہر ہوتی تھی تم کو مجھے دیکھکر اس سے دوسال

حصہ خوشی حاصل نہیں ہوئی جتنی مجھ کو ہوئی تھی سننے کہیں اپنے احساس کو مس سابین لا کے
کی نظروں سے بھی نہ چھپا سکی جو گاڑی پر میرے ساتھ تھا۔ جوزف کیا یہ ظلم و بے انصافی
نہیں ہے؟ کیا تم واقعی ان تکلیفوں سے لاعلم ہو جو میں نے تمہاری خاطر اٹھائی ہیں؟"
یہ آخری الفاظ کہتے ہوئے اس کی آواز بے اختیار تھرا گئی اور تاروں کی اس روشنی
میں جو ریشمی دھاگوں کی مانند درختوں کے پتوں سے چھن کر آتی تھی میں نے دیکھا کہ بہتے ہوئے
آنسوؤں کے قطرے اس کے رخساروں پر چمک رہے تھے۔
"آہ جوزف میں نے بہت تکلیف اٹھائی ہے" اس نے پھر ایک بار جوش آمیز لہجہ میں تقریر
کرتے ہوئے کہا اور اس طرح ان الفاظ کو جو میرے منہ سے نکلا چاہتے تھے روک دیا "لیکن
مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں کیونکہ وہ سب تکلیفیں اور اذیتیں جو میں نے اب تک سہی ہیں اپنی
مرضی سے دلیری اور استقلال کے ساتھ برداشت کی گئی ہیں۔ اپنے باپ کا غصہ ماں کی تلخ
ملامت بہن بھائیوں کے طعنے اور تضحیک یہ سب کچھ میں نے اس عشق کی خاطر جو مجھے تم سے ہے
بخوشی برداشت کیا ہے بڑی مشکل سے پچھلے چند ہفتوں میں ان لوگوں نے مجھے تھوڑی سی چین
لینے دی ہے اور وہ بھی شاید اس لئے کہ ان کے خیال میں اثر زمانہ کے ساتھ میرا جوش سرد
ہو چکا ہے ان دنوں ہم لوگ اس سامنے والے مکان میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ اور اس ایک
واقعہ سے تم بآسانی سمجھ سکتے ہو کہ میں نے تم سے ملنے کو کتنے عظیم خطرہ کا سامنا کیا ہے۔ مجھے
ڈر تھا۔ شاید باہر آنے کا موقعہ نہ ملے گا تاہم بڑی مشکل سے دردسر کا بہانہ کر کے میں ذرا سی دیر
کے لئے باہر نکلی ہوں۔ لیکن خیر ان باتوں سے کیا حاصل تم سے ملنے کو میں اگر مزید پیش آنے
والے سے دس ہزار گنا بڑے خطروں کا مقابلہ کرنے کو بھی تیار ہوں۔ لیکن۔۔۔ تم خاموش ہو جوزف
کس لئے تم خاموش ہو؟"

"افوس در اصل۔۔۔ میں اس وقت سخت پریشان ہوں۔۔ میں نہیں جانتا کہ کیا جواب دوں"
"جوزف سچ بتاؤ" اس نے پرجوش آواز سے قطع کلام کرتے ہوئے کہا "کیا واقعی تم نے میرے

نام کوئی خط لکھا تھا؟ کیونکہ اگر ایسا ہو تو پھر پایا جاتا ہے کہ وہ خط رستے میں روک لیا گیا۔۔۔"

"میں قسم کھا کے سچ عرض کرتا ہوں کہ میں نے سالسبری سے ایک مفصل خط آپ کے نام لکھا تھا۔ مرٹل لاج سے رخصت ہونے کے بعد میں نے سب سے پہلا کام جو کیا یہی تھا اور اس خط کے لفافہ پر آپ کے حسب ہدایت ڈاکخانہ انفیلڈ کا پتہ لکھ دیا تھا۔۔۔"

"اس صورت میں یقیناً اس خط کو رستہ میں روک لیا گیا" کیتھلین نے جسے اپنے رشتہ داروں کے برخلاف سخت غصہ تھا جوش کے ساتھ کہا "معلوم ہوتا ہے انہیں پہلے سے اس بات کا شبہ ہو گیا تھا کہ ہم خط وکتابت کا کوئی ذریعہ پیدا کریں گے اس لئے انہوں نے۔۔۔ لیکن جوزف یہ بتاؤ تم نے اس خط میں کیا تحریر کیا تھا؟ یقیناً تم نے یہی لکھا ہوگا کہ تم کو بھی مجھ سے اتنی ہی گہری محبت ہے جتنی مجھے تم سے ہے کیونکہ سچ جانو مجھے تم سے وہ بے پایاں محبت ہے جو کبھی کسی عورت کو مرد سے نہیں ہوئی۔ حقیقت یہ ہے کہ تمہاری تصویر ہر وقت میرے سینہ میں بستی ہے۔ تو بھی کتنی تکلیف میں نے اس فکروتشویش کی وجہ سے اٹھائی تھی جو تمہارا خط نہ آنے سے مجھے لاحق ہوئی۔ دن ہفتوں میں بدل گئے ہفتوں نے مہینوں کی صورت اختیار کی۔ لیکن تمہارا خط نہ آیا۔ جوزف کیا تم نے اس خط میں یہ لکھا تھا کہ تم کو بھی مجھ سے ناقابل بیان گہری محبت ہے۔؟ تم کو بھی۔۔۔"

"میں نے اس خط میں جو اصل کیفیت ہے قلمبند کر دی تھی" میں نے بڑی مشکل سے حوصلہ کر کے جواب دیا "دراصل میں نے اس میں صاف صاف لکھ دیا تھا۔۔۔"

"پیارے پیارے جوزف" کیتھلین نے ناقابل ضبط خوشی کی حالت میں جلدی سے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اپنے نرم بازو میری گردن میں ڈال دیئے اور اس کے ہونٹ میرے رخساروں سے لگ گئے پھر اس کے ایک منٹ بعد وہ جلدی سے پیچھے ہٹ کر کہنے لگی "آہ کیوں تم مجھ سے اتنی سرد مہری کرتے ہو؟ کیوں تم میرے پیار کا جواب نہیں دیتے؟ جوزف میں تمہاری بدلی ہوئی حالت سے متحیر ہوں میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس تبدیلی کا کیا باعث ہے؟"

"بانو درحقیقت مجھ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی بلکہ شروع سے اب تک آپ کو ایک عجیب فہمی رہی ہے" میں نے اس خیال کو نظرانداز کر کے کہ میرے اس بیان سے اس کو کتنا رنج پہنچے گا جی کڑا کر کے کہا "امر واقعہ یہ ہے کہ اس وقت میں اپنے جی میں اس بات کا مصمم ارادہ چکا تھا کہ سب حال صاف صاف اس سے کہہ دوں گا کیونکہ ایبل سے میری وفا کا یہی تقاضا تھا کہ جو کچھ میرے دل میں ہو اسے ایمانداری کے ساتھ اس کے روبرو ظاہر کر دوں۔

"کیا!... مجھ کو غلط فہمی ہوئی ہے؟" [illegible] نے سراسیمگی کی حالت میں دفعتاً پیچھے ہٹتے ہوئے کہا "یعنی کیا مطلب؟... کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تم نے میری محبت کی دانستہ تحقیر کی ہے بولو جواب دو چپ کیوں ہو؟" اس نے لہجہ پُر غرور میں غضبناک ہو کر جلدی سے کہا۔

"خدا کے لئے آپ مجھ سے ناراض نہ ہوں" میں نے التجائی لہجہ میں کہا "بات یہ ہے میں... لیکن اگر وہ خط جو میں نے لکھا تھا آپ نے دیکھ لیا ہوتا تو آپ کو معلوم ہو جاتا ہیں..."

"آہ جوزف اب میں تمہارا مطلب اچھی طرح سمجھ گئی" اس نے جلدی سے پھر اپنا لہجہ بدل کہنا شروع کیا۔ "معاف کرو کہ میں نے ایک لحظہ کے لئے تم سے بدگمانی کی لیکن اب میری سمجھ میں اچھی طرح آگیا کہ تم نے اس خط میں کیا حالات لکھے تھے۔ یقیناً تم نے اس میں یہ تحریر کیا تھا کہ فی الحال ہمارا آپس میں رشتہ قائم کرنا محال ہے لیکن کیا تم نہیں جانتے ہو کہ محبت امید و اعتقاد کا دوسرا نام ہے؟ سچی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ مستقبل پر امید اور بھروسہ رکھا جائے اور یہ سب امیدیں اور بھروسے میرے سینہ میں موجود ہیں۔ تمہاری محبت کی خاطر میں ایک یا دو سال کا ذکر کیا ابد تک انتظار کر سکتی ہوں۔"

"تاہم" میں نے دوبارہ وہی غلط فہمی پیدا ہوتے دیکھ کر مضطربانہ کہا "جو کچھ میں عرض کرنا چاہتا ہوں آپ اس کو اچھی طرح سن لیں۔ کیونکہ نہ صرف آپ کے بلکہ اپنی ذات کے متعلق بھی میرے فرض کا تقاضا یہ ہے کہ آپ..."

"آہ کیوں تم مجھے میرے نام سے مخاطب نہیں کرتے" لیڈی کیلنتھ نے جلدی سے کہا اور میں نے درختوں کی راہ سے داخل ہونے والی تاروں کی روشنی پر دیکھا کہ اس کی خوشنما آنکھوں میں دبے ہوئے غصہ اور جوش کی چمک موجود تھی" تاہم بیان کر دیں سنتی ہوں مجھ سے بیشک غلطی ہوئی کہ تمہارا قطع کلام کر دیا۔"

"بانو اگر آپ عہد ماضی کو یاد کریں" میں نے پھر ایک بار نرمی سے کہنا شروع کیا۔ کیونکہ میں نے دیکھا وہ اس وقت سخت جوش کی حالت میں تھی اور میں اس کی ذہنی حالت کو واقعی قابل رحم تصور کرتا تھا" اگر آپ ان واقعات کو یاد کریں جو مرٹل لاج میں پیش آئے تھے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ میری طرف سے کبھی کسی موقعہ پر..."

"اوہ جوزف ہمارے پاس اتنا وقت کہاں ہے اور کس کا صبر اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ ان سارے واقعات کی یاد از سر نو تازہ کی جائے" اس نے بے صبری کا اشارہ کرتے ہوئے کہا "تاہم میں اس بات کو بھولی نہیں ہوں کہ مرٹل لاج ہی میں سب سے پہلے میں نے تمہیں دیکھا اور وہیں تم سے محبت کرنا سیکھا تھا..."

"مگر لیڈی کیلنتھ..."

"کیوں تم مجھے کیلنتھ نہیں کہتے ہو؟ آخر اس تکلف کا کیا مطلب ہے؟ نہیں نہیں میں کوئی جواب سننا نہیں چاہتی وہ گہری محبت جو ہمیں ایک دوسرے سے ہے اس طرح کی رسمی باتوں کو گوارا نہیں کر سکتی کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ محبت میری زندگی کا سہارا اور جوش طوفان میں گھرے ہوئے راحت دل کے جہاز کا لنگر ہے... لیکن اُف میرے خدا یہ کیا!"

ہم دونوں چونک گئے اور کیلنتھ نے دہشت سے دونو بازو میری گردن میں ڈال دیئے معلوم ہوا کوئی سخت لہجہ کی مردانہ آواز اس کا نام لے کر بلا رہی تھی۔

"یہ میرے باپ کی آواز ہے" اس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا "جوزف

اب تم خدا کے لئے جاؤ ... جلدی کرو" یہ کہتے ہوئے اس نے مجھے نرمی سے باہر کی طرف دھکیلنا شروع کیا "اب ہم پھر کسی وقت ملیں گے" اور اس کے بعد دبی ہوئی پُر جوش آواز میں "آیندہ چند روز کے عرصہ میں میں ایک خط تمہارے نام لکھوں گی ..."

"مگر میں عنقریب چلٹنہم سے رخصت ہو جاؤں گا" میں نے جلدی سے کہا اور کچھ ایسا اضطراب اس وقت مجھے لاحق تھا کہ معلوم نہ کر سکا میں کیا کہہ رہا ہوں۔

"کیا! تم چلٹنہم سے رخصت ہو جانا چاہتے ہو"؟ اس نے مضطربانہ پوچھا "اس صورت میں یہ بتاؤ کہ تم کس جگہ جاؤ گے تاکہ میں تمہارے نام وہیں ایک خط لکھ سکوں"

"ہاں یہ بہتر ہے آپ ایک خط میرے نام لکھ دیں اور میں اس کے جواب میں سارا حال تحریر کر دوں گا کیونکہ حقیقت میں مجھے کئی ایک باتیں آپ سے بیان کرنی ہیں"

"مگر تم کہاں جانا چاہتے ہو؟" اس نے بے صبری سے پوچھا۔

"رامسن نام کے ایک گھرانے کے ساتھ جزیرہ وائٹ میں وہاں ان کا مکان قصبہ رائیڈ کے پاس واقع ہے ..."

اس موقعہ پر اس کے باپ نے پھر ایکبار کلیمنٹینا کا نام لیکر آواز دی اور اندھیرے میں ایسا معلوم ہوا کہ وہ ہماری سمت میں آتے ہوئے۔ اب زیادہ قریب پہنچ گیا ہے۔

"جوزف یہ وہ دروازہ ہے" نوجوان خاتون نے سابق کی طرح دبی ہوئی آواز میں کہا "پیارے جوزف" اور یہ کہتے ہوئے وہ ناقابل بیان جوش محبت سے مجھکو لپٹ گئی "الوداع پیارے جوزف اور اس کے ایک لحہ بعد میرے باہر نکل آنے پر دروازہ بند کر دیا گیا۔

پانچویں جلد ختم ہوئی

قواعد خریداری

۵۔ (بقیہ صفحہ ۲) بعض اصحاب کی حالت میں دیکھا گیا ہے کہ چار پانچ ماہ گزرنے کے بعد دفعتاً اطلاع دیتے ہیں کہ ہمیں اس دوران میں ایک بھی پرچہ نہیں ملا۔ ایسی شکایتیں کسی حالت میں بھی قابل غور نہیں سمجھی جا سکتیں۔ کیونکہ اتنی مدت کے بعد شکایت کی جانچ کسی طرح نہیں ہو سکتی اس قسم کے موقعوں پر زیادہ سے زیادہ جو بات ہم کر سکتے ہیں یہ ہے کہ زیر شکایت پرچے اگر دفتر میں موجود ہوں تو عام رعایتی قیمت پر دوبارہ مہیا کر دیے جائیں۔ لیکن یہ ایک اختیاری رعایت ہے جو بغیر کوئی وجہ ظاہر کرنے کے واپس لی جا سکتی ہے۔

۶۔ کچھ اصحاب آغاز ماہ سے ہی خطوں کا تار باندھ دیتے ہیں جن کا فرداً فرداً جواب دینا سخت مشکل ہے۔ اس لئے مکرر گذارش ہے کہ عدم رسیدگی کے خطوط جہاں تک ہو تاریخ ۲۰ تک انتظار کر کے ہی لکھے جائیں۔ اس سے پہلے لکھے ہوئے خطوں کو قابل اعتنا نہ سمجھا جائے گا۔

۷۔ ماہوار ضخامت اس سائز کے ایک سو سے لیکر ڈیڑھ سو صفحوں تک مقرر ہے اور بعض حالتوں میں اس سے بھی زیادہ ہو سکتی ہے۔ مگر اس کی بیشی کا انتخاب رکھنے کا اس دفتر کو حاصل ہے۔

۸۔ قابل ترجمہ کتابوں کے انتخاب کا حق رئیس التحریر منشی تیرتھ رام صاحب کو حاصل ہے۔ خریداروں کے مشورے ہر وقت شکریہ کے ساتھ سنے جا سکتے ہیں لیکن یہ دفتر ان پر عمل کرنے کے لئے پابند نہیں۔ اور نہ کوئی صاحب اس بنا پر اعتراض کر سکتے ہیں کہ فلاں کتاب کا ترجمہ کیوں شائع نہیں کیا گیا۔

۹۔ ان قواعد سے لاعلمی داخل عذر نہ سمجھی جائے گی۔

جلد ۶

گردشِ آفاق

حیرت انگیز سوشل ناول

اس سلسلہ میں حسبِ ذیل بھی ملاحظہ فرمائیے

فسانۂ لندن (سلسلہ اول و دوم) نظارۂ پرستان۔ خونی تلوار وغیرہ

مصنف
جی ڈبلیو۔ ایم رینالڈس

مترجم
تیرتھ رام فیروزپوری

لال برادرس

۷۔ پارسنز روڈ۔ نولکھا۔ لاہور

بھارت نیوز پیپر پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام بابو پرتاب سنگھ مہاشہ پرنٹر چھپا

قواعد خریداری

۱- اس سلسلہ کی مستقل خریداری کی سالانہ قیمت عمہ ہے جو خواہ بذریعہ منی آرڈر۔ یا وی۔ پی پیشگی آنی چاہیئے۔ ماہوار یا ششماہی کا کوئی حساب نہیں جو اصحاب ہمارے سلسلہ سراغرسانی کے بھی مستقل خریدار ہیں ان سے بطور رعایت صرف ہیہ سالانہ لیا جائے گا۔ وصول شدہ روپیہ کسی حالت میں واپس نہ ہوگا۔

۲- خریداری کسی ایک جلد سے شروع ہو سکتی ہے۔ لیکن قیمت بہرحال ایک سال کی اکٹھی وصول کی جائے گی۔ اور اس کے عوض بارہ ماہوار پرچے (یا ان پرچوں کے مجموعے) مہیا کئے جائیں گے۔

۳- سابقہ ادا کردہ قیمت کا حساب ختم ہونے پر اگر نئی قیمت کے آغاز سے پہلے خریدار کی طرف سے یہ اطلاع موصول نہ ہو کہ وہ آئندہ اس سلسلہ کی خریداری جاری رکھنا نہیں چاہتا تو اس کو بونا فائڈ آرڈر سمجھ کر نیا پرچہ مزید سالانہ قیمت کے لئے وی پی روانہ خدمت ہوگا جس کو وصول کرنا ہر ایک خریدار کا اخلاقی فرض سمجھا جائے گا۔

۴- ہر ایک پرچہ بالعموم مہینہ کے وسط تک شائع ہو جاتا ہے اور تمام خریداروں کے نام باقاعدہ اور بڑی احتیاط کے ساتھ روانہ ہوتا ہے۔ ممکن ہے چند پرچے رستہ میں ضائع ہو جائیں۔ لیکن اس صورت میں عدم رسی کی اطلاع اسی مہینہ کے اندر اندر آ جانی چاہیئے۔ بہترین صورت یہ ہے کہ مہینہ کی ۲۰ تاریخ تک انتظار کرکے اگر اس وقت تک پرچہ وصول نہ ہو۔ تو ایک اطلاعی خط اس دفتر کے نام روانہ کر دیا جائے اس مہینہ کے گذر جانے پر عدم رسی کی شکایت قابل قبول نہ ہوگی۔ سوائے غیر ملکی خریداروں کے جو آئندہ ماہ کی پانچ تاریخ تک شکایت روانہ کر سکتے ہیں۔ (باقی دیکھو سرورق صہ ۳)

حیرت انگیز سوشل ناول

گردش آفاق

چھٹی جلد

جارج ڈبلیو۔ ایم۔ رینالڈس کی زبردست تصنیف

جوزف ولمٹ

کا دلکش اردو ترجمہ

تیرتھ رام فیروزپوری

مترجم فسانہ لندن۔ نظارہ پرستان۔ انصاف وغیرہ

لال برادرس

۷۔ پارسنز روڈ۔ نولکھا لاہور

(الفلاح سٹیم پریس لاہور میں باہتمام [illegible] چھپا)

جارج ڈبلیو-ایم رینالڈس کے ناول

ذیل میں رینالڈس کے ان ناولوں کی فہرست دی جاتی ہے جو قبل ازیں ترجمہ ہو کر شائع ہو چکے ہیں اور طلب کئے جا سکتے ہیں

کتاب کا نام	انگریزی نام	مترجم	صفحات	قیمت
فسانہ لندن (۱۲ حصے)	مسٹریز آف لندن (سلسلہ اول)	منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری	۱۲۰۰	[illegible]
〃 (۲۵ حصے)	〃 (سلسلہ ثانی)	〃	۱۴۶۶	[illegible] ۱۲ار
خونی تلوار (۲ جلدیں)	میسکر آف گلنگو	〃	۸۵۸	[illegible]
باپ کا قاتل (۶ حصے)	پیری سائیڈ	منشی شمیم الدین صاحب بلہوری	۵۱۶	[illegible]
شام جوانی (۲ جلدیں)	ینگ ڈچس	منشی نوبت رائے صاحب نظر لکھنوی	۶۰۰	[illegible] ۱۵ار
فریب حسن	فاسٹ	خواجہ اکبر حسین صاحب	۵۵۰	[illegible]
شام غربت	پوپ جان	پیر کرامت اللہ صاحب امرتسری	۴۳۹	[illegible]
سوزن عشق	سیمسٹرس	پنڈت کشمیر ناتھ صاحب سپرو	۵۲۰	[illegible]
عمر پاشا	عمر	منشی احمد الدین صاحب بی اے مرحوم	۲۸۸	[illegible]
فسانہ الدین دیلی	لیلی یا اسٹار آف منگریلیا	منشی محمد امیر حسن صاحب	۶۲۰	[illegible]
مارگرٹ	مارگرٹ	منشی کرپا سہائے صاحب بی اے	۱۴۸	۱۲ار
فسانہ لارڈ رتھ (۲ جلدیں)	رائی ہوس پلاٹ	منشی محمد امیر حسن صاحب	۱۰۴۶	[illegible]
جادو کی دلہن	سوبحرس وائف	ڈاکٹر کشمیدت صاحب عابر	۱۴۴	۱۲ار
روزا لمبرٹ (۲ حصے)	روزا لمبرٹ	منشی جے نرائن صاحب ودیا اثر لکھنوی	۳۵۶	[illegible]
اسرار	نیکرومنسر	منشی صدیق احمد صاحب	۶۴۴	[illegible]
دھوکا یا طلسمی فانوس	[illegible]	منشی سجاد حسین صاحب مرحوم	۵۲۳	[illegible]
شاد کام	الفرڈ	منشی امجد حسین صاحب	۲۱۰	[illegible]
رینالڈس کی کہانیاں (۸ حصے)	متفرق	...	۲۸۵	[illegible]
اسرار حرم	نور آف دی حرم	منشی احمد الدین صاحب بی اے مرحوم	۲۱۰	[illegible]
فسانہ دیگز و نسیڈا	دیگز دی ہیر دلف	منشی محمد امیر حسن صاحب	۶۳۴	[illegible]
قدیم لندن کے اسرار (۲ حصے)	اولڈ لندن	...	۳۱۲	[illegible]
جیل کی معشوقہ	فشرمین	لالہ دینا ناتھ صاحب	۵۸	۸ر

ہم سے طلب فرمائیے

گردشِ آفاق

دورِ اوّل

چھٹی جلد

باب ۳۵

گہرا راز

لیڈی کیسلنتھ ڈنڈاس سے جُدا ہوکر میں جب باغ دیوار کے ساتھ ساتھ چلتا چھتنارے درختوں کے نیچے پھیلی ہوئی تاریکی میں پہنچا۔ تو جی سخت بے تاب تھا۔ کیونکہ وہ سب آرزوئیں اور اُمیدیں جنہیں لے کر میں اس جگہ آیا تھا۔ دل کی دل ہی میں رہ گئی تھیں۔ خیال یہ تھا کہ اب کی بار اس سے مل کر میں اپنے رازِ دل کو پوری طرح ظاہر کر دوں گا۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ میں اپنی اگلی کوتاہیوں اور خاموشیوں کی بوجہ احسن تلافی کرنا چاہتا تھا۔ مگر افسوس اس کا موقعہ اب بھی نہ ملا۔ ایک اور ملاقات ہو چکی۔ لیکن مدعائے دل پھر بھی ظاہر نہ ہو سکا۔ یعنی ارادہ رکھتے ہوئے بھی میں اپنے خیالات کو حالات کی مجبوری سے لیڈی کیسلنتھ کے روبرو ظاہر نہ کر پایا۔ تو بھی جس طرح انسان ہر ایک ناکامی میں اپنے دل کو ڈھارس دینے کا کوئی نہ کوئی ذریعہ ضرور پیدا کر لیتا ہے۔ اسی طرح میں نے بھی یہ کہکر اپنے آپ کو سمجھانے کی کوشش کی۔ کہ کم از کم اس مرتبہ جو کچھ ہوا۔ وہ میری اخلاقی کمزوری کی وجہ سے نہ تھا۔ اور اگر لیڈی کیسلنتھ کے باپ لارڈ مینڈیذل کی آواز ہماری ملاقات کو پیش از وقت

ختم نہ کر دیتیں۔ تو یقیناً میں اپنا رازِ دل اس پر ظاہر کرنے میں کامیاب ہو جاتا۔ مگر صحیح وجہ کچھ بھی ہو اس حقیقت سے انکار کرنا مشکل تھا کہ بیڈی کیلنتھ بس غلط فہمی میں شروع سے مبتلا چلی آتی تھی۔ وہ اب بھی زائل نہ ہوئی یعنی وہ اب تک یہی سمجھے جاتی تھی۔ اور آئندہ بھی اسی غلط فہمی میں مبتلا رہے گی۔ کہ جتنی محبت اس کو مجھ سے تھی اتنی ہی مجھے بھی اس سے ہے۔ اصل حقیقت سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے وہ اس جذبۂ پُرجوش کو آئندہ بھی اپنے سینہ میں محفوظ رکھے جائے گی۔ اور اس کا انجام ... افسوس اس کی راحت اور مستقبل کے حق میں کتنا تباہ کن ثابت ہوگا۔ بدقسمتی سے اب میرے پاس کوئی ذریعہ اس غلط خیال کو اس کے دل سے نکالنے کا بھی نہ تھا۔ اس کے علاوہ اب تک مجھے اپنے رخساروں پر ان نے بوسوں کی گرمی اپنے ہونٹوں پر اس کے مرطوب ہونٹوں کا احساس اور جس جگہ اس کے ہاتھ اور بازو میرے بدن سے لپٹے تھے۔ وہاں ان کی لذت اب بھی محسوس ہوتی تھی۔ ان سب باتوں کو یاد کر کے میں بے اختیار یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا۔ کہ جو کچھ ہوا وہ فائدہ سے خالی۔ مگر ایبل کے حق میں میری انتہائی بے وفائی کا بیّن ثبوت تھا۔ یہی وجہ تھی کہ میں، جس وقت درختوں کے سایہ میں چل رہا تھا۔ تو لاتعداد پریشان کن خیالات جی میں ہیجان کرتے تھے۔ ملامت کی آوازیں روح کے بطن سے اٹھ کر میرے عہدِ وفا کی نوحہ خوانی کرتی سنائی دیتی تھیں۔ اور میں حالات سے۔ خود اپنے آپ سے اور سارے انتظامِ کائنات سے انتہا درجہ ناراض تھا۔ بے خبری میں چلتے ہوئے میرے قدم بازار کی طرف پھر گئے۔ شام کو رنگین گاڑیاں فیشن ایبل لباس کے مردوں اور زیورات سے ڈھکی ہوئی خاتونوں کو لئے دعوتی جلسوں اور تفریحی مقاموں کی طرف جا رہی تھیں اور اُن کی نہ ٹھٹھنے والی کھڑکھڑاہٹ میرے دماغ کے بڑھتے ہوئے اضطراب میں اور اضافہ کرتی تھی۔ خلقت کی خوش پوشی

بازاروں کی چہل پہل۔ اور خوشی اور خروش عیشی کی آوازیں میرے دل کا ہیجان بڑھاتی تھیں
کسی طرح اپنے جی کو سکون دینے کی خاطر میں آبادی سے ہٹ کر کسی تنہا اور علیحدہ مقام
کی طرف جہاں خاموشی اور اندھیرا ہو چلنے لگا۔ کیونکہ اسی طرح زندگی کی دلچسپیوں
اور دلفریبیوں سے جدا ہو کر میں اپنے گھبرائے ہوئے دل کو آرام دے سکتا تھا۔ حالت
موجودہ میں سب سے زیادہ مجھے اس سکون کامل اور اس امن اعظم کی تلاش تھی،
جو کسی بے تاب روح کو علیحدگی اور تنہائی میں ہی نصیب ہو سکتا ہے۔

کسی مدعائے خاص کے بغیر چلتا میں جلدی ہی ایک ایسے مقام پر پہنچ گیا جہاں
تاریکی اور سناٹا تھا اور اس جگہ اونچے درختوں کے سایہ میں دل کی بڑھتی ہوئی اُلجھن
کم کرنے کی کوشش کرتا۔ حالت اضطراب میں اِدھر اُدھر ٹہلنے لگا۔ لیکن گو میں نے اپنی بیتابی
رفع کرنے اور جی کو تسکین دینے کی بہت کوشش کی۔ تاہم کیلنتھ کی حال کی ملاقات نے
اثر مابعد کے طور پر میری روح میں ایک اس طرح کا احساس پشیمانی پیدا کر دیا تھا جس کو
میں سعی عظیم کے باوجود رفع نہ کر سکا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اب میں اینیل کی پاک محبت کے
قابل نہیں رہا۔ گو خدا شاہد ہے کہ میں نے بالارادہ اپنے آپ کو اس مست عشق امیر
زادی کی جوش آمیز پیش دستیوں کے حوالہ کرنا منظور نہ کیا تھا۔ میں اسی حالت میں بے تابانہ
ٹہلتا پھر رہا تھا۔ کہ دفعتاً ایک آدمی گھپ اندھیرے سے نکل کر میری طرف آتا نظر آیا۔ میری
موجودگی کی بے خبری میں وہ چند قدم آگے بڑھا۔ اس کے بعد مجھے دیکھ کر ٹھہر گیا۔ اور اب
ایک دور افتادہ لیمپ کی روشنی میں میں نے دیکھا کہ اس کی عمر تیس سال کے قریب تھی
صورت شکیل اور چہرہ پر تکبر و نخوت کے آثار نمودار تھے۔ اسی ہلکی روشنی میں یہ بھی میں
نے دیکھا کہ اس کا چہرہ انتہا درجہ زرد تھا۔ جیسا کثرت مے نوشی یا سخت اندرونی سوزش
کی حالت میں ہوا کرتا ہے۔ اس کی نگاہ انداز تجسس سے میرے چہرہ پر جمی اور اس طرح جم
کر رہ گئی کہ گویا وہ اس ذریعہ سے میری روح کی گہرائی تک پہنچنے اور دل کا حال معلوم کرنے

کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کی قامت دراز۔ لباس فیشن ایبل اور چہرہ پر مردمی اور مردانگی کے آثار پائے جاتے تھے۔ تو بھی جس طریقہ پر اُس نے اپنے کوٹ کے بٹن۔ ٹھوڑی تک بند کئے ہوئے اور ٹوپی پیشانی تک جھکا کر اوڑھی ہوئی تھی۔ اُس سے پتہ پایا جاتا تھا کہ اس ویران مقام کی طرف آتے ہوئے جہاں اس کو خلوت و تنہائی کی امید تھی۔ اور جہاں بیچ پر بیٹھے میری حاضری محض ایک امر اتفاقی تھی۔ وہ اپنے آپ کو دیکھنے والوں کی نظروں سے پوشیدہ رکھنا چاہتا تھا۔

یکایک آگے بڑھ کر اُس نے ایک ہاتھ میرے شانہ پر رکھ دیا اور اسے اس زور سے پکڑا کہ میں تکلیف محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس کے بعد اُس نے کہا "نوجوان آدمی سارا حال معلوم ہو چکا۔ پس بہتر ہے کہ چپ چاپ میرے ساتھ چل دو"

میں حیران و ششدر رہ گیا۔ اپنا تو خیر مجھے کوئی ڈر نہ تھا۔ تاہم بدنصیب کیلنتھ کی مصیبت کا خیال سوہان روح ہونے لگا۔ کیونکہ اس کو دیکھتے ہی خیال آیا کہ یہ شخص یا تو اُس کے بھائیوں میں سے ایک ہے یا اُس کا قریبی رشتہ دار۔ کیونکہ اسی صورت میں وہ اُس معاملہ کی طرف جس کا اس نے مبہم ذکر کیا اس قسم کا اشارہ کر سکتا تھا۔

"تم کو ضرور چلنا پڑے گا" اس نے میرے شانہ کو بدستور پکڑے ہوئے پھر ایک بار کہا "اور میں ہدایتاً تم سے کہہ دیتا ہوں کہ میرے ساتھ چلتے ہوئے تم جتنا کم بولو گے اتنا ہی اچھا ہوگا"

"تاہم معلوم ہونا چاہئے کہ آپ مجھے کس مطلب کے لئے ساتھ لیجانا چاہتے ہیں؟" میں نے اپنے ابتدائی اضطراب پر غالب آ کر لہجہ استقلال میں پوچھا۔

"حیلہ سازیاں بے سود ہیں" اجنبی نے غصہ میں بھر کر کہا "کیونکہ سارا حال ظاہر ہو چکا۔ اور کوئی بات پوشیدہ نہیں رہی۔ تاہم اگر اب بھی کسی توضیح کی حاجت باقی ہو تو میں اُس بدنصیب کا حوالہ دے کر جس کے ناجائز عشق نے ہمارے خاندان کے ماتھے پر بدنامی کی کالک لگائی ہے۔ تم سے ساتھ چلنے کو کہتا ہوں۔ بس اب بولنے کی حاجت نہیں۔ یہ

بات اگر پہلے تم کو معلوم نہ تھی۔ تو اب یقیناً جانی گئی ہوگی۔ کہ میں اسی سوختہ قسمت کا بھائی ہوں۔ جس نے اپنی کل کو کلنکت کیا ہے . . . ایک ایسا بھائی جو اُس کے نازیبا طرزِ عمل سے پہلے ہی نیم دیوانہ بنا ہوا ہے۔ پس میں پھر ایک بار کہتا ہوں کہ سیدھی طرح چل دو تو بہتر۔ ورنہ صورتِ انکار میں یہ پستول میرے پاس ہے۔ اور میں اسی وقت تم کو گولی مار کر مار دوں گا۔ کیونکہ میں آپے میں نہیں ہوں۔"

یہ کہہ کر اس نے میرے بدن کو زور سے ساتھ ہلایا۔ اور ایک ہاتھ سے بدستور میرا شانہ پکڑے رہا۔ دوسرے سے پستول نکال کر دکھانے لگا۔ جس کی نالی تاروں کی مدہم روشنی میں جو درختوں سے چھن کر آتی تھی، مجھ کو چمکیلی اور خوفناک دکھائی دی۔ میں اقرار کرتا ہوں۔ کہ ایک لحظہ کے عرصہ خفیف کیلئے میں واقعی اس پستول کو دیکھ کر ڈر گیا۔ لیکن جلدی ہی اوسان بحال کر کے میں نے کہا "مائی لارڈ . . . غالباً یہی خطاب ہے۔ جس سے مجھے آپ کو مخاطب کرنا چاہیئے . . . میں دھمکیوں سے نہیں ڈرتا۔ تو بھی میں اس لئے آپ کے ساتھ چلنے کو تیار ہوں کہ مجھے بعض تشریحات عرض کرنی ہیں اور میرے خیال میں فریقین کی بہتری اس میں ہے کہ سارا حال جلد از جلد واضح ہو جائے۔"

"تشریحات!" نوجوان امیر نے میرے ہی لفظ کو تلخ لہجہ میں دہراتے ہوئے کہا۔ اور اُس کے بعد جلدی سے "مگر جیسا میں نے پیشتر کہا تھا۔ مناسب ہوگا کہ مکان تک جاتے ہوئے ہمارے درمیان کسی طرح کی گفتگو نہ ہو۔ یہ باتیں وہیں چل کر ہوں تو بہتر ہے۔"

"اس صورت میں آپ اپنا ہتھیار جیب میں ڈالیں اور گرفت ہٹالیں کیونکہ میں آپکے ساتھ چلنے کو تیار ہوں۔ تاہم یاد رکھئے میں اپنی مرضی سے چلتا ہوں۔ رعب میں آکر نہیں۔" یہ الفاظ میں نے اس طرح کے لہجہ و وقار میں اس قدر بیخوفی کے ساتھ کہے کہ خود مجھے اپنی جسارت پر حیرت ہوئی۔

اس کے بعد ہم چلدیئے۔ اس نے پستول جیب میں رکھ لیا۔ اور اپنی زنجود آہنی

سے لتی ہوئی گرفت ابھی ہٹائی. مگر ہم چند ہی قدم گئے تھے کہ دفعتاً ایک اور آدمی اندھیرے سے باہر آتا دکھائی دیا۔ میرا خیال تھا وہ لیڈی کیلنتھ کا دوسرا بھائی ہوگا۔ مگر کسی نامعلوم وجہ سے وہ ہمیں دیکھ کر فوراً ہی اندھیرے میں غائب ہوگیا تاہم میں یہ معلوم کئے بغیر نہ رہ سکا۔ کہ میرے ساتھی کو اس واقعہ سے کسی قدر حیرت ہوئی۔

یکایک اس نے سختی کے لہجہ میں جس میں تعجب بھی شامل تھا مجھ سے پوچھا "کیا تمہیں اس جگہ کسی دوست سے ملنے کی امید تھی؟"

"مجھے ؟ بالکل نہیں!" میں نے جواب دیا۔ اور میں اس سوال پر متعجب ہوئے بغیر نہ رہ سکا کیونکہ جیسا بیان کیا گیا ہے۔ مجھے اس آدمی پر جو نظر آکر غائب ہوا۔ اس کا دوسرا بھائی ہونے کا گمان تھا۔ اس کے علاوہ جیسا کہ ظاہر ہے۔ اس جگہ میری آمد بھی محض اتفاقی تھی

"خیر کوئی بات نہیں" اس نے لاپروائی سے کہا: "وہ کوئی ایسا آدمی ہوگا۔ جو کسی مصلحت سے سامنے آنا نہ چاہتا ہو"

اس کے بعد پھر ایک بار ہم چپ چاپ چلنے لگے۔ بہر حال رستہ میں میں نے اپنے دل میں اس بات کا فیصلہ کر لیا تھا۔ کہ مکان پر پہنچ کر مجھ کو جواب دہی کے سلسلہ میں کیا طریق عمل اختیار کرنا چاہئے۔ یہ بات کہ لارڈ مینڈی دل کا مکان ہماری منزل مقصود تھا۔ ہر طرح کے شک و شبے سے باہر تھی اور ارادہ جو میں نے اپنے دل میں کیا یہ تھا کہ اس جگہ پہنچ کر میں لیڈی کیلنتھ کے باپ اور بھائیوں کے روبرو صاف صاف کہہ دوں گا کہ میرا دل چونکہ پہلے ہی دوسری جگہ رکا ہوا ہے۔ اس لئے آپ لوگ اطمینان رکھیں کہ میرا خاتون موصوف سے کوئی تعلق ہونا خارج از بحث ہے۔ اس سلسلہ میں یہ بھی میں نے ان سے کہہ دینے کا فیصلہ کر لیا تھا کہ گو میں لیڈی کیلنتھ کی تہ دل سے عزت کرتا ہوں۔ اور اس کی میرے دل میں بڑی منزلت ہے۔ یہاں تک کہ اس کی خاطر میں اپنی جان تک قربان کرنے کو تیار ہوں۔ تاہم اس سے شادی کا آرزومند نہ میں کبھی پیشتر تھا۔ اور نہ آئندہ ہوں گا۔ اس طرح کے خیالات کی الجھن میں پھنسا ہوا اور

اپنے جی میں یہ سوچکر حیران ہوتا۔ کہ اس نوجوان نے کیونکر اس دور افتادہ مقام پر میرا پیچھا کیا ہوگا میں اس بات سے بالکل لاپرواہ رہا۔ کہ ہم کس طرف کو جاتے ہیں۔ گو اتنا مجھے اس بے خبری میں بھی معلوم ہو گیا۔ کہ اب کی بار ہم ان بارونق بازاروں سے ہو کر نہیں گذرے۔ جن کی راہ سے میں اس جگہ تک آیا تھا۔ ایک دو بار میں نے گرد و نواح کے منظر کا جائزہ لینے کی کوشش کی مگر اندھیرے میں اس سے زیادہ کوئی بات معلوم نہ کر سکا۔ کہ ہمارا رستہ شہر کے باہر ہو کر گذرتا تھا۔ قریبًا پاؤ گھنٹہ اس طرح چلنے کے بعد میرا خیال تھا کہ ہم اس مقام پر پہنچ جائینگے جہاں لارڈ سینڈی ول کا مکان تھا۔ مگر اس کے باوجود میرا ساتھی آگے ہی آگے چلتا گیا۔ اور مجھ کو بھی مجبورًا اس کے ساتھ ساتھ رہنا پڑا۔ ایک دو بار میں نے استفسار کے خیال سے اس کے چہرہ کی طرف دیکھا۔ مگر اس پر سختی۔ غصہ اور قصد مصمم کے ایسے آثار موجود تھے۔ کہ میں بولنے کی جرأت نہ کر سکا۔ اور اس کی اپنی یہ حالت تھی کہ نہ اُس نے میری طرف مڑ کر دیکھا نہ کچھ کہا۔ بلکہ نگاہ بھی سامنے کی طرف لگائے رکھی جس سے میں اپنے جی میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا۔ کہ ایک مغرور امیرزادہ کی حیثیت میں وہ میری ہستی ناچیز کو انتہا درجہ قابل نفرت اور حقارت تصور کرتا اور میرے ہمراہ چلنے کو بھی ایک تلخ مجبوری سمجھتا تھا۔

قریبًا پانچ منٹ اور اس طرح چلنے کے بعد ہم لوگ ایک لوہے کے پھاٹک کے باہر ٹھیر گئے۔ جو ایک اونچی فصیل کے وسط میں بنا ہوا تھا۔ اُس سے پرے ایک کشادہ عمارت کی دھندلی تصویر دکھائی دیتی تھی جس کی متعدد کھڑکیوں میں لیمپ روشن تھے حیرت و اضطراب کا ایک نیا احساس مجھ پر غالب ہونے لگا۔ کیونکہ جہاں تک میں نے رات کے اندھیرے میں معلوم کیا یہ وہ مکان نہ تھا جسے پون گھنٹہ پیشتر میں نے کیلنتھ کے ساتھ درختوں کے کنج میں بیٹھے ہوئے دیکھا تھا۔ لیکن پھر خیال آیا۔ کہ ممکن ہے۔ وہ رستہ جدھر سے لیڈی کیلنتھ مجھے اندر لے گئی تھی۔ مکان کے پچھلی طرف واقع ہو۔ اور یہ دروازہ سامنے سے داخل ہونے کے لئے بنا ہوا ہو۔ جس صورت میں عمارت کی ظاہری عدم مشابہت

کا راز بھی آسانی سے حل ہو جاتا تھا میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ میرے ساتھی نے جیب سے کنجی نکال کر پھاٹک کھولا اور ہم اندر چلے گئے۔ مگر سیدھے رستہ سے ہو کر گذرنے یا اس گول سڑک پر چلنے کی بجائے جو گاڑیوں کی آمد و رفت کے لئے بنی ہوئی تھی۔ اور جس کے سرے پر ڈیوڑھی میں اس وقت بھی لیمپ روشن تھے۔ وہ مجھے ساتھ لیکر دائیں طرف کو مڑا۔ اور ایک سایہ دار روش پر چلنے لگا جس کے دورویہ صنوبر کے پیڑ اُگے ہوئے تھے۔ آگے جا کر پھر ایک بار ہم بائیں طرف مڑے اور عمارت کی دیوار کے ساتھ ساتھ ہو لئے۔ جس سے یہ خیال میرے دل میں پیدا ہونے لگا۔ کہ جس جگہ میں اور کیلنتھ نے بیٹھ کر گفتگو کی تھی۔ وہ غالباً اس روش کے سرے پر واقع ہوگی۔ جس کا مطلب دوسرے لفظوں میں یہ تھا۔ کہ وہ دروازہ جس کی راہ سے کیلنتھ نے مجھ کو داخل کیا مکان کے پچھلی طرف واقع تھا۔ مگر اس سے پہلے کہ ہم اس روش کے آخر تک پہنچتے۔ میرا ساتھی پھر ایک بار مڑا اور اس کے تھوڑی دیر بعد ہم مکان کے پہلو میں بنے ہوئے ایک شیشہ کے دروازہ کے پاس ٹھہر گئے۔ جس کے اندر گلابی رنگ کے پردے لٹکے ہوئے تھے۔ مگر ان کی راہ سے بھی یہ معلوم کرنا دشوار نہ تھا۔ کہ مدہم روشنی کمرہ کے اندر موجود ہے۔

اس جگہ پہنچ کر میرے ساتھی نے آہستگی سے شیشہ کو کھٹکھٹایا۔ اس آواز کو سنکر پہلے کسی نے پردہ ہٹایا۔ پھر دروازہ کھول دیا۔ اور میں ایک ظاہراً فراخ اور سجے ہوئے کمرہ میں داخل ہوا۔ جس میں صرف ایک موم بتی جلتی تھی۔ اور اس کی روشنی ایک اتنے فراخ کمرہ کے سب حصوں میں پورے طور پر پھیلی ہوئی نہ تھی۔ جس آدمی نے دروازہ کھولا وہ پستہ قد اور بہت بڈھا تھا۔ کمر میں ہلکا سا خم چہرہ ستا ہوا اور اس کی رنگت بالکل سپید تھی اور اس کی بھورے رنگ کی آنکھیں شیشہ کی طرح چمکتی تھیں۔ میں نے دیکھا اس کے ہونٹ زور کے ساتھ بھینچے ہوئے اور چہرہ پر سختی اور دبے ہوئے غصہ کے ویسے ہی آثار موجود تھے۔ جیسے اس نوجوان کے چہرہ پر جب مجھے

اپنے ساتھ یہاں تک لایا تھا۔ لیکن گو اُن کی عمروں کا اختلاف عظیم تھا۔ تاہم میرے لئے یہ سمجھ لینا بہت مشکل ثابت نہ ہوا۔ کہ پہلا شخص (جو مجھ کو اس جگہ تک لایا) اس سن رسیدہ آدمی کا بیٹا تھا۔ میرے کمرہ میں پیر رکھتے ہی آخرالذکر نے اپنی سرد شیشہ نما آنکھیں میری طرف پھیریں۔ اور سنجیدہ نظروں سے گہرے تجسس کے ساتھ میری طرف دیکھنا شروع کیا۔ اس کے ساتھ ہی مجھے اس کے ابرو سکڑتے ہونٹ بھنچتے اور چہرہ کے آثار زیادہ سخت ہوتے معلوم ہوئے۔ جس سے میں اس نتیجہ پر پہنچے بغیر نہ رہ سکا کہ بیٹے کی طرح باپ کو بھی مجھ سے سخت نفرت اور حقارت ہے۔ لیکن اس کے باوجود نہ میری ہمت میں فرق آیا۔ نہ پائے استقلال میں لغزش پیدا ہوئی۔ کیونکہ میرا سینہ صاف تھا۔ میں خوب جانتا تھا کہ مجھ سے کوئی خطا سرزد نہیں ہوئی۔ فی الحقیقت اس وقت تک جتنا بھی اظہار عشق ہوا۔ لیڈی کیلنتھ کی طرف سے۔ میں شروع سے ہی اس تعلق کے برخلاف اور رفع غلط فہمی کے لئے کوشاں تھا۔ ان حالات میں میں نے ایک فرض ناخوشگوار کو پورا کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اور میرے ایمان کی سچائی نے میرے اندر وہ طاقت و جرأت پیدا کر دی۔ جو خود میرے لئے باعث حیرت تھی۔ یہ بات میں اچھی طرح جان چکا تھا۔ کہ یہ مرد کہن سال کیلنتھ کا باپ لارڈ مینڈیویل ہے۔ اس کے چہرہ کی خشونت بھی خاتون موصوف کے ان الفاظ کی پوری تصدیق کرتی تھی جو اُس نے دوران ملاقات میں اپنے باپ کی سخت گیری کے بارہ میں کہے تھے۔

میں جب کمرہ میں داخل ہو چکا تو اُس نوجوان نے جو مجھ کو یہاں تک اپنے ساتھ لایا تھا۔ جلدی سے شیشہ کا دروازہ بند کر دیا۔ اور کھڑکیوں کے آگے پردے چھوڑ دیئے پھر اُس کے باپ نے باہستگی کمرہ کو عبور کیا اور ایک آرام کرسی پر بیٹھ کر اپنی شیشہ نما آنکھوں سے میرے چہرہ کو گھورنا شروع کر دیا۔ لیکن گو اس وقت تک گفتگو کی قسم سے ایک لفظ بھی اس کے منہ سے نہ نکلا تھا۔ تاہم اُس کی صورت قہر مجسم اور نگاہ اس

آدمی سے ملتی تھی جیسے اپنے اس دشمن کو جس کا حال اس نے بارہا غائبانہ سنا ہو۔ اور جس سے فی الواقعہ اس کو سخت نفرت ہو۔ پہلی بار دیکھنے کا اتفاق ہو۔ بڑی آہستگی سے اس کی نظر میرے سر سے لیکر بدن کے ہر حصہ کا جائزہ لیتی پیروں تک آگئی۔ بہرحال وہ اتنی تیز نگاہ تھی کہ اس ایک منٹ کے عرصہ میں جب تک وہ مجھ پر جمی رہی میں سخت بیتاب ہو گیا۔ اس سرد نگاہ کو دیکھ کر جس کی بیجان سطح کے نیچے بعید از فہم بھیانک اثرات پوشیدہ تھے۔ میرے بدن میں بے اختیار لرزہ پیدا ہوا۔ حیران ہوں۔ میں اس نگاہ کی مشابہت کس چیز سے دوں؟ شاید کسی لاش میں جادو کے زور سے قوت باصرہ پیدا ہو سکے اور وہ آنکھیں پھر ایک بار اسی طرح اظہار نفرت کر سکیں جس طرح زندگی میں کرتی تھیں۔ تو بڈھے امیر کی نگاہ کے اثرات کا کچھ اندازہ ممکن ہو۔ میں جب بہت دیر تک ان آنکھوں کی تاب مقابلہ نہ لا سکا تو میری نگاہ بے اختیار ایک طرف کو ہٹ گئی اور اس وقت پہلی بار میں نے دیکھا کہ اس کمرہ کی دیوار پر ایک بڑی بھیانک تصویر جو شمع کی دھندلی روشنی میں مدھم۔ مگر پھر بھی واضح نظر آتی تھی لگی ہوئی ہے۔ صرف ایک بار میں نے اس تصویر کی طرف دیکھا۔ مگر اتنے ہی میں مجھ کو اپنا خون سرد ہوتا معلوم ہونے لگا۔ کیا دیکھتا ہوں۔ ایک بہت بڑا درخت ہے۔ اور اس درخت کی شاخوں میں ایک اژدہا اپنی دم کو پیچ دے کر بدن کا باقی حصہ نیچے لٹکائے ہوئے ایک سوار کے بدن سے لپٹا ہوا نظر آتا ہے۔ تصویر میں گھوڑے کو دہشت کی وجہ سے پچھلی ٹانگوں کے بل سیدھا اٹھتا دکھایا گیا تھا اور نظارہ جو غالباً ہندوستان کے کسی جنگل کا تھا۔ اس قدر وسیع پیمانہ پر تیار کیا گیا تھا کہ وہ بادی النظر میں مجھ کو تصویر سے بہت زیادہ اصلی واقعہ معلوم ہوا۔ جو میری نظروں کے سامنے پیش آ رہا تھا۔ لیکن فوراً ہی اپنی دہشت سے نادم ہو کر میں سنبھلا اور اپنی نگاہ پھر ایک بڈھے امیر کی طرف پھیری جس نے اس موقعہ پر مجھے ہاتھ سے آگے

آنے کا اشارہ کیا۔

"رہتے"۔ اس نے سخت آواز میں جس کے اندر شروع میں ہلکی لڑکھڑاہٹ موجود تھی لیکن جو اس کے بعد جلدی ہی مستقل اور مضبوط ہو گئی، کہنا شروع کیا "تو نے اپنے فعل سے اس خاندان کے نام پر دھول ڈال دی ہے جو آج تک بے عزتی کے نام سے ناواقف تھا۔ پس اب یہ تیرا فرض ہے کہ اس خرابی کی جو تلافی ممکن ہے تو کرے تیرے گناہ کی حصہ دار نے جس کو تم آئندہ کسی حال میں اپنی بیٹی نہیں کہہ سکتا سارا حال بیان کر دیا ہے۔ اس نے کوئی بات چھپا کر نہیں رکھی۔ تین دن گذرے اس نے سب کیفیت اپنی ماں سے کہہ دی تھی۔ بلکہ اس شخص کا نام بھی ظاہر کر دیا تھا جو اس کی تذلیل کا موجب ہوا۔ اس کے علاوہ یہ بھی اس نے کہا تھا کہ تم ان دنوں اسی شہر میں موجود ہو۔ اور آج رات تمہیں اس سے ملنا ہے . . . "

"ائی لارڈ" میں نے اس بیان سے متعجب ہو کر کہنا شروع کیا۔ جس میں نہ صرف تاریخ کی غلطیاں موجود تھیں (کیونکہ کیلنتھ سے میری پہلی ملاقات اُسی دن دوپہر کے وقت ہوئی تھی) بلکہ جس سے یہ بھی پایا جاتا تھا کہ بڈھا امیران واقعات کو اس سے بہت زیادہ پُر اہمیت تصور کرتا ہے۔ جتنے کہ وہ درحقیقت تھے "مائی لارڈ . . ."

"ٹھیرو اور میں جو کہنا چاہتا ہوں سنو۔" بڈھے امیر نے اپنے ہاتھ کا اتنا زوردار اشارہ کر کے اور چہرہ پر اس قدر سختی کے آثار پیدا کرتے ہوئے کہا۔ کہ میں خوفزدہ اور مرعوب ہو گیا۔ "تمہارے پرتے اور جواب دینے کا وقت بعد میں آئے گا۔ لیکن اگر وہ حالات جو میں نے اُس کی زبانی سنے ہیں۔ جسے میں کسی زمانہ میں اپنی بیٹی کہا کرتا تھا صحیح ہوں۔ تو نا ممکن ہے کہ تم اپنے جواب میں مزاحمت یا انکار کی کوشش کرو۔ دنیا اب تک اس کی ذلت سے آگاہ نہیں ہے۔ اور تمہارے اور اس بدنصیب کے علاوہ صرف تین شخص اس راز سے واقف ہیں۔ ایک اس کی ماں۔ ایک میں اور ایک اس کا

غم نصیب بھائی جو تمہارے سامنے کھڑا ہے۔ اور جس کو اس صدمہ نے پہلے ہی نیم دیوانہ بنا رکھا ہے ۔ ۔ ۔"

"لیکن مائی لارڈ" میں نے پھر ایک بار لہجہ پُر زور میں قطع کلام کرتے ہوئے کہا کیونکہ بیان کردہ حالات اس کیفیت سے جو لیڈی کیلنتھ کی زبانی مجھ کو معلوم ہوئی تھی بالکل مختلف تھے۔ اس نے اپنی بہنوں کے طعن وتضحیک کا ذکر کیا تھا۔ حالانکہ بڈھے امیر کی گفتگو میں بہنوں کا اشارہ تک نہ تھا۔

'چپ! خاموش! سن رسیدہ نواب نے پھر وہی بے صبری کا اشارہ کر کے کہا۔"اس طرح تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد بے فائدہ میرا قطع کلام کرنے کی بجائے تم کو لازم تھا کہ میرے روبرو دوزانو ہو کر معافی کے خواستگار بنتے ۔ ۔ ۔ لیکن نہیں ایسا کرنا بیہودہ ہے۔" اس نے جلدی سے لہجہ پُر غرور میں کہا"کیونکہ میں کبھی تم کو معاف نہیں کر سکتا۔ چنانچہ اب بھی میں جو کچھ کرنے لگا ہوں۔ وہ تمہارے یا اس سوختہ بخت کے حق میں جس نے تمہاری مہلک محبت کے بس میں ہو کر اپنے آپ کو تباہ وبرباد کیا ہے۔ معافی کا درجہ نہیں رکھتا۔ یہ سب میں صرف اس لئے کرتا ہوں کہ وہ اس آخری انتہائی ذلت سے محفوظ رہے۔ جس کا ۔ ۔ ۔ افسوس! جس کا خیال بھی میرے لئے آتش سوزاں کا اثر رکھتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ کسی طرح دنیا کی لعنت ملامت اور حقارت سے محفوظ رہے۔ اسی خیال سے میں فوراً اپنے روبرو تم دو نوں کے ہاتھ ملوا دینا چاہتا ہوں۔ ۔ ۔"

'مائی لارڈ" میں نے دفعتاً اس تجویز کی خوفناک اہمیت کو سمجھ کر پُر وحشت انداز سے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی ایبل کی تصویر میری آنکھوں کے سامنے پھر گئی۔

'چپ! میں تمہیں حکم دیتا ہوں۔ چپ!' نوجوان امیرزادہ نے اب گفتگو کا فرض اپنے اوپر لیتے ہوئے غصہ میں بھر کر کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی میرے شانوں کو

پھر اُسی انداز تشنج سے پکڑا جس طرح اس وقت جب ہماری سب سے پہلے ملاقات ہوئی تھی۔ پکڑا تھا: خدا گواہ ہے۔ اگر تم نے ذرا بھی حیل و حجت کی یا کلمہ انکار ایک مرتبہ بھی تمہاری زبان سے نکلا۔ تو میں اسی لمحہ کے اندر جو گذر رہا ہے۔ ضرور تمہیں گولی مار کر مار ڈالوں گا۔ خواہ اُس کی سزا میں کل ہی مجھے پھانسی کے تختہ پر چڑھ جانا پڑے"۔ اور یہ کہتے ہوئے اُس نے پھر وہی پستول نکال لیا۔

میں آخر انسان ہوں۔ اور ایسا آدمی کون ہے جو حالات کے اثر سے رنج و راحت کا شکار رہتا ہے۔ پس مجھے اس بات کے تسلیم کرنے میں عذر نہیں کہ اُس خوفناک پستول کو دوسری بار سامنے آتا دیکھ کر میں حقیقتاً ڈر گیا۔ رات کے واقعات نے جس طرح ناگہاں موجودہ بھیانک صورت اختیار کی تھی۔ اس سے میں تو کیا۔ مجھ سے بہت زیادہ حوصلہ مند شخص بھی سراسیمہ و بیتاب ہو سکتا تھا۔ میرا لیڈی کیلنتھ سے رخصت ہو کر ایک تنہا مقام پر جانا۔ ایک مرد نامعلوم کا مجھے اس جگہ آنے پر مجبور کرنا اس پُراسرار مکان میں میرا داخلہ۔ کشادہ اور فراخ کمرہ کی دُھندلی روشنی اور اُس میں رکھا ہوا بھاری سامان۔ اس مرد کہن سال کی موجودگی جس کے بال سپید چہرہ لاش کی طرح زرد اور جس کی مردنی دار آنکھوں کی تہ میں دبی ہوئی آگ پوشیدہ تھی وہ عزم مصمم جو باپ بیٹے دونوں کی گفتگو میں پایا جاتا تھا۔ وہ پُرزور گرفت جو مجھے اپنے شانہ پر محسوس ہوئی تھی۔ پستول کا بار بار میری نظروں کے سامنے لایا جانا۔ دیوار پر لگی ہوئی خوفناک تصویر جس کی طرف میری نگاہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد اُٹھتی تھی۔ اور جس میں بدنصیب سوار کے بدن پر لپٹا ہوا خوفناک اژدہا ایک عجیب طرح کی قابل نفرت اور بھیانک حقیقت رکھتا تھا۔ یہ ساری باتیں اور جداگانہ طور پر ان میں سے ہر ایک میرے دل میں فکر و بیم اور بدن میں خوف کی تھرتھری پیدا کرنے کے لئے کافی تھی دفعتاً بڈھے امیر کی آواز پھر ایک بار میرے خیالات کے سلسلہ کو قطع کرتی سنائی

دی۔ وہ اب کہہ رہا تھا۔ سب انتظام مکمل ہو چکا شادی کا لائسنس تیار ہے۔ اور پادری چند منٹ تک اس جگہ آ جائے گا۔" یہ کہتے ہوئے اس نے اپنی جیب سے سونے کی گھڑی نکال کر دیکھی "پانچ ہزار پونڈ کی رقم پہلے ہی کلکتہ بھیج دی جا چکی ہے۔ تاکہ جب تم دونو ... تم اور وہ بدنصیب جسے عنقریب تمہاری بی بی بننا ہے۔ اُس جگہ پہنچو۔ تو تمہارے لئے گذارہ کی صورت موجود ہو۔ اس کے علاوہ راہداری کے طور پر مزید اخراجات بھی تم کو دے دیئے جائیں گے۔ اور میرا بیٹا جو تمہارے پہلو میں کھڑا ہے۔ تم دونوں کو اس بندرگاہ تک چھوڑنے ساتھ جائیگا۔ جہاں سے جہاز روانہ ہوتا ہے۔ اُس دور افتادہ ملک میں جہاں شادی کے بعد تم دو تو جاؤ گے۔ تم کو اختیار ہے اپنی مرضی کے مطابق کوئی کاروبار شروع کر لینا جس کے بعد اگر قسمت یاور ہوئی۔ تو ممکن ہے تمہارے لئے دنیاوی ترقی کی کوئی صورت پیدا ہو جائے۔ تاہم ایک بات میں بزور تم سے کہہ دینا چاہتا ہوں یعنی خواہ کچھ ہو تمہاری طرف سے کبھی کوئی خط میرے یا میرے گھر کے کسی آدمی کے نام بالکل نہ آنا چاہئے کیونکہ میں اُسے جس کا میں نام لینا نہیں چاہتا اپنے خاندان سے علیحدہ اور ہمیشہ کے لئے عاق کر چکا ہوں!"

"مائی لارڈ" میں نے اپنے دبے ہوئے جوش کے اظہار کا موقعہ پا کر اُس وقفہ سکوت کو قطع کرتے ہوئے۔ جو میری دہشت کی وجہ سے اتنا لمبا ہو گیا تھا کہا "یہ جو کچھ آپ کہتے ہیں۔ ناممکن ہے اور میں کبھی کسی حالت میں ..."

"بدمعاش!" بڈھے رئیس نے غصہ میں بھر کر اپنی جگہ سے اُٹھتے ہوئے کہا "کیا تو اُس واحد تلافی سے انکار کر سکتا ہے۔ جو اپنے گناہ کا اثر باطل کرنے کو تیرے اختیار میں ہے؟"

"بدکردار پاجی!" نوجوان امیر زادہ نے بھی پورے زور سے میرے شانہ کو ہلاتے ہوئے کہا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی لڑکھڑا کر فوراً پیچھے ہٹ گیا۔ اور یقیناً فرش زمین پر گر جاتا۔ اگر اُسے روکنے کے لئے ایک بھاری میز رستہ میں حائل نہ ہوتی۔ کیونکہ میں نے

یکایک غصہ میں بھر کر ایک ایسا پُر زور مکا اس کی چھاتی پر رسید کیا کہ وہ پستول بھی جو اُس کے ہاتھ میں تھا گر پڑا۔ میں نے جھٹ سے آگے بڑھ کر اُٹھا لیا، اور دو قدم اور آگے جا کر لہجہ استقلال میں کہا "یاد رکھیے میں اس بدسلوکی کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ اگر آپ نے یہی طریقہ جاری رکھا تو پھر میں بھی اپنی جان کی حفاظت کے لیے اس پستول کے استعمال سے دریغ نہ کروں گا، کیونکہ حالت موجودہ میں یہ بات صاف ظاہر ہے کہ آپ لوگ میری زندگی کو محض بے حقیقت خیال کر رہے ہیں"

پستول کو میرے ہاتھ آنے اور میری طرف سے اسقدر ہمت و استقلال ظاہر ہوتے دیکھ کر بجائے امیر نے فوراً اپنا لہجہ تقریر بدل لیا، اور اب بہت نرم التجائی آواز سے کہنے لگا "نہ لیں لڑائی جھگڑے کی حاجت نہیں۔ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس کا فیصلہ حجت و تکرار سے زیادہ بحث و استدلال ہی سے ہو سکتا ہے۔"

"مائی لارڈ" میں نے یہ حالت دیکھ کر جلدی سے پستول کو میز پر رکھتے ہوئے کہا "اطمینان فرمائیے۔ میرا دل آپ کے سپید بالوں کی عزت کرتا ہے، اور میرا ہاتھ کبھی آپ پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ تاہم آپ کے بیٹے پر میں یہ بات اچھی طرح واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اس کا مقابلہ کسی دو دھ پیتے بچے سے نہیں ہے، اور نہ میں اتنا دون ہمت ہوں کہ اس کی دھمکیوں کے رعب میں آ کر کسی فعل ناجائز پر آمادہ ہو سکوں۔ چہ جائیکہ شادی جس کا آپ ذکر کر رہے ہیں . . ."

"آہ بدکیش لڑکے!" نوجوان امیر نے جس کا چہرہ غصہ سے بگڑا ہوا اور خوفناک تھا اب دفعتاً پرجوش آواز سے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ پستول جسے میں نے ازراہ حماقت جوش فیاضی میں میز پر رکھ دیا تھا اٹھا لیا۔ "آج تو اس قابل ہو گیا کہ ہم کو تعلیم دے . . .

نہیں، والد آپ ایک طرف ہٹ جائیے۔ یہ نابکار اس طرح نہ مانے گا۔ وہ سر جیمز کا چھوٹا مگر دل کا پورا کھوٹا ہے۔ آپ اسے میرے حوالہ کیجئے۔ میں اس کا بہتر انتظام کر سکتا ہوں۔

"صاحب دیکھئے آپ حالات کا ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں" میں نے پستول کی طرف دیکھ کر لہجہ استقلال میں کہنے کی کوشش کی۔
"حالات! ۔ ۔ ۔ اس طرح کے حالات میں جو کچھ کیا جائے۔ بالکل جائز ہے" نوجوان نے غصہ میں بھر کر کہا "پس اب تو یہی باتیں ممکن ہیں ۔ ۔ ۔"
"چپ! آہستہ! ایسا نہ ہو کہ کوئی اس گفتگو کو سن لے" بڈھے امیر نے جو اب بیتاب نظر آنے لگا تھا مضطربانہ کہا۔
"مائی لارڈ۔ یہ شور میرا پیدا کیا ہوا نہیں ہے" میں نے جلدی سے کہا "فی الحقیقت اگر آپ مجھے کچھ کہنے کی اجازت دیں ۔ ۔ ۔"
"لیکن وہ کیا بات ہے جو تم کہنا چاہتے ہو؟" نوجوان امیرزادہ نے اب پہلے سے دبی ہوئی آواز میں کہا "اور تم کہہ بھی کیا سکتے ہو ۔ ۔ ۔ نہیں یہ قصہ اس طرح طے نہ ہوگا۔ ضرور اس میں زیادہ سخت طریقوں سے کام لینا پڑے گا۔ اور میں خدا کو حاضر جان کر کہتا ہوں کہ مجھے حصول مدعا کے لئے کسی طریقہ کے استعمال سے دریغ نہ ہوگا ۔ ۔ ۔ ذلیس والد آپ مہربانی سے چپ رہیں۔ کیونکہ ایک بدنصیب بھائی اس مرد بدکردار سے انتقام لینا چاہتا ہے۔ جس نے اس کی بہن کے ذریعہ سے اس کے خاندان کی عزت کو خاک میں ملایا! ایسا کرتے ہوئے میں کسی ذاتی غرض کو نہیں۔ بلکہ اپنی۔ اپنے والدین اور خاندان کے نام نیک کی صفائی کے خیال کو مدنظر رکھنا چاہتا ہوں۔ اور اب سنو" اس نے بدستور پستول ہاتھ میں لئے ہوئے میری طرف بڑھ کر کہا "جو میں کہنا چاہتا ہوں۔ اسے اچھی طرح کان کھول کر سنو۔ اور مجھے روکنے کی کوشش نہ کرو۔ چند منٹ کے عرصہ میں پادری یہاں آجائے گا۔ اور اگر اس کے بعد بھی تم اپنے گناہ کی مسں تلافی سے انکار کرو گے۔ جو تمہارے اختیار میں ہے۔ تو یاد رکھو میں قسم کھا کے کہتا ہوں۔ کبھی تم اس گھر کی چار دیواری سے زندہ بچکر نہ جاؤ گے۔ تمہارا یہ سمجھنا کہ میں جرم قتل سے ڈرتا ہوں۔ نہیں۔ میں تم کو اسی طرح بے دریغ ہلاک کر سکتا ہوں

جس طرح کسی مجس کئے کو۔ اس کے علاوہ یہ جرم نہیں۔ ایک ایسا فعل جائز ہے کہ کوئی مذہب کوئی ضابطہ اخلاق کوئی اخلاقی قانون جس کا مزاحم نہیں ہو سکتا۔ پس آپ خود دریاد رکھو" اس نے بدستور پستول تانے ہوئے دو قدم اور آگے بڑھ کر کہا: "جو وار تم نے بے خبری میں مجھ پر کیا تھا۔ اس نے اگر ممکن سمجھا جا سکے تو میرے غصہ اور جوش کو دو چند کر دیا ہے اس لئے اگر اب بھی تم نے انکار کیا۔ اب بھی تم نے تامل سے کام لیا۔ تو پھر کوئی طاقت تم کو میرے جوش انتقام سے محفوظ نہ رکھ سکے گی۔ یہ کمرہ جو قصداً اس مطلب کے لئے چنا گیا تھا مکان کے باقی حصوں سے دور ہے۔ اس نے گولی چلنے کی آواز کسی کو سنائی نہ دے گی میں تمہارے دماغ کو نشانہ بنا کر فوراً ہی تمہاری ناپاک لاش کو باغ کی دیوار کے باہر پھینک دوں گا۔ اس کے بعد میں ایک بار ہوا میں پستول چلاؤں گا۔ تاکہ اس کی آواز سن کر گرد و نواح کے لوگ جمع ہو جائیں۔ ان سے میں یہ کہہ دوں گا کہ شور کی آوازیں باغ کی سمت میں مجھ کو سنائی دی تھیں۔ اس لئے میں نے گولی چلائی تھی۔ اس کے بعد تمہاری لاش دیکھ کر کون اس بات پر شک کرے گا کہ ایک نامعلوم آدمی تھا۔ جو رات کے وقت شاید کسی جرم کی نیت سے مکان میں گھسنے کی کوشش کرتا ہوا مارا گیا؟"

میں دہشت زدہ ہو کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اور اس کے منہ کو حیرت سے تکنے لگا کس سکون و سرد مہری کے ساتھ وہ میری ہلاکت کی خوفناک اور شیطانی تجویز پیش کر رہا تھا میرے دماغ میں بے اختیار چکر آ گیا۔ اور جب میں نے لڑکھڑاتے ہوئے اپنے گرد و نواح میں دیکھا تو میری نگاہ پھر ایک بار اسی خوفناک تصویر کی طرف گئی۔ اور اپنے خیالات کی الجھن میں مجھ کو تو سچ ایسا معلوم ہوا کہ یاد اژدرہا جس کی تصویر میری نظروں کے سامنے تھی اچھل کر مجھ پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔

"جلدی کرو۔ ۔ ۔ ہاں یا نہیں!" اس نے پھر ایک بار پستول کی نالی میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا: "میں اب بہت دیر انتظار نہیں کر سکتا۔ ۔ ۔"

"یوجین ذرا ٹھیرو" بڈھے امیر نے اس موقعہ پر جلدی سے قطع کلام کرکے کہا "ایک تجویز اور میں نے سوچی ہے۔ یعنی تم اپنی بہن کو اس جگہ لے آؤ۔ اُس کے بعد ناممکن ہے کہ اس کی موجودگی میں یہ شخص اس فعل انصاف سے انکار کرے جو اخلاقاً اسے کرنا چاہیئے اور جو اس کے اختیار میں ہے۔"

"اچھا میں اسے یہ آخری موقعہ دینے کے لئے بھی تیار ہوں"۔ بیٹے نے جس کا نام اب پہلی مرتبہ مجھ کو معلوم ہوا تھا۔ جواب دیا۔ "لیکن آپ ہی تکلیف کرکے جایئے اور اُسے اپنے ساتھ لے آیئے۔ میں اس کی حفاظت کے لئے اس جگہ ٹھیرتا ہوں۔ کیونکہ ڈر ہے شاید میرے بعد وہ بھاگنے کی کوشش کرے۔"

اس کے بعد بڈھا امیر رخصت ہو گیا۔ اور وہ قریباً تین منٹ کمرہ سے باہر رہا۔ اس دوران میں ہم دونوں یعنی میں اور یوجین بالکل خاموش تھے۔ کوئی لفظ کسی کے منہ سے نہیں نکلا۔ اور وہ مجھ سے تھوڑی دور کھڑا ہو کر بدستور کڑی نظروں سے دیکھتا رہا۔ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ میری حرکت کی نگرانی کرتا اور اس بات کا خیال رکھنا چاہتا ہے کہ میری طرف سے فرار یا مقابلہ کی ذرا بھی کوشش ہو۔ تو اس کا بھرا ہوا پستول فوراً سیدھا ہو جائے۔ میں اندرونی اضمحلال سے دیوار کے ساتھ لگ گیا۔ اور پھر ایک بار میری نگاہ اسی بھیانک تصویر کی طرف گئی۔ جس کی لمبائی کا کچھ اندازہ اس بیان سے ہو سکتا ہے کہ وہ فرش سے دو فٹ اونچی اور چھت سے اسی قدر نیچی تھی۔ اس کے ساتھ ہی لاتعداد خیالات میرے دماغ میں وحشت پیدا کرنے لگے۔ سوچتا تھا۔ اس قصہ پُر اسرار کا انجام کیا ہوگا؟ کیا میری شادی جبراً لیڈی کیلنتھہ سے کر دی جائیگی؟ اور وہ امید جو میرے دل میں کسی نہ کسی وقت اینبل سے شادی کرنے کی تھی اس طرح آن واحد میں تلف ہو جائیگی؟ لیکن پھر خیال آتا کیا خود کیلنتھہ اس طرح کی شادی پر آمادہ ہوگی۔ جس میں پستول کی نالی دکھا کر رضامندی حاصل کی گئی

ہو؛ نہیں جس قدر حالات مجھے اس کی فیاض و غیور طبیعت کے معلوم تھے ۔ ان کی بنا پر قطعاً ایسی امید نہ ہو سکتی تھی۔ چنانچہ یہ سوچ کر کہ وہ ہرگز ہرگز اس طرح کی جبری شادی پر رضامند نہ ہوگی۔ میرے دل کی بے تابی بڑی حد تک گھٹ گئی۔ اور زائل ہوتا ہوا استقلال پھر ایک بار اصلی حالت پر آگیا۔

تین منٹ کے بعد دروازہ کھلا اور سن رسیدہ امیر ایک نوجوان خاتون کو ساتھ لئے کمرہ کے دور افتادہ حصہ سے آتا نظر آیا۔ شمع کی دھندلی روشنی میں جو اس مقام تک بمشکل پہنچ سکتی تھی۔ میں نے فقط اس قدر دیکھا کہ خاتون کی نگاہ فرش زمین پر جھکی ہوئی تھی ۔ اس کے سوا نہ میں اُس کی صورت کو اچھی طرح دیکھ سکا اور نہ کوئی اور کیفیت ہی معلوم کر سکا ۔ وہ اپنے بڈھے باپ کے بازو کا سہارا لئے بڑی آہستگی سے چلتی تھی رفتہ رفتہ قریب آکر وہ اس مقام پر پہنچی ۔ جہاں تک شمع کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ اور اس وقت پہلی مرتبہ یہ ہیبت ناک اور سراسیمہ کرنے والا خیال میرے دل میں پیدا ہوا کہ وہ جس کو میں اپنے روبرو دیکھ رہا ہوں وہ دراصل کیلتھ نہیں ہے ! حیرت کی چیخ میرے منہ سے نکل گئی ۔ جس کو سنکر وہ نوجوان خاتون بھی چونکی اور نظر اُٹھا کر میری طرف دیکھنے لگی ۔ اب پہلی مرتبہ مجھے اس کی صورت دیکھنے کا اتفاق ہوا ۔ اس میں شک نہیں ۔ اُس کے چہرہ پر حُسن و شباب کے دلفریب آثار موجود تھے ۔ تاہم ان سے ملی ہوئی فکر و غم کی اُداسی بھی پائی جاتی تھی ۔ اور اس کا چہرہ انتہا درجے زرد تھا۔ اس کے علاوہ یہ بھی میں نے دیکھا کہ لارڈ مینڈی ول کی دختر کے سیاہ تابناک بالوں اور مست کالی آنکھوں کی بجائے اسکے بالوں کی رنگت سنہری اور آنکھوں کی نیلوفری تھی ۔ اور اب اُن خوشنما آنکھوں میں حیرت اور دہشت کے آثار پائے جاتے تھے ۔ ایک چیخ اُس کے اپنے منہ سے بھی نکلتی سنائی دی اور وہ یقیناً گر جاتی ۔ اگر اس کا باپ اس کو سہارا دینے کے لئے پاس موجود نہ ہوتا۔

"گرٹرو ڈ کیا ہوا؟ اس چیخ کا کیا مطلب ہے؟" اس کے باپ نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا۔

اور وہ چیخ جو تمہارے منہ سے نکلی تھی۔ وہ کیا معنی رکھتی ہے؟" یوجین نے میری طرف مڑ کر انداز حیرت سے دریافت کیا۔

"یہ وہ نہیں کوئی اور ہے!" نوجوان خاتون نے باپ کی طرف مڑتے ہوئے ذہنی تکلیف کی دردناک آواز سے کہا: "ہائے افسوس یہ ذلت! . . . یہ رسوائی!"

ایک لحظہ کے عرصہ خفیف کے لئے باپ بیٹا دونو تصویر حیرت بنے ہوئے چپ رہے۔ نہ اُن کے منہ سے کوئی نفس نکلا۔ نہ اُن کے اعضا نے کوئی حرکت کی۔ اس کے بعد یوجین نے کہا: "والد آپ اسے اپنے ساتھ دوسرے کمرہ میں لیجائیے" اور جب اس کے بعد بڈھا امیر اپنی بیٹی کو ساتھ لے کر رخصت ہوگیا۔ تو اُس نے میری طرف مڑ کر جلدی سے پوچھا "تم کون ہو اور کیوں اس جگہ گئے تھے؟" میں نے دیکھا۔ اب اُس کے لہجہ میں بڑی بھاری تندی اور بے تابی پائی جاتی تھی۔

"میرا نام جوزف ولمٹ ہے" میں نے جواب دیا۔ "اور میں اتفاقاً اُس جگہ دم لینے کو ٹھیرا ہوا تھا"

"اتفاقاً!" اس نے مشکوک نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا: "لیکن یہ کس طرح ممکن ہے؟ تم میری ہر ایک بات کو اچھی طرح سمجھتے رہے ہو . . ."

"مائی لارڈ اگر آپ سوچیں تو یاد آجائیگا" میں نے فوراً جواب دیا۔ "کہ آپ نے مجھ سے مل کر محض اتنا کہا تھا کہ چپ چاپ میرے ساتھ ساتھ چل دو . . ."

"لیکن نہیں۔ میں نے تم سے اُس بدنصیب کا حوالہ دیکر ساتھ چلنے کے لئے کہا تھا جس کے ناجائز عشق نے ہمارے خاندان کے ماتھے پر بدنامی کی کالک لگائی ہے"

"آہ بیشک مجھ کو یاد ہے" میں نے جلدی سے تسلیم کیا "لیکن بات یہ ہے کہ . . . میرے اور آپ کے حالات میں . . . ایک عجیب طرح کی مشابہت پائی جاتی تھی۔ لیکن نہیں۔ میں اس کے متعلق کوئی اور حال بیان نہیں کرسکتا۔ کیونکہ وہ راز میرا

اپنا نہیں ۔ اس لئے میں اُسے ظاہر کرنے کے ناقابل ہوں ۔ اس کے علاوہ میں اب تک نہیں جانتا ۔ کہ آپ کون ہیں اور آپ کے والد کا نام کیا ہے ۔ نہ اس وقت سے پہلے کبھی میں نے آپکی بہن کو دیکھا تھا . . . "

یوجین کی سراسیمگی میرے ہر ایک بیان سے بڑھتی جارہی تھی ۔ تاہم اُس کی نظریں اب بھی مشکوک تھیں ۔ اور وہ سخت بے تابی کی حالت میں کمرہ کے اندر ٹہلتا پھر رہا تھا ۔ اتنے میں وہی دُور کا دروازہ پھر کھلا ۔ اور اُس کا باپ دوبارہ داخل ہوا اُس کے ساتھ ہی کسی نے باہر سے شیشہ کے دروازہ پر ہلکی دستک دی ۔ جس کو سنتے ہی یوجین اُس طرف کو چلا گیا ۔ قریبًا ایک منٹ کے بعد وہ کمرہ میں واپس آیا ۔ تو میرے لئے یہ معلوم کرنا مشکل نہ تھا ۔ کہ جس شخص نے دروازہ پر دستک دی ۔ وہ باورچی ہوگا غالبًا یوجین نے یہ کہکر اُسے واپس بھیجدیا تھا ۔ کہ فی الحال اس کی خدمات درکار نہیں ہیں ۔

"میں اب تک نہیں سمجھا کہ معاملہ کیا ہے ؟" بڈھے امیر نے اس موقعہ پر کہا ۔ "یہ راز میرے فہم سے باہر ہے ۔ کون یہ نوجوان ہے ۔ اور کیونکر اس غلط فہمی کا آغاز ہوا ؟"

"وہ اپنا نام ومٹ بیان کرتا ہے" یوجین نے جواب دیا " اور یہ بھی کہتا ہے ۔ کہ محض سوئے اتفاق سے وہ اس جگہ چلا گیا تھا ۔ جہاں مجھ کو کسی اور سے ملنے کی امید تھی . . . "

"آہ میں سمجھ گیا !" دفعتًا میں نے ایک فوری خیال کے زیر اثر کہا "کیا آپ کو یاد ہے ۔ کہ جب ہم اس طرف کو آرہے تھے تو ایک شخص درختوں کے سایہ سے پہلے باہر نکلا ۔ اور اس کے بعد ہمیں دیکھ کر فورًا پیچھے ہٹ گیا تھا ۔"

"بیشک مجھے یاد ہے" یوجین نے جواب دیا " اور وہ یقینًا وہی ہوگا " پھر اپنے باپ کی طرف مڑ کر اُس نے کہا " افسوس کتنی بھاری اور افسوسناک غلطی ہوئی !"

"لیکن اگر آپ لوگ مجھے بولنے اور کچھ کہنے کی مہلت دیتے۔ تو نوبت یہاں تک نہ پہنچتی" میں نے جلدی سے کہا۔ "اس صورت میں نہ آپ کو اور . . . نہ آپ کو شرمسار ہونا پڑتا!" میں نے باری باری دونوں کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔ "مگر اندھا جوش آپ کے سروں پر سوار تھا۔ اور آپ ہر بات میں بجا حکمت سے کام لیتے تھے۔ چنانچہ ایک ایک لمحے کے بعد آپ ہلاکت کی دھمکیاں دے رہے تھے . . ."

"آہ نوجوان آدمی" بوڑھے امیر نے افسوس سے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "اگر تم کو سارا حال معلوم ہوتا۔ تو مجھ کو پوری امید ہے کہ تم یقیناً ہمارے طرز عمل کو قابل معافی خیال کرتے"۔

"سارا حال معلوم ہوتا!" یوجین نے باپ کے لفظوں کو تلخ لہجہ میں دہراتے ہوئے کہا "کیا اب کچھ کم حالات اس کو معلوم ہیں۔ کیا وہ ہماری ذلت سے پہلے ہی واقف نہیں ہو چکا؟ افسوس، افسوس! اب کیا کیا جائے؟"

"لیکن یہ بتاؤ تم کون ہو۔ اور کس جگہ رہتے ہو؟" باپ نے دبے ہوئے غصہ اور رنجش کی حالت میں مجھ سے پوچھا۔ "کس گھرانے سے تمہارا تعلق ہے۔ اور تم کیا کام کرتے ہو . . . سارا حال بیان کر دو۔"

"مائی لارڈ اگر حالات اس سے مختلف ہوتے" میں نے جھجکتے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ "تو اس شرمناک سلوک کے بعد جو آپ لوگوں نے مجھ سے کیا ہے میں یقیناً آپ کے سوالوں کا جواب سے انکار کر دیتا۔ تاہم میں آپ کے غصہ اور رنجش کو قابل معافی خیال کرتا ہوں۔ اور یقین کیجئے مجھے اس بات کا سخت رنج و افسوس ہے۔ کہ ایک اس طرح کا راز جس کا آپ کے خاندان کی عزت سے اتنا گہرا تعلق ہے۔ اتفاقاً مجھ کو معلوم ہو گیا۔"

"جو تم کہتے ہو صحیح ہے۔" بوڑھے امیر نے پریشان انداز سے جواب دیا۔ "اور سچ پوچھو۔ تو ابھی سے میں نے اس قدر سوالات تم سے پوچھے تھے۔ بیشک ہمارے خاندان کی عزت اب تمہارے ہاتھ میں ہے . . ."

"اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ وہ عزت میرے ہاتھوں ہر وقت محفوظ رہے گی۔"
میں نے اقرار کیا۔ "اپنے بارہ میں، میں اسی قدر بیان کرنا کافی سمجھتا ہوں کہ ایک بیکس اور بے مددگار یتیم لڑکا ہوں۔ اور اپنی محنت سے روزی کما کر کھاتا ہوں۔ رہ گئی میری مجلسی حیثیت تو وہ اس سے بہت ادنیٰ ہے جتنا آپ خیال فرما سکتے ہیں۔"
"مگر تم بہت نیک لڑکے ہو۔" بڈھے امیر نے شفقت سے میری پیٹھ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "اور تمہیں اپنی تکلیف کا کچھ نہ کچھ معاوضہ ضرور ملنا چاہیے۔"
"معاف کیجیے، میں اس کا خواہشمند نہیں ہوں۔" میں نے جلدی سے جواب دیا۔ اور مجھے اس خیال سے رنج بھی ہوا کہ اس وقت تک جو بدسلوکی باپ بیٹے نے مجھ سے کی تھی اس کے متعلق معافی کا ایک لفظ تک ان میں سے کسی کے منہ سے نہ نکلا تھا۔
"تاہم ٹھہرو۔" باپ نے جلدی سے اپنا بٹوہ جیب سے نکال کر چند نوٹ ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔ "میں امید کرتا ہوں۔ یہ رقم وقت ضرورت تمہارے کارآمد ہو گی۔۔۔"
"کیا آپ مجھے چپ رکھنے کو روپیہ کا لالچ دینا چاہتے ہیں؟" میں نے حیرت آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "نہیں مائی لارڈ، میں آپ کی دی ہوئی نقدی وصول نہیں کر سکتا کیونکہ اگر میں آپ کے ہاتھ سے یہ چپ رہنے کی رشوت لینا منظور کر لوں۔ تو خود آپ کو میری نیک نیتی اور ایمان کی درستی پر شبہ ہونے لگے گا۔ اور چونکہ میں نہیں چاہتا کہ آپ کی بیٹی ہر وقت اس خیال سے سہمی رہیں کہ اس کا راز نہ معلوم کب افشا ہو جائے گا۔ اس لئے میں اپنی دیانتداری کا بہترین ثبوت اس طرح پیش کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کے ہاتھ سے کسی طرح کی رشوت یا انعام لینا منظور نہ کروں۔"
"تاہم۔۔۔ جوزف ولمٹ تم اس بات کا حلفاً وعدہ کرو کہ جو واقعات آج رات پیش آئے ہیں تم ان کا کسی سے ذکر نہ کرو گے۔" بڈھے امیر نے سنجیدہ نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"نانی لارڈ!" میں نے اب تمکنت وقار کے لہجہ میں جواب دیا۔ میں ایسا آدمی نہیں ہوں کہ بے فائدہ کسی کے معاملات میں دخل دیتا پھروں۔ نہ میں خوش گپیوں کا عادی ہوں۔ نہ اس شہر میں میرا کسی سے میل ہے۔ میں آپ کے نام سے واقف نہیں۔ اور نہ ہی مجھ کو معلوم ہے کہ یہ مکان کس جگہ اور شہر کے کس حصہ میں واقع ہے۔ پھر اس کے علاوہ مجھے ایک دو روز تک یہاں سے رخصت ہو جانا ہے۔ اور شائد پھر کبھی واپس نہ آنا ہو۔ تاہم اگر یہ باتیں آپ کے لئے ذریعہ اطمینان نہ ہوں تو پھر میں اس بات کا سچے دل سے وعدہ کرنے کے لئے بھی تیار ہوں کہ انکشاف راز کا تذکرہ کیا۔ میں کبھی یہ معلوم کرنے کی بھی کوشش نہ کرونگا کہ کون اس مکان میں رہتا ہے۔ اس سے بھی زیادہ میں اقرار کرتا ہوں کہ اپنے مختصر قیام میں یعنی جبتک میں اس شہر میں ٹھیرا ہوا ہوں۔ اگر کبھی گھر سے باہر نکلنے کا اتفاق ہوگا۔ تو میں اس سمت میں بھی نہ آؤں گا جس میں آپ کا مکان واقع ہے۔ اور اگر کبھی رستہ میں آپ سے یا ... ان سے" میں نے بیٹے کی طرف اشارہ کر کے کہا: "ملنے کا اتفاق ہوگا۔ تو میں اس طرح پاس سے نکل جاؤں گا۔ گویا آپ سے بالکل ناواقفیت ہے۔ اس قدر بیان کرنے کے بعد میرے خیال میں آپ کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ میں ایسا آدمی نہیں ہوں جو کبھی اپنے وعدہ سے منحرف یا کسی کمینہ حرکت کا مرتکب ہونا منظور کروں۔"

"بیشک۔ بیشک" بڈھے امیر نے جواب دیا بھی مضطرب اور بےچین نظر آتا تھا۔ گو اب اس کے مزاج میں پہلے کی نسبت بہت تبدیلی ہو چکی تھی۔ جلدی سے کہا "تاہم کچھ نہ کچھ امداد ہم کو ضرور تمہاری کرنی چاہئے۔" اور یہ کہتے ہوئے اس نے پھر ایک بار وہ نوٹ مجھ کو دکھائے۔ جو اب تک اس کی کانپتی ہوئی انگلیوں میں پکڑے ہوئے تھے۔

"نہ نانی لارڈ نہیں۔ ان کے بغیر ہی آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مجھے ان کی حاجت نہیں ہے۔" اور یہ کہکر میں شیشہ کے دروازہ کی طرف بڑھا۔

یوجین مجھے چھوڑنے کو ساتھ ہو لیا۔ لیکن اب کی بار ہم زیادہ سیدھے

رستہ سے پھاٹک کی طرف گئے۔ اُس جگہ نوجوان امیرزادے نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور رخصت کرتے ہوئے کہنے لگا: "میں امید کرتا ہوں تم اپنے دل میں میری طرف سے کوئی کدورت نہ رکھو گے۔"

"مائی لارڈ!" میں نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے چھڑاتے ہوئے سرد مہری سے جواب دیا۔ "یہ ناممکن ہے کہ اُن خوفناک دھمکیوں کے بعد جو آپ نے مجھے دی تھیں اور جو ظاہر کرتی تھیں کہ آپ سیاہ ترین جرم کے مرتکب ہو سکتے ہیں۔ میں کبھی آپ کی نسبت کوئی اچھی رائے قائم کر سکوں۔ تاہم . . . خیر"

میں اتنا کہکر رخصت ہوا اور ایک طرف کو چلنے لگا۔ بڑی دور آگے جاکر یاد آیا کہ مجھے بالکل معلوم نہیں کہ میں کس طرف جاتا ہوں۔ اور یہاں سے میرے مکان کا رستہ کدھر ہے۔ یہ عمارت شہر کے کسی ایسے حصہ میں یا اُس کے باہر کسی ایسے مقام پر واقع تھی جس کا حال مجھے بالکل معلوم نہ تھا۔ تاہم میں نے جس قدر جلد ممکن ہو سکا آبادی میں پہنچنے کی کوشش کی اور اس کے بعد رفتہ رفتہ لوگوں سے رستہ پوچھتا شہر کے اس حصہ کی طرف ہو لیا۔ جدھر میرا مکان واقع تھا۔ حتیٰ کہ رات کے گیارہ بجے تھے۔ جب میں اس جگہ جا پہنچا۔ یہ بیان کرنے کی میرے خیال میں کوئی حاجت نہیں ہے۔ کہ بستر پر لیٹتے ہوئے مجھ کو یہ سوچ کر بہت خوشی ہوئی۔ کہ حالات نے آخرکار بہتری کی صورت اختیار کر لی۔ ورنہ شروع میں جو ناگوار صورت پیش آنے لگی تھی۔ اس سے میری بہترین امیدوں اور آرزوؤں کے خاتمہ کے بدترین اندیشے میرے دل میں جاگزیں ہو چکے تھے۔

بڈھے امیر اور اُس کے بیٹے کے ساتھ جن کے نام مجھے بالکل معلوم نہ تھے جو وعدہ میں نے کیا تھا۔ اس کو میں نے حرف بحرف پورا کیا یعنی نہ میں نے اُن کے متعلق کسی سے دریافت حال کی کوشش کی۔ نہ کبھی سیر کرتا اُس طرف گیا۔ جدھر اُن کا مکان واقع تھا۔ پُراسرار واقعات کی اُس ناصبور نے والی رات کے بعد دوسرے دن میں جب بازار میں نکلا۔ تو مجھے اُن میں سے کسی سے ملنے

کا اتفاق کبھی نہیں ہوا۔ اور نہ خوش قسمتی سے لیڈی کیلنتھ ہی کہیں نظر آئی۔ لیکن اگر وہ مجھے دور سے بھی دکھائی دے جاتی۔ تو میں یقیناً وہ رستہ چھوڑ کر کسی اور طرف کو چلا جاتا۔ کیونکہ میں اپنے دل میں اس بات کا پختہ عہد کر چکا تھا۔ کہ آئندہ خیال میں بھی ایتیل سے بے وفائی نہ کرونگا حالانکہ کیلنتھ کے روبرو جا کر میں عموماً بے بس ہو جاتا تھا۔

اسی روز سہ پہر کو مسز رابنسن کی طرف سے اطلاع موصول ہوئی۔ کہ اُسے دوسرے دن صبح کو چلٹنہم سے رخصت ہو جانا ہے۔ اور مجھے اُس کے ساتھ جانے کو تیار رہنا چاہئے۔ اس کی ہدایات کے مطابق دوسرے دن صبح کو میں وقت مقررہ پر گاڑیوں کے اڈہ پر پہنچ گیا۔ معلوم ہوتا ہے میری نئی مالکن بہت آسودہ حال نہ تھی۔ کیونکہ نہ اُس کے پاس سفر کرنیکو ذاتی گاڑی موجود تھی۔ نہ اُس نے کوئی خاص گاڑی کرائے کی۔ بلکہ ایک معمولی سفری گاڑی میں وہ آپ۔ اُس کی آیا۔ اور دونو لڑکیاں اندرونی حصہ میں بیٹھ گئیں۔ اور میں اور اس کی خادمہ چھت پر سوار ہو گئے۔ مگر جس وقت گاڑی شہر کے بازاروں سے گذر رہی تھی تو دفعتاً میں نے دیکھا۔ ایک خوش پوش عورت ایک طرف کھڑی اپنا رومال زور زور سے میری طرف ہلا رہی تھی۔ معلوم ہوا۔ چارلٹ مرے ہے۔ وہ اس وقت غیر معمولی خوبصورت اور چمکی ہوئی نظر آتی تھی اور اُس کے چہرہ کے آثار ظاہر کرتے تھے۔ کہ اس کو مجھے دیکھ کر بہت خوشی ہوئی ہے۔ لیکن گاڑی چونکہ خاصی تیز رفتار سے چل رہی تھی۔ اس لئے وہ جلدی ہی میری نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ اور ہمیں ایک دوسرے سے ایک لفظ تک کہنے کا موقعہ نہ ملا

باب ۳۶

اُستانی

رائیڈ کا چھوٹا سا قصبہ پورٹسمتھ کے سامنے جزیرہ وائیٹ کے شمالی ساحل پر بڑی دلفریبی سے

واقع ہے۔ اور اس کے اور خشکی کے قطعہ عظیم کے درمیان سینٹ ہیڈ کا رود بار بہتا ہے۔ اس خوشنما جزیرہ کی پرفضا کیفیت یا اس کے سبزہ و کہسار کی خیال انگیز محویت کے بیان کا نہ یہ موقعہ ہے اور نہ مجھے اس کی فرصت۔ مختصر یہ کہ اس فردوس نما خطہ کو دیکھ کر جہاں مجھ کو باراول جانے کا اتفاق ہوا تھا۔ دل کو بڑی فرحت ہوئی۔ اور میں اس کی بندرگاہ میں جس کا نظارہ مضافات رائیڈ کی اس کوٹھی سے جس میں مسٹر رابنسن کی سکونت تھی۔ جہازوں کی کثرت آمدورفت دیکھ کر خوشی محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔ جو ایسے مناظر سے لازماً پیدا ہوتی ہے۔ خود مسٹر رابنسن کی تنگ مالی حالت کے بارہ میں جو اندازہ میں نے شروع میں قائم کیا تھا حالات مابعد کی بناء پر صحیح ثابت ہوا۔ کیونکہ رائیڈ میں پہنچ کر میں نے دیکھا کہ نہ صرف وہ مکان جس میں وہ رہتا تھا۔ بہت چھوٹا بلکہ اس کے نوکروں کا عملہ بھی حد درجہ مختصر یعنی ایک خادمہ ایک آیا ایک باورچن اور ایک میری اپنی ذات پر مشتمل تھا۔ اور انہی کو حصہ رسدی گھر کے سب کام کرنے پڑتے تھے۔ اس کے علاوہ میرا یہ خیال بھی صحیح نکلا کہ مسز رابنسن گھر کے دھندوں یا نوکروں کے اشغال سے بڑی حد تک بے تعلق تھی۔ کیونکہ اس سرزمین مشرق کی سکونت نے جہاں اس کی عمر کا بڑا حصہ گذرا تھا۔ اس کی طبیعت میں کاہلی اور سستی پیدا کردی تھی۔ اس کا کسل واقعہ میں فرضی یا مصنوعی نہ تھا۔ اور وہ کسی مرض خاص میں مبتلا نہ ہونے کے باوجود قریباً ہر وقت بیمار نما رہتی تھی۔ قصبہ کی حدود سے اس کے مکان کا فاصلہ اندازاً آدھا میل تھا۔ ایک وسیع قطعہ اراضی اس کی پشت پر فقط ترکاریوں کی کاشت کو مخصوص تھا۔ اور ایک چھوٹا سا باغیچہ سامنے اندرون جزیرہ میں نیوپورٹ کو جانے والی سڑک اسی باغ کے پاس سے ہو کر جاتی تھی۔ ہفتہ میں تین بار ایک مالی آکر دو قطعات کی سیرابی اور نلائی کے فرائض ادا کر جاتا تھا۔ لیکن چونکہ یہ شخص نہ اس مکان میں رہتا۔ اور نہ اس میں کھانا کھاتا تھا۔ اس لئے میں اس کو گھر کے باقاعدہ نوکروں میں شامل نہیں کر سکتا

بعد ازاں معلوم ہوا کہ مسز رابنسن اس جگہ آتے ہوئے رائیڈ کے بعض اونچے گھرانوں کے نام چند عرضی خطوط ساتھ لائی تھی۔ یہی باعث تھا کہ ہماری آمد کے تھوڑا عرصہ بعد کئی اصحاب اور خواتین اس کی ملاقات کو آنی شروع ہوئیں۔ مگر اس طرح کا میل جول اس کو طبعاً ناپسند تھا۔ وہ بہت کم کسی سے ملتی۔ شاذ حالتوں میں کسی کے ہاں شریک دعوت ہوتی اور بہت ہی کم اپنے ہاں کسی پارٹی کا اہتمام کرتی تھی۔ رائیڈ آنے کے بعد اس کا ارادہ اپنی لڑکیوں کو کسی مدرسہ کے بورڈنگ ہوس میں داخل کرا دینے کا تھا۔ مگر اپنی وہمی طبیعت کی وجہ سے یہ خیال اس کے دل میں جاگزین ہو گیا۔ کہ وہ بیمار اور کمزور رہیں۔ اور مدرسہ میں ان کی نگہداشت کا ویسا انتظام نہ ہو سکے گا۔ جیسا واجب اور مناسب تھا۔ پس اس نے ان کی تعلیم کا گھر پر انتظام کرنا ہی بہتر سمجھا۔ اور اس مطلب کے لئے اس کو ایک استانی کی تلاش ہوئی۔ مگر اس طرح کی عورت جزیرہ کی تنگ حدود میں چونکہ مشکل سے دستیاب ہو سکتی تھی۔ اس لئے یہاں آنے کے قریباً ایک ہفتہ بعد اس نے ضرورت کا ایک چھوٹا سا اشتہار لندن کے ایک دو اخباروں میں درج کرایا۔ جس میں قابل تعلیم لڑکیوں کی عمر۔ استانی کے اوصاف اور قریبی تنخواہ جو دی جا سکتی تھی۔ لکھنے کے بعد یہ ہدایت شامل کی کہ درخواستیں بذریعہ ڈاک اس پتہ پر بھیجی جائیں۔

مسز رابنسن اوول دلا **رائیڈ** (جزیرہ وائیٹ)

چند دنوں کے عرصہ میں جگہ جگہ سے چٹھیاں آنی شروع ہوئیں۔ جن کے پتے زنانہ تحریر میں لکھے ہوئے ہوتے تھے۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اسی ضرورت کے اشتہار ات کی

جوابی چٹھیاں تھیں۔ جو درج اخبار ہوئے تھے۔ لیکن یہ سب خطوط چونکہ بند کی بند حالت میں مسز رابنسن کو پہنچا دیئے جاتے تھے۔ اس لئے میں شاید کبھی اس بات سے واقف نہ ہوتا۔ کہ ان میں سے کس کس میں کیا لکھا ہے۔ اگر اتفاقاً مجھے وہ گفتگو سننے کا موقعہ نہ مل جاتا جو ایک رات مسز رابنسن اور دو خاتونوں میں ہوئی۔ جو ہمارے ہاں کھانا کھانے آئی تھیں۔ میں اس موقعہ پر کھانے کی اشیا لانے لیجانے اور پروسنے کا فرض ادا کرتا تھا۔ اس لئے خواہش نہ رکھتے ہوئے بھی ان کی گفتگو سننے پر مجبور ہوگیا۔ ضمناً میں یہ بھی بیان کر دینا چاہتا ہوں (گو اس کا سلسلہ داستان سے کوئی تعلق نہیں ہے) کہ مسز رابنسن کے ہاں زیادہ تر تیز مصالح کی چیزیں پکا کرتی تھیں۔ یعنی سبزی کا شوربہ تو چرپرا۔ گوشت تو مصالحدار اور کری جو ہندوستانیوں کا من بھاتا کھاجا ہے کسی نہ کسی صورت سے [illegible] شراب وہ بہت ہی کم پیتی تھی۔ البتہ بوتلوں میں بند ایل پینے کی عادت جو اس نے ہندوستان میں رہ کر حاصل کی تھی۔ اب تک قائم چلی جاتی تھی۔ حالانکہ سرزمین ہندوستان کی گرم آب و ہوا کا انگلستان کے سرد کرۂ ہوائی سے کوئی مقابلہ نہیں ہے۔

وہ دو عورتیں جو کھانے میں شریک ہوئیں۔ مسز اور مس ہارڈن ماں اور بیٹی تھیں۔ دونو طبعاً نیک مگر قسام ازل کی بے رحمی نے ان دونو کو ذہنی اور دماغی اوصاف سے بڑی حد تک محروم رکھا تھا۔ اکثر کمزور دل و دماغ کے آدمیوں کی طرح وہ بھی ہر ایک بات پر جو اُن کے روبرو کی جائے۔ ہاں کہہ دینا کافی سمجھا کرتی تھیں۔ یعنی ذاتی طور پر اُن کی اپنی کچھ بھی رائے نہ تھی۔ یا اگر تھی تو وہ اُسے دوسرے شخص کے روبرو از راہ تردید پیش کرنا خلاف تہذیب تصور کرتی تھیں۔ لیکن سوئے اتفاق سے فیصلہ کن یہ کمزوری ہی مسز رابنسن کے اُس ارادہ کی تائید اور تصدیق کا ذریعہ ثابت ہوئی جو اُس نے اُستانی کے انتخاب کے بارہ میں پہلے سے کر رکھا تھا۔

[illegible] میرے اس اشتہار کے جواب میں ... دوران گفتگو میں کہا: کئی چٹھیاں

میں موصول ہوئی ہیں۔ اور جہاں تک میری بیماری اور کمزوری اجازت دیتی تھی۔ میں نے اُن کو جستہ جستہ دیکھا ہے۔ مگر حالت یہ ہے کہ کسی میں ضرورت سے بہت زیادہ امید دلائی گئی ہے . . . "

"صحیح ہے۔ اس طرح کی حالتوں میں عموماً یہی ہوتا ہے" مسز براؤن لو نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔

"اور کسی میں ضرورت سے بہت کم"

"یہ بھی ان لوگوں کا دستور ہے" مس براؤن لو نے اپنی طرف سے اظہار رائے کرتے ہوئے بیان کیا۔

"پھر اس کے علاوہ بعض میں" مسز رابنسن نے تقریر کرتے ہوئے کہا "اس سے بہت زیادہ تنخواہ مانگی ہے جتنی میں دے سکتی ہوں مگر اس کے ساتھ یہ بھی لکھا گیا ہے کہ ہم اپنی کارکردگی کی بنا پر اس سے زیادہ کی مستحق ہیں . . . "

"میں سمجھی" مسز براؤن لو نے کہا "تاہم آپ اس دھوکے میں آنے والی نہیں ہیں۔"

"اور اس کے علاوہ" میٹی نے اپنی باری پر بولتے ہوئے کہا "جب ایک بار اس بات کا فیصلہ ہو گیا کہ کیا تنخواہ دی جاتی ہے . . . "

"درست ہے" مسز رابنسن نے تسلیم کیا "جب ایک بار فیصلہ ہو گیا۔ تو کوئی کسی کے کہنے سے تبدیل نہیں کر سکتا۔ تاہم بعض نے اپنی چٹھیوں میں یہ لکھا ہے کہ ہم ان بچوں کی پوری نگہداشت اپنے ہی ذمہ لے لیں گی۔ مگر میں اس کی اجازت نہیں دے سکتی۔"

"اور آپ کا فیصلہ صحیح ہے۔ میں اس سے پوری طرح متفق الرائے ہوں" مسز براؤن لو نے جواب دیا۔

"میں سندات کے عمدہ ہونے کے باوجود بھی اس طرح پابند ہونا نہیں چاہتی۔" مسز رابنسن نے بیان کیا "اور اس کے علاوہ سندات کے بارہ میں یہ کیونکر جانا جائے

سکتا ہے کہ وہ کس حد تک جھوٹی ہیں اور کہاں تک سچی ؟"

"آپ کا فرمانا بالکل صحیح ہے" مس براؤن لونے کہا "ایسی سندات عموماً جعلی ہوا کرتی ہیں"

"پس میں نے فیصلہ کیا ہے" مسز رابنسن نے پھر کہا "کہ درخواست کرنے والی کی خوبیوں کا اندازہ اس کی سندات کی بجائے عرضی کے نفس مضمون سے کرنا چاہئے"

"بہت مناسب" مسز براؤن لونے تسلیم کیا "بھلا ایک ایسی دور اندیش خاتون جیسی آپ ہیں جھوٹی اور فرضی سندات کو کیونکر وقعت دے سکتی ہے ؟ آپ بڑی آسانی سے ان کے بغیر ہی درخواست بھیجنے والے کی خوبیوں کا صحیح اندازہ کر سکتی ہیں"

"میں خوش ہوں کہ آپ میری ہم خیال ہیں" مسز رابنسن نے جواب دیا "کیونکہ جس درخواست نے میرے دل پر سب سے اچھا اثر ڈالا ہے۔ اور جس کو پڑھ کر میں اس نتیجہ پر پہنچی ہوں کہ دونوں لڑکیوں کی تعلیم اس کے سپرد کرنی چاہئے سو وہ ایک ایسی ہی جوان عورت کی بھیجی ہوئی ہے۔ جس کے پاس پیش کرنے کو کسی طرح کی سندات موجود نہیں"

"اپنے بارے میں یقین کے ساتھ کہتی ہوں" مسز براؤن لونے پھر کہا "کہ اگر کوئی ایسی ضرورت مجھ کو درپیش ہوتی۔ تو وہی طریقہ اختیار کرتی۔ جو آپ نے از راہ دور اندیشی پسند فرمایا ہے"

"بس تو میں اس کے نام خط لکھ دوں گی" مسز رابنسن نے کہا "وہ درخواست میٹلڈا پامر نامی ایک عورت کی بھیجی ہوئی ہے۔ جس نے لکھا ہے۔ کہ اس کی عمر بیس سال سے کم ہے۔ اس کے والدین چند برس پیشتر فوت ہو گئے تھے۔ اور تب سے وہ ایک بڈھی خالہ کے پاس رہتی تھی۔ لیکن چونکہ حال میں اس خالہ کا بھی انتقال ہو گیا ہے۔ اس لئے اس کو اپنے گذارہ کے لئے ملازمت تلاش کرنی پڑی ہے۔ وہ میری بیان کردہ شرطوں پر لڑکیوں کی تعلیم کا فرض اپنے ذمہ لینے کو تیار ہے۔ اور وہ لکھتی ہے کہ میں ان کو ہر طرح خوش رکھوں گی۔ یہ بھی اس نے لکھا ہے۔ کہ میں ہر ایک بات میں آپ کی مرضی اور خوشنودی

تو مستقیم سمجھوں گی اور لڑکیوں کی تعلیم کے معاملہ میں ہمیشہ آپ سے مشورہ لیتی رہوں گی ذاتی طور پر میں ان جھگڑوں میں حصہ لینے سے گھبراتی ہوں۔ کیونکہ بیماری اور کمزوری کی وجہ سے میں اس طرح کی دردِ سری مول لینا نہیں چاہتی۔ تو بھی میں خوش ہوں کہ اس نے اپنی درخواست میں میری شخصیت کو نظر انداز نہیں کیا۔ بلکہ ہر بات میں حفظ مراتب کا پورا خیال رکھا ہے۔ درخواست کے آخر میں تحریر ہے۔ کہ میرے پاس گو پیش کرنے کے لئے کسی طرح کی سندات موجود نہیں۔ تاہم اگر آپ از راہ فیاضی میری خدمات قبول کریں۔ تو پوری امید ہے کہ میں اپنے فرض کو محنت اور تندہی سے پورا کرتی رہونگی۔"

"بہت خوب" مسز براڈ نلو نے اس تقریر کے خاتمہ پر کہا "ہر چند آپ نے اس عورت کی درخواست کا محض خلاصہ پیش کیا ہے۔ تاہم میں اس کو سنکر اس کے حق میں رائے رکھنے لگی ہوں۔ میرے خیال میں آپ کی نظر انتخاب کا اس کی طرف جانا بالکل واجب اور قدرتی تھا۔"

"پھر اس کے علاوہ" مس براؤن لو نے کہا۔ "ایک بیکس یتیم لڑکی کی مدد کرنا یوں بھی ہر رحمدل انسان کا فرض ہے۔ مجھ کو امید ہے کہ وہ بیچاری اپنی ضرورتوں کو پیش نظر رکھ کر تعلیم کے فرض کو محنت اور جانفشانی سے پورا کرتی رہے گی۔"

"میں آپ دونوں کے مشورہ کی قدر کرتی ہوں" مسز رابنسن نے جو اس لمبی چوڑی بحث سے ظاہراً تھک گئی تھی کہا "یوں تو میں پہلے ہی میٹلڈا پامر کے حق میں تھی۔ مگر آپ آپ کے اتفاق رائے کرنے کے بعد تو میری صلاح بالکل ہی پختہ ہو گئی ہے۔ پس میں کل ہی ایک خط اسے لکھ دوں گی کہ وہ جس قدر جلد ممکن ہو آ جائے۔"

اس کے بعد یہ گفتگو ختم ہو گئی۔ اور پھر ادھر ادھر معاملات پر باتیں ہونے لگیں تاہم میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا۔ کہ اس انتخاب کے بارہ میں مسز رابنسن کا طرز عمل یا تو اس کی انتہائی سادہ لوحی کی دلیل تھا۔ یا اس سے پایا جاتا تھا۔ کہ وہ نہایت معمولی

احتیاطوں کو بھی ملحوظ رکھنا نہیں چاہتی۔ اپنی زمانے میں وہ محض اس نے اس عورت کو استانی منتخب کرنا پسند کرتی تھی کہ اپنی کاہلی کے باعث وہ اُن لوگوں کے نام چھپا لیا کرتی جن کی سندات پیش ہوں۔ دریافت حال کی زحمت گوارا کرنا نہ چاہتی تھی۔ لیکن صحیح وجہ کچھ بھی ہو اس کے دوسرے دن اُس نے ایک بند لفافہ ڈاک میں ڈالنے کو میرے حوالہ کیا جس پر مس پامر کا نام اور رکیڈن ٹون لندن کے کسی محلہ کا پتہ درج تھا۔

اس کے تین دن بعد دوپہر کے وقت میں کسی کام کو شہر جانے کے لئے باغ کے پھاٹک سے نکل رہا تھا کہ معلوم ہوا۔ ایک مفلوک الحال لڑکا کسی قدر فاصلہ پر میرے پیچھے پیچھے چلا آرہا ہے۔ ایک دو بار میں نے اُس کی موجودگی کو نظر انداز کرنے کی کوشش کی۔ تاہم میں یہ معلوم کئے بغیر نہ رہ سکا۔ کہ وہ کسی مدعائے خاص کے لئے میرے ساتھ ہی ساتھ چلا آتا ہے۔ ایک دفعہ میں چلتے چلتے ٹھیرا تو وہ بھی ٹھیر گیا۔ اور جب میں دوبارہ چلنے لگا۔ تو وہ بھی آگے کو چل دیا۔ آخر کار میں اس نتیجہ پر پہنچنے کے لئے مجبور ہو گیا۔ کہ وہ کسی نامعلوم وجہ سے میرے ہی ساتھ لگا آتا ہے۔ تنگ آکر میں ٹھیر گیا۔ اور اُس کے سامنے کھڑا ہو کر پوچھا "کیا تم مجھ سے کچھ کہنا چاہتے ہو؟"

اُس نے پیچھے کی طرف دیکھا۔ ہم اب مکان سے کافی دور نکل آئے تھے۔ اس کے بعد پُر اسرار لہجہ میں کہنے لگا "کیا آپ ہی کا نام جوزف دلمٹ ہے؟"

"ہاں" میں نے جواب دیا۔ اور یہ سوچ کر حیران ہوا۔ کہ یہ لڑکا کون ہے۔ اور مجھ سے کیا کہنا چاہتا ہے۔

"تو لیجئے یہ میں آپ کے لئے لایا ہوں"۔ یہ کہتے ہوئے اُس نے ایک رقعہ میرے ہاتھ میں دیدیا۔ اور اُس کے بعد غیر معمولی تیز رفتاری سے دوڑتا شہر کی طرف چلا گیا۔ مشکل سے اپنی حیرت پر غالب آکر میں نے اُس رقعہ کو دیکھا۔ اس پر مسٹر دلمٹ کا نام لکھا تھا اور رسم الخط کی قصدی تبدیلی کے باوجود ایک عجیب طرح کی نزاکت اور روانی اس میں

پائی جاتی تھی میں نے حروف پہچاننے کی بہت کوشش کی۔ مگر بے سود۔ دیر تک میں کسی نتیجہ پر پہنچنے سے قاصر رہا لیکن اس کے بعد یہ سوچ کر دفعتاً میرے دل کو خوشی کا احساس ہونے لگا۔ کہ ممکن ہے یہ خط اینبل کا بھیجا ہوا ہو۔ اس خیال کے آتے ہی کچھ ایسی خوشی میرے دل کو ہوئی کہ میں نے یہ بھی نہیں سوچا کہ اینبل کو رسم الخط بگاڑنے کی کیا حاجت تھی؟ خیر میں اسے کھول کر پڑھنے لگا۔ اس کا مضمون عجیب تھا جس نے میری حیرت کو دہ چند زیادہ کر دیا۔ یعنی لکھا تھا۔

۷ / اکتوبر ۱۸۳۹ء

استانی جس کا انتظار تھا آج رات آپ کے مکان پر آجائے گی۔ ہر چند حالات خاص نے اس کو ایک فرضی نام اختیار کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ تاہم آپ اس سے ناواقف نہیں ہیں۔ خیر اب مدعائے تحریر یہ ہے کہ اُسے دیکھ کر اور پہچان کر نہ آپ کسی طرح کی حیرت ظاہر کریں نہ کسی سے کچھ کہیں۔ اس معاملہ میں آپ کی طبعی فیاضی سے مکرر درخواست کی جاتی ہے۔ کہ فی الحال پورے محتاط رہئے۔ پھر کبھی موقع دمحل آنے پر پوری تشریح آپ سے کر دی جائیگی سردست اسی قدر لکھنا کافی ہے کہ راقمہ سطور کی عزت آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اور اگر آپ نے اپنے قول فعل یا نگاہ سے اس راز کو ظاہر کیا۔ تو پھر یقیناً اس کو اسی وقت مسز رابنسن کی ملازمت سے علیحدہ کر دیا جائیگا۔ آخر میں پھر ایک بار درخواست کی جاتی ہے۔ کہ اپنے جذبات پر قابو رکھئے اور اس سے مل کر کسی طرح کی حیرت قطعاً ظاہر نہ کیجئے۔

حیران و ششدر میں اس خط کو الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔ راقمہ کا نام اس پر کہیں درج نہ تھا۔ اور نہ مدعائے تحریر ہی کسی طرح واضح ہو سکا۔ رائیڈ کی طرف جاتے ہوئے بار بار میں نے سوچا۔ کہ وہ عورت کون ہو گی جس نے یہ خط میرے نام لکھا؟ ایک ایک کر کے میرا خیال ان ساری جوان عورتوں کی طرف گیا جن کی عمر مس پامر کی عمر سے ملتی جلتی تھی اور گو کوئی ایک ایسی شخص جن پر شبہ کرنا ممکن تھا۔ تاہم ایسی عورت ایک بھی ان میں نہیں

تھی جس کے واقعات زندگی اُن حالات سے ملتے ہوں۔ جو میں نے نئی اُستانی کے بارہ
میں مسز رابنسن کی اُس گفتگو سے معلوم کئے تھے۔ جو اُس کے درمسز اور مس براؤن کے
درمیان ہوئی تھی۔ لیکن خیال آیا کہ ممکن ہے وہ حالات بھی اسی طرح فرضی اور مصنوعی ہوں
جیسے اس کا نام۔ غرض انتہائی کوشش کے باوجود میں یہ معلوم کرنے سے قاصر رہا۔ کہ
ایسی عورت کون ہوگی۔ جو اس طرح پوشیدہ رہنا چاہتی تھی۔ پھر ایک بار میں نے
اس رقعہ کی تحریر سے راقم کی شخصیت تحقیق کرنے کی کوشش کی۔ لیکن وہ اس قدر بدلی
ہوئی تھی کہ سعی تنظیم کے باوجود میں یہ معلوم نہ کر سکا۔ کہ میری جانی ہوئی عورتوں میں سے وہ
کس کی تحریر ہے۔

اور اس کے بعد رفتہ رفتہ کئی اور خیالات دل میں پیدا ہونے شروع ہوئے۔ ذاتی
طور پر میں شروع سے ہی کسی ایسی ایک اُستانی کے نوکر رکھے جانے کے خلاف تھا۔ جو کسی
طرح کی سندات پیش نہ کر سکتی ہو۔ لیکن اب اس رقعہ کو پڑھ لینے کے بعد ایک نئی سوچ
یہ پیدا ہوئی کہ کیا مجھے اس طرح کی دھوکا بازی میں شریک ہونا چاہئے؟ ہر چند میرے
لئے فی الحال یہ معلوم کرنا مشکل تھا۔ کہ کونسا راز اس رقعہ کی تہ میں پوشیدہ ہے؟ کیوں
اتنی پردہ داری ہے؟ اور اس اخفا کا آخری انجام کیا ہونے والا ہے؟ تو بھی فوری
اہمیت کا سوال یہ تھا۔ کہ اس موقعہ پر میرا اپنا طرز عمل کیا ہونا چاہئے؟ پہلے جی میں
آئی تھی کہ یہیں سے کوٹھی کو لوٹ چلوں اور یہ خط بجنسہٖ مسز رابنسن کو دکھلا دوں
لیکن پھر خیال آیا کہ ممکن ہے۔ وہ اینبل کا لکھا ہوا ہو۔ . . ممکن ہے وہ اپنے باپ کے
ناقابل برداشت مظالم سے تنگ آکر گھر کو خیرباد کہنے پر مجبور ہوئی اور اب اپنی محنت
مشقت سے روزی کمانے کی فکر کر رہی ہو۔ لیکن پھر اس سلسلہ میں ایک خیال اور بھی
ذہن میں پیدا ہوا۔ یعنی اگر وہ اس خط کی راقمہ ہوتی تو اس طرح کا پُراسرار لہجہ کیوں
اختیار کرتی؟ صرف ایک صورت البتہ تھی۔ یعنی ممکن تھا اسے اس لڑکے پر جس کے

ہاتھ اس نے خط بھیجا تھا۔ بھروسہ نہ ہو۔ اور اس لئے اس نے قصداً محتاط پیرایہ برتا ہو۔ یہ اور ایسے ہی کئی خیالات دل میں پیدا ہوئے۔ لیکن سارے پہلو سوچ کر آخری فیصلہ جو میں نے کیا۔ یہ تھا۔ کہ مالکن سے کوئی بات کہنے سے پیشتر مجھے اُستانی کی آمد کا انتظار کر لینا چاہئے۔ خط کی تحریر کے مطابق اس کو اسی رات آجانا چاہئے تھا۔ پس اس عرصہ قلیل ہی میں میری طرف سے کوئی ایسی بات نہ ہونی چاہئے۔ جس پر ممکن تھا بعد ازاں مجھ کو پشیمان ہونا پڑے۔ پس میں نے اپنے دل میں یہ طے کر لیا کہ اُستانی کے آجانے کے بعد ہی میں اس راز سے واقف ہو کر کہ وہ کون ہے اور اس تحریر کے بارہ میں کیا عذر لے پیش کرنا چاہتی ہے۔ اس سوال کا فیصلہ کروں گا۔ کہ مجھے اس کے بارہ میں کیا رویہ اختیار کرنا چاہئے۔

اس فیصلہ کے بعد میں تیز چلتا قصبہ رائیڈ کی طرف ہو لیا۔ لیکن اگر میں اس ذریعہ سے اس لڑکے کو پانا چاہتا تھا۔ جس نے یہ پُراسرار خط لا کر مجھے دیا تھا۔ تو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ مجھے اس کوشش میں ناکامی ہوئی یعنی وہ کہیں نظر نہ آیا۔ خدا معلوم وہ اس رقعہ کو میرے حوالہ کرنے کے بعد کدھر غائب ہو گیا۔ خیر جو کام مجھے کرنا تھا۔ اُس سے فارغ ہو کر میں پھر ایک بار گھر کی طرف چلا۔ اور اُس جگہ پہنچ کر رات ہونے تک دن کا باقی حصہ بڑی فکر و تشویش میں گذارا۔ بہر حال اتنا میں کہہ سکتا ہوں کہ جہاں تک ممکن تھا میں نے اپنی بے تابی کو گھر کی مالکن اور نوکروں سے چھپانے کی کوشش کی۔ اور کسی کو میرے دلی اضطراب کا حال نہ معلوم ہو سکا۔ چونکہ اُستانی کی آمد کی اطلاع پہلے ہی بذریعہ ڈاک مل چکی تھی۔ اس لئے ایک کمرہ اس کے لئے تیار کرا لیا گیا تھا۔ اور نوکر آپس میں اس سوال پر چہ میگوئیاں کر رہے تھے۔ کہ وہ کس طرح کی عورت ثابت ہو گی۔ جوان یا بدصورت حلیم یا کٹھی۔ اور میری اپنی تشویش کا تو یہ عالم تھا۔ کہ جب کبھی دروازہ پر دستک سنائی دیتی۔ میں دھڑکتے ہوئے دل سے جھٹ اُسے کھولنے جاتا۔ رہ رہ کر یہ خیال

جی میں پیچان کرتا تھا۔ کہ کیا میں عنقریب اینیل سے ملوں گا۔ یا وہ کوئی دوسری ہی عورت ہوگی۔ جسے میٹلڈا پامر کا فرضی نام اختیار کرکے اس جگہ آنا تھا۔

اس رات نو بجنے میں تھوڑی دیر باقی تھی۔ کہ ایک گاڑی سامنے والے باغ کے پاس آکر ٹھیری۔ وہ ایک اس طرح کی کرایہ کی گاڑی تھی جیسی قصبہ رائیڈ میں عموماً چلا کرتی ہیں میں جلدی سے باہر نکلا تو معلوم ہوا کہ گاڑی بان ایک بکس اتارنے میں مشغول تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر گاڑی کا دروازہ کھول دیا۔ اور اندھیرے میں (کیونکہ باغ کے پھاٹک کے پاس کوئی اس طرح کا لیمپ موجود نہ تھا۔ جو گاڑی کے اندرونی حصہ کو روشن کرسکتا) میں نے دیکھا ایک سیاہ پوش جوان عورت نے موٹی نقاب چہرہ پر ڈال رکھی تھی۔ چہرہ میرے بازو کا سہارا لیکر نیچے اتری۔ مگر ایسا کرتے ہوئے جب اس نے میرے ہاتھ کو پکڑا کر زور سے بلکہ یوں کہنا چاہئے پر جوش سرگرمی سے دبایا۔ تو بے اختیار میرے بدن میں تھرتھری پیدا ہوگئی۔ کیونکہ حقیقت کا شبہ آن واحد میں پہلی مرتبہ اس طرح میرے دل میں پیدا ہوا جس طرح بجلی کی چمک بادلوں کی تاریکی کو چیرتی ہوئی نکل جاتی ہے اس کے بعد جب گاڑیبان بکس اٹھائے آگے آگے مکان کے دروازہ کی طرف جا رہا تھا۔ تو اس نے گھونگٹ اٹھا دیا اور اس وقت میں نے دیکھا کہ وہ لیڈی کیلنتھ ڈنڈاس کا نہ بھولنے والا دلکش چہرہ تھا!

اب اس شبہ کی جو ایک لحظہ پیشتر میرے دل میں پیدا ہوا تھا۔ پوری تصدیق ہو گئی۔ تاہم . . . میرے خدا یہ کیا حماقت تھی! حیران و ششدر اضطراب و بیتابی کی حالت میں میں اس کے منہ کو تکنے لگا۔

"جوزف۔ پیارے جوزف!" کیلنتھ نے پھر ایکبار میرا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیکر پیار کرتے ہوئے دبی آواز میں کہا۔ "یہ سب کچھ میں نے فقط تمہاری خاطر کیا ہے"۔

لیکن میرے منہ سے جواب میں ایک لفظ تک نہ نکلا۔ تقریر کے دفتر میری زبان

پر رُکے ہوئے تھے۔ بیان کی آندھی فہمائش و ملامت کی صورت میں چلنے کو تیار تھی۔ مگر حیرت و بدحواسی کے سحر نے ہونٹوں کو بند اور زبان کو بے نطق بنا رکھا تھا۔ راستے میں گاڑی بان ٹرنک کو ڈیوڑھی میں چھوڑ کر واپس آ گیا۔ لیڈی کیلنتھ نے کرایہ ادا کیا۔ اور اُس کے بعد کھڑے ہوئے دروازہ کی طرف بڑھی۔ ڈیوڑھی میں خادمہ کھڑی تھی۔ اس کی موجودگی میں نہ وہ کوئی اور لفظ مجھ سے کہہ سکی۔ نہ میں ہی بولنے کی جرأت کر سکا۔ کیونکہ اول تو میں فرطِ حیرت سے خاموش تھا۔ لیکن اگر بولنے کے قابل بھی ہوتا تو یہ وقت مصلحتاً چپ رہنے کا تھا۔ ڈیوڑھی میں لٹکے ہوئے لیمپ کی روشنی میں میں نے دیکھا کہ کیلنتھ نے صاف اور سادہ ماتمی لباس پہنا ہوا تھا۔ اور اُس کے کپڑے بالکل اس طرح کے تھے۔ جیسے کسی پیشہ ور اُستانی کے ہونے چاہئیں۔ تاہم اُس کے چہرہ کی رنگت زرد تھی۔ اور گو کسی ایسے شخص کو جو محض سطحی نظروں سے دیکھے اُس کی صورت میں کوئی خاص بات نظر نہ آئی تھی۔ تاہم میری متجسس نگاہ یہ معلوم کئے بغیر نہ رہ سکی۔ کہ ایک گہرا اضطراب اور دبا ہوا جوش اُس کے چہرہ کے سکون میں چھپا ہوا تھا۔ جس کو حالات پیش آمدہ کا قدرتی نتیجہ سمجھا جا سکتا ہے۔ نوکرانی سب سے پہلے اُسے اُس کے اپنے کمرہ میں لے گئی۔ پھر اس کے بعد کمرہ نشست میں مسز رانبسن کے پیش کرنے کو۔ مگر میں اس خیال سے کہ میرا بڑھا ہوا اضطراب نوکروں کو نظر نہ آ جائے بیماری کا بہانہ کر کے فوراً ہی اپنے کمرہ میں چلا گیا۔ کیونکہ یہ امر واقعہ ہے کہ ظاہری سکون قائم رکھنے کی انتہائی کوشش کے باوجود میرے جی کا اضطراب کسی نہ کسی حد تک چہرے کے آثار سے ظاہر ہو رہا تھا۔

اپنے کمرہ میں پہنچکر بھی میں بڑی دیر تک اس ذہنی سکون کو حاصل کرنے کی بے سود کوشش کرتا رہا جو کسی صحیح فیصلہ پر پہنچنے کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ کیلنتھ کے اُن الفاظ سے جو اُس نے گاڑی سے اترتے وقت دبی آواز میں مجھ سے کہے تھے

صاف ظاہر ہوتا تھا۔ کہ یہ احمقانہ حرکت اس مجنونانہ محبت کا نتیجہ تھی جو اس کو صحیح یا غلط طور پر مجھ سے پیدا ہو چکی تھی۔ بار بار میں اپنے آپ کو اس حماقت اور اخلاقی کمزوری کے لئے کوستا تھا جس کا اظہار شروع سے ہی اس معاملہ میں میری طرف سے ہوا تھا۔ سوچ آئی کہ کیوں نہ مرٹل لاج ہی میں میں نے اپنے دل کی صحیح حالت اس کے روبرو ظاہر کر دی؟ یا اگر تب موقعہ نہ ملا تھا۔ تو کیوں نہ اس کے بعد چلٹنہم والی ملاقات میں اس کا تصفیہ کر دیا؟ اگر ان موقعوں میں سے کسی پر صحیح حال اس کی غلط فہمی اور اپنی دلی کیفیت کا اس سے بیان کر دیا جاتا۔ تو یہ حماقت اور دیوانگی یا یہ مجنونانہ حرکت جس کی وہ مرتکب ہوئی تھی کبھی سرزد نہ ہوتی۔ تاہم جو ہوا ہو گیا۔ اب یہ میرا فرض تھا کہ جس قدر جلد ممکن ہو بہرحال اس سے کہدوں۔ کیونکہ اب میں بہرحال اس کے لئے تیار نہ تھا۔ کہ اپنے آپ کو کیلنتھہ کے مجنونانہ عشق کا نشانہ بنا کر از سر نو ایتھل سے غائبانہ بیوفائی کرتا۔ لیکن . . . یہاں تک پہنچنے کے بعد اس خیال نے بے اختیار بدن میں لرزہ پیدا کر دیا۔ کہ جس وقت میں اپنے آپ کو اس کی محبت کے نااہل اور ناقابل ظاہر کروں گا جب اپنی بھاری غلط فہمی کا علم بار اول اس کو ہوگا۔ تو کس قدر مایوسی . . . کتنی ذلت اور مایوسی لارڈ میڈی دل کی دختر کے طیور دل کو ہوگی۔ جب اس کو معلوم ہوگا۔ کہ میں اس کی محبت اور ایثار کی کوئی قدر نہیں کرتا۔ اور وہ عیارانہ ترکیب جو اس نے مجھ سے ملنے کے لئے کی تھی میری نظروں میں کچھ بھی وقعت نہیں رکھتی۔ تو میرے خدا کتنی پریشانی اس کو ہوگی۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ اپنی مایوسی اور ناکامی پر کتنا غصہ اسے آئیگا ممکن ہے اس داستان کے پڑھنے والوں میں سے کوئی صاحب میرے اس بیان کو پڑھ کر ہنسیں تاہم یہ امر واقعہ ہے کہ اس رات میں ان باتوں کو سوچکر اور ان سارے حالات پر غور کر کے بڑی دیر تک ذہنی اذیت کے عالم میں اپنی بے بسی اور مجبوری پر رنج و غم کے آنسو بہاتا رہا۔ کیلنتھہ کی قربانیوں کا نقشہ میری نظروں کے سامنے تھا۔ اس کا

چپ چاپ اپنے آبائی مکان سے بھاگ نکلنا اپنی سعیٔ عشق میں کسی رکاوٹ کو خاطر میں نہ لانا اپنی شان امارت کو فرضی نام میں چھپانا۔ ایک غریب اُستانی کا بھیس بدلنا اور اس حیثیت میں ایک ایسی ملازمت تلاش کرنا۔ جہاں بگڑے دل بدمزاج بچوں کی حکومت دسترا ہنسن کی اولاد ایسی ہی تھی، ہر وقت سہنی ہوتی تھی۔ پھر اس ملازمت کے سلسلہ میں خود اس خاتون کی تنہائیوں اور ملامتوں کا نشانہ بننا سوسائٹی کے اونچے درجہ کو چھوڑنا عیش و عشرت ترک کر کے راحت و آرام کو قربان کرنا۔ اس خیال کو بھی نظرانداز کر دینا کہ اس کی شادی طبقۂ اعلیٰ میں کسی خطاب یافتہ نوجوان سے ہو سکے گی۔ یہ سب کچھ اُس نے محض اُس عشق کی خاطر کیا تھا جو وہ ازراہ حماقت مجھ سے کرتی تھی۔ لیکن جس کا میرے پاس سوائے سرد مہری اور نفی کے کوئی جواب نہ تھا۔ اس خیال کے پیدا ہونے سے وہ صدمۂ سخت میرے دل کو ہوا کہ بے اختیار آنکھیں بھر آئیں۔ افسوس اس ہمہ گیر محبت اس ایثار عظیم ان ناقابل تلافی مصائب کا معاوضہ میرے پاس کیا تھا؟ کچھ نہیں اس کے برعکس سب سے پہلے الفاظ جو میرے منہ سے نکلیں گے وہ اس بات کا اقرار ہونگے کہ میں نے آجتک کبھی اُس سے محبت کی نہ اب کرتا ہوں اور نہ آئندہ کروں گا۔

لیکن میں نہیں چاہتا کہ ناظرین کو اُن ہولناک جیال فرسا خیالات کی تفصیل سے پریشان کروں جو کرہ کی خلوت و تنہائی میں میرے دل میں پیدا ہوئے مختصر یہ کہ بڑی دیر تک مضطرب اور بیتاب رہنے اور کئی پہلو بدلنے کے بعد آخر بڑی مشکل سے میری آنکھ لگی۔ اور جب اس کے بعد میں سویا۔ تو وہ خواب جو مجھ کو نظر آئے بڑے بھیانک اور پریشان کرنے والے تھے۔

دوسرے دن صبح کو میں باورچی خانہ میں گیا۔ تو سب نے طبیعت کا حال پوچھنے لگے۔ اس کے بعد ناشتہ کے موقعہ پر اُن میں نئی اُستانی کے بارہ میں گفتگو شروع ہوئی اور میں نے دیکھا کہ ہر شخص اس کی غیر معمولی خوبصورتی کا معترف اور مداح تھا۔

اس خادمہ نے بھی جو لیڈی کیلنتھ کو اس کا کمرہ دکھانے گئی تھی۔ اُس کے حسنِ اخلاق کی تعریف کی۔ اور کہا کہ وہ بڑی ہی نیک اور ملنسار عورت ہے جس میں خود سری یا سرشوری کا شائبہ تک موجود نہیں میں چپ چاپ ان کی باتیں سنتا رہا اور بڑی مشکل سے اس اضطراب کو جو چہرہ سے ظاہر ہونے لگا تھا روکا۔ ناشتہ سے فارغ ہونے کے بعد میں گھر کے کام کاج میں مصروف ہو گیا۔ تاہم کیلنتھ سے ملنے کا اندیشہ ہر وقت جی کو لگا ہوا تھا۔ اپنے جی میں میں نے یہ بات پوری طرح طے کر لی تھی کہ آئندہ اپنے کسی لفظ اشارہ یا فعل کے ذریعہ سے اس کی محبت کا قدردان یا اس کے عشق کا نشانہ بننا منظور نہ کروں گا۔ کیونکہ اس معاملہ میں میری خاموش اطاعت بھی میری پیاری ایبل کے حق میں بے وفائی کے ہم معنی تھی۔ اب میری واحد آرزو یہ تھی کہ جتنا جلد ممکن ہو کیلنتھ سے مل کر اپنے دل کی صحیح کیفیت کہہ دوں اور اس طرح یہ بات ہمیشہ کیلئے طے ہو جائے کہ آئندہ ہمارے تعلقات کس بنیاد پر کس صورت میں قائم رہ سکتے ہیں۔

لیکن معلوم ہوتا ہے کیلنتھ نے بجائے خود مجھ سے فوراً ملاقات کرنے کی کوشش نہیں کی۔ غالباً وہ اس بات کو اچھی طرح سمجھتی تھی کہ اس موقعہ پر انتہائی حزم و احتیاط کی ضرورت ہے۔ اسی طرح کئی دن گذر گئے۔ اس دوران میں صرف تین یا چار بار میں نے اسے دیکھا اور وہ بھی ایک آدھ لحظہ کے لئے۔ تاہم جب کبھی وہ میرے پاس سے گذرتی تو گہری محبت کے ناقابل بیان آثار اُس کی موٹی سیاہ آنکھوں میں پیدا ہو جاتے گو اس کے بعد فوراً ہی وہ اپنا منہ دوسری طرف کو پھیر لیتی۔ اور اس طرح غمگینی اور ملامت کے اس اشتراک کو جو میرے اپنے چہرہ سے ظاہر ہوتا تھا۔ نہ دیکھ سکتی تھی۔ بہرحال ان ایام میں وہ پوری طرح محتاط رہی۔ نہ کبھی اُس نے ہاتھ سے ہاتھ ملانے کی کوشش کی نہ ڈیوڑھی میں یا سیڑھیوں پر میرے پاس سے گذرتے ہوئے ایک آدھ لحظہ سے زیادہ ٹھیری جس کا مطلب یہی تھا کہ وہ ہماری سابقہ واقفیت کے راز کو دوسرے

نوکروں سے پوشیدہ رکھنا چاہتی تھی صبح کو اس کے وقت کا بڑا حصہ اس کمرہ میں بسر ہوتا تھا جس میں مسٹر رابنسن کی دونو لڑکیاں پڑھا کرتی تھیں۔ پھر دو بجے وہ انہی کے ساتھ کھانا کھاتی اور اس کے بعد اُن کو سیر کرانے لیجاتی۔ چھ بجے شام کو وہ تینوں مل کر چاء پیتیں اور جب آخرکار آٹھ بجے دونو لڑکیاں سو جاتیں تو وہ ایک دو گھنٹے مسٹر رابنسن سے پاس بیٹھنے کے لئے گول کمرہ میں چلی جاتی۔ لیکن یہ تھوڑا سا آرام بھی جو اُسے محنت شاقہ کی اس زندگی سے جسے اُس نے اپنی مرضی سے اختیار کیا۔ ملتا تھا۔ وہ مسٹر رابنسن کی منشا و منظوری کے بغیر حاصل نہ کرتی تھی۔ یا دوسرے لفظوں میں مسٹر رابنسن کے بن بلائے وہ کبھی اُس کے کمرہ میں نہ جاتی تھی۔ بیچاری مالکن کو اس بات کا کیا علم تھا۔ کہ وہ بظاہر ادنے حیثیت اُستانی جس کے اوقات اتنے باقاعدہ۔ اخلاق اتنے اعلیٰ اور آداب اتنے صحیح تھے۔ اور جو فرض تعلیم کو اس محنت اور تندہی سے انجام دیتی تھی طبقہ اعلیٰ کی امیرزادی سلطنت برطانیہ کے ایک نامی رئیس کی بیٹی اور سوسائٹی کے اس درجہ افضل کی خاتون ہے جس کی اصلی جگہ فیشن کے آسمان پر یا امرا کے مذہب کمروں میں تھی۔ مگر جس نے جوش عشق میں ان سب کو لات مار دی۔ جتنا زیادہ میں اُس کے ایثار کی عظمت کو سوچتا اتنی ہی زیادہ اذیت اس خیال سے میرے دل کو ہوتی تھی۔ کہ میں کس منہ سے وہ سب باتیں اُس سے کہوں گا جن کو میں صرف موقعہ کے انتظار میں اس وقت تک روکے ہوئے تھا۔ مگر جن کا اظہار ایک ثانیہ کے عرصہ قلیل میں اس کی بہترین امیدوں اور مشتاقانہ آرزوؤں پر ہمیشہ کے لئے پانی پھیر دے گا۔

بارہا خیال آتا کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ جو کچھ مجھے اُس سے کہنا ہے اُسے کاغذ پر تحریر کر کے وہ رقعہ چپکے سے اُس کے ہاتھ میں دیدوں لیکن نہ معلوم کیوں میں اس بات کی خواہش رکھتا ہوا بھی اس تجویز کو عمل میں لانے کی جرأت نہ کرسکتا تھا۔ شائد اس کی وجہ یہ ہو (گو بیان کرتے شرم معلوم ہوتی ہے) کہ وہ ضعف اخلاقی جو حالات کو اس نوبت

تک پہنچانے کا ذریعہ بنا۔ اب تک مجھ میں باقی تھا۔ اور ان لوگوں کی طرح جو منتہائے مصیبت کو جانتے ہوئے بھی آزمائش و امتحان کے وقت آخر کو ٹالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ میں بھی اس ساعت منحوس کو دور رکھنا چاہتا تھا۔ جو لازم طور پر مجھے اس کی نظروں میں ذلیل اور اسے اپنی نظروں میں حقیر ثابت کرنیوالی تھی۔ چنانچہ اس سلسلہ میں بارہا میں اپنے دل کو سمجھانے کے لئے یہ بھی کہا کرتا کہ اگر اس طرح کا موقعہ ناگاہ پیش آ گیا۔ تو میں تحریر کے مقابلہ میں زبانی اس فرض کو زیادہ عمدگی اور سہولت سے ادا کر سکوں گا۔ انصافاً میں تسلیم کرنے پر مجبور ہوں کہ یہ ایک طرح کی ذاتی دھوکا بازی اور درجہ اول کی ریاکاری تھی جس سے میں اپنی کمزوری کو چھپانے یا اپنی نظروں میں اس کی سنگینی کم کرنیکی کوشش کرتا تھا۔ تاہم یہ ایک امر واقعہ ہے۔ جو میں نے ظاہر کر دیا۔

پندرہ دن گذر گئے اور اس دوران میں نہ کبھی لیڈی کیلنتھ سے تنہا ملنے کا اتفاق ہوا۔ نہ کسی گفتگو کا ہی موقعہ ملا کبھی کبھی یونہی پاس سے نکل جانے یا ایک دوسرے کو سامنے سے آتا دیکھنے کا اتفاق ضرور ہو جاتا۔ مگر اس طرح کے موقعوں پر کیلنتھ کی بڑھی ہوئی احتیاط ہمیں ایک لمحہ سے زائد ایکدوسرے کے پاس نہ ٹھیرنے دیتی۔ ان موقعوں پر وہ صرف ایک بار پُرمحبت نگاہ سے میری طرف دیکھتی۔ اس کے بعد اپنی سیاہ مخملی آنکھوں کو جھٹ دوسری طرف پھیر لیتی۔ تاکہ ایسا نہ ہو کوئی اس نظری اشارہ کو دیکھ لے اور اس سے اپنے طور پر کوئی نتیجہ اخذ کرنے کی کوشش کرے۔ اس طرح پندرہ دن ہو گئے۔ اور ہم دونو ایک ہی گھر میں رہتے اور ایک دوسرے کو جانتے ہوئے بھی بالکل الگ رہے۔ وہ اپنی محبت کے نشہ میں سرشار۔ اور میں اس کی غلط فہمی کی اصلاح کے ناقابل۔ تو بھی جس طرح کی ذہنی اذیت و تکلیف میں میں نے یہ دن بسر کئے اُن کو میرا ہی جی جانتا ہے۔ دن بھر باقی نوکرمس پامرکے حسن صورت اور خوبی سیرت

کی تعریفیں کیا کرتے۔ حتیٰ کہ سیاہ فام آیہ بھی جو انگریزی کی ٹانگ توڑتی تھی۔ ان کی ہمنوا بن جاتی۔ تاہم میں چپ رہتا اور قصداً ہمیشہ چپ رہتا۔ کبھی کبھی ایسا اتفاق ہو جاتا کہ وہ لوگ اس بارہ میں میری رائے بھی پوچھتے۔ مگر اس طرح کے موقعوں پر یا تو میں اپنی بڑھی ہوئی پریشانی کی وجہ سے کوئی جواب نہ دے سکتا۔ یا کبھی حالت بے خبری میں چونک کر کوئی مبہم اور بے جوڑ لفظ کہہ دیتا۔ مگر اس سے دوسرے نوکروں کو میرا بڑھا ہوا اضطراب اور بھی اچھی طرح دیکھنے اور سمجھنے کا موقعہ مل جاتا تھا۔ حتیٰ کہ آخرکار ایک دن میری یہ گھبراہٹ جو کیلنتھ کا ذکر آنے سے لازماً پیدا ہو جاتی تھی۔ رنگ لائے بغیر نہ رہ سکی یعنی مسز رابنسن کی خادمہ نے میری طرف شوخ نظروں سے دیکھ کر از راہ مذاق ہنستے ہوئے کہا:"کوئی بُرا مانے یا بھلا میں صاف صاف کہتی ہوں۔ کہ جوزف کو خوبصورت مس پامر سے عشق ہے"۔

باب ۳۷

آزمائش

لیڈی کیلنتھ کو مسز رابنسن کے مکان پر آئے ہوئے قریباً تین ہفتے گذر چکے تھے۔ کہ ایکدن وہ موقعہ جس کا انتظار تھا۔ مل گیا۔ اکتوبر کا مہینہ قریب الختم تھا۔ سردیاں شروع ہو چلی تھیں۔ اور مسز رابنسن اپنی لڑکیوں کے لئے نئے گرم کپڑے تیار کرانے کی فکر کر رہی تھی۔ چونکہ وہ طبعاً کاہل تھی۔ اور اپنے فرائض کو جہاں تک ممکن ہو اوروں کے ذمہ ڈالنے کی کوشش کیا کرتی تھی۔ اس لئے یوم مذکور کو اس نے پارچات کی خرید کا کام لیڈی کیلنتھ کے حوالہ کیا۔ اور لڑکیوں کو اس بہانہ سے اپنے پاس رکھ کر کہ وہ مس پامر کے سودا خریدنے کے دوران میں بہت عرصہ تک ساتھ ساتھ پھرنے سے تھک جائیں گی۔

اس کو تنہا اس مطلب کے لئے شہر روانہ کر دیا۔ سہ دوپہر کا وقت تھا جب کیلنتھ راینڈ جانے کے لئے رخصت ہوئی۔

اتفاق کی بات ہے کہ اسی دن صبح کو مسز رابنسن کے نام لندن سے ایک خط آیا تھا جس میں شکار کا ایک توڑا روانہ کرنے کی اطلاع درج تھی۔ یہ پارسل اس کی کسی سہیلی نے تحفہ کے طور پر بھیجا تھا جس کی وصولی کا فرض اس نے میرے سپرد کیا اور کیلنتھ کی روانگی کے قریباً پون گھنٹہ بعد میں بھی اس پارسل کو وصول کرنے گھاٹ کی طرف چل دیا۔ رستے میں میں یہ سوچکر خوش ہو رہا تھا کہ اب کیلنتھ سے مل کر خیالات دلی کے اظہار کا خوب موقعہ ملے گا۔ کیونکہ رائیڈ ایسے چھوٹے سے قصبہ میں ہمارا ایک دوسرے کو مل جانا قدرتی اور یقینی تھا۔ لیکن خوشی کا یہ احساس جلدی ہی ذہنی تشویش اور اختلاج قلب کی صورت میں بدل گیا۔ جب یہ پریشان کن سوال شدت سے دل میں پیدا ہوا کہ کیا میں وہ سب باتیں جو آج تک سوچتا ہوں بالتفصیل کیلنتھ سے مل کر اس کے روبرو کہہ سکوں گا؟ اس خیال کے آتے ہی ضعف جانی نے اتنا غلبہ کیا کہ مجھ کو سر راہ چلتے چلتے ٹھیرنا پڑا۔ اور میں اونچی آواز میں اپنے آپ سے یہ سوال پوچھنے پر مجبور ہو گیا: "جوزف ولسٹ کیا تم ایسے ہی بزدل ہو؟" لیکن جلدی ہی حوصلہ کر کے میں نے اسی طرح بلند آواز میں اپنے آپ سے کہا: "نہیں کچھ بھی ہو۔ آج میں اس فرض کو ضرور پورا کروں گا۔" تو کبھی نہیں قدر تکلیف جس قدر ذہنی اور دماغی تکلیف مجھے ان الفاظ کو منہ سے کہتے وقت ہوئی۔ اس کو میرا ہی دل بہتر جانتا ہے۔ اپنے سوال کا خود ہی جواب دینے کی کوشش کرتے ہوئے میری حالت اس بچہ کی طرح تھی۔ جو کسی کڑوی چیز کو پینے کے وقت زور سے آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ یہی باعث تھا۔ کہ میں نے شہر تک کا رستہ سخت بےچینی اور اضطراب کی حالت میں طے کیا۔ اور سارا عرصہ ہی چشم تصور کو اینیل کی صورت پر جانے اور اس کی تصویر کو اس کر ۔ ی

آزمائش سے گذرنے کے موقعہ پر میری رہبری کے لئے فرشتہ نیک ثابت ہونے کی دعا کرتا رہا۔

شہر پہنچ کر سب سے پہلے میں پارسل کے بارہ میں دریافت حال کرنے جہاز کے دفتر میں گیا۔ لیکن معلوم ہوا۔ وہ ابھی تک نہیں آیا۔ لیکن گھاٹ کے ایک قلی نے وعدہ کیا۔ کہ جیسے ہی وہ آئے گا۔ میں اُسے یکدم خود ہی اور دل دلا پہنچ جاؤں گا اس سے فارغ ہو کر میں کیلنتھے کی تلاش میں چلا اور بازاروں سے گذر کر بزازوں کی بڑی بڑی دکانوں کی طرف دیکھتا گیا۔ لیکن وہ کہیں نظر نہ آئی۔ اس وقت خیال آیا کہ وہ چونکہ مجھ سے بہت پہلے روانہ ہوئی تھی۔ اس لئے ممکن ہے سودا خرید کر واپس جانے لگی ہو۔ پس میں نے بازاروں کے گشت کا قصد چھوڑا اور بیرون شہر کی طرف ہو لیا۔ جلدی ہی وہ مجھے کوٹھی کی طرف جانیوالی سڑک پر چلتی نظر آ گئی۔ لیکن جس وقت میں تیز قدموں سے اُس کا پیچھا کر رہا تھا۔ تو بیان نہیں کر سکتا کہ میرا دل کس طرح زور سے دھک دھک کرتا اور یہ خیال جی کو پریشان کر رہا تھا۔ کہ نہ معلوم اس ملاقات کا کیا نتیجہ نکلے گا۔ اس وقت اوابنل وہ تیری ہی تصویر تھی۔ جس سے پھر ایک بار میں نے امداد طلب کی۔ اس کے ساتھ ہی سخت غصہ کی حالت میں مجھ کو یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ کہ آزمائش کے اس لمحہ میں میرے اندر وہ استقلال موجود نہیں۔ جس کی ضرورت تھی۔ اور جس کی میں ہفتوں سے آرزو کر رہا تھا۔

لیڈی کیلنتھے مجھ سے گز آگے آرام و اطمینان کے ساتھ چل رہی تھی۔ نہ اُس نے دائیں بائیں کسی طرف کو دیکھا۔ نہ کبھی پیچھے مڑ کر دیکھنے کی حاجت سمجھی۔ اسی طرح ہموار قدموں سے چپ چاپ چلتی گئی۔ تو میں نے اُس کے جھکے ہوئے سر سے اندازہ کیا۔ کہ اس کی آنکھیں فرش زمین کی طرف لگی ہوئی تھیں نیز ہر وہ گہری فکر کی حالت میں تھی لیکن پھر خیال آیا۔ کہ اگر ایسا ہو۔ تو وہ کونسا مضمون تھا۔ جس پر اُس کے خیالات لگے

ہوئے تھے ؟ آہ کیا اس کی توجہ ان فرضی تصورات پر بھی ہوئی تھی جن کو منتشر کرنا میں نے اپنا فرض سمجھا ہوا تھا ؟ پھر ایک بار میں چلتے چلتے ٹھیر گیا۔ کیا رعنائی اس کی قامت کی درازی بدن کی موزونیت اور چال کی لچک میں پائی جاتی تھی ! بالکل اس طرح کی حالت تھی گویا کوئی سوگوار پری ہوا میں چل رہی ہو۔ بے اختیاری میں انجیل سے گہری عقیدت کے باوجود یہ خیال میرے دل میں پیدا ہونے لگا۔ کہ اس کی سیاہ پوشاک کیتھلک کے خوشنما بدن پر کتنی سجتی تھی۔ اور اس کے حسن کی دلفریبیاں اس ذریعہ سے کس قدر نمایاں ہوتی تھیں۔ دوسری بار پھر اپنے ہی خیالات سے ناراض ہو کر میں نے ان تصورات کو دل سے نکال دینے کی کوشش کی۔ میں نے اپنے آپ کو اس لئے بھی ملامت کی۔ کہ کیوں میں چلتا چلتا ٹھیرا۔ اور کس لئے میں نے اپنے دل کو اس کے حسن کی دلفریبیوں سے متاثر ہونے دیا۔ اپنی روح کو طاقت استقلال دینے اور اپنے فرض کو اس کے ناگوار پہلوؤں کے باوجود پورا کرنے کے خیال سے میں نے پھر اپنی رفتار تیز کی۔ اور جلدی ہی اس کے قریب جا پہنچا۔ میرے پاؤں کی آواز سن کر وہ اس بات سے بے خبر کہ کون پیچھے آتا ہے۔ رستہ چھوڑ کر ایک طرف ہٹ گئی اور۔ اس کے ساتھ ہی اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔

خوشی کی تیز سرخی مجھے دیکھتے ہی اس کے خوشنما زرد فام رخساروں پر پھیل گئی۔ بے اختیاری سے کہنے لگی :"جوزف ! اوہ۔ کیا خوش نصیبی۔ یہی وہ موقعہ ہے جس کا مجھے انتظار تھا۔ مگر جس کو میں ازروئے احتیاط اپنے آپ پیدا نہ کرتی تھی :

"اور میں بھی اسی موقعہ کا بڑی بے صبری کے ساتھ منتظر تھا" میں نے جلدی سے جواب دیا۔" لیکن میرے خدا ! کیوں آپ نے بے سوچے سمجھے اس طرح کی حرکت کی؟

"جوزف"۔ اس نے گھورتی ہوئی نظروں سے میری طرف دیکھ کر اس طرح کہا گویا اس نے میرے لفظوں کا صحیح مطلب نہیں سمجھا۔ یا اس کو میری نگاہ کا انداز سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔ "کیا تم مجھ کو ملامت کرتے ہو ؟" اور اس کے چہرہ کی وہ سرخی جو آن واحد

کے لئے پیدا ہوئی تھی۔ دفعتاً غائب ہو گئی۔ اور مجھے اپنے دل پر منوں بوجھ پڑتا معلوم ہوا۔

"لیڈی کیسلنتھ" میں نے پورے استقلال سے کام لے کر کہا: "میرے خیال میں وقت آگیا ہے کہ میں وہ سب باتیں جو آج تک رکی ہوئی تھیں۔ آپکے روبرو بیان کردوں"۔

"تو آؤ اس طرف چلیں"۔ اس نے ایک تنگ کچے رستہ کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔ "کیونکہ اندیشہ ہے سڑک پر کوئی ہم کو نہ دیکھ لے۔ مگر جوزف وہ کس طرح کی باتیں ہیں جو تم مجھ سے بیان کرنا چاہتے ہو؟ میرے خدا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ تم ان ہیبت ناک قربانیوں کی اہمیت کو نہیں سمجھ سکتے جو میں نے تمہارے لئے کی ہیں؟ ذرا اس ماتمی لباس کو دیکھو کیا اس کی موجودگی انتہا درجہ مضحکہ انگیز نہیں ہے۔ کیونکہ واقعہ میں میرا کوئی رشتہ دار فوت نہیں ہوا۔ اور نہ میں ان کے پہننے کی حقدار ہوں۔ جوزف۔ میں اس وقت صحیح معنوں میں ریا کی مجسم تصویر ہوں۔ اور یہ سب کس لئے؟ محض اس محبت کی خاطر جو مجھے تم سے ہے۔ یاد رکھو یہ ساری حیلہ سازیاں محض اس فرضی داستان کی تکمیل کا حصہ تھیں جو مجھے اس گھر میں پہنچنے کے لئے جس میں تم نوکر تھے۔ اختراع کرنی پڑی۔ لیکن حقیقت میں ان قربانیوں کا ایک بہت ہی چھوٹا حصہ ہے۔ جو میں نے کی ہیں۔ ورنہ خفیہ طور پر گھر سے بھاگنا۔ والدین بھائی بہنوں اور رشتہ داروں کو مبتلائے تشویش کرنا اپنے نام نیک کو بھی خاک میں ملانا . . . جوزف جو کچھ میں نے اب تک کیا ہے اس کا خیال یقیناً میرے لئے جگر پاش ہوتا۔ اگر اس کے ساتھ ہی یہ بات میرے دل کو سہارا دینے کے لئے موجود نہ ہوتی۔ کہ ان قربانیوں کے بعد جو میں نے کی ہیں اور ان تکلیفوں سے گذر کر جو میں نے اب تک اٹھائی ہیں۔ میں اس کو پا سکوں گی۔ جو میرے دل وجان کا مالک ہے"۔

"اوہ! لیکن یہ سب کتنا خوفناک ہے!" میں نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اور وہ سارا استقلال جو میں نے اتنی مشکل سے قائم کیا تھا۔ پانی کی طرح بہ گیا۔

"تم چونکہ میری نسبت طبعاً دور اندیش ہو۔" کیسلنتھ نے محبت آمیز نظروں سے

میری طرف دیکھتے ہوئے کہا "اس لئے تم ان باتوں کو سوچ کر زیادہ پریشان ہوتے ہو لیکن نہ ڈرو میں نے سب تجویزیں پوری طرح سوچ لی ہیں۔ اور وہ ضرور پوری ہوں گی۔ ابھی ہمارا عہد شباب ہے۔ چند سال کے عرصہ میں ہم دونو محنت کر کے جو کچھ ممکن ہوگا جمع کریں گے اور اُس کے بعد جوزف . . . "

"کیلنتھ" میں نے پروحشت انداز سے کہا "یقیناً تم مجھے دیوانہ بنا دو گی" وہ اس طرح چونک کر پیچھے ہٹی گویا کسی نے اُس پر وار کیا ہو۔ اور اس کی آنکھیں حیرت و خوف کی ملی ہوئی نظروں سے میری طرف دیکھنے لگیں۔

"میرے خدا! . . . جوزف تم کیا کہنا چاہتے ہو؟" وہ کانپتے ہوئے بولی "ایک خوفناک شبہ میرے دل میں پیدا ہوا ہے۔ تم اُسے دور کرو۔ یا اس کی تصدیق کرو خواہ بہتر یا بدترین حالت جو کچھ بھی ہو۔ میں اُسے فوراً جاننا چاہتی ہوں۔ اور جوزف اب جو میں صلیٹنہم کی ملاقات کے موقعہ پر تمہارے لہجہ اور انداز کو یاد کرتی ہوں۔ تو . . . لیکن نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ ناممکن ہے کہ میں نے تمہاری طرف سے دھوکا کھایا ہو . . . بولو۔ جواب دو۔ کیا واقعی دیسا ہے؟ آہ اگر سچ مچ تم نے مجھے دھوکا دیا ہے۔ تو میں مر جاؤں گی۔ پھر میں زندہ نہ بچوں گی۔"

اس کا لہجہ پُر جوش تھا۔ اور چہرہ پر جس کی رنگت لاش کی طرح زرد تھی اضطراب کے گہرے آثار پائے جاتے تھے۔ میرے دونو ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیکر اس نے فکرمند التجائی نظروں سے دیکھا۔ اور اس کے ساتھ ہی مجھے اپنا دل سینے کے اندر ڈوبتا معلوم ہوا۔ ایک طرف میں اظہار حقیقت پر مجبور تھا۔ لیکن دوسری جانب ایسا کرتے ہوئے سخت ذہنی اذیت یعنی عذاب صلیب سے بھی زیادہ تکلیف محسوس کرتا تھا

"کیلنتھ" میں نے آخر کار جی کڑا کر کے اس طرح کے لہجہ استقلال میں جو خود میرے لئے باعث حیرت تھا۔ کہنا شروع کیا "خدا کے لئے اپنے جوش کو روک کر ضبط و

سے کام لیتے ہوئے جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں ۔سنو۔میں ایک نئی بات تم سے کہتا ہوں تم شاید جس کے سننے کے لئے تیار نہیں ہو ۔ تاہم میں چونکہ اس کے ذکر پر مجبور ہوں ۔ ۔ ۔"

"جوزف ۔جو کچھ تم کہنا چاہتے ہو کہو۔" اس نے مری ہوئی آواز سے کہا۔"میں سب کچھ سننے کے لئے تیار ہوں ۔سوائے اس ایک جملہ کے کہ تمہیں مجھ سے محبت نہیں ہے ۔"

"کیلنتھ میں تہ دل سے تمہاری عزت کرتا ہوں ۔تمہاری خدمت گزاری میں اگر مجھ کو اپنی جان بھی دے دینی پڑے تو میں بخوشی اس کے لئے تیار ہوں ۔تمہاری دوستی میرے لئے باعث فخر و عزت ہے ۔لیکن ۔ ۔ ۔ میرا دل ۔ ۔ ۔"

"بس ۔ ۔ ۔ کافی ہے !" اتنا کہہ کر وہ بڑے زور سے لڑکھڑائی اور یقیناً گر جاتی اگر میں اس کو بانہوں میں تھامنے کے لئے پاس موجود نہ ہوتا ۔کئی منٹ تک وہ غش کی سی حالت میں ضعف جانی سے میرے بازوؤں کے سہارے کھڑی رہی ۔ اس کے بعد "کیلنتھ" میں نے بدستور اس کو سہارا دیتے ہوئے نرم آواز سے کہا"میں تہ دل سے معافی کا خواستگار ہوں کہ یہ حالات اس سے پہلے بیان نہ کر سکا ۔میں نے مرٹل لاج میں بھی موقعے تلاش کئے تھے ۔لیکن افسوس میری کمزوریوں نے کچھ کہنے کی مہلت نہ دی سب شک یہ میری کم ہمتی اور میرے ارادہ کی کمزوری تھی ۔ تاہم اگر وہ خط جو میں نے بھیجا تھا ۔تم کو مل جاتا ۔تو ہمارے حالات یقیناً اس سے بہت پہلے واضح ہو جاتے ۔میں نے اس میں سب باتیں درج کر کے اس بات کے لئے معافی مانگی تھی ۔کہ میں ان حالات کو پیشتر واضح نہ کر سکا ۔پھر اس کے بعد چیلٹنہم میں بھی میں سب حال بیان کرنا چاہتا تھا ۔ اور اگر وہ الفاظ جو میں نے اس موقعہ پر کہے تھے ۔تم کو یاد ہوں تو ان سے واضح ہو گا کہ میں نے ۔ ۔ ۔"

"بس جوزف ۔بس !" اس نے دفعتاً گردن اٹھا کر میرے بازوؤں سے نکلتے ہوئے اپنی طبعی مضبوط روح کی ساری قوتوں کو کام میں لا کر کہا ۔"میں اس بارہ میں

زیادہ عذرات سننا نہیں چاہتی۔ میرے لئے اس قدر معلوم کرنا ہی کافی ہے۔ کہ تمہیں مجھ سے محبت نہیں جس کا مطلب یہ ہے" اور یہ کہتے ہوئے اس کے چہرہ کی رنگت اور بھی پیلی پڑ گئی "کہ تم کسی اور کو چاہتے ہو۔ کیونکہ اگر تمہارا دل کسی اور سے لگا ہوا نہ ہوتا۔ تو یقیناً تم میری بے پار محبت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتے۔ تاہم وہ کون ہے؟ ۔ ۔ ۔ وہ کس جگہ رہتی ہے ۔ ۔ ۔ ؟"

"لندن میں" میں نے یہ محسوس کرتے ہوئے جواب دیا۔ کہ اُسے اس طرح کا سوال پوچھنے کا حق حاصل ہے۔

"لندن میں" کیلتھ نے عجیب طرح کے پریشان لہجہ میں پُرخیال انداز سے میرے ہی لفظوں کو دہرایا۔ اور اس کے بعد چند منٹ گہری سوچ میں پڑ کر "جوزف" ہو کر اس نے کہا "افسوس تم نے مجھ سے اچھا سلوک نہیں کیا۔ تو بھی میں اس کے لئے تم کو ملامت کرنا نہیں چاہتی۔ تم نے اس معاملہ میں وقت پر صاف گوئی سے کام نہیں لیا۔ اور اب تم میرے خیال میں اچھی طرح سمجھ سکتے ہو۔ کہ اس وقت تمہارے منہ سے یہ الفاظ سن کر کتنی ذلت کتنی پریشانی مجھ کو لاحق ہوئی ہے۔ سچ پوچھو تو نادانستہ تم میری تباہی اور بربادی کا ذریعہ ثابت ہوئے ہو"۔ اور یہ کہتے ہوئے وہ اس طرح زور زور سے کانپنے لگی۔ گویا تیز برفانی لہر اُس کے سر سے پاؤں تک گذر رہی ہو۔

"اوہ۔ لیکن میں کیا کر سکتا ہوں؟ تمہاری ان باتوں کا میں کیا جواب دے سکتا ہوں؟" میں نے اس کے ناقابل بیان غم کو دیکھ کر جو میری اخلاقی کمزوری کا نتیجہ تھا۔ اس طرح کے لفظوں میں جو میرے ٹوٹے ہوئے دل کی آواز تھے۔ کہا۔

"کچھ نہیں" کیلتھ نے ہلکی اور نرم آواز سے جواب دیا "میں پھر تم سے کہتی ہوں کہ جو کچھ بھی ہو چکا۔ میں اس کے لئے تم کو ملامت کرنا نہیں چاہتی۔ اس کے برعکس میں تم کو معاف کرتی ہوں۔ جوزف میں تم کو تہ دل سے معاف کرتی ہوں۔ کیونکہ میری وہ

ہے یا محبت ہے جو غصہ کرنا یا ناراض ہونا نہیں جانتی۔ اس لئے میں سچے دل سے تم کو معاف کرتی ہوں۔ اس کے علاوہ پیشتر میں نے کیا کم قربانیاں کی ہیں۔ کہ اب اس آخری مصیبت یا عمر بھر دل شکستہ رہنے کی آفت سے گھبرانے کی کوشش کروں!"

"میرے خدا۔ کمیلنتھ" میں نے اپنے آپ کو معاملات کے اس طرح کی صورت اختیار کرنے کے لئے ذمہ دار قرار دیتے ہوئے پر وحشت انداز سے کہا: کیوں تم اس قدر افسردہ لہجہ میں بولتی ہو؟ کیوں تم اس ذرا سی بات کے لئے اتنا غم کرتی ہو؟"

"جوزف تم کو اچھی طرح معلوم ہے"۔ اس نے جواب میں کہنا شروع کیا "کہ تمہاری خاطر میں نے اپنے گھر بار دولت اور منزلت حتیٰ کہ مستقبل کی آرزوؤں تک کو چھوڑ دیا۔ جو تکلیفیں میرے لئے برداشت کرنی ممکن تھیں۔ سب میں نے سہیں۔ لیکن اب اگر اتنا کرنے کے بعد بھی وہ مدعا جو میری نظروں کے سامنے تھا۔ حاصل ہونا محال ہے تو اس کے لئے میرے یا تمہارے گھبرانے اور بیتاب ہونے سے کیا فائدہ؟ نہیں۔ میں تم سے درخواست کرتی ہوں کہ اپنے جی کو سکون دو۔ میں بھی اپنے دل کو سنبھالنے کی کوشش کروں گی۔ اور وہ زندگی جو میں نے محض تم سے ملنے۔ تمہیں اپنی نظروں کے سامنے رکھنے ہر وقت تم کو دیکھتے رہنے کے لئے اختیار کی تھی۔ جس طرح بھی ممکن ہوگا پوری کروں گی۔ تاہم وہ کتنی عظیم اور کس قدر ناقابل بیان راحت کی تجویزیں تھیں جو میں نے اپنے جی میں سوچی تھیں۔ اور کس بے رحمی کے ساتھ وہ اس وقت آن واحد میں تلف ہو گئیں۔ آرزو یہ تھی کہ ہم ایک ہی گھر میں رہیں گے۔ کبھی کبھی ایک دوسرے کو دیکھ لیا کریں گے۔ اور اس وقت تک کہ بہتر حالات ہمارے صبر و استقلال اور تحمل و برداشت کا ثمرہ محبت کی کامیابی کی صورت میں پیش کریں۔ اتنا ہی کافی سمجھیں گے۔ لیکن افسوس وہ ایک دلکش خواب تھا۔ جو نظر آیا اور مٹ گیا۔ وہ ایک باطل تصور تھا۔ جس کی واقعہ میں کوئی بنیاد نہ تھی۔ فی الحقیقت وہ ایک اتنی روشن

اور خوشنما امید تھی۔ جو کسی طرح دیرپا ثابت نہ ہو سکتی تھی۔ اور میرا اپنا یہ فرض تھا۔ کہ شروع سے ہی اس باطل امید کو دل میں جگہ نہ دیتی"۔

اتنا کہکر اُس نے دوسری طرف کو منہ پھیرا اور رومال آنکھوں سے لگا لیا۔ اُس کا لہجہ نرم اور دبا ہُوا اور آواز مؤثر و دردناک تھی۔ اُس کی خوشنما سیاہ آنکھوں میں درد و اذیت کے ناقابل بیان اثرات موجود تھے۔ لیکن اگر سچ پوچھیے۔ تو شاید اُس کی حالت مجھ سے زیادہ ابتر نہ تھی۔ فی الحقیقت یہ ایک بحث طلب سوال ہے۔ کہ جو تکلیف اس وقت اس کے دل کو محسوس ہوئی۔ وہ میری ذہنی تکلیف سے کم تھی یا زیادہ کیونکہ اس کی حالت میں انتہائی رنج کی تہ میں بھی استغنا کی دلیری شامل تھی حالانکہ میرے کمزور دل کو یہ ذریعہ تسکین بھی حاصل نہ تھا۔ چنانچہ اب جو میں نے اس کو روتے ہوئے دیکھا۔ تو میرے دل میں درد کی تیز ٹیس اٹھی۔ اور میں نے انداز وحشت سے غصہ کے پُرجوش لفظوں میں اپنے آپ کو اس کی تباہی اور مصیبت کا ذریعہ ثابت ہونے کے لئے ملامت کرنی شروع کی۔

"جوزف میں پھر کہتی ہوں کہ اپنے جی کو سکون دو۔" اُس نے اپنا نمناک چہرہ میری طرف پھیر کر حوصلہ افزائی کا پھیکا تبسم پیدا کرتے ہوئے کہا "تم دیکھ سکتے ہو کہ میں تم سے ناراض نہیں ہوں۔ اس وقت اپنی نظروں میں انتہائی ذلت محسوس کرتے ہوئے بھی میں الفاظ یا افعال کے ذریعہ سے کسی طرح کا غصہ ظاہر کرنا نہیں چاہتی اگر ہماری قسمت میں بہتر تعلقات قائم ہونا نہ لکھا تھا تو خیر ہم دوست بن کر رہیں گے۔ اور اس دوستی کا پہلا فرض تمہارے ذمہ یہ ہوگا۔ کہ میرے اس راز کو ہمیشہ محفوظ رکھو اور مجھ بدنصیب کی صحیح شخصیت کسی پر ظاہر نہ ہونے دو۔ کیونکہ اگر اس بارہ میں کوئی خفیف سا شبہ بھی کسی کو پیدا ہو گیا۔ تو پھر میرا ملازمت سے موقوف کر دیا جانا امر طے شدہ ہوگا۔ گھر سے فرار۔ ماں۔ باپ سے علیحدگی۔ احباب کی نظروں میں پائی

ہوئی ذلت۔ یہ سب کچھ میں نے اس وقت تک خوشی کے ساتھ سہا ہے۔ لیکن خدا کے لئے ایسا نہ کرنا۔ کہ میں اب روزی کمانے کے واحد ذریعہ سے بھی محروم ہو جاؤں۔"

"اُف میرے خدا!" میں نے اس کے آخری الفاظ کی صحیح اہمیت سمجھ کر خوف و سراسیمگی کے لہجہ میں کہا۔ اور یہ سوچ کر میرے بدن میں لرزہ پیدا ہو گیا۔ کہ کس طرح مجھ سیاہ نصیب کے عشق نے اُس برگشتہ بخت خاتون کو اس نوبت تک پہنچا دیا۔ "کیا اس واقعہ کے بعد بھی تم اس جگہ ٹھیرنے کا ارادہ رکھتی ہو؟ کیا یہ بہتر نہ ہوگا۔ کہ سارا حال واضح ہو جانے کے بعد اب تم اپنے گھر کو چلی جاؤ؟"

"لیکن مجھ خانماں برباد کا گھر اب کہاں ہے؟" اس نے حسرتناک لہجہ میں کہا۔

"افسوس! افسوس! میں ہی تم کو بے گھر بنانے کا ذریعہ ثابت ہوا ہوں!" میں نے اس طرح کی پریشانی میں جوش بے اختیاری سے کہا۔ کہ ممکن تھا میں اُس وقت جھیل میں آ کر خودکشی کر لیتا۔ "مگر کیلنتھ کیا جو کچھ تم کہتی ہو صحیح ہے؟ کیا سچ مچ آبائی مکان کے دروازے ہمیشہ کے لئے تم پر بند کر دیئے گئے ہیں؟"

"جوزف کیا تم بھولے سے بھی یہ خیال دل میں لا سکتے ہو۔ کہ مغرور و نخوت گیر ارل آف سینڈی ویل اپنی بدنصیب بھگوڑی بیٹی کو جو اُس کی لاعلمی میں گھر سے فرار ہوئی تھی۔ پھر اپنی پناہ میں لینا منظور کرے گا؟ اور بالفرض ایسا ہو بھی تو کیا اُس کی بیٹی اتنی ہی بے غیرت ہے کہ وہ دوبارہ اُس مکان پر جانے کی جرأت کرے۔ جہاں اُس کی ستم رسیدہ روح کو اور زیادہ کچلنے کے لئے طعن و تشنیع ظلم و ستم اور تکلیف دہ شبہات کے سوا اور کچھ نہیں؟ . . . نہیں جوزف" اس نے سنجیدگی کے لہجہ میں جس کے اندر کسی طرح کی تلخی بالکل موجود نہ تھی۔ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا: "اب اپنی عزت اور نیک نامی کھو دینے کے بعد لیڈی کیلنتھ ڈنڈاس کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ اپنی مغرور شخصیت کو سینلڈا پامر کے فرضی نام کی تہ میں چھپا کر اپنی شوق سے

اختیار کی ہوئی شخصیت کو مجبوراً قائم رکھے !

"میرے خدا کس قدر تباہی اور بربادی میری کمزوری نے پیدا کر دی!" میں نے نیم دیوانگی کی حالت میں اپنے آپ کو کوستے ہوئے کہا۔

"جوزف تم اپنے آپ کو بُرا نہ کہو" کیلنتھ نے بیٹھی نرم آواز سے کہا "کیونکہ میں تم کو قصور وار قرار نہیں دیتی۔ بہرحال اب ہمیں ایک دوسرے سے جدا ہو جانا چاہئے کیونکہ میں بہت دیر تک گھر سے غیر حاضر نہیں رہ سکتی۔ اور چونکہ تمہاری خوشنودی ہر حال میں مجھ کو منظور رہے۔ اس لئے آئندہ جس طرح تم کہتے ہو۔ ہم دوست ہی بن کر رہیں گے ایک ہی گھر میں رہتے ہوئے میری طرف سے کبھی کوئی ایسی حرکت نہ ہو گی۔ جو اوروں کے دلوں میں شبہ پیدا کرنے کا موجب ہو۔ اس کے ساتھ ہی میں ہمیشہ تمہاری بہتری کو مدنظر رکھوں گی۔ تاہم اتنا میں پھر کہتی ہوں کہ میرے راز کو ہمیشہ محفوظ رکھنا۔ بس یہ میری التجا ہے۔ اور اب مہربانی سے اپنے جوش کو دبا کر محتاط بننے کی کوشش کرو۔ اور ایک دفعہ پھر میرے لفظوں کو یاد رکھو کہ میری گذر اوقات آئندہ تمہاری احتیاط پر مبنی ہے"

اُس نے اپنا ہاتھ مجھ کو پیش کیا۔ اور کچھ ایسی وحشت میرے سر پر سوار ہوئی کہ مجھے قطعاً معلوم نہیں۔ میں نے اُس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیکر کیا کیا۔ خواب کی طرح اتنا یاد ہے کہ میں نے اس کو ہونٹوں سے لگایا۔ اور وہ میرے بہتے ہوئے آنسوؤں سے بھیگ گیا۔ کیلنتھ بھی اپنے جوش سے مجبور ہو کر میرے بازوؤں میں گر گئی۔ اور نیم بیخبری کی حالت میں میں نے اس کو چھاتی سے لگا لیا۔ گویا اس ناعاقبت اندیشانہ اظہار جذبات کے ذریعہ سے میں اُس رنج و غم کی تلافی کرنا چاہتا تھا۔ جو اس کو میری وجہ سے پہنچا۔ میں نے اُس کے رخساروں کو بوسے دیئے۔ جس سے اُس کے ہونٹوں پر شیریں مگر پھیکا تبسم پیدا ہوا۔ گویا اپنے کشتۂ آرزو کی تباہی کو پیش نظر رکھتے ہوئے جو میری وجہ سے عمل میں آئی تھی۔ وہ اُس آخری الوداعی ہم آغوشی سے بہرہ اندوز

ہونا اپنا حق تصور کرتی تھی۔ مگر اس پھیکے تبسم نے میرے رنج و غم کو وہ چند زیادہ کر دیا اگر وہ جوش میں بھر کر مجھ کو بُرا بھلا کہتی۔ غصہ اور نفرت سے پیش آتی یا چھلا کر گالیاں دیتی۔ تو شاید میں اتنا متاثر نہ ہوتا۔ جتنا اب اُس کے حلم و بردباری سے ہوا۔ اُس معافی نے جو سچے دل سے دی گئی تھی۔ اُس کے نرم رویہ اور اس صبر و سکون سے مل کر جس سے اُس نے اپنے عشق کی ناکامی اور مایوسی کو قبول کیا تھا۔ میرے دل پر اتنا گہرا اثر ڈالا کہ میں اُس کے لئے رحم محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔

"اب میں گھر جاتی ہوں"۔ آخرکار اُس نے کہا۔ اور ایک مرتبہ پھر میری طرف دردناک نظروں سے دیکھ کر وہ اپنے خوبصورت ہونٹوں پر حسرت ناک تبسم پیدا کر کے تیز چلتی رخصت ہو گئی۔

قریباً پاؤ گھنٹہ اور میں اُس کے دور نکل جانے کے انتظار میں اُسی جگہ ٹھیرا رہا۔ اور اُس وقت پھر ایک بار میں اپنے دل میں محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔ کہ اب بھی جو کچھ میری طرف سے ہوا۔ وہ ایتھل کے حق میں بیوفائی سے کم نہ تھا۔ مگر اس بارہ میں فوراً ہی صدہا عذرات پیدا ہونے شروع ہو گئے۔ میں نے اپنے آپ کو یہ کہکر سمجھانے کی کوشش کی۔ کہ میرا کیملنتھ سے بغلگیر ہوتا ایسا ہی تھا۔ جیسا ایک بھائی کا بہن سے۔ اور میں نے اُس کے رخساروں کو جو بوسے دیئے۔ وہ جوش نفسانی سے خالی اور بالکل پاک تھے میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا۔ کہ کس قدر عنایت آمیز سلوک اُس نے مجھ سے کیا۔ حالانکہ مجھ کو معلوم تھا۔ اُس کی طبیعت پُرغرور ہے۔ چنانچہ اب جو میں نے حال کے نظارہ پر ایک نظر بازگشت ڈالی۔ تو میں اس بات پر متعجب ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ کہ کس لئے وہ اتنی حلیم تھی۔ کیوں اُس نے مجھ کو کسی طرح کی ملامت نہ کی؟ اُس کے علاوہ یہ بھی میں نے محسوس کیا۔ کہ اُس کے مقابلہ میں بہت زیادہ ذلت اور شرمساری میرے اپنے دل کو ہوئی ہے۔ اس کی دوستی قابل فخر اور باعث عزت تھی۔ اور گو حالات نے مجھے

اُس سے ملنے کی اجازت نہیں دی - تو بھی وہ ایک ایسی خاتون تھی جس کی منزلت اور تعریف کرنا میرا فرض تھا۔

"تاہم مضائقہ نہیں" میں نے کسی قدر اونچی آواز میں اپنے آپ سے باتیں کرتے ہوئے کہا۔ "ایک بھائی کی حیثیت میں اس کی جس قدر خدمت ممکن ہو گی کروں گا اور تازیست اُسے بہنوں کی طرح سمجھوں گا۔ میری خاطر اُس نے وہ وہ قربانیاں کی ہیں - جو کبھی کسی عورت نے نہیں کیں - اس نے میرا بھی یہ فرض ہے - کہ ہمیشہ اس کی بہتری کا خیال رکھوں - اس کو تسلی و تسکین دوں اور اُس بارِ غم کو جو اُس کی روح کو کچل رہا ہے - جہاں تک میرے اختیار میں ہو کم کر دوں - کیلنتھ اس میں شک نہیں میں نے تجھ کو بہت نقصان پہنچایا ہے تاہم آئندہ میں اس کی تلافی کی پوری کوشش کروں گا اور جب اس دفعہ اینبل مجھ کو ملے گی - تو میں سب حال اُس سے کہہ دوں گا واقعات جس جس طرح پیش آئے ہیں اُس سے بیان کر دوں گا - اور کیلنتھ یقین رکھ - وہ ضرور تجھ سے ملے گی - اور تم دونو ایک دوسری کو بہنوں کی طرح جانو گی اس کے بعد اگر جلدی یا دیر میں حالات کی موافقت نے اس بات کی اجازت دی - کہ اینبل سے میری شادی ہو سکے - تو اس صورت میں کیلنتھ ہم تجھ کو اپنے ہی پاس رکھا کریں گے - ہم تیری زخمی روح کو تسکین دیں گے - اور اپنے عنایت آمیز رویہ سے تیری اُن قربانیوں کا جو تو نے میرے لئے کی ہیں - تاحدِ امکان معاوضہ ادا کرنے کی کوشش کریں گے۔"

اس طرح عالم تصور میں پُر دہشت انداز سے کیلنتھ ڈنڈاس کو مخاطب کرتا میں پہلے کچھ عرصہ سڑک پر ادھر اُدھر گھومتا رہا - اس کے بعد جب اندازہ سے معلوم ہوا کہ وہ کافی دور جا چکی ہو گی - تو گھر کی طرف لوٹا - آخر کار جب رات ہوئی تو میں اس خیال سے بہت خوش تھا کہ اپنے کمرہ کی تنہائی میں پھر ایک بار دل سے

باتیں کر کے اس اضطراب کو جو حالات سے پیدا کیا تھا۔ بوجہ احسن رفع کر سکوں گا۔

باب ۔ ۳۸

رچرڈ فرینکلن

اس کے بعد ایک مہینہ گذر گیا۔ اور اس دوران میں کوئی قابل ذکر واقعہ پیش نہیں آیا۔ یوں ایک ہی گھر میں رہتے ہوئے میر اکیلنتھے سے بارہا ملنا ہوتا تھا۔ اور اس طرح کے رسمی اشارے بھی جو دو واقف شخصوں کے ایک دوسرے سے ملنے کے وقت ہوتے ہیں ہو جاتے تھے۔ وہ غمناک پھیکا تبسم بھی جو میرے سینہ میں کسک پیدا کر رہا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر ظاہر ہو کر فوراً زائل ہو جاتا تھا۔ لیکن . . . اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ نہ ہم میں کسی طرح کی باتیں ہوتی تھیں۔ نہ ہم عرصہ دراز تک ایک دوسرے کے پاس ٹھیرتے تھے۔ اور نہ تنہائی کے وہ موقعے ہی پیدا کئے جاتے تھے۔ جو عشاق کی بے تابی کا حصہ لازم ہوا کرتے ہیں تاہم ایک بات ایسی تھی۔ جس کو میں انتہائی کوشش کے باوجود نظر انداز نہ کر سکا یعنی ان ایام میں ایک شخص مسٹر فرینکلن کا ہمارے گھر میں آنا جانا شروع ہو گیا اس کا تعلق قصبہ رائیڈ سے ایک معزز گھرانے سے تھا۔ جس سے مسٹر رابنسن کی بے تکلفی تھی بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ رائیڈ کے طول و عرض میں سب سے گہرا دوستانہ مسٹر رابنسن کا اسی خاندان سے تھا۔ مسٹر فرینکلن ہمارے گھر میں عموماً رات کے وقت آٹھ اور دس بجے کے درمیان آیا کرتا تھا۔ عمر اس کی قریباً ۲۲ سال کی تھی۔ اور وہ ایک منہ لگتا خوش باش جوان تھا۔ اس کے بالوں اور آنکھوں کی رنگت سیاہ اور چہرہ کی ساخت عقابی تھی اس کے والدین بہت آسودہ حال تھے۔ اور وہ ان کا اکلوتا بیٹا تھا۔ اس کے

علاوہ جیسا کہ دوسرے نوکروں کو زبانی معلوم ہوا، حال ہی میں اس کو اور اسکی
تین بہنوں کو ایک کنوارے ماموں کی طرف سے معقول جائداد ورثہ میں ملی تھی،
ان حالات میں جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے، رچرڈ فریکلن کسی خوبصورت جوان لڑکی کے
لئے نہایت اچھا بر تھا۔ وہ طبعاً شریف۔ صاحب اخلاق۔ ٹھیری ہوئی عادات کا مالک
اور اس بیجا غرور سے خالی تھا جو مالدار والدین کی اولادوں میں اکثر پایا جاتا ہے
گویا وہ جس لڑکی سے چاہتا۔ حصول دولت کی خواہش کے بغیر محض دل کی رہنمائی
پر بسہولت شادی کر سکتا تھا۔

غرض یہ شخص تھا۔ جس نے کچھ عرصہ سے ہمارے ہاں اول دلا میں آنا
جانا شروع کر دیا۔ اور جب اس کے ساتھ یہ بھی دیکھا گیا۔ کہ اس کی آمد کے اوقات
زیادہ تر وہی ہوتے تھے۔ جب کیلنتھی دن بھر کی مصروفیتوں سے فارغ ہو کر مسٹر
رابنسن کے پاس گول کمرہ میں بیٹھا کرتی تھی۔ تو میرا دل ایک وجہ معلوم سے جس کی
حقیقت کو میں بہرحال تسلیم کرنا نہ چاہتا تھا۔ بیٹھنا شروع ہو گیا۔ ایک حد خاص
تک مجھے اس شخص رچرڈ فریکلن سے نفرت ہونے لگی۔ حالانکہ میرا یہ فعل اس لحاظ
سے بالکل نادرست اور ناجائز تھا کہ ہمارے عظیم مجلسی اختلافات کے باوجود وہ
ہمیشہ مجھ سے عنایت آمیز سلوک کرتا تھا۔ بارہا میں اس مرد شریف سے جس کی طرف
سے میرے لئے کوئی وجہ شکایت پیدا نہ ہوئی تھی۔ اپنی بڑھتی ہوئی نفرت کی بنا پر
خود اپنے آپ سے ناراض ہوتا۔ میں اپنی کج اخلاقی اور کینہ توزی کے لئے خود اپنی ذات
سے نفرت کرتا۔ لیکن بایں ہمہ میرے لئے اس امر واقعہ کو نظرانداز کرنا مشکل تھا۔ کہ
میں اس کو نہیں چاہتا۔ مجھے اس کی آمد و رفت ناپسند تھی۔ مجھے اس کی صورت
اور شخصیت بھی ناپسند تھی۔

ایک رات جب میں کسی کام کے لئے گول کمرہ میں گیا۔ تو دیکھا کہ رچرڈ فریکلن

اور کیلینتھ پاس ہی پاس بیٹھے بعض تصویریں دیکھ رہے تھے۔ جنہیں اول الذکر اس کے دکھانے کو اپنے ساتھ لایا تھا۔ اس دوران میں اس نے کسی تصویر کے سلسلہ میں کوئی مذاقیہ فقرہ کہا جسے سن کر کیلینتھ بڑے زور سے ہنسنے لگی۔ مگر اس وقت اس کی وہ ہنسی جو عام حالات میں میرے لئے باعث راحت ہوا کرتی تھی۔ پریشانی اور دل گرفتگی کا موجب ثابت ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی میں ان کے انداز نشست سے یہ معلوم کئے بغیر نہ رہ سکا۔ کہ ان میں کسی حد تک بے تکلفی پائی جاتی تھی۔ اور گو اس بے تکلفی میں بجائے خود کوئی بات آداب تہذیب کے برخلاف نہ تھی۔ تاہم میں اپنے دل میں یہ محسوس کرنے پر مجبور ہو گیا۔ کہ یہ بڑھی ہوئی آزادی اس خاتون کے لئے جس نے حال میں میرے لئے اتنی عظیم قربانیاں کی تھیں۔ بیجا اور نامناسب تھی۔ مسز رابنسن جیسا اس کا معمول تھا۔ ایک گدے دار صوفے پر نیم درازی کی حالت میں لیٹی تھی۔ اور اسے نہ ان کی گفتگو کی پروا تھی۔ اور نہ میل جول اور بے تکلفی کی۔ تاہم اگر میرے لئے کوئی صورت ممکن ہوتی۔ اور اگر میری حیثیت اس کی اجازت دے سکتی۔ تو یقیناً میں اس کے کان میں یہ بات کہہ دیتا۔ کہ ایک ایسی خوبصورت اُستانی کو رچرڈ فرینکلن ایسے نوجوان سے میل جول کا موقعہ دینا نہ صرف اس کے حق میں مضر بلکہ خود آپ کے گھر کی شان اور ادب کے منافی ہے۔ لیکن جیسا کہ ظاہر ہے۔ میں ایک بے حقیقت نوکر کیونکر ایسی جرأت کر سکتا تھا۔ پس میں سخت پریشانی اور اضطراب کی حالت میں جس کو دبانا میرے لئے ناممکن ثابت ہو رہا تھا۔ اس کمرہ سے رخصت ہو گیا۔

باورچی خانہ میں دوسرے نوکر رچرڈ فرینکلن ہی کے متعلق باتیں کر رہے تھے۔ میں جب پہنچا تو باورچن کہہ رہی تھی۔

"میری اپنی رائے میں یہ کام اگر ہو جائے۔ تو مس پامر کے حق میں بہت اچھا ہے"

"مگر میں آپ کو یقین دلاتی ہوں۔ کہ نوجوان مسٹر فرینکلن اس پر دارفتہ ہو رہا ہے۔" خادمہ نے جواب دیا "اور سہ پہر یا قاعدہ آٹھ بجے یا اس کے تھوڑی دیر بعد ضرور اس سے ملنے آتا ہے۔"

"خدا معلوم ممکن کہ بھی اس بارہ میں شبہ ہے یا نہیں؟" باورچن نے پوچھا۔

"لیکن ہو بھی تو کیا حرج ہے۔" خادمہ نے رائے دی "مسٹر فرینکلن ایک شریف زادہ نوجوان ہے۔ اور یہ ناممکن ہے کہ وہ کسی لڑکی کے بڑھتے ہوئے اعتماد سے ناجائز فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ نہ۔ نہ آپ اطمینان رکھیے۔ اگر اس کو مس پامر سے عشق ہے۔ تو یقینًا وہ اس سے شادی کی درخواست کرے گا۔ اور کوئی تعجب نہیں۔ کہ سوگ کا زمانہ گذر جانے کے بعد ان کی شادی ہو جائے۔ لیکن۔ ۔ کیوں جوزف تم کو کیا ہوا؟"

"میں۔ ۔ ۔ میں۔ ۔ ۔ ار۔ ۔ ۔ کچھ نہیں۔ یونہی مجھ کو دردسر کی شکایت ہے۔ دراصل میری طبیعت دو تین دن سے اچھی نہیں۔" اور یہ کہتے ہوئے میں نے اپنے بڑھتے ہوئے اضطراب کو رفع کرنے کی لاحاصل کوشش کرنی شروع کی۔

"میرے خیال میں تو" خادمہ نے یہ کیفیت دیکھتے ہوئے کہا "جو کچھ میں نے ایک دن ہنسی ہنسی میں کہا تھا وہ درحقیقت صحیح معلوم ہوتا ہے۔ آپ دیکھیے کیا اس کی حالت صاف ظاہر نہیں کرتی۔ کہ وہ تپ عشق کا مریض ہے؟ ارے بیگے کیا تو سچ مچ خیال کرتا ہے۔ کہ مس پامر۔ گو وہ ایک ہستانی ہی ہے تجھ سے۔ ۔ ۔"

"مہربانی سے اس طرح کی گفتگو مجھ سے نہ کیجئے۔" میں نے جلدی سے قطع کلام کر کے کہا۔ مگر یہ پہلا موقعہ تھا۔ کہ میں کسی دوسرے نوکر سے اس طرح کی بدمزاجی سے پیش آیا۔

"جوزف" فادسر نے سنجیدگی سے جواب دیا: میں نے جو کچھ کہا۔ وہ تم کو ناراض کرنے کے لئے نہیں تھا۔ لیکن اگر انصاف کوئی چیز ہے۔ اور اگر میری آنکھیں طاقت و دید سے بالکل ہی محروم نہیں۔ تو میں پھر بھی یہی کہوں گی۔ کہ اپنے دل میں تم مس پامر کو ضرور چاہتے ہو۔"

اس بحث کو طول نہ دینے کے خیال سے میں نے ایک موم بتی اٹھائی۔ اور اپنے کمرہ کی طرف ہو لیا۔ اور اس جگہ بیٹھ کر سوچنے لگا۔ کہ احتیاط کی انتہائی کوشش کے باوجود مجھ سے کتنی بڑی نا عاقبت اندیشی ہوئی۔ کہ اپنے جذبات کو چہرہ کے آثار سے ظاہر ہونے دیا۔ پھر اس کے علاوہ میرا اس وقت کا طرز عمل کتنا احمقانہ اور میرے اپنے حق میں کس قدر مضحکہ انگیز تھا۔ اگر فادسر نے ایک بات دل لگی کے طور پر کہی تھی۔ تو مجھے اس سے خفا ہونا لازم نہ تھا۔ اور اس کے بعد میرا دفعتاً کمرہ سے اٹھ کر چلے آنا ۔ ۔ ۔ یہ ان کے شبہات کو اور بھی تقویت دینے والا تھا۔ میں سخت بے تاب اور بے چین تھا۔ میں اپنے آپ سے۔ حالات کی رفتار سے۔ کل انتظام کائنات سے ناراض تھا۔ اور کوئی صورت اپنے دل کو قرار دینے کی نظر نہ آتی تھی۔ انتہائی کوشش کے باوجود میں اس خیال کو دل سے خارج نہ کر سکا۔ کہ رچرڈ فرینکلن اور لیڈی کیلنتھ کا ایک دوسرے کے پاس بیٹھنا اور بے تکلفانہ ملنا میری نظروں میں سخت معیوب تھا۔ لیکن اس سے آگے سوال پیدا ہوا کہ کیوں ایسا ہے؟ نہ میرا فرینکلن سے کوئی رشتہ۔ نہ لیڈی کیلنتھ سے کوئی ناطہ۔ پھر ان کے میل سے میرا کیا واسطہ؟ کیلنتھ میری کیا تھی؟ کچھ نہیں۔ تو پھر بلا سے۔ وہ جس سے جی چاہے ملے جس سے جو سلوک کرنا چاہے کرے مجھے اس کے افعال و حرکات کا نگران بننے کا کیا حق حاصل تھا؟ ۔ ۔ ۔ مگر کیا سچ مچ میرا اس سے کوئی تعلق نہ تھا؟ کیا واقعی مجھے اس سے محبت نہ تھی؟ ۔ ۔ ۔ نہیں نہیں

میں اپنے جی کی اٹھتی ہوئی ٹیس کو دبانے کی کوشش کر کے کہتا نہیں۔ میرا دل اینبل کا ہو چکا اس لئے مجھے کیلنتھ کے چاہنے والوں کی طرف سے جوش رقابت کیوں ہو؟ اس کے برعکس مجھے اس بات سے خوش ہونا چاہئے۔ کہ اس کی شادی ایک ایسے باحیثیت نوجوان سے ہوگی جو اس کے چھٹے ہوئے گھر اور کھوئی ہوئی منزلت کے بدلے نیا گھر اور نئی عزت دے سکے گا۔ لیکن افسوس جی کو سمجھانے کی کوشش کرنا ایک بات ہے۔ اور اس کا اس جھوٹے استدلال سے متاثر ہونا دوسری۔ چاہے کچھ ہو۔ میرے سے رچرڈ فرنیکلن کو پسند کرنا اور اس کے برخلاف جوش نفرت کو دبانا ناممکن تھا۔ اور اس کے ساتھ یہ خیال علیحدہ سوہان روح کہ اگر کیلنتھ اپنے عشق کو اتنی جلدی دوسری جگہ منتقل کر سکتی ہے تو اس کے وہ کئے ہوئے وعدے وہ قربانیاں جن کا ذکر اس شدومد سے ہوا تھا۔ اور اس عشق کی بنیاد جو اسے مجھ سے تھا کیا بالکل کمزور تھی؟ سخت ذہنی اذیت کی حالت میں میں آخر کار یہ کہتا ہوا بستر پر لیٹ گیا۔ کہ اینبل میری ہے اور میں اینبل کا ہوں اور کیلنتھ میری کچھ نہیں۔ مگر اس کے باوجود میں اس خیال کو دل سے نکالنے میں کامیابی حاصل نہ کر سکا۔ کہ لیڈی کیلنتھ اگر رچرڈ فرنیکلن سے نہ ملتی تو بہتر تھا۔ ✓

اس سے اگلی صبح کو جب میں نوکروں کے کمرہ میں گیا تو اپنے دل میں کل کی شکر رنجی کی تلافی کے لئے نوکروں سے اچھی طرح پیش آنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ لیکن وہ لوگ طبعاً نیک دل تھے۔ اور کل کے واقعہ کی یاد ان کے دلوں سے محو ہو چکی تھی۔ اس کے علاوہ وہ سب مجھ سے عموماً محبت کے ساتھ پیش آتے تھے۔ چنانچہ میرے بدلے ہوئے رویہ کو دیکھ کر وہ سب بڑے تپاک کے ساتھ ملے۔ اور کسی نے اس واقعہ ناخوشگوار کا ذکر تازہ نہ کیا۔ مگر ان ساری باتوں کے باوجود وہ کسک جو میرے دل میں رچرڈ فرنیکلن کی طرف سے تھی۔ نیز اس گفتگو کی یاد جو میں نے نوکروں میں سنی تھی۔ اب بھی خواب پریشاں کی طرح باقی تھی۔ جی میں آتا تھا۔ آبادی سے دور کسی علیحدہ مقام پر چلا جاؤں۔ اور اس جگہ بے روک اپنے خیالات کا

اظہار کروں ۔ جہاں کوئی مجھے دیکھنے والا نہ ہو ۔ جہاں کسی کو میرے چہرہ کے آثار سے دلی کیفیات کا حال معلوم نہ ہو سکے ۔ اتفاق سے اسی طرح کا موقعہ جس کی مجھ کو تلاش تھی ۔ جلدی ہی مل گیا کیونکہ مسز دانسن نے مجھ کو بلا کر ایک کام کے سلسلہ میں شہر جانے کا حکم دیا ۔ اس کے بعد جب میں سائیڈ کی طرف جا رہا تھا ۔ تو اپنے خیالات دلی کی جانچ کرتے ہوئے میں نے اپنے آپ سے پہلا سوال یہ پوچھا " کیا مجھے ابتک اینبل سے عشق ہے " ؟ اور اس کا جواب فوراً اونچی آواز سے دیا ۔ " ہاں ۔ ہے اور ہمیشہ رہے گا " مگر عین اس وقت جب یہ الفاظ منہ سے نکلے تھے تو کیلنتھ کا دلکش چہرہ آنکھوں کے سامنے پھر گیا ۔ مجھے اس کی دلفریب قامت میٹھی آواز ۔ اور اعلیٰ اخلاق یاد آئے اور ہوا میں ملی ہوئی اس کے عنبریں بالوں کی خوشبو مشام جان کو تازہ کرتی معلوم ہوئی ۔

" تو بھی " میں نے اپنے آپ سے کہا " اینبل زیادہ خوبصورت ہے ۔ اس پر کیلنتھ سے زیادہ دلفریبیاں ہیں ۔ ۔ ۔ لیکن اگر ایسا ہے تو پھر کیوں مجھے کیلنتھ کے فریکلن سے ملنے سے اضطراب ہے ؟ کس لئے میں اُن کی شادی کا ذکر سُن کر گھبرا تا ہوں ؟ آہ ۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ کیلنتھ سے برادرانہ محبت رکھتے ہوئے میں نہیں چاہتا کہ وہ مجھ سے مشورہ کئے بغیر کسی سے شادی کرے ۔ لیکن انصافاً دیکھا جائے تو میں اس کا کیا لگتا ہوں ۔ کہ وہ اپنی خوشی کے معاملہ میں مجھ سے مشورہ چاہے ۔ یا اجازت طلب کرے ؟ نہیں میرا شکوہ فضول ہے ۔ وہ اگر رچرڈ فریکلن سے شادی کرنا چاہتی ہے تو کرے ۔ اور جس قدر جلد کرے بہتر ہے ۔ کیونکہ اس کے بعد یقیناً میرے جی کو اطمینان حاصل ہو جائے گا ۔ آہ اینبل پیاری اینبل ۔ میں آئندہ کبھی تجھ سے بیوفائی نہ کروں گا ۔ تیری تصویر ہر وقت میرے سینہ میں بستی رہے گی ۔ یہ دل ہمیشہ تمہارا ہی پرستار رہے گا "

لیکن ادھر یہ خیالات دل میں پیدا ہوئے ۔ اور ادھر تو ذرا ہی کیلنتھ اور رچرڈ فریکلن کی وجہ سے غصہ اور جوش کی تیز لہر سینہ میں اٹھ گئی ۔ خود ہی اپنی ذات سے خفا ہو کر

میں نے رفتار تیز کر دی۔ گویا اس ذریعہ سے میں خیالات کی اُلجھن اور پریشانی سے بچ سکتا تھا۔ اور بالآخر شہر تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ مختلف دوکانداروں سے سوداسلف کے بارہ میں جو کچھ کہنا تھا۔ کہہ کے میں گھر کو لوٹا جا رہا تھا کہ کیا دیکھتا ہوں ایک بازار کے سرے پر رچرڈ فرینکلن اور لیڈی کیلنتھ بازو میں بازو ڈالے سیر کرتے پھر رہے ہیں۔ اس نظارہ کو دیکھ کر۔ اگر کوئی شبہ حسد اور جوش رقابت کے بارہ میں اب تک میرے دل میں باقی تھا تو وہ پوری طرح زائل ہو گیا۔ میں فی الواقعہ حاسد تھا۔ میں حقیقتاً اس شخص رچرڈ فرینکلن کو اپنا رقیب تصور کرتا تھا۔ لیڈی کیلنتھ کو اس کے بازو کے سہارے چلتا اور اس سے باتیں کرتا دیکھ کر درد کی تیز لہر میرے سینہ میں پیدا ہوئی۔ نیم بے خبری کی حالت میں میں ان کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ اس وقت یہی معلوم ہوتا تھا کہ اس دنیا میں کیلنتھ کو میرے سوا کسی سے میل رکھنے کسی کے ساتھ چلنے کسی سے گفتگو کرنے کا حق حاصل نہیں ہے لاتعداد تجویزیں دماغ میں پیدا ہونی شروع ہوئیں۔ سوچا۔ تیز چلتا ان کے پاس ہو کر آگے نکل جاؤں اور پھر دفعتاً پیچھے مڑ کر گھورتی ہوئی نظروں سے کیلنتھ کی طرف دیکھوں لیکن نہیں مجھ ایسے بے حیثیت نوکر کا یہ رویہ گستاخی اور بد تہذیبی پر محمول کیا جائے گا۔ میرا یہ فرض تھا کہ ٹوپی کو ہاتھ لگا کر چپ چاپ مؤدبانہ گذر جاؤں۔ اچھا تو کیا یہ بہتر ہو گا کہ میں ان کا پیچھا کروں۔ جس جگہ وہ جائیں چلتا جاؤں۔ اور دیکھوں وہ کب تک ساتھ رہتے۔ کیا کرتے اور کدھر جاتے ہیں؟ اور اگر ممکن ہو۔ تو ان کی نگاہ اور انداز سے ان کی گفتگو کی نوعیت معلوم کرنے کی کوشش کروں۔ لیکن اس صورت میں بھی سوچ آئی کہ اگر انہوں نے یکایک پیچھے مڑ کر دیکھا اور مجھے ساتھ آتے دیکھ لیا۔ تو میں ان کی نظروں میں کمینہ اور ذلیل قرار پا جاؤں گا۔ اس لئے یہ تجویز بھی ٹھیک نہیں۔ اس سے بدرجہا بہتر یہ ہے کہ میں علیحدگی میں کیلنتھ سے مل کر اس بے تکلفی کی وجہ پوچھوں۔ لیکن۔۔۔ اس میں بھی یہ روک مزاحم نظر آئی۔ کہ کیا میں ایسا کر سکتا ہوں؟ کونسا حق

مجھے ایسا کرنے کا حاصل ہے؟ اور کیا اس کی طرف سے میرے اس مطالبہ کا جواب نفرت اور حقارت کے سوا کچھ اور دیا جائے گا یا نہیں۔ یہ ترکیب بھی اوچھی تھی۔ ایک ایک کرکے میں نے کئی تجویزیں سوچیں مگر ان میں سے ایک بھی تسلی بخش نظر نہ آئی۔ سخت حیران کہ کیا کروں؟ کوئی ترکیب ایسی نہ تھی جو قابل عمل ہوتی۔

لیکن دفعتاً فرنیکلن اور کیلنتھ چلتے چلتے ٹھیر گئے۔ پھر ان میں رخصتی مصافحہ ہوا فرنیکلن نے ٹوپی اتار کر کیلنتھ کو سلام کیا۔ اور اس کے بعد یہ تو ایک پارچہ فروش کی دوکان میں چلی گئی اور وہ ایک اور سمت میں رخصت ہو گیا۔ جس وقت یہ واقعہ پیش آیا۔ تو میں ان سے کم و بیش تیس گز کے فاصلہ پر تھا۔ اور ایسا معلوم ہوا کہ دوکان میں داخل ہونے سے پہلے ادھر ادھر جھانکتے ہوئے اس نے مجھ کو دیکھ لیا۔ خیال آیا کیا وہ اس سے یہ نہ سمجھے گی کہ میں قصداً ان کا پیچھا کر رہا ہوں؟ میں نے دعا کی کہ ایسا نہ ہو۔ کیونکہ میں اس کی نظروں میں ذلیل و حقیر بننا نہ چاہتا تھا۔ خیر میں جلدی سے پیچھے مڑا۔ کیونکہ کیلنتھ کی نظروں کے سامنے دوکان کے آگے سے گذرنا مجھ کو ناپسند تھا اور موڑ سے گھوم کر پاس والے بازار کی طرف چلا گیا۔ جس کے بعد ایک چھوٹا سا چکر کاٹ کے میں اس سڑک پر جا پہنچا جو کوٹھی کی طرف جاتی تھی۔ چند منٹ تک میں نے پیچھے مڑ کر دیکھنے کی پروا نہیں کی۔ اور ان حاسدانہ خیالات کو دبانے کی کوشش کرنے لگا۔ جو سینہ میں دو واذیت پیدا کر رہے تھے۔ میں اپنے خیالات میں درگذر اور فیاضی کا عنصر داخل کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ جیسا کہ ہر منصف مزاج انسان کو کرنا چاہئے۔ اس کے علاوہ میں بار بار اپنے خیالات کو نیبل کی تصویر پر لگانے کی کوشش کر رہا تھا۔ جیسا کہ میرا فرض تھا۔ لیکن بے سود۔ میرے دل کی کیفیت عجیب تھی۔ اگر اس وقت کوئی شخص مجھ سے آ کر کہتا کہ نیبل کسی دوسرے آدمی سے شادی کرنے لگی ہے۔ تو میں یقیناً غم و غصہ کے جوش سے دیوانہ ہو جاتا۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی امر واقعہ ہے کہ کیلنتھ کے فرنیکلن سے ملنے

اس سے گفتگو کرے۔ محبت آمیز نظروں سے اس کی طرف دیکھنے کا خیال بھی یکساں روح فرسا تھا۔ سوچ آئی کیا میں ان دونوں کو چاہتا اور دونوں سے یکساں محبت کرتا ہوں؟ جواب ملا نہیں۔ ۔ ۔ یہ ناممکن ہے! لیکن اگر ایسا ہے۔ تو کس لئے میں ایبل سے عشق کرتا ہوا کیلنتھ اور رچرڈ فرنیکلن کے میل سے اتنا بے چین ہوتا اور اتنا حسد کرتا ہوں؟ اس کا جواب افسوس کچھ نہ ملتا تھا۔

دفعتاً یہ خیال صورت القا دل میں پیدا ہوا کہ کیلنتھ میرے پیچھے پیچھے آ رہی ہے میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ واقعی وہ تھوڑے فاصلہ پر میری پشت پر چلی آ رہی تھی ٹھیرنے کی خواہش ضبط کرنے کی کوشش کے باوجود میرے پاؤں خود بخود اس کی آمد کے انتظار میں رک گئے۔ خیال آیا۔ اس سے قصداً پرے رہنا۔ بدتہذیبی کا نشان ہوگا۔ میں نے اس کے چہرہ کی طرف دیکھا۔ اطمینان کی ہلکی بہت ہلکی جھلک اس پر تھی۔ جو شاید میرے نظری وصم کا نتیجہ ہو۔ تاہم میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ اس طرح کی خفیف سی جھلک اس کے چہرہ پر ضرور تھی۔ اس کو دیکھتے ہی جوش رقابت کے سانپ نے جو اب تک کنڈلی مارے بیٹھا تھا۔ پھر ایک بار میرے سینہ میں گردن اٹھائی۔

"جو زف" اس نے اپنا ہاتھ مصافحہ کے لئے پیش کرتے یہ معلوم کرنے کے لئے کہ کوئی آس پاس نہیں ہے۔ جلدی سے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا: "تم کس کام کے لئے شہر آئے تھے؟" احتیاط ہر چند معمولی تھی۔ تاہم اپنے اس وقت کے بگڑے ہوئے خیالات کی روشنی میں میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ اگر اس وقت میری بجائے رچرڈ فرنیکلن ہوتا تو یقیناً وہ اس کی ضرورت نہ سمجھتی۔ اس لئے کہ رچرڈ فرنیکلن ایک مرد شریف تھا اور میں آخر ایک ادنیٰ نوکر جس سے اس کا ہاتھ ملاتے اور گفتگو کرتے دیکھا جانا مناسب اور مستحسن نہ تھا۔

"مسز رابنسن نے مجھ کو بعض کاموں کی سرانجام دہی کے لئے بھیجا تھا" میں

نے ذرا سا ہاتھ پیش کرتے ہوئے سرد مہری سے کہا۔

"اور میں اپنے لئے کچھ سامان خریدنے آئی تھی۔" کیلنتھ نے جواب دیا۔ اور میں اس خیال سے پریشانی محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔ کہ اس نے میرے سلوک کی سرد مہری اور مصافحہ کے لئے ہاتھ پیش کرنے کے تامل کو بالکل نظر انداز کر دیا۔

"میرا خیال تھا۔ تم اس وقت بچوں کو سیر کرانے لیجایا کرتی ہو۔" میں نے خشک لہجہ میں کہا۔

"یہ صحیح ہے۔" اس نے جواب دیا۔ "لیکن جب مجھے کوئی سودا خریدنے جانا ہو۔ تو پھر ان کو ساتھ نہیں لاتی۔ کیونکہ مسٹر رابنسن کو ان کے تھک جانے کا احتمال رہتا ہے۔"

"علاوہ بریں" میں نے اپنے لہجہ میں طنز شامل کر کے کہا۔ "تمہیں اس موقعہ پر راہ میں ایک اور ساتھی مل گیا تھا۔ اس لئے لڑکیوں کو ساتھ لانے کی دردسری بے سود تھی۔"

"آہ! تو کیا تم نے ہمیں دیکھا تھا؟" کیلنتھ نے بدستور نرم لہجہ میں پوچھا۔ "بیشک رستہ میں مجھ کو مسٹر فرینکلن مل گیا تھا۔ اور اس نے ازراہ عنایت مجھے اپنے بازو کا سہارا پیش کیا۔"

"جسے تم نے بخوشی قبول کر لیا۔" میں نے ایک اس طرح کے ترش لہجہ میں کہا جس کے لئے مجھے فوراً ہی اپنے دل میں شرمسار ہونا پڑا۔

"ہاں بیشک مجھے اس سے مل کر خوشی ہوئی۔" اس نے بدستور لہجہ پُرسکون میں جواب دیا۔ "کیونکہ بعض اوقات کسی خاتون کا تنہا بازاروں میں نکلنا اچھا نہیں ہوتا۔"

"اور مجھ کو پوری امید ہے" میں نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "کہ مسٹر فرینکلن تمہارے لئے بڑا ملنسار ساتھی ثابت ہوا ہوگا۔"

"اس کی شرافت اور حسن اخلاق کا حال ہر شخص کو معلوم ہے۔" کیلنتھ نے

جواب دیا: "اور یہ بات تو غالباً تم کو بھی تسلیم کرنی پڑے گی کہ وہ بڑا شکیل نوجوان ہے۔ کیوں جوزف کیا یہ صحیح نہیں ہے؟"

"ہوگا" میں نے تلخ لہجہ میں کہا: "اور غالباً یہی باعث اس کے تمہاری نظروں میں شرف قبول پانے کا ہے"۔

"ہاں۔ ہاں۔ بیشک ہے" کیلنتھ نے حیرت آمیز نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا: "اور سچ پوچھو تو کیوں نہ ہو؟"

اس کی سرمئی آنکھوں کی تیز چمک کے آگے میری اپنی آنکھیں جھک گئیں اور میں چند منٹ تک ہونٹ چبا تا چپ چاپ اس کے پہلو میں چلتا رہا۔ مگر اب جو میں نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ ہمارے قدم نادانستہ ہم کو پھر اُسی کچی سڑک کی طرف لے گئے تھے جہاں ایک مہینہ پیشتر میں نے لیڈی کیلنتھ کو اپنے حال دل سے آگاہ کیا تھا۔ میں نہیں جانتا وہ میرے پاؤں تھے۔ جو لیڈی کیلنتھ کو اس طرف لانے کا ذریعہ ہے۔ یا خود اس معاملہ میں میری رہبر ثابت ہوئی۔ مگر صحیح وجہ کچھ ہو۔ امر واقعہ یہ تھا کہ پھر ایک بار ہم دونو اُسی ویران سڑک پر پہنچ چکے تھے۔ جہاں کوئی شخص ہمیں دیکھنے یا ہماری گفتگو سننے والا موجود نہ تھا۔ اور اب اس سڑک کے منظر نے دفعتاً ان واقعات کی یاد کو پھر ایک بار میرے ذہن میں تازہ کر دیا۔ جو چار ہفتے پیشتر اسی جگہ پیش آئے تھے۔ یہی وہ جگہ تھی۔ جہاں میں نے اپنی دلی کیفیات ظاہر کی تھیں۔ اور یہی وہ مقام جہاں اس نے اپنی عظیم قربانیوں کا ذکر کیا تھا۔ پھر اس کے علاوہ یہی وہ جگہ تھی۔ جہاں میں نے اس کی دردناک گفتگو سے رنج اذیت پایا تھا۔ اور اسی راہ میں وہ جگہ تھی جہاں وہ ٹوٹے ہوئے پھول کی مانند میری آغوش میں گر پڑی تھی۔ اور میں نے اس کے زرد فام رخساروں پر آنسوؤں اور بوسوں کی مدد سے پھر ایک بار کندنی رنگت پیدا کی تھی۔ خداوندا۔ کیا عورت کا تلون اس سے بدتر مثال پیش کر سکتا ہے جیسی اس وقت میری نظروں کے

سلانے تھی ؟ ایک مہینہ پیشتر وہ مجھ پر مری جاتی تھی۔ وہ میری خاطر تباہی۔ گدائی اور روسیاہی سب کچھ منظور کرتی تھی۔ لیکن آج . . . آج وہ ایک مرد غیر کی شرافت حسن اخلاق اور حسن صورت کی تعریف کر کے اسی منہ سے بھولی بن کر پوچھتی تھی۔ کہ کیا وہ ایسا نہیں ہے ؟ لرزہ تیز کی لہر مجھے اپنے سر سے پاؤں تک گذرتی معلوم ہوئی جسد اور غصہ کا دیو میری نظروں کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ ایبل کی تصویر فاصلوں کی وضعد میں چھپتی اور رزائل ہوتی معلوم ہوئی۔ اور میں نے اپنے جوش رقابت کو ضبط کرنے سے ناقابل ہو کر چلتے چلتے ٹھیر کر غم و غصہ کی دبی ہوئی گلو گرفتہ آواز سے کہا "کیلنتھ کیا واقعی تم کو رچرڈ فرینکلن سے عشق ہے ؟"

ایک نئی طرح کی رونق اس کے اداس چہرہ پر آ گئی۔ جو میرے خیال میں اسی رچرڈ فرینکلن کے ذکر کا نتیجہ تھی۔ جلدی سے پوچھنے لگی "کیوں۔ تم نے کیونکر سمجھا ؟"

"میں نے کیونکر سمجھا ؟" میں نے اسی کے لفظوں کو طنز سے دوہراتے ہوئے کہا۔ "کیا تمہیں اس سے انکار ہے ؟"

"بالفرض ایسا ہو" کیلنتھ نے پرسکون لہجہ میں کہنا شروع کیا۔ "تو اس میں کسی کا کیا ہرج ؟ اور جو ایسا نہ ہو تو پھر کوئی کیوں کسی سے پوچھے ؟" اس کا چہرہ اب بھی سرخ لیکن آثار غصہ اور جوش سے پاک تھی۔ فی الحقیقت اس کے مقابلہ میں میں اپنے بڑھتے ہوئے جوش کو دیکھ کر خود ہی شرمسار ہوا جاتا تھا۔

"سچ ہے" میں نے کہا۔ "کیوں کوئی آپ سے پوچھے . . . گو میرا اپنا خیال یہ تھا . . ."

"بولو جوزف۔ ٹھیر کیوں گئے ؟" اس نے تحریک کی "تمہارا اپنا خیال کیا تھا ؟" اور یہ کہتے ہوئے اس نے عجیب طرح کی نظروں سے میری طرف دیکھا۔

"میرا خیال یہ تھا" میں نے بڑھتے ہوئے جوش کی حالت میں اب تیز تر لہجہ میں

تقریر کر کے کہا "کہ ہمارے درمیان جو دوستانہ تعلقات قائم ہوئے تھے۔ ان کی بنا پر میری ناچیز ہستی آپ کے اعتماد کے بالکل ہی ناقابل نہ تھی . . . "

" لیکن فرض کرو جوزف مجھے تم سے کسی طرح کا مشورہ کرنا ہوتا " اس نے قطع کلام کر کے نرم لہجہ میں کہا " تو یہ بتاؤ اس آخری ملاقات کے بعد جو اسی جگہ ہوئی تھی ۔ اور کونسا موقعہ ہمیں ایک دوسرے سے تبادلہ خیالات کا حاصل ہوا ہے ؟"

" آہ ۔ وہ ملاقات !" میں نے تلخ لہجہ میں کہا ۔ "بے شک اس کے بعد ہمیں کوئی موقعہ گفتگو کا نہیں ملا ۔ تاہم اب جبکہ ملا ہے ۔ میں امید کرتا ہوں کہ تم مجھ سے ایک دوست . . . ایک بھائی کی مانند سلوک کرو گی ۔"

" کیوں نہیں " کیلنتھ نے جواب دیا " پوچھو تم کیا پوچھنا چاہتے ہو ؟"

" جو کچھ تمہارے جی میں ہے " ۔ میں نے کہا ۔

" مگر کس بارہ میں ؟" اس نے دریافت کیا ۔ اور میرا خیال ہے کہ ایک ہلکی تھراہٹ اس کے لہجہ میں پیدا ہوئی ۔ اس کے ساتھ ہی آنکھوں کی چمک تیز ہوئی ۔ اور چہرہ کی سُرخی نے نمایاں صورت اختیار کر لی " تم جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو پوچھو میں جواب دوں گی ۔"

" میرا سوال وہی ہے ۔ جو میں نے پہلے تم سے پوچھا تھا ۔ یعنی کیا واقعی تم کو رچرڈ فرینکلن سے عشق ہے ؟" اور جواب کا انتظار کرتے ہوئے میرا دل بے اختیار زور سے دھک دھک کرنے لگا ۔

" جوزف " اس نے شوخ نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا " تمہارے سوال کا جواب مثبت یا نفی کی صورت میں دینے سے پیشتر میں ایک سوال اپنی طرف سے پوچھنا چاہتی ہوں ۔ بالفرض میں نے مسٹر فرینکلن کو سرد مہری سے نہ دیکھا ہو ۔ بالفرض اس کے نیک ارادے میرے لئے باعث عزت ثابت ہوتے ہوں ۔ بالفرض اپنی عجیب حالت کی وجہ سے میں اس کی درخواست شادی کا جواب صورت اثبات دینے پر مجبور

ہوں اور بالفرض اپنی حالات کی مجبوری سے جن کا ذکر پہلے ہوا ہے۔ میں نے اس کو دیکھتے ہوئے اپنے دل کو یہ سمجھا کر کہ اس کے پردہ میں میں خود تم کو دیکھ رہی ہوں۔ بہ وقت اپنی محبت کو تم سے اس پر منتقل کرنے میں کامیابی حاصل کی ہو . . . میں کہتی ہوں اگر یہ سب باتیں فرض کر لی جا سکیں تو میں تم سے دریافت کرتی ہوں کہ ایک دوست اور بھائی کی حیثیت میں کیا تمہیں اس واقعہ پر خوش ہونا چاہیئے یا نہیں ؟"

"خوش! . . . مجھے اس واقعہ پر خوش ہونا چاہیئے!" میں نے بڑھتے ہوئے غصہ اور جوش سے فرش زمین پر پیر مار کر کہا۔ اور اس کے بعد جب میں نے دیکھا کہ کیلنتھ اپنے گلعذار رخساروں کی سرخی۔ اپنی مست سیاہ آنکھوں کی چھپی ہوئی بجلیوں اپنے بھونرا سیاہ بالوں کی خوشبو اور چمک اور ماتمی لباس کی وضع نئی ہوئی سپید رنگت کی دلفریبیوں سے پہلے کی نسبت دہ چند۔ دہ ہزار چند خوبصورت نظر آتی ہے۔ تو میرے دماغ میں اس خیال سے جوش دیوانگی پیدا ہو گیا۔ کہ یہ حسن کی تصویر۔ یہ پیکر رعنائی کسی دوسرے کے قبضہ میں چلی جائے گی۔

"ایک دوست اور بھائی کی حیثیت میں" اس نے اس طرح کے پرسکون لہجہ میں جو میرے جوش جذبات سے بالکل غیر متاثر نظر آتا تھا۔ پھر کہا۔ "یقیناً تمہیں اس بات سے خوش ہونا چاہیئے۔ کہ وہ جس کو تم اپنی بہن کہہ چکے ہو۔ اس شادی کے ذریعہ سے دوبارہ ایک بار اپنی کھوئی ہوئی خوشی اور منزلت پا سکے گی۔ اس کے علاوہ کیا ان کیفیات کے بعد جو ایک مہینہ پیشتر تم نے مجھ پر ظاہر کی تھیں۔ کیا یہ بہتر نہ ہوگا۔ کہ ہم جس قدر جلد ممکن ہو ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں . . . "

"کیلنتھ" میں نے ملامت آمیز نظروں سے اس کی طرف دیکھ کر جوش سے تھراتے ہوئے لہجہ میں کہا: "کیا تم اتنی جلدی بھول گئی ہو۔ کہ ایک مہینہ پیشتر اسی مقام پر کھڑے ہو کر ہم نے اپنے بوسوں کو آنسوؤں سے آمیز کر کے اس بات کا عہد کیا تھا . . . "

"جوزف" اس نے حیرت آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا: "آج تمہاری گفتگو اور اس گفتگو کا لہجہ اتنا عجیب ہے کہ میں نہیں جانتی کیا سوچوں۔ اور اس کیا نتیجہ اخذ کروں۔"

"اوہ! کیا تم اب تک نہیں سمجھی ہو؟" میں نے بڑھتے ہوئے جوش کی حالت میں اس بات سے لاپروا ہو کر کہ میں کیا کہنا چاہتا اور کیا کہتا ہوں جواب دیا: "کیا تم اب تک نہیں سمجھی ہو کہ میں تمہارا کسی اور کی ہو کے رہنا کسی حال میں برداشت نہیں کر سکتا"

"کیوں۔ کیا عشق کرنا جرم ہے؟"

"بے شک کسی اور سے!"

"لیکن کیا تم نے اسی جگہ کھڑے ہو کر نہیں کہا تھا کہ تم بھی کسی اور سے عشق کرتے ہو؟"

"آہ۔ بیشک! بے شک! میں نے کہا تھا۔۔۔ مگر اب۔۔۔ میں اپنے دل کا حال سمجھنے سے قاصر ہوں۔ میرے خدا! میں سچ مچ نیم دیوانہ بن گیا ہوں۔ مگر کیلنتھ صاف صاف۔ ایمانداری کے ساتھ جواب دو۔ کیا سچ مچ تم کو رچرڈ فرینکلن سے عشق ہے؟"

اور یہ کہتے ہوئے میں نے اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لئے اور ان کو زنجیر آہنی کی گرفت سے پکڑتے ہوئے اذیت بخش حالت میں اس کی آنکھوں کی سیاہ گہرائیوں کو دیکھا۔

"بالفرض میں کہہ دوں ہاں۔۔۔؟"

"تو پھر میری دیوانگی میں کیا شک ہے!"

"اور جو میں کہہ دوں نہیں۔۔۔؟"

"تو پھر اس دنیا میں میرے برابر خوش نصیب کون ہے۔"

"مگر جوزف تم بتاؤ۔ کیا تم کو مجھ سے عشق ہے؟"

"اتنا کہ میں بیان نہیں کر سکتا . . . اور اسی لئے میں تمہارا کسی سے ملنا برداشت نہیں کر سکتا ۔"

"آہ! خوشی! . . . آہ خوش نصیبی!" اس نے بے اختیار مجھ سے لپٹتے ہوئے کہا: "نہیں جوزف میں رچرڈ فریکلن کو نہیں چاہتی ۔ مجھے اس سے بالکل محبت نہیں ہے ۔ میں تمہاری ہوں ۔ میں تمہاری ہوں اور ہمیشہ تمہاری رہوں گی!"

میں نے اس کو سینہ سے لپٹا لیا ۔ اور پھر ایک بار ہمارے بوسے آنسوؤں سے آمیز ہوئے ۔ گو یہ بیان کرنا لاحاصل ہے ۔ کہ اب کی بار وہ آنسو ناقابل بیان راحت اور خوشی کے آنسو تھے ۔ افسوس اب اینبل بالکل بھول گئی . . . یا نہیں ۔ میں گو اسے بھول گیا ۔ تاہم اس کی تصویر دھندلی لپٹی ہوئی افسردہ و غمناک اب بھی میری نظروں کے سامنے موجود تھی ۔ نیکی کے فرشتے کی مانند جو مجبوراً اس آدمی کا ساتھ چھوڑتا ہے ۔ جو اس کے حفاظتی اثرات کے باوجود ارتکاب گناہ سے باز نہیں رہ سکتا ۔ اس کی دل کش تصویر ۔ اداسی اور رنگینی میں بھی دلکش ۔ بتدریج نظروں سے ہٹ کر فاصلہ کے بعد میں چھپتی معلوم ہوئی ۔ درد کی تیز ٹیس ایک ثانیہ کے لئے میرے سینہ میں اٹھی ۔ مگر جب اس کے بعد وہ سینہ کیلنتھ کے سینہ سے لگ گیا ۔ جب اس کا دباؤ دلکش اور راحت بخش معلوم ہوا ۔ جب اس کا خوشبودار سانس میرے رخساروں سے اور مرطوب میٹھے ہونٹ میرے ہونٹوں سے لگ گئے ۔ جب پہلی پرجوش ہم آغوشی کی لذات حصہ میں آئیں تو میں اسے بھول گیا ۔ میں اپنی اینبل کی پاک وفا کو بھول گیا ۔ میرا جرم و گناہ کی یاد کو ۔ میں اس دنیا اور مافیہا کو بھول گیا ۔

"کیلنتھ پیاری کیلنتھ" ۔ اس کے بعد جب میں اپنا بازو اس کی نازک کمر میں ڈالے آہستہ آہستہ اس کے پہلو میں چل رہا تھا ۔ جب اس کی جھکی ہوئی گردن میرے شانہ سے لگی تھی ۔ اور ابھرے ہوئے جوبن میرے پہلو سے مس کر رہے تھے ۔ "کیلنتھ" میں نے کہا: "سچ

بتا کیا تو نے رچرڈ فرینکلن کی محض اس لئے حوصلہ افزائی کی تھی کہ مجھ کو حسد ہو؟ آہ تیرے رخساروں کی لالی اس خیال کی تصدیق کرتی ہے۔ کہ جو میں نے کہا ٹھیک ہے۔"

"پیارے۔ پیارے جوزف" اس نے قند سے میٹھی۔ شہد سے شیریں آواز میں کہنا شروع کیا "تم سے میری وہ ہمہ گیر۔ ہمہ سوز۔ عالم آشوب محبت ہے۔ جو مایوسیوں سے بجھنا۔ ناکامیوں سے مٹنا اور رکاوٹوں سے ٹوٹنا نہیں جانتی۔ اپنی اس پُرجوش محبت کی طاقت کا صحیح اندازہ کرکے میں اچھی طرح جان چکی تھی۔ کہ اس کے مقابلہ میں کوئی محبت۔ اس سے دس ہزار گنا طاقت رکھنے والی محبت بھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اور میرا اپنا جذبِ عشق وہ جذبہ پُرجوش و پُرخروش۔ جس کا ثانی کبھی کسی عورت کے دل میں مرد کے لئے پیدا نہیں ہوا۔ آج نہیں کل۔ کل نہیں پرسوں۔ جلدی یا دیر میں ضرور رنگ لائے گا۔ یعنی اگر دل کو دل سے راہ ہے۔ تو میرے سینہ کے جوش کا تمہارے سینہ میں پہنچنا امرِ لازم اور قدرتی تھا۔ آہ۔ جوزف سچ جانو میں تمہارے جذبات کو تم سے بہتر سمجھ سکتی تھی۔ اس لئے جب ایک مہینہ پیشتر ہم ایک دوسرے سے جدا ہوئے۔ تو میں بالکل ہی مایوس نہ تھی۔ وہ بوسے جو تم نے دیئے۔ اور وہ آنسو جو اس وقت بہے تھے۔ میرے لئے غیب کی سرسراتی ہوئی آوازوں کا درجہ رکھتے تھے۔ جن میں ہمت و استقلال اور حوصلہ افزائی کا پیغام چھپا ہوا تھا۔ جوزف میری وہ پرجوش محبت ہے۔ جو کبھی کسی عورت نے نہیں کی۔ اور اب جبکہ تم نے ہاں کہہ دی ہے۔ تو ایک رچرڈ فرینکلن کیا۔ ساری دنیا میری نظروں میں ایک ہیچ ہے۔"

کیلنتھہ کی میٹھی آواز۔ اس آواز کا محبت آمیز لہجہ اور اس لہجہ میں بیان کی ہوئی داستانِ عشق میری نظروں میں ایک نیا باب ہستی کھولنے والی تھی۔ آخر میں بھی آدم زاد تھا۔ اور ایسا آدمی کون ہے۔ جس کی سرشت میں کچھ نہ کچھ کمزوریاں نہ ہوں۔ ایک ایسی عالیشان خاتون کا جیسی ارل آف مینڈی ول کی دختر تھی۔ مجھ ایسے مرد

پھر سے اظہار عشق کرنا۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ اس کا ہر طرح کی قربانیوں پر آمادہ ہونا اور مقابلہ میں راحت و منزلت کے ہاتھ آنے موقعہ کو اس آسانی کے ساتھ چھوڑنا ساری باتوں نے اس کے حسن دلافروز اور جمال عالم سوز سے مل جس طرح کی خیرگی میری نظروں میں پیدا کی اس کا اندازہ بآسانی کیا جا سکتا ہے۔ پس اگر اب بھی کچھ افسوس بھولی ہوئی ایبل کی یاد سے دل میں پیدا ہوا۔ تو لیڈی کیلنتھ کے قرب اور اس کی محبت نے فوراً اس کو زائل کر دیا۔

"پیارے جوزف" اس نے کہا:- میں آئندہ کبھی تم کو مسٹر فریکلن کی وجہ سے ناراض نہ ہونے دوں گی۔ میں اب تمہاری ہو چکی۔ میری نذر محبت تمہیں کو پیش ہوتی رہے گی۔"

پھر ایک مرتبہ بغل گیر ہو کر ہم جدا ہوئے۔ مگر اس بات کا فیصلہ کر لیا کہ اودل کے نوکروں اور مالکن کے دل میں کسی طرح کا شبہ پیدا نہ کرنے کے خیال سے جہاں تک ممکن ہو اپنے جوش کو دبائیں اور محتاط رہیں۔ اس کے بعد کیلنتھ آگے آگے رخصت ہوئی موڑ کے پاس پہنچکر صرف ایک ثانیہ کے لئے وہ رومال ہلانے کو ٹھیری۔ اس کے بعد نظروں سے غائب ہو گئی۔ اور میں پھر ایک بار اپنے خیالات کے ساتھ اس سڑک پر تنہا رہ گیا۔ میری حالت اس آدمی کی حالت سے ملتی تھی۔ جو ایک دو بار بہت سی شراب پینے کے بعد ہوش میں آ کر اس فعل بد کے نتیجہ سے بالکل لاپروا ہو جاتا ہے۔ اپنی موجودہ بدلی ہوئی حالت میں ایبل کا خیال میرے لئے سوہان روح ضرور رکھتا۔ اس کی محبت پاکبازی اور اعتماد کو سوچکر۔ اور اس کی بھولی صورت کو یاد کر کے بے اختیار جی چاہتا تھا۔ اپنی اس شرمناک حرکت۔ اس ایمان فروشی اور ریاکاری پر سینہ تیر کے رکھ دوں لیکن نہیں . . . میں نے قصداً اس کو نظرانداز کرنے اس کی تصویر کو خانہ دل سے نکالنے کی کوشش کی۔ اور اپنے شرمناک طرز عمل کی روشنی میں اس کی یاد

تنگ کر دل سے بھلا دیا۔ اس بدمست شرابی کی طرح جس کی مثال اوپر دی جا چکی ہے
میں نے نتائج و عواقب سے یکسر لاپروائی اختیار کی۔ اور اس آدمی کی طرح جو اپنی
روح کو شیطان کے حوالہ کر کے بے دریغ جرم و گناہ کا دور شروع کرتا ہے۔ اپنے جی میں
اس بات کا فیصلہ کر لیا کہ خواہ کچھ ہو اب اس دور راحت کو جاری رکھنا چاہیے آج
کے مزے آج کل کا حال خدا جانے۔

قریبًا بیس منٹ اور اس جگہ ٹھہرنے کے بعد میں نے ایتھل کی تصویر کو جہاں تک
ممکن تھا خانہ دل سے نکال کے پرے ہٹا دیا۔ اور اپنی چشم تصور کو کیلنتھ کے حسن و
دلفریبی اور اس کے محبت اور پیار کے لفظوں پر جمائے ہوئے اس جگہ سے رخصت
ہوا۔ دن کا باقی حصہ اس طرح کی حالت میں گذرا گویا میں نشے سے سرشار اور میرا
دماغ پُر وحشت خیالات کا مرکز تھا۔ دوسرے نوکر مجھے غیر معمولی خورم و مسرور دیکھ کر
متعجب ضرور ہوئے۔ مگر کسی نے بھی کوئی سوال نہ پوچھا۔ اس رات مسٹر فرینکلن حسب
معمول کیلنتھ سے ملنے کے لئے آیا۔ لیکن وہ دردسر کا بہانہ کر کے اپنے ہی کمرہ میں رہی۔
دوسری رات وہ پھر آیا۔ اس روز کیلنتھ حسب معمول گول کمرہ میں گئی۔ لیکن جب میں
نے بہانہ سے اس جگہ جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ مسز رابنسن کے پاس صوفے پر بیٹھی تھی
اور رچرڈ فرینکلن اضطراب اور بے چینی کی تصویر بنا ہوا علیحدہ مقام پر بیٹھا ادھر اُدھر
دیکھ رہا تھا۔ تیسری رات کو وہ پھر آیا۔ اور اس روز بھی میں نے دیکھا کہ کیلنتھ کا سلوک
اس سے انتہائی سرد مہری کا تھا جس سے صاف پایا گیا کہ اب وہ اس کی طرف سے
بالکل لاپرواہ ہے۔ چوتھے دن وہ خلاف معمول دوپہر کے وقت آیا۔ اور قریبًا ایک گھنٹہ
مسز رابنسن کے پاس گول کمرہ میں رہا۔ اس کے بعد کیلنتھ کو اس کمرے سے جہاں وہ
لڑکیوں کو تعلیم دیا کرتی تھی۔ طلب کیا گیا۔ اور مسز رابنسن اس کو مسٹر فرینکلن کے پاس
چھوڑ کر چلی گئی۔ اس کے پانچ گھنٹہ بعد وہ بُرا سا منہ بنائے گھر سے رخصت ہوتا دیکھا گیا اور

میں جو اندرونی حالات سے واقف تھا۔ گو بڑی آسانی سے سمجھ گیا۔ کہ معاملہ کی تہ میں کیا بات ہے۔ تاہم مزید تصدیق اُس رات کیلنتھ کے اُس رقعہ سے ہوگئی۔ جو اُس نے موقعہ پاکر چپکے سے میرے ہاتھ میں دیدیا تھا۔ میں نے علیحدگی میں جاکر اُسے پڑھا۔ تو لکھا تھا کہ رچرڈ فریکلن مسز رابنسن سے یہ کہنے کے لئے آیا تھا۔ کہ آپ کی اجازت سے میں مس پامر سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ اس پر اُس نے مجھ کو طلب کر کے مسٹر فریکلن کے پاس چھوڑ دیا۔ اور میں نے اس عزت افزائی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے مسٹر فریکلن کی درخواست نامنظور کر دی۔ قدرتی طور پر اس واقعہ نے کیلنتھ کی زنجیر اُلفت کو اور بھی مضبوطی سے میرے گلے میں باندھ دیا۔ اور میں پہلے کی نسبت بہت زیادہ سرگرمی سے اس احساس تاسف کو جو انیبل کی یاد سے پیدا ہوتا تھا۔ دبانے کی کوشش کرنے لگا۔

باب ۳۹

عشق کی آندھی اور انجام

معلوم ہوتا ہے ان ایام میں نیکی کے فرشتہ نے میری دستگیری بالکل ہی ترک کر دی تھی۔ کیونکہ رفتہ رفتہ سامان ایسا بندھا کہ کیلنتھ کے عشق کا وہ بندھن جو میرے گلے میں پڑ چکا تھا۔ کمزور ہونے کی بجائے زیادہ مضبوط ہوتا گیا۔ جس روز رچرڈ فریکلن نے کیلنتھ سے شادی کی درخواست کر کے کورا جواب پایا تھا۔ اس سے اگلے روز مسز رابنسن کے نام اُس کے لندنی وکیل کی طرف سے ایک چٹھی موصول ہوئی۔ جس میں اُس کے آنجہانی شوہر کے مالی معاملات کے سلسلہ میں لندن میں اس کی حاضری اشد ضروری بیان کی گئی تھی۔ مسز رابنسن کی طبیعت میں جیسا پیشتر بیان کیا جا چکا ہے کاہلی کی عادت اتنا گھر کر چکی تھی۔ کہ وہ ہر طرح کی نقل و حرکت سے گھبراتی تھی۔ اس کے علاوہ اثنا چونکہ

سردیوں کا موسم تھا۔ اور بڑے دن سر پر آ رہے تھے۔ اس لئے وہ سفر کی صعوبتوں سے اور بھی گھبراتی تھی۔ تاہم اس کے وکیل کا پیغام چونکہ ضروری تھا۔ اور لندن میں اس کی حاضری امر لازم۔ اس لئے اس کو جزیرہ وائٹ کے پُر آسائش مکان سے مجبوراً رخصت ہونا پڑا اپنی غیر حاضری کے دنوں میں اس نے دونوں لڑکیوں کو اس خیال سے پیچھے چھوڑا۔ کہ ان کو ساتھ لے پھرنا اور زیادہ باعث تکلیف ہوگا۔ اس کے علاوہ چونکہ اسے مس پامر کی طاقت نگہداشت اور دور اندیشی پر پورا اعتماد تھا۔ اس لئے اس نے لڑکیوں کو ساتھ لینا درد سری سمجھا۔ البتہ وہ اپنی خادمہ کو ساتھ لیتی گئی۔ چنانچہ خط کی وصولی کے دوسرے دن وہ دونو رخصت ہو گئیں۔

جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے۔ مالکن اور خادمہ دونو کی عدم موجودگی میں میرے کیلنتھ سے ملنے کے موقعوں نے روز افزوں ترقی کی۔ اب بمشکل کوئی دن ایسا گذرتا تھا۔ کہ ہم خفیہ طور پر ایک دوسرے سے نہ ملتے ہوں۔ جو چند ایک نوکر باقی تھے۔ اُن کے دلوں میں شبہ پیدا ہونے سے روکنا چونکہ سہل تھا۔ اس لئے ہم خوب ہی کھل کھیلے۔ میری اُن دنوں کی حالت ٹھیک ٹھیک اُس شرابی کی حالت سے ملتی تھی۔ جو چند ایک مرتبہ توبہ کرنے کے بعد پوری طرح دخت رز کا شیدائی غلام بن گیا ہو۔ فرق اگر کچھ تھا تو یہ کہ میری حالت میں دخت رز کی جگہ لارڈ میتھیڈی ول کی دختر تھی۔ اُس آدمی کی مانند جو ایک قدم غلط اٹھ جانے کے بعد نتیجہ سے لاپروا ہو کر اندھا دھند اُس راہ پر چلتا جاتا ہے۔ جس کی نسبت اس کو معلوم ہے کہ وہ تباہی اور بربادی کی منزل پر ختم ہوگی۔ میں نے ایک بار کیلنتھ کے دام حسن میں الجھ کر عاقبت کا خیال بالکل دل سے نکال دیا۔ یا دوسرے لفظوں میں کسی مرد طوفاں نوش کی مانند ایک دفعہ کیلنتھ کے جام حسن سے جرعہ کش ہونے کے بعد نتیجہ اور انجام کی پرواہ کرنی چھوڑ دی۔ دن میں کئی کئی بار ہم مسٹر رابنسن کے گول کمرہ میں ملتے۔ ایک ملاقات سے دوسری کی خواہش پیدا ہوتی۔ حتیٰ کہ رفتہ رفتہ ہم نے

راتوں کو بھی موقعے نکالنے شروع کر دیئے۔ گو اتنا اب بھی تھا کہ ہم دونو محتاط تھے۔ اور اپنے کسی فعل یا حرکت سے کسی کے دل میں شبہ پیدا نہ ہونے دیتے تھے۔ مگر جب اس کے بعد حالات نے ایسی صورت اختیار کی۔ کہ مسز رابنسن کو ایک مہینہ کے قریب لندن رہنا پڑ گیا۔ اور اُس کی طرف سے کیلنتھ کے نام (مس پامر کے فرضی نام سے) اس مضمون کی چٹھیاں آئیں۔ کہ میں حالات کی مجبوری سے کچھ دن اور یہیں ٹھیروں گی۔ کیونکہ مجھ سے بار بار سفر کی زحمت برداشت نہیں ہو سکتی اور اب میں اس کام کو ختم کر کے ہی آؤں گی۔ تو متواتر چار ہفتوں کا میل آخر رنگ لائے بغیر نہ رہ سکا۔ کیلنتھ کی طبیعت پُر جوش تھی اور اُس کی محبت ہمہ سوز۔ آگ اور گھی کے میل سے آخر وہی نتیجہ نکلا جو نکلنا چاہئے تھا۔ یعنی (گو لکھتے ہوئے شرم آتی ہے) یہ خفیہ ملاقاتیں گناہ آلود ہو گئیں۔

قریباً چھ ہفتوں کے بعد مسز رابنسن اپنے معاملات کا تصفیہ کر کے واپس آ گئی اور پھر ایک بار ہم کو از سر نو محتاط بننا پڑا۔ فی الحقیقت اس کی آمد کے بعد ہماری زندگی کی رفتار اُسی پہلی راہ پر آ گئی۔ یعنی آنکھ سے آنکھ ملانا یا ایک دوسرے سے رقعے تبدیل کرنا بس اتنا ہی تھا۔ جو ہم کر سکتے تھے۔ اور اب جام معصیت کی تلچھٹ تک پہنچ جانے کے بعد رفتہ رفتہ میری بھی آنکھیں کھلنی شروع ہوئیں۔ اور کھوئے ہوئے حواس پھر راہ پر آنے لگے۔ روز بروز ساعت بساعت میرا وہ اگلا جوش کم ہونا شروع ہوا۔ اور دماغ میں کیلنتھ کی جگہ اینبل کی تصویر از سر نو ظاہر ہونے لگی۔ اب راتوں کو میں واقعات حال دیا دکر کے خون کے آنسو روتا اور خدا سے رحم و درگذر کی دعائیں کیا کرتا تھا۔ میں اینبل کی تصویر کو چشم تصور سے دیکھ کر دست بدعا ہوتا تھا کہ وہ پھر ایک بار مجھ کو نظر تبسم سے دیکھ کر میرے گناہوں کو معاف کر دے۔ یہ میرا سچا پچھتاپ تھا اور میں یقین سے کہتا ہوں۔ کہ کبھی کسی عابد شب بیدار نے تازیانہ پُر خار سے اپنے جسم کو اتنی اذیت نہ دی ہوگی جتنی ان ملامتوں کے ذریعہ سے میں نے اپنی روح کو دی۔ اس ذریعہ سے

رفتہ رفتہ میرے جی کو سکون حاصل ہونا شروع ہوا۔ اور یہ بھی مجھ کو محسوس ہونے لگا۔ کہ اپنے آپ کو کیلنتھ کے آغوش محبت میں ڈالنے اور انیبل سے غائبانہ بے وفائی کرتے میں جو حماقت اور کور نفسی مجھ سے ہوئی ہے۔ اس کی تلافی انہی طریقوں پر ممکن ہے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ میں نے اپنے دل میں کیلنتھ کی خصلت کا مقابلہ اس پری وش حسینہ کی پاک محبت سے کرنا شروع کیا جس کی تصویر کو میں ایک زمانہ میں خضر راہ تصور کرتا اور اپنا محافظ فرشتہ سمجھتا تھا۔ اور بہت جلد مجھ کو اس نتیجہ پر پہنچنے کے لئے مجبور ہونا پڑا کہ جو نسبت جھوٹ کو سچ سے یا صنعت کو قدرت سے یا دیئے کی روشنی کو نور آفتاب سے ہو سکتی ہے۔ وہی حسن و جمال کے ان دو مظاہر کو ایک دوسرے سے ہے۔ فی الحقیقت میں سوچکر حیران ہونے لگا۔ کہ کیونکر میں اس جوش باطل۔ ہوس کاذب اور خواہش بے اصل کا شکار رہا۔ جس کا سحر مجھ پر ڈالا گیا تھا۔ رفتہ رفتہ میں یہ سمجھنے کے قابل ہو گیا کہ انیبل کا عشق حقیقی در اصل کسی زمانہ میں بھی میرے دل سے جدا نہیں ہوا حتیٰ کہ پرجمال کیلنتھ کی مست آنکھوں اور اس کے حسن پر نور کی دلفریبیوں کے سایہ میں رہتے ہوئے بھی انیبل کا تصور ہر لحظہ میرے سینہ میں موجود تھا۔ اس وقت بار اول میں یہ سمجھنے کے قابل ہوا۔ کہ عشق کی دو صورتوں میں سے سطحی اور پرخروش کونسی ہے۔ اور دیرپا اور صادق کونسی۔ کہنے والے جوش حیوانی کو بھی عشق کہتے ہیں۔ مگر اس میں اور عشق صادق میں اتنا ہی فرق ہے۔ جتنا زمین و آسمان میں۔ کیونکہ ایک کا تعلق طبع انسانی کے جذبہ اسفل، اس کی باطنی کمزوریوں اور برائیوں سے ہے۔ مگر دوسرے کا ان نزہت ریز امنگوں اور پاک ترین ولولوں سے جو آدم کے باغ عدن سے نکلے جانے کے وقت کرم ایزدی سے رعایت خاص کے طور پر اس کے سینہ میں باقی رہنے دیئے گئے تھے۔ اس حقیقت کو جان لینے کے بعد میں نے اب پہلی بار سمجھا کہ انیبل کا عاشق صادق ہوتا ہوا بھی کیوں میں کیلنتھ کے مداحوں کا حاسد بنا۔ اور کس لئے اس

مجنونانہ محبت کا شکار رہا۔ جو اسے مجھ سے تھی۔ اب مجھ کو معلوم ہوا کہ ہوس سے اندھے جذبات انسان کو ایک نہایت ناکارہ چیز کے حصول پر بھی اکسا اور آمادہ کر سکتے ہیں گو خدا شاہد ہے کہ میں یہ آخری فقرہ کیلنتھ کے بارہ میں نہیں کہتا۔ کیونکہ محبت کے جوش تیز کی دیوانگی کے باوجود اس میں طبعی فیاضی کے کئی اعلیٰ جوہر موجود تھے۔ بہرحال میرے کہنے کا یہ مطلب ہے کہ عشق کاذب کے اسفل جذبات ہر ایسی عورت کے لئے پیدا ہو سکتے ہیں۔ جو حسین قمر طلعت اور ناک نقشہ سے صحیح ہو۔ ان کا تعلق اوصاف ذہنی سے بہت زیادہ ساق سیمیں۔ شانہ بلوریں یا دہن شیریں کے ظاہری محاسن سے ہوتا ہے۔ حالانکہ عشق صادق کا روحانی جذبہ اینبل کی ایسی نیک و پاک ہستیوں کے لئے ہی پیدا ہو سکتا ہے۔

لیکن ہر چند ان ایام میں ایک عظیم تبدیلی میرے مزاج میں پیدا ہو رہی تھی۔ اور دیوانگی کا جوش رفتہ رفتہ احساس تاسف میں تبدیل ہونے لگا تھا۔ ہر چند میرا دل ایک بھیانک اور عظیم آزمائش سے گذرنے کے بعد آہستہ آہستہ ان کثافتوں سے پاک ہونے لگا تھا۔ جو اس کے عمل کی راہ میں حائل تھیں۔ تاہم میں نے کسی طرح اپنے کسی فعل یا نگاہ کے ذریعہ سے کیلنتھ کو یہ معلوم کرنے کا موقعہ نہیں دیا۔ کہ میری طرف سے اس کی محبت میں کوئی تبدیلی واقع ہوئی ہے۔ ایمان کی پوچھیے تو میں اس خاتون کے دل کو جس کی واحد خطا مجھ سے اندھا دھند اور بے پار محبت کرنا تھی۔ اپنے کسی فعل نازیبا سے مجروح کرنا انتہائی کمینگی اور بغایت درجہ کی بزدلی پر محمول کرتا تھا۔ پس اب بھی جب کبھی ہم ایک دوسرے سے علیحدگی یا تنہائی میں ملتے اور اس بات کا یقین ہوتا کہ کوئی ہمیں دیکھنے والا نہیں ہے۔ تو ہر چند نگاہ کے تبادلہ یا اشارہ کے ذریعہ سے اظہار محبت ہو جاتا۔ تاہم اپنے دل میں میں ہر وقت اس سوال پر غور کرتا رہتا تھا۔ کہ وہ کونسا ذریعہ ہے۔ جس سے میں رفتہ رفتہ اپنے آپ کو اس کے اثرات سے نکال کر علیحدگی حاصل

کرنے میں کامیاب ہو سکتا ہوں؟ کئی ترکیبیں میں نے سوچیں۔ لیکن ان میں سے ہر ایک میں کوئی نہ کوئی نقص ضرور دکھائی دیتا تھا۔ آخر بہت کچھ غور و فکر کرنے کے بعد ایک طریقہ نظر آیا۔ جو سب سے موزوں اور سہل تھا۔ یعنی میں نے اپنے جی میں اس بات کا فیصلہ کر لیا۔ کہ اپنے فرائض کی انجام دہی میں کسی روز میں کوئی ایسی حرکت کروں گا۔ جس سے مالکن ناراض ہو کر مجھے نوکری سے برطرف کر دے۔ اس کے بعد ایک بار کیلنتھ سے جدا ہونے میں کامیابی حاصل کر کے میں کوئی نہ کوئی ترکیب ایسی پیدا کر لوں گا کہ نہ اسے میرا آئندہ پتہ معلوم ہو۔ نہ وہ مجھ کو پانے میں کامیابی حاصل کر سکے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی میں کوئی ایسا فعل بھی کرنا نہ چاہتا تھا۔ جس سے میری سیرت کی نیکی یا ایمانداری پر حرف آئے۔ تاہم میں نے کوشش شروع کی۔ چنانچہ اب میں گاہ بگاہ قصداً اور ارادتاً ایسی باتیں کرتا جو مسز رابنسن کو ناراض کرنے کا موجب ثابت ہو سکتیں۔ لیکن وہ چونکہ بڑی کاہل الوجود۔ مرنجاں مرنج طبیعت کی عورت تھی۔ اس لئے میرے سہو سے واقف ہو کر بھی خفا نہ ہوتی تھی۔ فی الحقیقت وہ تلخ گوئی کو بھی ایک اس طرح کی زحمت سمجھتی تھی۔ جس سے جہاں تک ممکن ہو اس کو بچنا ہی منظور تھا چنانچہ یہی وجہ تھی کہ وہ ان سب خطاؤں کو جو مالکوں اور گھر دالیوں کو زجر و توبیخ پر آمادہ کرتی ہیں۔ قصداً نظر انداز کر دیتی تھی۔ اور کبھی کسی نوکر کو سخت گوئی نہ کرتی تھی۔ اس کی یہ خوشخصالی جو عام حالات میں میرے لئے باعث مسرت ہوتی۔ بصورت موجودہ میں موجب تکلیف ثابت ہوتے لگی۔ کیونکہ وہ واحد ترکیب جو میں نے کیلنتھ سے علیحدگی کی صورت پیدا کرنے کے لئے سوچی تھی۔ ناکام رہی۔ پس پھر ایک بار میں نے کوئی اور ترکیب حصول مدعا کی سوچنی شروع کی اور انہی فکروں کی الجھن میں پھنسا ہوا تھا کہ ناگاہ پردہ غیب سے ایک ایسا واقعہ ظہور میں آیا۔ جس نے خود بخود میری اس پریشانی کا خاتمہ کر دیا۔ یعنی وہ جدائی جس کی مجھے اتنی زبردست آرزو تھی۔ ایک ایسے طریقہ پر عمل میں

آگئی جس کا مجھے وہم و گمان بھی نہ تھا۔
ایک دن کا ذکر ہے کہ کیسلنتھ جو مسز رابنسن کی طرف سے ہر طرح کا سودا سلف خریدنے شہر جایا کرتی تھی۔ کچھ چیزیں مول لینے قبل دوپہر کو رخصت ہوئی۔ لیکن بڑی دیر تک واپس نہ آئی۔ اس طرح کئی گھنٹے گذر گئے حتیٰ کہ جب مسز رابنسن کی طاقت صبر جواب دینے لگی۔ تو اُس نے اپنے کمرہ کی گھنٹی بجا کر نوکروں سے پچھوایا کہ کیا مس پام واپس آگئی ؟ اور جب اس کا جواب نفی میں دیا گیا۔ تو وہ سخت بے چین ہونے لگی۔ اتنے میں سہ پہر کے چار بج گئے اور وہ اس وقت تک بھی واپس نہ آئی۔ چار بجنے کے تھوڑی دیر بعد کسی نے باہر کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ اور جب میں آواز سنکر گیا۔ تو دیکھا ایک آدمی جو شکل و صورت سے کسی ہوٹل کا ویٹر معلوم ہوتا تھا دروازہ پر کھڑا ہے۔ وہ مجھے دیکھ کر دبے ہوئے مگر تیز لہجہ میں کہنے لگا "کیا تمہارا نام جوزف ولمٹ ہے ؟"
"ہاں" میں نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی ایک عجیب طرح کا اضطراب میرے دل کو ہونے لگا۔ کیونکہ فوراً خیال آیا کہ ضرور کوئی واقعہ ناخوشگوار پیش آیا ہے
"میں یہ کہنے کے لئے آیا ہوں"۔ اس نے سابق کی طرح دبے ہوئے لہجہ میں کہا۔ "کہ تم جس قدر جلد ممکن ہو گرینڈ ہوٹل میں جاؤ باقی حال اس رقعہ میں لکھا ہے"۔ اور یہ کہتے ہوئے اُس نے ایک چھوٹا سا تہ کیا ہوا کاغذ میرے ہاتھ میں دے دیا۔ اور رخصت ہوا۔
پہلے میرے جی میں آئی کہ دوڑ کر اس کے پیچھے جاؤں۔ اور دریافت کروں کہ معاملہ کیا ہے۔ لیکن پھر اس خیال سے رہ گیا۔ کہ ممکن ہے پوری تفصیل اسی خط کے اندر درج ہو۔ چنانچہ اپنے کمرہ کی علیحدگی میں میں نے جلدی سے اس رقعہ کو کھولا۔ اور اُس کا مضمون دھڑکتے ہوئے دل سے پڑھنا شروع کیا۔ یہ عبارت اُس میں درج تھی۔

پیارے جوزف

میرے باپ اور ایک بھائی نے مجھے پکڑ کر اپنے پاس رکھا ہوا ہے

انہوں نے مجھے سب حال بیان کرنے پر مجبور کر دیا ہے صرف وہ واقعہ . . . جب تم اچھی طرح سمجھ سکتے ہو میں نے اُن کے روبرو ظاہر نہیں کیا۔ اور اب بمنت تم سے کہتی ہوں کہ جس طرح ممکن ہو۔ میری عزت بچاؤ۔ لیکن نہیں میں خود ہی اس بات کا پورا یقین رکھتی ہوں کہ تم کوئی ایسی بات منہ سے نہ نکالوگے۔ جو میری عزت وناموس پر حرف لانے والی ہو۔ وہ لوگ ضرور تم کو دھمکائیں گے۔ اور رعب ڈالنے کی کوشش کرینگے لیکن تم نے خدا کے لئے وہ بات نہ کہنا۔ جو مجھے عمر بھر کے لئے بدنام اور تباہ کرنے والی ہو۔ بڑی مشکل سے درد سر کا بہانہ کر کے میں نے ایک علیحدہ کمرہ میں یہ چند سطریں لکھنے کا موقعہ تلاش کیا ہے۔ اور ایک نیکدل خادمہ نے مجھ سے اس بات کا وعدہ کیا ہے کہ وہ اس رقعہ کو ہوٹل کے اُسی نوکر کے ہاتھ بھجوا دے گی۔ جسے تم کو بلانے کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ پھر کہتی ہوں کہ مسٹر رابنسن کو اس واقعہ کی بالکل خبر نہ ہو۔

ہمیشہ تم کو چاہنے والی بدنصیب
کیلنتھ

خط کے انداز تحریر اور حرفوں کی ساخت سے یہ معلوم کرنا سہل تھا۔ کہ اُس خاتون نے کسی قدر جوش اور اضطراب کی حالت میں اسے لکھا ہے۔ شروع میں۔ میں بھی اس مضمون کو پڑھ کر گھبرا گیا تھا۔ لیکن جب اچھی طرح غور کیا۔ تو سوچ آئی کہ ممکن ہے یہ سب کسی بہتری کا پیش خیمہ ثابت ہو۔ یعنی اس ذریعہ سے وہ علیحدگی جس کی میں ایک عرصہ سے تمنا کر رہا تھا۔ عمل میں آجائے۔ اور اس کے ساتھ ہی کیلنتھ بھی پھر ایک بار اس غریبی اور مصیبت کی زندگی کو چھوڑ کر اپنے گھر کی آسائش حاصل کرے۔ رہ گیا اس واقعہ کا اظہار جو اُس کی نسوانی کمزوری ثابت کرنے والا تھا۔ تو میں کسی حال میں ایسی کمینہ حرکت کا مرتکب نہ ہو سکتا تھا فی الحقیقت میں ایسا کرنے کے نااہل تھا۔ اُس بدنصیب خاتون کے برخلاف کوئی ایسی بات کہنے کے عوض جو اُس کی تباہی اور

بربادی کا ذریعہ ثابت ہو میں ہر طرح کا جھوٹ بولنے کے لئے آمادہ و تیار تھا۔ کیونکہ جو مصیبتیں اس نے میرے لئے جھیلیں اور جو عظیم قربانیاں میری محبت کے لئے کیں۔ میں نہ اُن کو بھولا۔ اور نہ بھول سکتا تھا۔ اور اب اس فیصلہ پر پہنچنے کے بعد میں یہ سوچ ہی رہا تھا۔ کہ گھر سے رخصت ہونے کا کیا بہانہ تلاش کیا جائے۔ کہ دفعتاً بیٹھک کی گھنٹی بجی۔ اور میں اُس کی آواز سن کر اندر گیا۔

"جونس" مسز رابنسن نے کہنا شروع کیا: "مجھے مس پامر کے اس وقت تک نہ آنے سے بہت بے چینی ہو رہی ہے۔ اب ساڑھے چار کا عمل ہے۔ اور اُسے گھر سے رخصت ہوئے پانچ چھ گھنٹے ہو چکے۔ اُس نے کبھی اتنی دیر نہ کی تھی۔ اس لئے مجھے اندیشہ ہے کہ ضرور کوئی حادثہ اُس کو پیش آیا ہوگا۔ میں اُس کی عادت سے اچھی طرح واقف ہوں۔ وہ بہت شریف اور نیک لڑکی ہے اور نا ممکن ہے کہ اپنی مرضی سے بے وجہ اتنی دیر ٹھیری ہو۔ اس لئے تم شہر جا کے اس کے بارہ میں دریافت حال کرو۔ . . یا ٹھیرو میں یہ بھی تم کو بتا دیتی ہوں کہ اُسے کن کن دوکانوں پر سودا لینے جانا تھا۔"

مسز رابنسن نے تین چار دوکانوں کے نام گنوائے جس کے بعد میں رخصت ہوا۔ کئی طرح کے پریشان کن خیالات میرے سینہ میں پیدا ہو رہے تھے۔ اور میں اُن سے بچنے کے لئے قصداً تیز رفتار سے چلتا تھا۔ تو بھی ذہنی اضطراب رفع ہونے میں نہ آتا تھا۔ اس میں شک نہیں۔ میرے دل کو اس خیال سے خوشی ہونی چاہئے تھی۔ کہ کیلنتھ سے علیحدگی کے وہ اسباب جن کی مجھ کو تلاش تھی۔ خود بخود پیدا ہو رہے ہیں تاہم اس کے ساتھ میں ڈرتا تھا۔ کہ اُس کے باپ اور بھائی کے سامنے جا کر جن کو میرے برخلاف سخت ہی غم و غصہ ہوگا۔ میں کیا جواب دے سکوں گا۔ خیر جس طرح بھی ممکن تھا میں نے ہمت قائم رکھنے کی کوشش کی۔ اور اس بات کا عہد کر لیا کہ خواہ کچھ ہو۔ کیلنتھ کی عزت پر حرف نہ آنے دوں گا۔ کوٹھی سے شہر کا فاصلہ قریباً آدھ میل تھا۔ جو میں نے چند

منٹ کے عرصہ میں طے کر لیا۔ وہاں سے ہوٹل بالکل قریب تھا۔ اور میں جب اُس جگہ پہنچا تو دہی نوکر جو اددل دلا میں رقعہ لے کر آیا تھا۔ ملا اور مجھے اندر لے چلا۔

ہوٹل کی سیڑھیوں پر چڑھتے ہوئے میرا دل زور سے دھک دھک کر رہا تھا نوکر نے اوپر کی منزل پر پہنچکر دروازہ کھولا۔ اور میں ایک فراخ کمرہ میں داخل ہوا اندر قدم رکھتے ہی میں نے یہ معلوم کرنے کے لئے کہ کیلنتھ بھی اس جگہ موجود ہے یا نہیں ایک تیز گھومتی ہوئی نظر چاروں طرف ڈالی۔ مجھے اس کی موجودگی کی بہت کم امید تھی۔ اور واقعی جب میں نے دیکھا۔ تو وہ اس جگہ کہیں نظر نہ آئی۔ اتنے میں میرے پس پشت دروازہ بند ہو چکا تھا۔ بہرحال اس کی خاطر میں کی عزت و حرمت اب میرے ہاتھ میں تھی۔ میں نے اپنی ہمت استوار رکھنے کی کوشش شروع کی۔ اور اس طریقہ پر یہاں تک استقلال پیدا کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ کہ مجھے خود اپنی حالت پر حیرت ہوتی تھی۔ میری نظروں کے سامنے اس کا باپ اور بھائی دونوں موجود تھے۔ لارڈ میندھی ول ایک سن رسیدہ امیر جس کی قامت دراز اور سیدھی بدن فربہ اور چہرہ کی رنگت گو سُرخ تھی۔ تاہم اُس پر فکر و تشویش کے آثار نظر آتے تھے۔ اور بشرہ سے غرور و تکبر کا اظہار ہوتا تھا۔ اس کے بیٹے کی عمر کیلنتھ سے قریباً دو سال بڑی تھی اور خط و خال دونوں کے مشابہ تھے۔ یعنی بال اور آنکھیں سیاہ۔ بدن چھریرا۔ اعضا کی ساخت موزوں اور چہرہ قدیم یونانی طرز کا۔ باپ کے چہرہ میں سختی سے زیادہ مصیبت کے آثار پائے جاتے تھے۔ لیکن بیٹے کے چہرہ پر اس کے برعکس احساس مصیبت سے بہت زیادہ سختی موجود تھی۔ اس میں شک نہیں وہ اپنے دل سخت غم و غصہ لئے ہوئے تھا۔ تاہم یہ معلوم کرنا دشوار نہ تھا۔ کہ غرور و تکبر کا احساس غصہ کے جوش سے مل کر اُسے اپنے غم کے اظہار سے بڑی حد تک روکے ہوئے ہے۔ میرے کمرہ میں داخل ہوتے ہی دونوں نے گہری سنجیدگی سے میری طرف دیکھا۔ اور اُس وقت مجھے وہ نظارہ یاد آیا۔ جو

کچھ عرصہ پہلے چلٹنہم میں پیش آیا تھا۔ بظاہر دونو واقعات ایک دوسرے سے ملتے تھے تاہم اُن کی تہ میں ایک بھاری اختلاف موجود تھا۔ یعنی چلٹنہم کے نامعلوم نواب کے مکان پر میں ایک بے خطا ملزم تھا۔ حالانکہ اس جگہ میری خطائیں سب سے زیادہ مجھ کو معلوم تھیں۔

"تمہارا ہی نام جوزف ولمٹ ہے؟" کیلنتھ کے بھائی نے سب سے پہلے مہر سکوت توڑتے ہوئے پوچھا۔ اور اس کے ساتھ ہی اپنا منہ ناقابل بیان نفرت سے ایک طرف کو پھیر لیا۔ گویا وہ اپنے دل میں یہ کہہ رہا تھا۔ کہ میری بہن کتنی بیوقوف تھی۔ جس نے ایک ایسے حقیر نوکر سے عشق کی جرأت کی۔

اتنے میں بڈھے امیر نے تقریر کرنی شروع کی: "لڑکے" اس نے کہا۔ "شاید تم کو معلوم نہیں۔ کہ ہم کون ہیں کیونکہ یہاں پر ہم لوگ فرضی ناموں سے ٹھیرے ہوئے ہیں اور میرا خیال ہے کہ اُس نوکر نے بھی جو تم کو بلانے گیا تھا۔ کوئی بات تم سے نہیں کہی"

"آپ کا فرمانا صحیح ہے" میں نے جواب دیا "بیشک ہوٹل کے نوکر نے اس سے زیادہ کوئی بات مجھ سے نہ کہی تھی۔ کہ مجھے اس ہوٹل میں آنا چاہئے" یہ جواب میں نے مصلحتاً اس خیال سے دیا۔ کہ اگر میں اُن کے ناموں سے واقف ہونا ظاہر کرتا۔ تو یہ گویا اس بات کا اعتراف ہوتا۔ کہ مجھے ان کا حال کسی خفیہ ذریعے معلوم ہو چکا ہے۔ اور اس طرح لازمی طور پر کیلنتھ کی ذات پر حرف آتا۔

"لیکن کیا تمہارا اپنا ضمیر اس بات کا پتہ نہیں دیتا۔ کہ ہم کون ہیں؟" بڈھے امیر نے جوش سے تھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔ اور اُس کے بعد دفعتاً استقلال حاصل کرکے لہجہ پُرغرور میں کہنے لگا "میں ارل آف سینڈی ول ہوں۔ اور یہ میرا بیٹا لارڈ ہیوبرٹ ونڈاس ہے"

میں نے انداز تسلیم سے سر کو خم کیا۔ اور گو اس کے بعد پھر تھوڑی دیر گہرا

سکوت رہا۔ جس میں باپ بیٹا گہرے تجسس سے میری طرف دیکھتے رہے تاہم میں نے اپنے اوسان بحال رکھے اور اضطراب کو غالب نہ آنے دیا۔ اُس وقت میں اپنے جی میں یہ بات اچھی طرح محسوس کرتا تھا۔ کہ لیڈی کیلنتھ کی عزت بچانے اور اس کے ساتھ ہی اس خوفناک امتحان سے کامیابی کے ساتھ گذرنے کے لئے سب سے بڑی ضرورت اوسان بحال رکھنے کی ہے۔

"خیر اب یہ بات معلوم کرنے کے بعد کہ ہم کون ہیں"۔ لارڈ ہیوبرٹ نے دوسری بار پھر سکوت توڑتے ہوئے کہا "کیا تم نہیں سمجھ سکتے ہو۔ کہ ہم نے کس لئے تم کو بلایا ہے؟ . . . اف میرے خدا"۔ اس نے دفعتاً جوش میں بھر کر کہنا شروع کیا "میں بیان نہیں کر سکتا۔ کس مشکل کے ساتھ میں اپنے غصہ کو دبائے ہوئے ہوں۔ جی تو چاہتا ہے۔ ایسا خوفناک انتقام تم سے لوں۔ کہ تم اس کا نشان اپنے ساتھ قبر میں لے جاؤ"۔

"مائی لارڈ"! میں نے یہ محسوس کرکے۔ کہ چند اس طرح کے الفاظ کہنے کا یہ بہترین موقعہ ہے۔ جن سے ایک معاملہ خاص کے بارہ میں ان کا رفع شک ہوجائے۔ لہجہ پرسکون میں جواب دیا۔ اور مجھے تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ کہ اس وقت میں نے ایسی ہمت و استقلال اور اس کے ساتھ ہی ایسی بے باکی سے کام لیا۔ کہ بعد ازاں اس واقعہ کو سوچکر خود مجھے کو حیرت ہوئی "مائی لارڈ۔ جہاں تک مجھ کو معلوم ہے۔ میں نے کوئی فعل ایسا نہیں کیا۔ جس کے لئے مجھے اپنے ضمیر کی ملامت کا اندیشہ ہو۔ یا جس کے لئے میں اپنے آپ کو ان خوفناک دھمکیوں کا مستوجب سمجھوں جیسی آپ مجھے دے رہے ہیں"۔

"اگر یہ واقعی صحیح ہو"۔ بڈھے امیر نے عصبی جوش سے کانپتے ہوئے کہا۔ "تو جو کچھ پیش آچکا ہے۔ ہم اُس کے لئے بڑی حد تک تم کو معاف کرسکتے ہیں"۔

"مائی لارڈ یہ بالکل صحیح ہے۔" میں نے اُسی لہجہ استقلال میں پھر کہا۔ اور اپنی نگاہ کو اس کی متجسس نگاہ کے سامنے استقلال سے قائم رکھا۔

"ادھر آ جوزف ولمٹ ادھر میرے پاس آ!" ارل آف مینڈی ول نے کہا اور جب اس کے بعد میں اُس مقام کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔ جہاں شمع کی روشنی پوری طرح میرے چہرہ پر پڑتی تھی۔ تو اُس نے کہا: "ہاں اب پھر کہہ کہ جو کچھ تو نے بیان کیا۔ وہ بالکل صحیح تھا۔ کیا واقعی میری بے وقوف لڑکی شرمائے بغیر اپنے باپ کی آنکھوں سے آنکھیں ملا سکتی ہے؟"

"مائی لارڈ" میں نے اپنے سابقہ استقلال کو بحال رکھتے ہوئے کہا: "لیڈی کیلنتھ ڈنڈاس بالکل بے گناہ اور پاک ہے۔ اور اُسے آپکے روبرو شرمانے یا سر جھکانے کی کوئی حاجت نہیں۔ اور اب اس کے بعد جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں۔ اُسے غور کے ساتھ سُنیئے"۔ میں نے اس نگاہ تجسس سے گھبرا کر جو باپ بیٹے دونوں نے میرے چہرہ پر ڈالی ہوئی تھی۔ جلد جلد لہجہ اضطراب میں کہنا شروع کیا: "بیشک مجھے اس بات سے انکار نہیں کہ آپ کی بیٹی نے مجھ سے محبت کی۔ اور ایک عجیب طرح کے جوش دیوانگی کے اثر میں ہم نے اس وقت کا انتظار کیا۔ جب ہماری ایک دوسرے سے شادی ہو سکتی۔ . . ."

"شادی! . . . تم سے!" لارڈ ہیوبرٹ نے سخت نفرت کے ساتھ کہا۔

"چپ! خاموش!" ارل آف مینڈی ول نے حکم دیا۔ "میرے خیال میں یہ نوجوان سارا حال سچ سچ کہہ رہا ہے۔ پھر اس کے علاوہ ہم نے خود اس کو بلوایا ہے اور اس کا بیان پوری توجہ کے ساتھ سننا ہمارا فرض ہے"۔ اور پھر میری طرف مڑ کر۔ "یہ بتاؤ جوزف ولمٹ۔ کیا سچ مچ یہ خیال پوری سنجیدگی سے تمہارے ذہن نشین ہو چکا ہے۔ کہ اس طرح کی مجنونانہ تجویز واقعی عمل میں آ سکتی ہے؟"

"نہیں۔ مائی لارڈ" میں نے جواب دیا: "جو واقعات اب پیش آئے ہیں ان کو دیکھتے ہوئے میں کبھی اس طرح کے خیال کو دل میں جگہ دینے کی جرأت نہیں کر سکتا۔"

میرے ان الفاظ سے ارل آف مینڈی دل کے چہرہ پر نئی رونق آگئی۔ اور اس نے خوش ہو کر کہا: "تم بڑے سمجھدار نوجوان معلوم ہوتے ہو۔ اور میرے خیال میں بجائے خود یہ بات اچھی طرح سمجھ سکتے ہو کہ میری بیٹی سے اس معاملہ میں کتنی بڑی حماقت سرزد ہوئی ہے۔ خدا گواہ ہے کہ میں تمہارے اس بیان کو صحیح تسلیم کرنے کے لئے تیار ہوں کہ اس کی عزت و حرمت محفوظ ہے۔ اور اس کے ناموس میں فرق نہیں آیا۔۔۔ نہیں اس کے برعکس کسی خیال کو دل میں جگہ دینا ہی غیر ممکن تھا۔ پس میں تمہارے بیان کو صحیح تسلیم کرتا ہوں۔ تاہم سوچو اور غور کرو کہ اس کی بیوقوفی کا نتیجہ کیا ہوا؟ ہماری لاعلمی میں گھر سے نکل کر بھاگ آئی۔ اور ہفتوں ہم لوگ اس کی وجہ سے سخت بے چین اور بے تاب رہے۔ محض اس لئے کہ بعض واقعات گذشتہ کی بنا پر ہمارے شبہات صحیح راہ کی طرف پھر گئے تھے۔ آخرکار ہم ایک ایسا سراغ پانے میں کامیاب ہو گئے۔ جس کی بنا پر اس جگہ کا پتہ معلوم ہو گیا۔ جہاں وہ ایک فرضی نام سے رہتی تھی۔ فی الحقیقت کل ہی یہ بات ہم کو معلوم ہوئی تھی۔ کہ اپنے گھر سے نکل کر اس نے کیمڈن ٹاؤن کے کسی محلہ میں ایک ادنیٰ مکان کرایہ لیا تھا۔ جہاں اس کے نام بعض چٹھیاں جن پر ڈاک خانہ رائیڈ کی مہر لگی ہوئی ہوتی تھی۔ آیا کرتی تھیں اس کے بعد میں اور اس کا بھائی فوراً اس طرف کو روانہ ہوئے۔ چنانچہ آج ہی صبح وہ ہمیں بازار میں پھرتی ہوئی مل گئی۔ اور۔۔۔"

"لیکن کس لئے آپ یہ ساری تفصیلات اس کے روبرو بیان کر رہے ہیں؟" لارڈ ہیوبرٹ نے بے صبری کے ساتھ اپنے باپ سے پوچھا۔

"اس کی بعض وجوہ ہیں۔" ارل نے آہستگی اور استقلال کے ساتھ کہا۔ "اور

پھر میری طرف مڑ کر" ماحصل میرے کہنے کا یہ ہے کہ اس وقت تک کوئی ایسی بات کسی شخص کو معلوم نہیں جو میری بیٹی کے نام نیک پر حرف لانے والی ہو۔ لوگوں کو یہی معلوم ہے۔ کہ وہ اپنی بہنوں سے ملنے ڈیون شائر گئی ہوئی ہے۔ اور جن شخصوں کو اس کے عدم پتہ ہونے کی اصل حقیقت معلوم ہے۔ اُن سے بھی اس بات کا اندیشہ نہیں۔ کہ وہ اس راز کو کسی پر ظاہر ہونے دیں گے۔ پس میں تم سے درخواست کرتا ہوں۔ میں اس بیوقوف لڑکی کے باپ کی حیثیت میں۔ نیز اس شخص کی حیثیت میں جو عہد ماضی کی ہر ایک خطا معاف کر سکتا ہے درخواست کرتا ہوں۔ کہ تم مجھے اس بدنصیب کو اس مہلک انکشاف سے بچانے میں مدد دو۔"

"مائی لارڈ میں بڑے شوق سے اس خدمت کے لئے حاضر ہوں"۔ میں نے جواب دیا۔" اور چونکہ آپ مجھ سے نرمی کا سلوک کر رہے ہیں۔ اس لئے میں بھی اتنا کم ظرف اور کمینہ نہیں ہوں۔ کہ آپ کی کوششوں کی راہ میں روڑا اٹکانے کی جرأت کروں"۔

"ہیوبرٹ اس لڑکے کے خیالات بہت اچھے معلوم ہوتے ہیں"۔ ارل آف مینڈری دل نے اپنے بیٹے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اور پھر میری طرف مڑ کر سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہنے لگا "تم اس کام میں ہماری بہت کچھ مدد کر سکتے ہو۔ سب سے پہلے تمہارے چپ رہنے کی ضرورت ہے۔ اور اس کے بعد کچھ اور مہربانیاں بھی ہیں جن کی بابت تم سے درخواست کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن سب سے بڑھ کر جس چیز کی ضرورت ہے۔ وہ حالات گذشتہ کے بارہ میں تمہارا چپ رہنا ہے۔ میرے خیال میں جو وعدہ امداد تم نے کیا۔ وہ محض لفاظی تک محدود نہ تھا۔۔۔"

"مائی لارڈ خدا نہ کرے کہ میں اس معاملہ میں آپ سے کسی طرح کی بے وفائی کروں"۔ میں نے جواب دیا۔ "میری ایمانداری کا بہترین ثبوت یہ ہے۔ کہ اودل دلا کی کوٹھی میں کسی ایک شخص کو بھی یہ بات معلوم نہیں۔ کہ لیڈی کیلنتھہ ہی فرضی نام

سے اس جگہ رہتی ہے۔ اور نہ کوئی اور مفصّر کیفیت اس کے برخلاف کسی کو معلوم ہے"
"جوزف ولٹ مجھے تمہارے الفاظ سے صداقت کی بُو آئی ہے" ارل آف میڈی ول نے میرے الفاظ سے اور بھی زیادہ خوش ہو کر کہا "اس کا مطلب یہ ہے کہ اوول ولا میں کوئی شخص نہیں جانتا کہ مس میٹلڈا پامر کے فرضی نام میں ایک امیرزادی کی شخصیت پوشیدہ ہے۔ پس دوسری درخواست جو میں تم سے کرتا ہوں۔ یہ ہے کہ اس راز کو اسی طرح پوشیدہ رہنے دو۔ میری بیٹی عنقریب ایک خط لکھ کر مسٹر رابنسن کے نام بھیج دے گی۔ ۔ ۔"

"مائی لارڈ میں اس سلسلہ میں یہ بات بھی آپ سے عرض کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ مسٹر رابنسن نے لیڈی کیلنتھ کے دیر تک واپس نہ آنے سے بیتاب ہو کر اُس کی تلاش کا فرض میرے ہی ذمہ ڈالا تھا۔ اور اس نے میں آپ کے بھیجے ہوئے آدمی کی زبانی اطلاع پا کر فوراً حاضر ہو گیا"

"تو اس صورت میں جوزف ولٹ" ارل نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا "تم واپس جا کر کہہ دو کہ انتہائی کوشش کے باوجود تمہیں اُس کی تلاش میں کامیابی نہیں ہوئی۔ عنقریب جیسا میں نے بیان کیا ہے۔ میری بیٹی ایک خط مناسب لفظوں میں مسٹر رابنسن کے نام لکھ کر بھیج دے گی۔ اور اُس میں اپنے ترک ملازمت کے بارہ میں ضروری عذرات بھی درج کر دے گی۔ اس خط کا مضمون یقیناً تم کو بھی معلوم ہو جائیگا۔ اور تیسری درخواست میں یہ کرنا چاہتا ہوں۔ کہ تم لفظ اپنے کسی لفظ کے ذریعہ سے اس بیان کو جھٹلانے کی کوشش نہ کرنا۔ کیا میں امید کر سکتا ہوں کہ تم ایسا کرو گے؟"

"ہاں مائی لارڈ میں اس کا وعدہ کرتا ہوں" میں نے پُر یقین لہجہ میں جواب دیا۔ اور یہ بیان کرنا لاحاصل ہے۔ کہ یہ امر واقعہ تھا۔ کم از کم اس بارہ میں میری

طرف سے کسی مجبوری یا بناوٹ کی کوشش نہ کی گئی تھی۔

میری چوتھی درخواست یہ ہے کہ آئندہ تم کبھی کسی موقعہ پر کسی حال میں بھی میری بیٹی سے ملنے کی کوشش نہ کرو۔" ارل نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"میں خدا کو حاضر جان کر سچے دل سے اس بات کا وعدہ کرتا ہوں!" میں نے جواب دیا۔" اور اگر میں اپنے اس عہد کو توڑ دوں تو خدا کرے مصری وباؤں سے دس ہزار گنا زیادہ مصیبتیں مجھ پر نازل ہوں۔"

"بس کافی ہے۔" ارل نے اب پہلے سے بہت زیادہ نرم ہو کر کہا۔" تم اس میں شک نہیں۔ تا حد امکان تلافی کی کوشش کر رہے ہو۔" اور اس کے بیان سے رفتہ رفتہ یہ خیال میرے دل میں جاگزین ہونے لگا۔ کہ وہ حقیقت حال کو بڑی حد تک سمجھ چکا ہے۔ یعنی اُسے پورا یقین ہو گیا ہے۔ کہ میں اس کی بیٹی کے پیچھے اس قدر نہیں دوڑا۔ جتنا وہ میرے پیچھے دوڑتی رہی ہے۔" لیکن اب جوزف" اس نے سلسلہ بیان جاری رکھتے ہوئے کہا۔" ایک آخری اور سب سے بڑی درخواست یہ ہے کہ تم جس قدر جلد ممکن ہو بسز رابنسن کی ملازمت ترک کر کے اپنے لئے کہیں اور نوکری تلاش کر لو۔ اس سے میرا مقصد جو کچھ ہے۔ میں اس کو پوشیدہ رکھنا نہیں چاہتا۔ چونکہ تم نے سب حال صاف صاف کہہ دیا ہے۔ اس لئے میں بھی پوری صفائی سے کام لینا چاہتا ہوں۔ مختصر لفظوں میں میرا مدعا یہ ہے کہ آئندہ میری بدنصیب بیٹی کو پھر تم سے میل جول کرنے کا موقعہ نہ ملے۔ تمہارے اور اُس کے درمیان نہ صرف ملاقات بلکہ خط و کتابت کا بھی کوئی امکان نہ رہے۔ رفتہ رفتہ تمہارا خیال اُس کے ذہن سے مٹ جائے۔ اور اس طرح وہ محبت جو اُسے تم سے ہے۔ زائل ہونی شروع ہو جائے۔ میں مانتا ہوں۔ یہ درخواست غیر معمولی ہے۔ اور تمہیں اُس

ملازمت کو ترک کرنیکے لئے کہنا۔ جہاں رہ کر تم ہر طرح خوش ہو۔ جہاں ایک نیکدل مالکن کے زیر سایہ رہتے ہوئے تمہیں کوئی تکلیف نہیں ایک بیجا مطالبہ ہے۔ تاہم اُسکی تلافی کی ایک صورت میرے ذہن میں پیدا ہوئی ہے یعنی تمہارے اس نوکری کو ترک کرنیکے بعد میں تمہاری ملازمت کا انتظام ایک دُور افتادہ مقام پر کردوں گا۔ جگہ اس میں شک نہیں یہاں سے بہت دُور واقع ہے تاہم اس کا میں تم کو پورا یقین دلاتا ہوں کہ وہاں تم ہر طرح آسائش کے ساتھ رہوگے پھر اس کے علاوہ میں تمہارے اس جگہ جانے کے اخراجات اپنی گرہ سے ادا کردوں گا۔ اور اس کے ساتھ میں اظہار ممنونیت کے طور پر کچھ اور بھی تم کو دوں گا۔"

اس موقعہ پر لارڈ ہیوبرٹ زور کے ساتھ چونکا۔ گویا اُس کی رائے میں وہ روپیہ جو اس کے باپ نے ایک ادنیٰ نوکر کے رو برو اختیار کیا اتنا باعث ذلت تھا کہ وہ شرم محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔

مگر ارل نے اپنے لفظوں پر زور دیکر سلسلہ تقریر جاری رکھا اور کہا: "ممنونیت کا لفظ میں نے قصداً استعمال کیا ہے اور جوزف میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر وہ سب باتیں جو میں نے اس وقت تم سے کہی ہیں تم نے منظور کرلیں۔ تو میں واقعی عمر بھر تمہارا احسانمند رہوں گا۔"

"مائی لارڈ جو کچھ آپ کہتے ہیں میں کرنیکے لئے تیار ہوں": میں نے جواب دیا۔ "لیکن اس کے ساتھ ہی میں بڑے ادب سے کوئی اس طرح کا سودا قبول کرنے سے انکار کرتا ہوں جو رشوت کی صورت رکھتا ہو۔" اور یہ کہتے ہوئے میں نے لارڈ ہیوبرٹ کی طرف پر غرور نظروں سے دیکھا۔ گویا اس ذریعہ سے میں اس کو آگاہ کرنا چاہتا تھا کہ اپنے بدن پر ایک ادنیٰ نوکر کی وردی رکھتے ہوئے بھی میرے خیالات اُسی قدر اونچے اور بلند تھے جتنے کسی مرد شریف کے ہونے چاہئیں۔

"بس جوزف": ارل نے آخرکار کہا۔ "میں اب اس بارہ میں اور کچھ کہنا نہیں چاہتا جو نئی ملازمت میں نے تمہارے لئے سوچی ہے وہاں تم ہر طرح آرام کے ساتھ رہوگے۔ اور یہ اس

بات کا ثبوت ہوگا۔ کہ جہاں تک ممکن تھا میں نے تمہاری بہتری کی کوشش سے دریغ نہیں کیا مفصل حالات تمہیں اس خط سے معلوم ہوں گے۔ جو چند دن کے عرصہ میں تمہارے پاس پہنچے گا لیکن ایک مرتبہ پھر میں درخواست کرتا ہوں کہ جو کچھ میں نے پیشتر بیان کیا ہے کسی طریقہ پر اس کی خلاف ورزی نہ ہو:

"میں اس بارہ میں سچے دل سے اقرار کرتا ہوں کہ میرے کئے ہوئے وعدے ضرور پورے ہونگے" میں نے جواب دیا۔

"اس صورت میں تم اب مسنر راینسن کے مکان پر واپس جا سکتے ہو"۔ اَرل آف میڈی دل نے کہا۔ "اور گو میں تم سے جھوٹ بلوانے پر مجبور ہوں۔ تاہم مصلحت کا تقاضا یہی ہے۔ کہ تم وہاں جا کر مسنر راینسن سے کہو کہ مس پامر کے متعلق جا بجا دریافت کرنے کے باوجود مجھے اس کا پتہ نہیں ملا۔ اس سے اس کے دل کو تشویش ضرور ہوگی لیکن عنقریب ایک آدمی رقعہ لیکر اُسکے پاس پہنچ جائے گا جسمیں سارے حالات درج ہونگے۔ بس اب جاؤ الوداع"!

میں سلام کرکے رخصت ہوا۔ مگر اپنے جی میں بہت خوش تھا۔ کہ وہ کڑا امتحان جس سے میں اس قدر ڈرتا تھا۔ ایسے تسلی بخش طریقہ پر ختم ہوگیا۔ اور مجھے ایک دو معاملوں میں تھوڑا سا جھوٹ بولنے کے سوا اپنے ضمیر کا خون کرنا بھی نہیں پڑا۔ ہوٹل سے نکلکر میں تیز چلتا گھر کی طرف ہو لیا۔ اب میری ہمت بلند تھی۔ کیونکہ مجھے اس بات کا یقین ہو چکا تھا۔ کہ کیلنتھ پھر ایک بار اپنے والدین کے سایہ عاطفت میں پہنچ جائیگی اور اُنکی طرف سے اس قسم کی ضروری احتیاطیں اختیار کر لی جائینگی جن سے وہ اس بدنامی سے محفوظ رہے جو اُس کے فرار سے پیدا ہونی لازم تھی اس کے علاوہ میں اس پہلو سے بھی خوش تھا۔ کہ اُس سے علیحدگی حاصل کرنیکی یہ ترکیب سب سے بہتر اور موثر ثابت ہوگئی۔ اسکے ساتھ ہی میں نے اپنے دل میں عہد کر لیا۔ کہ آئندہ خواہ کچھ ہو اور کیلنتھ کی طرف سے کیسی ہی ترغیب کیوں نہ دی جائے۔ میں اپنی اہلیہ سے کبھی کسی حالت میں قولاً فعلاً یا اشارتاً بے وفائی نہ کروں گا۔

اور ل ولا پہنچ کر مَیں نے مسز رابنسن کو اطلاع دی کہ تلاش بسیار کے باوجود مس پامر کا پتہ نہیں ملا۔ اس سے مالکن کو جو تشویش ہوئی اس کا اندازہ بآسانی کیا جا سکتا ہے۔ نوکر بھی اس اطلاع کو پا کر سخت پریشان ہوئے اور ہر شخص اس بارہ میں طرح طرح کے خیالات ظاہر کرنے لگا۔ مگر اُن میں سے کسی نے کوئی بات ایسی نہیں کہی۔ جو کیلنتھ کے اعلیٰ اخلاق کے منافی ہوتی۔ لیکن فکر و تشویش کی یہ حالت بہت دیر قائم نہ رہی۔ کیونکہ جلدی ہی ایک قاصد مسز رابنسن کے نام رقعہ لیکر آ گیا جس کو دیکھتے ہی میں سمجھ گیا۔ کہ کیلنتھ کا بھیجا ہوا ہے۔ تحریر ٹھیک اُسکی تھی۔ مگر جلدی میں ہونے جوش کی وجہ سے حرفوں کی ساخت جا بجا بگڑی ہوئی نظر آتی تھی خیر میں نے وہ رقعہ اپنی مالکن کو پہنچایا۔ اور اُس کے تھوڑی دیر بعد خط کے مضمون کا حال بھی خادمہ کی زبانی معلوم ہو گیا۔ اس میں لکھا تھا۔ کہ اپنی خالہ کی موت کے بعد (یہ وہی فرضی قصہ تھا جو کیلنتھ نے حصول ملازمت کے لئے گھڑا اور جسے اب تک قائم رکھا گیا تھا) میں اپنے رشتہ داروں سے جھگڑ کر علیحدہ ہو گئی تھی۔ اور اس خیال سے کہ وہ مجھ سے اچھا سلوک نہیں کرتے میں نے اپنی روزی آپ کمانے کی کوشش شروع کر دی تھی۔ چنانچہ اسی لئے میں نے آپ کے ہاں نوکر استانی کا فرض ادا کرنے کا فیصلہ کیا تھا لیکن بعد ازاں میرے ان رشتہ داروں کو اپنے رویہ پر افسوس ہوا وہ میرا سراغ لگاتے اسجگہ تک آئے۔ اور میں جب دن کے وقت سودا لینے گئی تو انہوں نے مجھ کو بازار سے گذرتے ہوئے دیکھ لیا۔ اس پر وہ مجھے اپنے ساتھ لے گئے۔ اپنی سابقہ بدسلوکی پر افسوس ظاہر کیا۔ اور اس بات کے لئے زور دیا کہ میں پھر اُن کے ساتھ واپس چلوں۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ آئندہ کبھی کوئی ایسی بات ہماری طرف سے نہ ہو گی جو تمہارے لئے باعث رنج و تکلیف ہو۔ نہ کوئی اس طرح کا موقعہ پیش آنے دیا جائیگا جس سے باہمی کدورت بڑھے۔ اور نفاق پیدا ہو۔ یہ اور ایسی ہی کئی جھوٹی سچی باتیں لکھ کر لیڈی کیلنتھ نے جس نے رقعہ میں اپنا نام مس ہیلڈا پامر ہی لکھا تھا مسز رابنسن سے ترک ملازمت کی معافی مانگی اور اس بات پر اظہار افسوس کیا۔ کہ وہ الوداع کہنے کے لئے کوٹھی

پر حاضر نہ ہو سکی۔ اس نے لکھا میں ضرور آتی لیکن میرے وہ رشتہ دار اس ڈر سے مجھے روکے ہوئے ہیں کہ شاید میں پھر اُن کے پاس جانے سے انکار کر دوں۔ آخر میں اُس نے مسز رابنسن کی اُن عنایتوں کا جو اُس نے ہمیشہ اس پر کی تھیں شکریہ ادا کیا اور لکھا کہ میری نسبت کسی بری رائے کو دل میں جگہ نہ دیجئے۔ اور نہ میری اس ناگہانی رخصت کے لئے مجھ کو ناشکرا تصور کیجئے گا۔ اپنے کپڑوں اور اُس نقدی کے بارہ میں جو اُس کے صندوق میں باقی تھی۔ اُس نے تحریر کیا کہ وہ تو چیزیں نوکروں میں حصہ رسدی تقسیم کر دی جائیں۔ اور مسز رابنسن کیلئے دعائے صحت پر خط کا مضمون ختم کر دیا۔

یہ بات قبل ازیں بارہا لکھی جا چکی ہے کہ مسز رابنسن بڑی آرام طلب سہل پسند عورت تھی جو حتی الوسع کوئی ایسا کام کرنے سے گریز کرتی تھی۔ جو اس کے لئے موجب تکلیف ہو۔ اور محض اس تکلیف ہی کے خیال سے جو ایسی حالتوں میں دل و دماغ کو لاحق ہوتی ہے۔ وہ کسی پر غصہ ہونا بھی نہ جانتی تھی۔ پس اس رقعہ کو پڑھ کر اُس نے نہ کوئی شکوہ کیا نہ کسی بدگمانی کو دل میں جگہ دی اُس نے اس خط کے بیان کو حرف بحرف صحیح سمجھ لیا۔ اور اُس کے نرم لہجہ سے کوئی رنج بھی اُس کے دل کو نہ ہوا۔ فی الحقیقت اُس نے اس بات پر اظہار افسوس کیا کہ حالات کی مجبوری سے وہ مس پامر کو الوداع نہ کہہ سکی۔ گھر کے نوکروں میں سے کسی کو بھی اس بات کا شبہ نہ ہو سکا۔ کہ مس پامر کی علیحدگی کسی خاص وجہ کا نتیجہ ہے۔ البتہ کو بھی طرح معلوم تھا۔ کہ اس نے رچرڈ فرینکلن کی شادی کی درخواست نامنظور کر دی تھی۔ اور اس بنا پر وہ خوب سمجھ سکتے تھے۔ کہ جو عورت ایک ایسے شریف اور آسودہ حال شخص سے جیسا کہ رچرڈ فرینکلن تھا محض اس بنا پر شادی سے انکار کر سکتی ہے کہ اُس کا دل نہیں مانتا۔ اُس کی فوری ترک ملازمت یا روانگی کو ہر طرح کے شک و شبہ سے بالاتر سمجھنا چاہیے۔ چنانچہ اس کے تھوڑا عرصہ بعد پھر ایک بار استانی کی ضرورت کا اشتہار اخبارات میں درج کرایا گیا۔ لیکن جب اس کے ایک ہفتہ بعد میں اور دل وفا سے رخصت

ہوا تو اُس وقت تک کسی نئی اُستانی کے نوکر رکھے جانے کا آخری فیصلہ نہ ہوا تھا۔

اس باب کو ختم کرنے سے پہلے میں صرف اس قدر اور بیان کرنا چاہتا ہوں کہ لارڈ مینڈی ول نے میرے لئے تلاش ملازمت کا جو وعدہ کیا تھا۔ اُس کو اس نے حرف بحرف پورا کیا۔ چنانچہ ان واقعات کے دس دن بعد جو گرینڈ ہوٹل میں پیش آئے تھے۔ مجھے ایک خط ملا جس پر سادہ مہر لگی ہوئی تھی اور جس کے مضمون کے تحت میں احتیاط مزید کے خیال سے راقم کے دستخط بھی موجود نہ تھے۔ تاہم میرے لئے یہ بات معلوم کرنا بہت دشوار نہ تھا کہ وہ خط کس کا لکھا ہوا ہے۔ کیونکہ نفس مضمون اس راز کو پوری طرح واضح کرنے والا تھا میں یہاں اُس کو بجنسہٖ درج کرتا ہوں۔

۱۲ر فروری ۱۸۳۹ء

جوزف ولمٹ کے لئے نئی ملازمت کا انتظام پرتھ شائر میں اپنچ میتھگلن کے مسٹر دیناچر کے ہاں کر دیا گیا ہے اُس کو چاہئے کہ پہلے لندن جا کر وہاں سے ایڈنبرگ ہوتا ہوا پرتھ پہنچ جائے۔ اسجگہ اُس کو انچ میتھگلن جانے کے لئے سواری مل جائیگی۔ کیونکہ اُن اطراف میں اسجگہ کا حال ہر شخص کو معلوم ہے۔ مسٹر دیناچر کو اس بارہ میں براہ راست اطلاع دے دی گئی ہے اور جو سفارش اس بارہ میں کیگئی ہے۔ اس کی بنا پر یقین ہے۔ کہ مسٹر دیناچر بڑی خوشی سے جوزف ولمٹ کو تیس پونڈ سالانہ پر ملازم رکھ لیں گے۔ اس سلسلہ میں مسٹر دیناچر موصوف نے جوزف ولمٹ کے اخراجات سفر ادا کرنے کو بیس پونڈ کی رقم راقم الحروف کی معرفت ادا کر دی ہے۔ (جو ملفوف ہے) آج سے تین ہفتوں کے اندر جوزف ولمٹ کو اس جگہ پہنچ جانا چاہئے۔ کیونکہ مسٹر دیناچر کو اُس کی آمد کا انتظار ہوگا۔ فقط۔

لفافہ پر ڈاکخانہ انفیلڈ کی مہر تھی اور خط کے ساتھ بیس پونڈ کی ایک ہنڈی پرتھ کے کسی ساہوکار کی طرف سے اس کی لندنی کوٹھی کے نام ملفوف تھی۔ پہلے میرے جی میں آئی

کہ ہنڈی مسٹر دیناچر کو شکریہ کے ساتھ واپس کردوں اور اُسکے ساتھ ایک خط لکھوں کہ اس طرح کی حالتوں میں نوکر اپنا سفر خرچ اپنی گرہ سے ادا کیا کرتے ہیں (کیونکہ مجھ کو پورا یقین تھا کہ یہ رقم ارل آف مینڈی ول کی تحریک پر بھیجی گئی ہے۔ اور مجھے نقدی کی کوئی رقم جوارل موصوف کی طرف سے رشوت کی صورت رکھتی ہو لینے سے استکراہ تھا) لیکن جب اس کے بعد سوچا تو خیال آیا کہ ممکن ہے میری اس کارروائی سے مسٹر دیناچر کے دل پر بُرا اثر پیدا ہو۔ اور یہ خیال اُس کے دل میں جاگزین ہوجائے کہ اپنی مغرور طبیعت کی وجہ سے میں اُس کی نوکری کے نااہل ہوں۔ پھر اس کے علاوہ جب یہ بھی میں نے سوچا۔ کہ ایک اتنے لمبے سفر کے اخراجات میرے لئے ناقابل برداشت ہوں گے تو میں نے یہی بہتر سمجھا کہ اس روپیہ کو وصول کرلوں۔ رہ گیا ملازمت کا سوال تو ہرچند سکاٹلینڈ کا خطہ انگلستان سے دُور تھا۔ تاہم میرے دل میں اُس سرزمین کو دیکھنے کی مدت سے آرزو تھی۔ میں نے اُس ملک اور اُس کے دحشت انگیز و پُر فضا نظاروں کا حال بارہا کتابوں میں پڑھا تھا۔ اس لئے اس کو دیکھنے کا شوق بڑی مدت سے پیدا ہوچکا تھا۔ بہ حیثیت مجموعی مجھے اس ملازمت پر جوارل آف مینڈی ول نے میرے لئے تلاش کی تھی کسی طرح کا اعتراض نہ تھا۔ البتہ اُس کی ضمنی تفصیلات میں ایک بات ایسی تھی۔ جس کو میں ناپسند کرتا تھا۔ یعنی سکاٹ لینڈ جانے کے لئے لندن پہنچنے کے سوال کو۔ نہ صرف میرے لئے سفر کا رستہ وہی تھا۔ بلکہ ہنڈی کا روپیہ وصول کرنے کے لئے بھی میرا لندن پہنچنا ضروری تھا۔ لندن میں بھی اگر میرے لئے اینبل سے ملنے کی کوئی صورت ممکن ہوتی۔ تو میں خوشی سے ہر طرح کے خطروں کو برداشت کرلیتا کیونکہ اس صورت میں ایک کی راحت دوسرے کی تکلیف کی بوجہ احسن تلافی کردیتی لیکن اُس سے ملنے کی آرزو موہوم تھی۔ لندن ایسے شہر میں یہ کس طرح ممکن تھا۔ کہ میرے مختصر قیام میں وہ رستہ چلتی مل جائے اور یہ تو کبھی حال میں ممکن نہ تھا۔ کہ میں اُس کے نام خط لکھتا یا گریٹ رسل سٹریٹ والے مکان پر اُس سے ملنے کے لئے جاتا۔ البتہ اس کے

مقابلہ میں لینوور سے اتفاقاً ملاقات ہوجانے کا خطرہ شدت سے دامنگیر تھا۔ اور میں یہ بات تسلیم کرنے پر مجبور رہوں گا کہ اتنا عرصہ گزر جانے پر بھی اُس خوفناک کبڑے کی طرف سے سخت دہشت میرے دل میں بیٹھی ہوئی تھی۔ یہ صحیح ہے کہ اب میری عمر ۱۸ برس کی تھی۔ اور جسمانی بالیدگی کے ساتھ میرے دماغی قوائے بھی کافی ترقی کی تھی۔ میں نے دنیاوی امور کا تجربہ بھی حاصل کر لیا تھا۔ اور اس لئے واقعہ میں میرے دل کو مسٹر لینوور کی طرف سے اتنا خوف نہ ہونا چاہیے تھا۔ جتنا پیشتر تھا۔ تاہم میں اس امر واقعہ کو نظرانداز نہیں کرسکتا کہ میں۔ ۔ ۔ اُس سے ڈرتا تھا۔ میں بزدل نہیں ہوں۔ فی الحقیقت میں کبھی بزدل نہ تھا اور حقیقت یہ ہے کہ وہ اگر مجھ پر رو در رو وار کرتا تو میں بڑی دلیری سے اُس کا مقابلہ کرسکتا تھا۔ مگر اس کی سیرت کا حال جانتے ہوئے میں اس حقیقت کو نظرانداز نہ کرسکتا تھا کہ وہ بڑا مکار۔ فریبی اور چالباز ہے۔ اُسے دھوکے اور فریب سے بالکل عار نہ تھی۔ اور وہ مطلب براری کے لئے ہر طرح کے فعل پر آمادہ ہوسکتا تھا۔ یہی وجہ تھی۔ کہ میں اب بھی اس طرح اس سے بچتا تھا۔ جیسے کوئی طاقتور آدمی اپنی قوت پر بھروسہ رکھتے ہوئے بھی سانپ کی بانبی یا وحشی درندہ کے بھٹ سے دور رہتا ہے۔ علاوہ بریں اینبل سے عشق کرتے ہوئے اس آدمی سے میرے تعلقات اتنے عجیب تھے۔ کہ میں اُس خطرہ کا حال جو اس کی طرف سے مجھ کو تھا۔ کسی دوسرے پر ظاہر بھی نہ کرسکتا تھا۔ محض اُس کے اینبل کا باپ ہونے کی وجہ سے میں قانون کی امداد حاصل کرنے سے معذور تھا۔ حتیٰ کہ وہ اگر مجھ پر قاتلانہ وار کرتا تو میں حالت نزع میں بھی اُس کا نام کسی پر ظاہر نہ کرسکتا تھا۔ کیونکہ اُسے پھانسی کا مستوجب بنانا خود اینبل کو داغ معصیت سے ملوث کرنے کے برابر تھا۔

یہ کیفیت مسٹر لینوور سے میرے تعلقات کی تھی۔ یعنی گو اب میں اس کو پہلے کی طرح ہیچا یا ہوّا سمجھ کر نہ ڈرتا تھا۔ تاہم ایک خطرناک دشمن ایک پراسرار غنیم اور مدلس دغاباز فریبی کی حیثیت میں جو کسی وجہ نامعلوم سے میری جان کے درپے ہو رہا تھا۔ میں

اب بھی اس سے خوف کھاتا تھا۔ پس دور اندیشی کا تقاضا یہی تھا کہ میں اس سے بچوں اور حتی الوسع اس کے سایہ سے بھی دور رہوں۔ یہی باعث میرے اس اضطراب کا تھا جو لندن جانے کے خیال سے میرے دل کو لاحق ہوا۔ لیکن سارے پہلو سوچ کر میں نے اپنے جی کو اس بیجا وحشت کے لئے ملامت کی۔ میں نے سوچا کہ اب میں ایک مرد بالغ اور جوان ہوں۔ (باوجود میرے بدن کے باوجود میں نے قامت کی درازی کافی حاصل کر لی تھی) اس لئے مجھے کسی بیجا اندیشے کو دل میں جگہ نہ دینی چاہئے۔ پس آخری فیصلہ جو میں نے اپنے آپ سے کیا یہی تھا۔ کہ سفر کی ترکیب جو ارل آف مینڈی۔ل نے پیش کی تھی۔ اس پر عمل کر کے مجھے سب سے پہلے لندن اور اس کے بعد ایڈنبرگ ہوتے ہوئے اس مقام پر جانا چاہئے جہاں میرے لئے نئی ملازمت کا انتظام کر دیا جا چکا تھا۔

باب ۔۔ ۴۰

ناگہانی ملاقات

مارچ کا مہینہ شروع ہو چکا تھا۔ جب میں اودل ولا میں مسز رابنسن اور اپنے ساتھی نوکروں سے جدا ہو کر سکاٹ لینڈ کے لمبے سفر پر روانہ ہوا۔ رائیڈ سے پورٹسمتھ کا بحری سفر جہاز میں طے کر کے میں سہ پہر کو لندن جانے والی سفری گاڑی پر سوار ہوا۔ اور بڑی رات گئے لندن کے گریس چرچ سٹریٹ میں جا اترا۔ اس جگہ سفری گاڑی کراس کیز نامی سرائے میں ٹھہری۔ اور وہیں میں نے قیام کیا۔ وہ رات سرائے میں بسر کرنے کے بعد میں صبح کے ناشتہ سے فارغ ہو کر لمبرڈ سٹریٹ کی طرف روانہ ہوا۔ جہاں اس ہنڈی کا روپیہ وصول کرنا تھا۔ جو میرے پاس تھی۔ اس کام سے فارغ ہو کر میں پھر اسی سرائے میں واپس آ گیا اور شمال کی طرف چلنے والی گاڑیوں کے بارہ میں دریافت حال شروع کیا۔ معلوم ہوا

اس طرح کی گاڑیوں کے بارہ میں صحیح معلومات بل اینڈ موتھ نامی سرائے سے حاصل ہونگے جو آلڈرس گیٹ سٹریٹ میں واقع تھی۔ چنانچہ میں اس طرف کو روانہ ہوا۔ رستہ میں پوسٹ ڈاک کی عمارت دیکھنے کا اتفاق ہوا جسے میں نے پیشتر کبھی نہ دیکھا تھا اور میں تھوڑی دیر اس عالیشان عمارت کو دیکھنے کے لئے ٹھہر گیا۔ میں ابھی کھڑا تھا کہ ایک مرد شریف ایک خاتون کے بازو میں بازو ڈالے سیڑھیوں سے اترتا نظر آیا۔ دونو آہستگی سے چلتے اس مقام کی طرف آئے جہاں میں کھڑا تھا۔ اور اس وقت میں نے دیکھا کہ مرد کے ہاتھ میں ایک کھلا ہوا خط تھا۔ جسے وہ خاتون مذکور کو پڑھ کر سنا رہا تھا۔ قریب آجانے پر میں نے فوراً پہچان لیا۔ کہ وہ چارلٹن کا پادری ہنری ہاورڈ اور اس کے ساتھ والی عورت ایڈتھ ڈیلمیر تھی۔

اس نیکدل خاتون کو دیکھ کر جس کے احسانات کی یاد اب تک میرے دل سے محو نہ ہوئی تھی۔ میرے منہ سے بے اختیار کلمہ حیرت نکلا۔ اور میں آداب بجا لانے کے خیال سے آگے بڑھا مسٹر ہاورڈ نے تو مجھ کو نہیں پہچانا۔ البتہ ایڈتھ چند ثانیوں تک اس طرح کی مشکوک نظروں سے میری طرف دیکھتی رہی۔ گویا سوچتی تھی۔ کیا یہ وہی نوجوان ہے جس کے بارہ میں اس کے دل میں شبہ پیدا ہوا تھا۔ ہمیں ایک دوسرے سے علیحدہ ہوئے ڈھائی سال کا عرصہ گذر چکا تھا۔ تب میں پندرہ سال کا لڑکا تھا۔ حالانکہ اب اٹھارویں برس میں قدم رکھ کے دراز قد جوان بن چکا تھا۔ یہ صحیح ہے کہ ڈیلمیر سے رخصت ہونے کے بعد میں نے اس کو ڈیرن شائر کے موضع چارلٹن کے گرجا میں دیکھا تھا۔ مگر جیسا ناظرین کو یاد ہوگا۔ اس موقعہ پر اس نے مجھے بالکل نہ دیکھا تھا۔ چنانچہ یہی وجہ تھی کہ وہ تھوڑی دیر متحیر نظروں سے میری طرف دیکھتی رہی۔ گویا سوچ رہی تھی کہ کیا یہ نوجوان وہی کمسن نوکر ہو سکتا ہے جسے اس کے باپ نے فقیری کی زندگی سے نکال کر اپنے ہاں پناہ دی تھی؟

"کیا تم جوزف ولسٹ نہیں ہو؟" اس نے کچھ عرصہ میری طرف دیکھتے رہنے کے بعد آخرکار پوچھا۔

"ہاں مس ڈیلیر میں رہی ہوں" میں نے جواب دیا "اور میں امید کرتا ہوں کہ آپ مجھے اس بات کے لئے معاف کریں گے۔ کہ میں نے آپ کو دیکھ کر ٹھیرنے کی جرأت کی۔ لیکن آپ کی دیرینہ عنایتوں کی یاد ابتک میرے دل پر باقی ہے۔ اور میں ان کا شکریہ ادا کئے بغیر نہ رہ سکا"

"تم اب اُسے مس ڈیلیر نہ کہو۔ کیونکہ اب اُس کا نام مسز ہاورڈ ہے" پادری نے خاتون کی طرف تعریفی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

اس اطلاع کو پاکر میں نے دونوں کو مبارکباد دی۔ اور ایڈتھ کے خوشنما چہرہ پر ہلکی سرخی چھا گئی۔ تھوڑے سے توقف کے بعد اُس نے کہا "جرزف میں شکریہ ادا کرتی ہوں کہ تم نے میرے سلوک کو اتنی مدت یاد رکھا" اور اتنا کہکر وہ چپ ہو گئی۔ آنسوؤں کے قطرے بے اختیار اُس کی آنکھوں سے بہ نکلے۔ کیونکہ اُس زمانہ کا ذکر آنے سے اپنے مقتول باپ کی تصویر اس کی نظروں کے سامنے پھر گئی۔

"کیا میں مسٹر اور مسز ملگریو کے بارہ میں دریافت حال کی جرأت کر سکتا ہوں؟" میں نے کہا۔

"ہمیں اُن سے ملے مدت ہو گئی" مسٹر ہاورڈ نے جواب دیا۔ اور یہ کہتے ہوئے اُس کے چہرہ پر افسوس کا سایہ پیدا ہو گیا۔ پھر جب میں نے ایڈتھ کی طرف دیکھا تو معلوم ہوا۔ غم کے آثار اُس کے خوشنما چہرہ پر بھی موجود تھے۔

اس کے بعد پھر سکوت طاری ہو گیا۔ اور میں اپنے جی میں یہ سوچکر پریشان ہو نیلگا کہ نادانستہ میں نے ایک ایسا ذکر چھیڑ دیا۔ جو اُن دونو کے لئے پریشانی کا موجب تھا۔ اور اب جو میں نے مسٹر اور مسز ہاورڈ کی طرف زیادہ غور سے ساتھ دیکھا تو معلوم ہوا کہ اُن کا لباس سیاہ نہ تھا۔ جس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ سوگ کا زمانہ کچھ عرصہ پیشتر ختم ہو چکا تھا۔ لیکن گو انہوں نے صاف ستھرا لباس پہنا ہوا تھا۔ تاہم میں یہ بات معلوم کئے بغیر نہ رہ سکا کہ اُنکے

لباس میں کفایت کے آثار نمایاں تھے۔ یعنی کچھ اس طرح کی ناقابل بیان تبدیلی اُن کی ظاہری حالت میں پیدا ہو چکی تھی جس سے پایا جاتا تھا کہ اب اُن کے مالی حالات پہلے کی طرح آسودہ نہیں۔ اور وہ اگر تنگی محسوس نہیں کرتے تو کم از کم فراغت سے محروم ضرور ہیں لیکن مالی مشکلات کے اُن آثار کے باوجود جو خود بخود ظاہر ہو جایا کرتے ہیں اور جنہیں کوئی طاقت چھپا نہیں سکتی۔ میں نے دیکھا کہ مسز ہاورڈ کے خوشنما چہرہ سے اخلاق و شرافت ظاہر ہوتی تھی۔ اور اگر ایڈتھ کا لباس اس زمانہ کے مقابلہ میں جب میں نے اُسے ڈیلمر منیر میں دیکھا تھا۔ ظاہراً کم نفیس تھا تو مقابلہ میں اُس کے حُسن نے غیر معمولی ترقی کر لی تھی۔ اب اس کی عمر اکیس سال کے قریب تھی۔ اور دوشیزگی کی خوبصورتی شباب کی شگفتگی حاصل کرنے لگی تھی۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ نیکی اور پاکیزگی کے وہ آثار جو پیشتر اُس کے چہرہ پر موجود تھے۔ اب غائب ہو گئے یا اعضا کی موزونیت یا چال کی لچک میں پہلے کی نسبت فرق آگیا۔ اور نہ ہی اس بیان کا یہ مطلب ہے۔ کہ اُس کے خط و خال کی درستی نے عہد شباب کے آغاز کے ساتھ کوئی نئی صورت اختیار کر لی۔ وہی اس کا حسن صبیح تھا۔ جو اُس زمانہ میں جب میں نے بار اول اُسے دیکھا تھا۔ البتہ کمسنی کی شوخی اور الھڑپنے کی بے فکری جو اٹھارہ برس کی عمر میں اُس کی خوشنما نیلی آنکھوں میں جھلکتی نظر آتی تھی اب بالکل غائب ہو چکی تھی۔ فکر کے آثار اُس کے چہرہ پر اور نگاہ میں موجود تھے۔ اُس کی حالت اُس آدمی سے ملتی تھی۔ جو پورے اطمینان کے ساتھ اپنے آپ کو حالات کی رو کے حوالہ کر چکا ہو۔ اور یہ تبدیلی بھی اتنی خفیف تھی۔ کہ بادی النظر میں کوئی شخص اُسکو اُس وقار نسوانی سے منسوب کر سکتا تھا۔ جو کتخدائی کے بعد لازماً پیدا ہو جاتا ہے۔ مگر مجھکو اچھی طرح معلوم تھا کہ اس کا صحیح باعث اس سانحہ پُرخوف کا اثر تھا۔ جو میری موجودگی کے زمانہ میں ڈیلمر منیر میں پیش آیا تھا۔ مگر ان جذبات سے قطع نظر وہ اب بھی انتہا درجے خوبصورت تھی اور پادری ہنری ہاورڈ بجا طور پر اس کی ذات دلفریب پر اظہار فخر کر

سکتا تھا۔ مگر سچ پوچھئے تو خود ایڈتھ کو بھی اپنے شکیل و وجیہ شوہر پر جائز طور پر فخر تھا۔

"جوزف" آخرکار ایڈتھ نے اُس بے وقفہ سکوت کو توڑ کر جو اُس کی بہن کلارا اور مسز ملگریو کا ذکر آنے سے پیدا ہوا۔ اور ہم تینوں کے لئے سخت ناگوار ہونے لگا تھا کہا "میرے خیال میں یہ پوچھنے کی حاجت نہیں کہ تم کافی آسودہ حال ہو۔ کیونکہ یہ بات تمہاری صورت سے پائی جاتی ہے"۔ (اس وقت میں نے عمدہ طرز کے سادہ کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ کیونکہ نئی ملازمت شروع نہ کرنے کی وجہ سے میں نے تاحال وردی نہ پہنی تھی)

"میڈم میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں"۔ میں نے جواب دیا۔ "حالات زمانہ کی سختی یا سرد مہری کی بے شک مجھے کوئی شکایت نہیں ہے۔ میں اپنی روزی آپ کما کر کھاتا ہوں اور خوش ہوں"۔

"لیکن تم کیا اب اپنے ماموں کے پاس نہیں رہتے ہو؟" دفعتاً اُس نے پوچھا۔

"کیا مسٹر بینوز ۔ ۔ ۔ اُس خوفناک آدمی کے پاس؟" میں نے چونک کر کہا۔ "نہیں۔ خدا اپنا رحم کرے۔ صرف چند ہفتے میں اس کے پاس رہا تھا ۔ ۔ ۔"

"معلوم ہوتا ہے۔ جو وعدے اس نے تم سے کئے تھے۔ اُن کو پورا نہیں کیا گیا"۔ ایڈتھ نے کہا "یعنی اس نے تمہیں اپنے گھر میں آسائش کے ساتھ نہیں رکھا"۔

"اوہ میڈم کاش سب حالات آپ کو معلوم ہوتے!" بے اختیار میرے منہ سے نکلا ۔ ۔ ۔ لیکن نہیں"۔ میں نے فوراً ہی رُکتے ہوئے کہا۔ کیونکہ اینیل کی خاطر میں کوئی بات اس کے باپ برخلاف منہ سے نکالنا نہ چاہتا تھا۔ اور اس کے بعد حالت اضطراب میں کسی طرح اس گفتگو کا رخ بدلنے کی غرض سے میں نے نادانستہ ایک ایسی حرکت کی۔ جس پر فوراً ہی مجھ کو افسوس ہوا۔ یعنی میں پھر وہی مضمون نیک بیٹھ گیا۔ جو پیشتر اس قدر ناگوار ثابت ہوا تھا۔ یعنی میں نے کہا "غالباً آپ عارضی طور پر میز میں قیام فرما

ہیں۔ کیونکہ مجھ کو اچھی طرح معلوم ہے۔" میں نے پادری ہاورڈ کی طرف مڑتے ہوئے کہا "کہ آپ کا اصلی وطن ڈیون شائر کے موضع چارلٹن میں ہے۔"

"یہ صحیح ہے۔" مسٹر ہاورڈ نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "لیکن واقعہ میں ہم ڈیلر مینز میں ٹھیرے ہوئے نہیں ہیں۔"

"پادری صاحب صرف ایک بار میں نے خوش نصیبی سے چارلٹن کے گرجا میں آپ کا وعظ سنا تھا۔" میں نے تقریر کرتے ہوئے کہا۔ "یہ بہت عرصہ پہلے کا واقعہ ہے میں تب لارڈ ریونس ہارے کے ہاں ملازم تھا۔ . . ."

"وہ جوزف" مسز ہاورڈ نے جلدی سے کہا "کیا تم اس امیر کے ہاں ملازمت کیا کرتے تھے۔ جو تباہ ہو گیا تھا؟"

"ہاں میڈم اور جس زمانہ کا میں ذکر کرتا ہوں۔ تب میں نے آپ کو بھی گرجا میں بیٹھے دیکھا تھا۔ مگر میں آپ کے روبرو آنے کی جرأت نہ کر سکا۔ اس کے تھوڑا عرصہ بعد میں جبکہ آداب بجا لانے پادری صاحب کے مکان پر حاضر ہوا۔ تو مجھ کو بتایا گیا۔ کہ آپ وہاں سے رخصت ہو گئی ہیں۔ بہرحال مجھ کو یہ جان کر بڑا رنج ہوا کہ آپ سخت پریشانی کی حالت میں اور بیمار ہیں۔ مگر اب یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوتی ہے۔ کہ آپ کی صحت کچھ بحال ہو چکی ہے۔"

اس گفتگو کے دوران میں مسٹر ہاورڈ کو اچھی طرح یاد آ گیا تھا کہ میں کون ہوں چنانچہ اب اس نے کہا۔ "جو کچھ تم نے بیان کیا ہے۔ میں اس کے لئے شکریہ ادا کرتا ہوں" پھر اس کے بعد سنجیدگی کے لہجہ میں "جوزف ولمٹ اس دنیا میں ہر شخص کے لئے آزمائش کا ایک زمانہ آتا ہے۔ اور انسان کا فرض ہوتا ہے۔ کہ وہ اس امتحان میں ثابت قدم رہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ تمہیں مسز ہاورڈ کی ذات سے گہری دلچسپی ہے۔ اور میں یہ بات اس کے روبرو تم سے کہتا ہوں کہ جو آفتیں اور مصیبتیں اس پر نازل

ہوئی تھیں۔ ان سب کو اس نے بڑی دلیری اور گہرے استقلال کے ساتھ برداشت کیا ہے۔"

"اوہ پیارے ہنری"۔ مسز ہارڈ نے جس کے لئے اب اپنے جذبات پر قابو رکھنا محال تھا۔ اشک آلود آنکھوں سے اپنے شوہر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "مجھے دولت کے جانے کا غم نہیں۔ کیونکہ وہ ایک آنی جانی چیز ہے۔ رنج اگر ہے تو ان لوگوں کی نامہربانی کا جو . . .

"میڈم۔ یہ آپ کیا فرماتی ہیں؟" میں نے ایک ایک لفظ سے متعجب ہو کر کہا "معاف کیجئے اور میرے الفاظ کو گستاخی پر محمول نہ فرمائیے۔ ہر چند میں ایک ناچیز ادنیٰ خادم ہوں۔ تاہم آپ کی دیرینہ عنایتوں کی بنا پر آپ کی ذات اور معاملات سے گہری دلچسپی رکھتا ہوں۔ اس وقت تک میرا خیال تھا . . . بلکہ یوں کہنا چاہئے میں پورا یقین رکھتا تھا۔ کہ آپ فضل خدا سے مالدار ہیں۔ کیونکہ مجھ کو معلوم ہے کہ آپ کے والد میرے آنجہانی محسن نے آپ کے لئے معقول ورثہ چھوڑا تھا۔ پس میری سمجھ میں نہیں آتا . . ."

میرے ان الفاظ کو سن کر مسٹر اور مسز ہارڈ عجیب طرح کی حیرت آمیز نظروں سے میری طرف دیکھنے لگے۔ یہ حالت دیکھ کر میں ڈرا کہ شاید وہ میرے بے تکلفانہ لہجہ اور انداز گفتگو سے ناراض ہو گئے ہیں۔ شاید جوش ہمدردی میں میرے منہ سے کوئی ایسا لفظ نکل گیا۔ جو ان کے لئے باعث آزردگی ثابت ہوا۔ لیکن اس خیال کی تردید جلدی ہی مسٹر ہارڈ کے لفظوں سے ہو گئی جس نے کہا: "جوزف تم کیا کہتے ہو؟ کیا تم کو معلوم تھا کہ مسٹر ڈیلمر نے موت سے پہلے اپنی جائداد کی تقسیم کا فیصلہ کر دیا تھا؟ . . . کیونکہ تمہیں اس کا حال معلوم ہوا؟ . . ."

"مسٹر ہارڈ" میں نے جلدی سے معذرتی لہجہ میں کہنا شروع کیا "اگر کوئی

بیجا لفظ میرے منہ سے نکلا ہو۔ تو میں اس کے لئے معافی طلب کرتا ہوں۔ ۔ ۔"

"نہیں جوزف" مسز ہارڈ نے جواب دیا۔" ہم تمہارے کسی لفظ کو بیجا خیال نہیں کرتے اس کے برعکس ہم تمہاری سچی ہمدردی کے لئے ممنون ہیں۔ ۔ ۔"

"بیشک" اسکے شوہر نے بھی کہا۔"میں خوش ہوں۔ کہ تمہیں ایڈتھ کی ذات سے اسقدر ہمدردی ہے۔ لیکن جس بات نے مجھ کو۔ ۔ ۔ ہم دونو کو حیرت زدہ کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ مسٹر ڈیلمر کی تقسیم جائداد کا حال تمہیں کیونکر معلوم ہوا؟"

"میں اس بارہ میں کوئی بات چھپا کر رکھنا نہیں چاہتا" میں نے جواب دیا۔" بات یہ ہے میں نے اتفاقاً کچھ گفتگو سنی تھی۔ ۔ ۔ گو یقین کیجئے میں قصداً اسے سننے کے لئے نہ ٹھیرا تھا۔ بالکل نہیں۔ درحقیقت میں ڈیلمر میز کے اس کمرہ میں جو ملحقہ غسل خانہ کہلاتا تھا صفائی کر رہا تھا۔ کہ باہر والے کمرہ یعنی لائبریری ہی سے گفتگو کی آوازیں میرے کانوں میں آنی شروع ہوئیں۔ ۔ ۔"

"لیکن وہ گفتگو کن میں ہو رہی تھی؟" مسز ہارڈ نے جلدی سے پوچھا۔

"میرے آنجہانی محسن مسٹر ڈیلمر اور مسٹر ملگریو کے درمیان"۔ میں نے جواب دیا۔

"اور اس گفتگو کا مضمون کیا تھا؟ ۔ ۔ ۔ جلدی بیان کرو کیونکہ میں اسے سننے کو بیتاب ہوں"

"پوری کیفیت تو اب مجھے یاد نہیں" میں نے بیان کیا:" تاہم اتنا معلوم ہے کہ مسٹر ڈیلمر نے مسٹر ملگریو سے گفتگو کرتے ہوئے واضح اور صاف لفظوں میں کہا تھا۔ کہ اس وعدہ واقرار کے مطابق جو انہوں نے اپنی بی بی سے اسکی موت کے وقت کیا تھا انہوں نے وصیت لکھکر اپنی ساری جائداد آپکے" میں نے ایڈتھ کی طرف اشارہ کیا" اور مسٹر ملگریو کے درمیان مساوی تقسیم کر دی ہے"۔ یہ کہتے ہوئے میں نے ایڈتھ کیطرف دیکھا۔ تو معلوم ہوا کہ اس بخیدہ گفتگو کی وجہ سے اتنا بھاری صدمہ اسکے دل کو ہوا کہ آنسوؤں کے قطرے بے اختیار اسکے رخساروں پر بہنے لگے۔

"جوزف ولمٹ" مسٹر ہارڈ نے سنجیدگی سے کہنا شروع کیا:" شاید تم کو معلوم نہ ہو

لیکن نادانستہ تم نے اپنے سرسری الفاظ سے ایک ایسی بات ظاہر کر دی ہے جو واقعہ میں غیر معمولی اہمیت رکھنے والی ہے۔ لیکن ۔ ۔ ۔ میرے خدا ایڈتھ ۔ ۔ ۔ پیاری ایڈتھ ۔ کیا تم بیمار ہو؟"

خاتون کے چہرے پر دفعتاً زردی چھاگئی اور وہ اسطرح لڑکھڑائی کہ معلوم ہوتا تھا فرش زمین پر گرا چاہتی ہے۔ چنانچہ یہ حالت دیکھ کر مسٹر ہاورڈ نے ایک ایسی گاڑی جو پاس سے گذر رہی تھی طلب کی۔

"پیارے ہنری میں اب اچھی ہوں"۔ اس نے تھرائی ہوئی آواز سے کہا۔ "لیکن اتنے غم افزا رنجیدہ واقعات کی یاد تازہ ہوئی ہے ۔ ۔ ۔"

"ہاں پیاری ایسا ہونا قدرتی تھا" اسکے شوہر نے تسلیم کیا۔ اور یہ کہتے ہوئے وہ ایڈتھ کو سہارا دیکر اس گاڑی کی طرف لے چلا۔ جو پیدل چلنے کی پٹڑی کے پاس آکر ٹھیر گئی تھی۔

"الوداع جوزف" اس نے عنایت آمیز لہجہ میں کہا۔ "ہماری نیک دعائیں ہر وقت تمہارے ساتھ ہیں۔ تم بہت نیک لڑکے ہو۔ اور یقیناً ترقی حاصل کروگے"۔

ایڈتھ نے بھی دوستانہ لہجہ میں مجھ کو الوداع کہی اور اس کے بعد گاڑی کسی ایکطرف کو چلنے لگی۔ مگر میں اسوقت تک کھڑا اسکی غائب ہوتی ہوئی صورت کو دیکھتا رہا۔ حتیٰ کہ وہ سینٹ پال چرچ یارڈ کے اطراف میں خلقت کے انبوہ کثیر میں نظروں سے چھپ گئی۔ اس کے بعد اپنے نیکدل محسن کی مرگ بے ہنگام اور ایڈتھ کے اثر پذیر دل پر اس کے پیدا کئے ہوئے ناقابل محو رنج و غم کو یاد کر کے میرے سینہ سے بے اختیار آہ سرد نکلی۔ اور میں پل اینڈ موتھ سرائے کی طرف چلنے کے لئے مڑا۔ لیکن پہلا ہی قدم اٹھایا تھا۔ کہ اس طرح چونک کر پیچھے ہٹا۔ اور لڑکھڑایا۔ گویا کوئی وحشی حیوان یا موذی سانپ مجھ پر حملہ کرنے کو تیار تھا۔ کیونکہ اس جگہ مجھ سے بمشکل تین گز کے فاصلہ پر وہی میرا نہ بھولنے والا دشمن ۔ ۔ ۔ خوفناک مسٹر بینورڈ کھڑا تھا!

چھٹی جلد ختم ہوئی

قواعد خریداری

۵ - (بقیہ صفحہ ۲) بعض صاحب کی حالت میں دیکھا گیا ہے کہ چار یا پانچ ماہ کے بعد دفعتاً اطلاع دیتے ہیں کہ ہمیں اس دوران میں ایک بھی پرچہ نہیں ملا۔ ایسی شکائتیں کسی حالت میں بھی قابل غور نہیں سمجھی جا سکتیں۔ کیونکہ اتنی مدت کے بعد شکائت کی جانچ کسی طرح نہیں ہو سکتی اس قسم کے موقعوں پہ زیادہ سے زیادہ جو بات ہم کر سکتے ہیں یہ ہے کہ زیر شکائت پرچے اگر دفتر میں موجود ہوں تو عام رعائتی قیمت پر دوبارہ مہیا کر دیئے جائیں۔ لیکن یہ ایک اختیاری رعائت ہے جو بغیر کوئی وجہ ظاہر کرنے کے واپس لی جا سکتی ہے۔

۶ - کچھ اصحاب آغاز ماہ سے ہی خطوں کا تار باندھ دیتے ہیں جن کا فرداً فرداً جواب دینا سخت مشکل ہے۔ اس لئے مکرر گذارش ہے کہ عدم رسید کے خط مہینے کی ۲۰ تاریخ تک انتظار کر کے ہی لکھے جائیں۔ اس سے پہلے لکھے ہوئے خطوں کو قابل اعتنا نہ سمجھا جائے گا۔

۷ - ماہوار ضخامت اس رسالہ کے ایک سو سے لیکر ڈیڑھ سو صفحوں تک مقرر ہے اور بعض حالتوں میں اس سے بھی زیادہ ہو سکتی ہے۔ مگر اس کمی بیشی کا اختیار کلی اس دفتر کو حاصل ہے۔

۸ - قابل ترجمہ کتابوں کے انتخاب کا حق رئیس التحریر منشی تیرتھ رام صاحب کو حاصل ہے۔ خریداروں کے مشورے ہر وقت شکریہ کے ساتھ سنے جا سکتے ہیں لیکن ہم دفتر ان پر عمل کرنے کے لئے پابند نہیں۔ اور نہ کوئی صاحب اس بنا پر اعتراض کر سکتے ہیں کہ فلاں کتاب کا ترجمہ کیوں شائع نہیں کیا گیا

۹ - ان قواعد سے ناعلمی داخل عذر نہ سمجھی جائے گی۔

خونی تلوار

رینالڈس کے بے نظیر ناول میسیکر آف گلنکو کا ترجمہ

منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری

رینالڈس کے ناولوں میں بالکل نیا اور نہایت لاجواب جس کا ترجمہ پہلی بار اردو میں کیا گیا ہے۔ جس ناول کا پلاٹ بالکل ویسے ہی خونی ہنگامے پر ہے جیسا ۱۹۱۹ء میں امرتسر میں پیش آیا تھا ایسے ہولناک واقعے رینالڈس کی تحریر میں چھپے نہیں رہ سکتے کچھ پہلیاں مرکز ہیں گلنکو کا قتل عام ایک تاریخی واقعہ ہے [illegible] مؤرخ [illegible] کا ذکر کرتے ہوئے کانپتے ہیں۔ رینالڈس نے اپنی جادو نگاری سے اس واقعہ کو جس رنگ میں پیش کیا ہے وہ اسی کا حصہ سمجھنا چاہئے حب وطن اور قومی غیرت کی تصویر آزادی کی حالت میں [illegible] سیاسی مظالم کی [illegible] داستان مکمل [illegible] صفحہ قیمت [illegible]

باپ کا قاتل

رینالڈس کے زبردست ناول میری سانڈ کا ترجمہ

منشی شمیم الدین صاحب [illegible]

کیا بتانے کی ضرورت ہے کہ یہ ناول کتنا دلچسپ ہے کیا اس کا نام ہی نفس مضمون کا مظہر نہیں ہے۔ باپ جیسی [illegible] کیا اس کے نرم چکنے اور گھونگھر والے بالوں پر ہاتھ پھیرا ہے یہاں تک کہ محبت وہ [illegible] حالت کو بھی قطعی فراموش کر دیتا ہے اور [illegible] کے لئے باعث راحت ہوتی ہے کہیں نہیں [illegible] زندگی بسر کرتی ہے ایسی ہی بچہ جوان ہو کر باپ کو قتل کرے [illegible] [illegible] کیا [illegible] نہایت زور دار [illegible] قیمت [illegible]

لال برادرس - ۷ بارسنز روڈ لاہور

سلسلہ

گردش آفاق

حیرت انگیز سوشل ناول

اس سلسلہ میں حسب ذیل بھی ملاحظہ فرمائیے

فسانہ لندن (حصہ اول و دوم) نظارہ پرستان "خونی ڈرامہ" وغیرہ

مصنف
جارج ڈبلیو ایم رینالڈس

مترجم
تیرتھ رام فیروزپوری

لال برادرس

۷- پارسنز روڈ نولکھا لاہور

انتظام بہتمم پرنٹنگ ورکس ... روڈ لاہور میں باہتمام ملک دین محمد پرنٹر چھپا

قواعد خریداری

۱۔ اس سلسلہ کی مستقل خریداری کی سالانہ قیمت چھ روپیہ ہے جو بذریعہ منی آرڈر یا وی پی پیشگی آنی چاہئے۔ ماہوار یا ششماہی کا کوئی قاعدہ نہیں۔ جو اصحاب ہمارے سلسلہ کو فروغ دینے کی غرض سے بھی مستقل خریدار بنیں ان سے بطور اعانت صرف چھ روپیہ سالانہ لیا جائیگا۔ وصول شدہ روپیہ کسی حالت میں واپس نہ ہوگا۔

۲۔ خریداری کسی بھی مہینہ سے شروع ہو سکتی ہے لیکن قیمت بہرحال ایک سال کی پیشگی وصول کی جائیگی اور اس کے عوض بارہ ماہوار پرچے (یا ان پرچوں کے مجموعے) بھیجے جائیں گے۔

۳۔ سالانہ ادا کردہ قیمت کا حساب ختم ہونے پر آئندہ قیمت کے آنے سے پہلے خریدار کی طرف سے اطلاع موصول نہ ہوئی کہ وہ آئندہ اس سلسلہ کی خریداری جاری رکھنا نہیں چاہتا تو اس کو اپنا قائم خریدار سمجھ کر نیا پرچہ مزید سالانہ قیمت کے لئے وی پی روانہ ہوگا جس کو وصول کرنا ہر ایک خریدار کا اخلاقی فرض سمجھا جائیگا۔

۴۔ ہر ایک پرچہ بالعموم مہینہ کے وسط تک شائع ہوتا ہے اور تمام خریداروں کے نام باقاعدہ اور پوری احتیاط کے ساتھ روانہ ہوتا ہے لیکن بعض پرچے رستہ میں ضائع ہو جاتے ہیں لیکن اس صورت میں عدم رسیدگی کی اطلاع اسی مہینے کے اندر اندر آنی چاہئے بہترین صورت یہ ہے کہ مہینے کی ۲۰ تاریخ تک انتظار کریں اگر اس وقت تک پرچہ وصول نہ ہو تو ایک اطلاعی خط اس دفتر کے نام روانہ کر دیا جائے اس مہینے کے گزر جانے پر عدم رسیدگی کی شکایت قابل قبول نہ ہوگی سوائے غیر ملکی خریداروں کے جو آئندہ ماہ کی پانچ تاریخ تک شکایت روانہ کر سکتے ہیں

باقی دیکھئے سرورق ۳

حیرت انگیز سوشل ناول

گردش آفاق

ساتویں جلد

جارج ڈبلیو۔ ایم رینالڈس کی زبردست تصنیف

جوزف ولمٹ

کا دلکش ترجمہ

تیرتھ رام فیروزپوری

مترجم فسانہ لندن۔ نظارہ پرستان۔ انصاف وغیرہ

لال برادرس

۷ پارسنز روڈ نولکھا لاہور

انقلاب سٹیم پریس لاہور میں باہتمام ملک دین محمد پرنٹر چھپا

حیرت انگیز جاسوسی ناولوں کا سلسلہ

اس دفتر سے رینالڈس کے ناولوں کے علاوہ ایک اور سلسلہ بہترین جاسوسی ناولوں کے تراجم کا بھی شائع ہوتا ہے۔ اس مطلب کے لئے دنیا کے بہترین مصنفوں کی بہترین کتابیں انتخاب کی جاتی ہیں اور ان کا ترجمہ خاص اہتمام سے کیا جاتا ہے۔ اس صیغہ کے مترجم منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری مترجم گردش آفاق وغیرہ ہیں پس اگر آپ کو عہد حال کے بہترین جاسوسی ناول دیکھنے کا شوق ہو تو ہمارے اس سلسلہ کی بھی مستقل خریداری قبول فرمایئے۔ اس وقت تک اس سلسلہ میں حسب ذیل ناول شائع ہوئے ہیں جو طلب کئے جا سکتے ہیں۔

خونی ہیرا	انقلاب یورپ	شریف بدمعاش	چلتا پرزہ
خونی چراغ	نقلی نواب	منزل مقصود	بحر فنا
سراب زندگی	آتشی کتا	سنہری بچھو	ڈاکٹر نکولا
انمول ہیرا	انصاف	شاہی خزانہ	تلاش اکسیر
نولکھا ہار	گمنام مسافر	مطلبی دنیا	حور ظلمات
ہیروں کا بادشاہ	لعل شب چراغ	نازک کٹار	تبدیل قسمت
خنجر بیداد	قاتل ہار	کارنامجات شرلک ہومز	مصری جادوگر
مہر خاموشی	آزادی	سنہری لاش	کارنامجات آرسین لوپن
...	مقدس جوتا	سرنی کا پھل	...

اس سلسلہ کا اگلا ناول خونی چکر خصوصیت سے قابل دید ہوگا۔ اور اس کے بعد سلسلہ وار کئی اور ناول پیلا ہیرا، خونی پتلا، ستارہ یورپ۔ چڑیا کی ٹکی وغیرہ شائع ہوں گے۔

ملحوظ رہے کہ یہ ادنےٰ قسم کے ایک یا دو پیسے قیمت کے بھونڈے ناولوں کے ترجمے نہیں بلکہ دنیا کے بہترین مصنفوں کی بہترین تصنیفوں کا نچوڑ ہیں۔

ضرور آپ اس سلسلہ کی قدردانی کریں

گردش آفاق

دور اول

ساتویں جلد

باب ۔ ۴۰ (بقیہ)

اس کی صورت ویسی ہی تھی جیسی اس زمانہ میں جب میں نے آخری بار اسے دیکھا تھا۔ وہی اس کے بالوں کی ملگجی تلی چاولی رنگت۔ وہی اس کی گپھے دار بھووں میں چھپی ہوئی ذلیل اور سانپ کی آنکھوں سے ملتی جلتی۔ خوفناک جاں فرسا آنکھیں اور وہی کالا لباس۔ البتہ اس موقعہ پر میں نے دیکھا کہ اس کی ٹوپی کے گرد سیاہ کریپ کا ایک ٹکڑا بندھا ہوا تھا۔ جو غالباً بدنصیب دایولٹ کی موت کے لئے سوگ کی نشانی تھی۔ اس نے حسب معمول اپنے بوٹوں کے چوڑے تسموں کو بو کی صورت میں باندھ رکھا تھا۔ اور اس کے بھاری چوڑے ہاتھ ڈھیلے سیاہ کڈ بیدر کے دستانوں میں پوشیدہ تھے۔ معلوم ہوتا ہے اس نے پہلے ہی مجھ کو دیکھ لیا تھا۔ کیونکہ جب میری نگاہ اس کی طرف گئی۔ تو اس کی آنکھیں عجیب طرح کی سرد متجسس نظروں سے جن کا مقابلہ میں پھر ایک بار سانپ کی خوفناک سحر آمیز نگاہ سے کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ میری طرف گھور رہی تھیں۔ اسی طرح چند لمحوں تک وہ میری طرف دیکھا کیا اور میں اس دوران میں بدحواس و سراسیمہ چپ چاپ اپنی جگہ پر کھڑا تھا۔ اتنی دہشت مجھے اس کے روبرو آ جانے سے ہوئی جس کا وہم بھی اس وقت تک اس سے ناگہاں ملنے کے امکانی خیال سے مجھ کو نہ ہو سکتا تھا۔

آہ جوزف" دفعتاً اس نے ایک عجیب طرح کی نرم آواز سے کہنا شروع کیا۔ جو میرے لئے بالکل نئی تھی اور اس کے ساتھ ہی اس کی نگاہ اور انداز میں اگر واقعی ایسا ہونا ممکن سمجھا جا سکتا ہے حیرت انگیز تبدیلی پیدا ہوگئی" تم کیا پھر لندن آ گئے؟ اور کب آئے؟ ... چپ کیوں کھڑے ہو کیوں نہیں مجھ سے ہاتھ ملاتے کیا میں تمہارا ماموں نہیں ہوں؟ اس سے پہلے بیشک تم نے بعض موقعوں پر مجھ سے سرکشی کی ہے۔ تاہم میں ان خطاؤں کی یاد کو مدت گذری دل سے محو کر چکا ہوں"۔

پہلے میرے جی میں آئی تھی کہ اس سے برملا کہدوں کہ آپ شائد ان واقعات کو بھول گئے ہوں۔ تاہم میں کبھی ان کو فراموش نہیں کر سکتا۔ لیکن اس کے بعد خیال آیا کہ اگر میں نے اس زمانہ کے متعلق جب میں اس کے گھر سے فرار ہوا تھا۔ اس کے قاتلانہ ارادوں سے واقف ہونے کا ثبوت دیا تو بیبا بواسطہ اس کو اس راز سے آگاہ کرنے کا ذریعہ ہوگا۔ کہ اینبل نے اس کی گفتگو چھپ کر سنی تھی۔ اور اسی کی معرفت یہ اطلاع میرے کانوں تک پہنچی۔ پس یہ سوچکر کہ اس طرح بیخبری میں منہ سے نکلے ہوئے چند الفاظ کس قدر پر اہمیت اور دور رس ثابت ہو سکتے ہیں۔ میں نے دفعتاً ان کو روکا۔ یعنی اس جواب کو ضبط کیا۔ جو نوک زبان پر تھا۔ اور محض اس کے شبہات رفع کرنے کو مصافحہ کے لئے ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ اس نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر اس طرح ہلایا کہ اگر کوئی اجنبی دیکھنے والا ہوتا۔ تو یقینی طور پر اس کو ہمارے دوستانہ تعلقات کا ثبوت تصور کرتا۔ لیکن حالت یہ تھی کہ محض اس کا ہاتھ لگنے سے ہی (گو وہ ہاتھ دستانہ میں چھپا ہوا تھا) سردی کی تیز لہر میرے بدن کے ہر حصے سے ہوتی ہوئی نکل گئی۔ ایسا معلوم ہوا گویا وہ میرے ہاتھ کو ایک بار پکڑنے کے بعد چھوڑنا نہیں چاہتا۔ اور اس حالت میں مجھکو اپنے ساتھ گھسیٹ کر لیجانا چاہتا ہے لیکن جب میں نے ادرگرد نظر ڈالی جب لا تعداد آدمی سر بازار ادہر سے ادہر جاتے اور آتے نظر آئے۔ نیز جب میں نے سوچا کہ یہ واقعہ دن کی روشنی اور اس شہر غدار کے ایک وسطی بازار میں پیش آ رہا ہے۔ جس کو صدر مقام عالم کہا جاتا ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی سوچا کہ میرے منہ سے نکلی ہوئی چیخ کی ایک آواز بہت سے لوگوں کو آن واحد میں میری امداد کے لئے جمع کر سکتی ہے۔ تو میری

گری ہوئی ہمت بحال ہونی شروع ہوئی۔ اور میں یہ سوچکر خود ہی اپنے دل میں شرمسار ہونے لگا کہ مجھ
ایسے بالغ نوجوان کو اس مردِ کوزہ پشت ضعیف کی طرف سے کس طرح کا خطرہ پیش آ سکتا ہے۔ اور
کیوں مجھے اس کی طرف سے اتنا ہراساں ہونا چاہئے۔ لیکن جب اس کے مقابلہ میں اس کے مزاج
آتشیں کا حال یاد آیا جب میں نے اس کی شر انگیزیوں اور بے رحمانہ سازشوں کا حال جانتے ہوئے
اس کی ظاہری صورت کے اس گراہ کا خیال کیا۔ تو آخری نتیجہ جس پر پہنچا یہی تھا کہ میں تو کیا کوئی
آدمی بھی ہو۔ وہ ایک اس طرح کے بدصورت زشت سیرت سازشی انسان کی موجودگی سے یقینی طور
پر خائف ہو سکتا ہے۔

"جوزف" اتنے میں وہ پھر بولا" تم نے تھوڑے سے ہی عرصہ میں خوب ترقی کی ہے۔ اب تم دراز
قد نوجوان ہو۔ اور میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ بہت وجیہہ اور خوبصورت نظر آتے ہو۔ فی الحقیقت ایسا
شکیل لڑکا جیسے تم ہو میں نے عمر بھر میں نہیں دیکھا۔ اور آئندہ میں کبھی کسی بُرے خیال کو تمہارے
برخلاف دل میں جگہ نہ دوں گا۔ گذرے ہوئے واقعات کی یاد ہمیشہ رنجدہ ہوتی ہے۔ تاہم میں اپنی
صفائی میں یہ کہہ دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس پہلے موقعہ پر ہر طرح کی پیش دستی تمہاری طرف سے
ہوئی تھی۔ چنانچہ جس روز میں نے تمہیں کوٹھڑی میں بند کیا تو یاد ہوگا کہ تمہیں نے پہلے مجھ پر
ہاتھ اٹھایا تھا۔ لیکن ہاں یہ تو بتاؤ تم اس روز بھاگے کیوں تھے"؟ اور یہ کہتے ہوئے اس نے
ایک عجیب طرح کی تیز اور تجسس نظر سے میری طرف دیکھنا شروع کیا اور ایسا معلوم ہوا کہ ان تنگ
آنکھوں کی تہ میں چھپی ہوئی ہیبت انگیز روشنی سوئی کی نوک کی مانند میرے بدن میں چبھتی جا رہی تھی۔

" چونکہ میرا خیال تھا آپ نے مجھ سے اچھا سلوک نہیں کیا۔ اس لئے میں مجبوراً رخصت
ہو گیا!" میں نے اب کسی قدر دلیری کے ساتھ جواب دیا" آپ ہی خود ہی سمجھ سکتے ہیں کہ جس جگہ
رہکر مجھے اتنی تکلیف برداشت کرنی پڑتی تھی۔ وہاں سے میرا فرار ہونا قدرتی تھا"

"تکلیف! ... تم کو"! مسٹر لینوور نے پہلے سے بہت نرم آواز میں کہنا شروع کیا اور اس
کے ساتھ ہی اس کی نگاہ میں بھی نرمی پیدا ہو گئی" جوزف معاف کرو۔ یہ تمہاری غلطی ہے

تم اگر سوچو تو یاد آ جائیگا کہ اس یوم خاص تک میں نے زیادہ سے زیادہ نرمی تمہارے ساتھ برتی تھی لیکن جب اس کے بعد ۔ ۔ ۔ تاہم خیر ۔ اس ذکر کو جانے دو ۔ اس سے کچھ فائدہ نہیں" اور اس وقت مجھے ایسا معلوم ہوا گویا وہ اس خیال سے مطمئن ہے ۔ کہ میں اس کے قاتلانہ ارادوں سے اتنی واقفیت نہیں رکھتا ۔ جتنا پہلے اس کو احتمال تھا ۔" آؤ بازار میں چلتے چلتے گفتگو کریں گے غالباً تھوڑی دیر پہلے تم مسٹر اور مسز ہاورڈ سے گفتگو کر رہے تھے ۔ کیا یہ صحیح ہے"؟ اور ایک مرتبہ پھر اس نے گھورتی ہوئی نظروں سے میری طرف دیکھا۔

"ہاں یہ صحیح ہے" میں نے آلڈرس گیٹ سٹریٹ کی سمت میں اس کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے کہا ۔

"اور کیوں بھلا وہ کیا باتیں تھیں ۔ جو تم میں ہوئیں ، میرا خیال ہے وہ ضرور کچھ بے تکلفانہ گفتگو تھی ۔ کیونکہ مجھکو معلوم ہے وہ دونوں بہت نیک ہیں اور کبھی اظہار تکبر نہیں کرتے"۔

"مجھ سے ان کی گفتگو بڑی عنایت آمیز تھی" میں نے جواب دیا ۔

"جوزف میرے عزیز" مسٹر لینوڈ نے پھر ایک بار میری طرف مڑ کر دیکھتے ہوئے کہا "جس طرح کے مختصر جواب تم مجھے دے رہے ہو ۔ ان سے پایا جاتا ہے کہ ابھی تک میرے برخلاف تمہارے دل میں کچھ نہ کچھ رنج و کدورت باقی ہے ۔ افسوس! تم نہیں جانتے ۔ کہ میں شروع ہی سے تمہارا دوست اور بہی خواہ بنکر رہنا چاہتا تھا اور میری واحد آرزو یہ تھی کہ ہر ممکن طریقہ پر تمہاری امداد کروں مگر اس دنیا میں کون بشر خامیوں سے خالی ہے ؟ بدقسمتی سے میں بھی کچھ کمزوریاں اپنے اندر رکھتا ہوں اور ان کا حال سب سے بہتر خود مجھکو معلوم ہے ۔ لیکن میرے مزاج کی کڑواہٹ جو میرا سب سے بڑا عیب ہے ۔ حقیقت میں محض سطحی ہے ۔ یعنی میری نیت بری نہیں ۔ ظاہر میں کتنا ہی تلخ کیوں سمجھا جاؤں ۔ باطن میں میرا دل بالکل صاف ہے پس اگر اتنی ہی شکایت تمہیں مجھ سے ہو کہ میں تم سے نرمی سے پیش نہیں آیا ۔ تو اس کے لئے میں رعایت کا حقدار ہوں جس زمانہ میں تم میرے مکان پر رہتے تھے ۔ تو میں تمہارے مستقبل کے بارہ ،

میں بڑی بڑی امیدیں رکھتا تھا۔ چنانچہ میں یہ سوچکر خوش ہوتا تھا۔ کہ تمہارے سن بلوغ کو پہنچنے کے بعد وہ رشتہ جو پہلے سے ہمارے درمیان قائم ہے۔ زیادہ قریبی اور مضبوط بن جائے گا ۔ ۔ ۔"

حیران وششدر میں اس کے منہ کو تکنے لگا۔ کیا اس اشارہ کا وہی مطلب تھا۔ جو میں نے سمجھا۔ یا مجھی کو غلط فہمی ہوئی تھی؟ محض اس بات کا خیال کرتے ہی کہ شاید اس کا اشارہ میرے اینبل سے شادی کرنے کے امکان کی طرف تھا۔ میرا دل راحت و امید سے بھر گیا اور اتنی خوشی مجھ کو ہوئی کہ میں اس کے اثر میں اس حقیقت کو بھی بھول گیا۔ کہ اگر وہ واقعی اپنی بیٹی مجھ سے بیاہ دینے کی خواہش رکھتا تھا تو پھر کیوں اس رات اس نے جب میں اس کے مکان سے فرار ہوا میرے خلاف قتل کے منصوبے سوچے تھے؟

"جوزف" وہ اب نئی طرح کی دردناک اور پرحسرت آواز سے کہہ رہا تھا۔ "میری دلی خواہش یہ تھی کہ مناسب وقت گذر جانے کے بعد میں تمہیں اپنی فرزندی میں قبول کروں اور اپنی عزیز بیٹی اینبل تم سے بیاہ دوں ۔ ۔ ۔ آہ تم نہیں جان سکتے کہ اس وقت کے بعد اس کی صورت میں کتنی خوشگوار تبدیلی ہوئی ہے۔ اب وہ کمسن لڑکی کے درجہ سے نکل کر عہد شباب میں قدم رکھنے لگی ہے اور میں اس کی ذات پر بے حد فخر کرتا ہوں۔"

میں چپ تھا۔ سخت حیران کہ کیا کہوں کیا نہ کہوں۔ امید وبیم کی مشترک حالت میرے سینہ میں طوفان عظیم پیدا کر رہی تھی اور ذہنی اضطراب کا یہ عالم کہ میرے لئے کسی طرح کی صحیح رائے قائم کرنا بالکل دشوار تھا۔ منہ سے ایک لفظ تک کہے بغیر میں اس بیم ورجا کی الجھن میں جس میں امید کا اثر غالب تھا اس کے ساتھ ساتھ آگے ہی آگے چلتا گیا۔

"اور کیوں جوزف کیا تم کبھی اینبل کو یاد کیا کرتے تھے؟" اس نے اپنی تنگ آنکھیں میرے چہرہ پر گاڑ کر دفعتاً پوچھا۔ جس سے شرم کی سرخی بے اختیار میرے رخساروں پر پھیل گئی۔ "ٹھہرو میں یاد کرلوں" اس نے پرخیال انداز سے کہا۔ "تم کو آخری بار اینبل سے ملے ڈھائی سال کا عرصہ ہوگیا۔" جس کا مطلب صاف لفظوں میں یہ تھا کہ وہ ان ملاقاتوں سے جو ہمارے درمیان

کسلیئرا و سالسبری میں ہوئی تھیں بالکل لاعلم تھا۔ ڈھائی سال کا عرصہ کافی لمبا ہوتا ہے اور انیبل کی صورت میں اس نے حیرت انگیز تبدیلی پیدا کر دی ہے۔ یقین کرو۔ جوزف اس کے باپ کی حیثیت میں میں اس کی ذات پر بہت فخر کرتا ہوں۔"

پھر ایک بار اس نے میری طرف دیکھا۔ مگر میں اب اتنا بدحواس و سراسیمہ تھا کہ نہ اس کی نگاہ اور نہ الفاظ کا مطلب صحیح طور پر سمجھ سکا۔ واقعات کے نادانستہ نئی صورت اختیار کرنے سے میرے جی کو اس قدر پریشانی تھی کہ میں جواب میں ایک لفظ تک کہنے کے ناقابل تھا۔

"جوزف مجھ کو پوری امید ہے۔" مسٹر لینوڈر نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا "کہ تم اس کو بھولے نہیں ہو۔ اور غالباً پھر ایک بار اس سے ملنا پسند کرو گے۔"

میں چونکا اور چلتے چلتے ٹھہر گیا۔ اس وقت میری نگاہ راحت و امید کی کشش سے بے اختیار اس کے چہرہ کی طرف گئی۔ مگر اس کے فوراً بعد میں نے انداز استکراہ سے اپنی آنکھیں دوسری طرف پھیر لیں۔ کیونکہ ان خوفناک خونی سازشوں کی یاد جو اس نے میرے برخلاف کی تھیں اس طرح آن واحد میں تازہ ہو گئی۔ جیسے بجلی ابر سیاہ سے نکل کر چمک جاتی ہے۔ ہر چند وہ اس وقت نرمی اور عنایت کا مجسمہ بنا ہوا تھا۔ تاہم اس یاد کے تازہ ہوتے ہی میں اپنے جی میں اس کے برخلاف بدترین شبہات کو جگہ دیئے بغیر نہ رہ سکا۔

"سنو جوزف" مسٹر لینوڈر نے پھر ایک بار کہنا شروع کیا "آئندہ میں تمہارے افعال پر کسی طرح کی نگرانی نہ کروں گا۔ فی الحقیقت مجھے اس بات کا سخت ہی رنج ہے کہ میں نے کبھی تم پر جبر کیا۔ بہرحال گذشتہ سختیوں کی تلافی کے طور پر میں جہاں تک ممکن ہوگا تم سے نرمی برتوں گا میں یہ پوچھنا نہیں چاہتا کہ تمہاری موجودہ حالت کیسی ہے کیونکہ تمہاری صورت کہے دیتی ہے کہ تم آسائش و فراغت کی زندگی بسر کر رہے ہو۔ اس سے میرے دل کو بہت خوشی ہوئی ہے اور تم اگر لندن میں رہتے ہوئے پھر ایک بار انیبل اور اس کی ماں سے ملاقات کرنا چاہتے ہو۔ تو میں کھلے دل سے اس کی اجازت دیتا ہوں۔"

ایک دفعہ پھر ناقابل ضبط خوشی کے آثار میرے چہرہ پر نمودار ہوئے اور میرا خیال ہے۔ کہ مسٹر لینیور نے میرے ان کو دیکھ لیا ہوگا کیونکہ جلدی ہی اس نے کہا۔

"افسوس" اس کا لہجہ سابق کی طرح غمناک تھا۔ "افسوس اب ہیں اگر اس بات کی خواہش بھی رکھوں تو تمہیں اپنے گھر میں جگہ نہیں دے سکتا۔ بلکہ بار ہا یہ سوچکر میرے دل کو تکلیف سی ہونے لگتی ہے۔ کہ شاید اب تم انیبل سے شادی بھی نہ کرو۔ کیونکہ جوزف اب ہم غریب ہیں . . . بے حد غریب ہیں۔ کئی طرح کی مصیبتوں نے ہم کو گھیر رکھا ہے۔ حالانکہ تم جیسا کہ تمہاری صورت ظاہر کرتی ہے۔ ہر طرح آسودہ اور خوشحال ہو"

"اُف میرے خدا مسٹر لینیور! کیا یہ ممکن ہے؟" بے اختیار میرے منہ سے نکلا۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ سوچکر درد اذیت کی لہر میرے بدن کے ہر حصہ میں پھر گئی۔ کہ اس وقت جب میں آرام و آسائش کی زندگی بسر کر رہا ہوں میری قابل پرستش انیبل اور اس کی نیک نہاد ماں سخت ترین مشکلات میں مبتلا ہیں۔

"آہ میرے عزیز" مسٹر لینیور نے افسوس سے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "میں تم سے جھوٹ نہیں کہتا ہماری حالت واقعی بے حد خراب ہے" اور یہ کہتے ہوئے اس نے دوسری طرف کو منہ پھیر کر اپنے کوٹ کی آستین کو اس طرح آنکھوں کے پاس پھیرا۔ گویا آنسوؤں کے قطرے پونچھنا چاہتا تھا۔ "جوزف میں نے اس دنیا میں رہکر بڑی جد وجہد کی ہے۔ بارہا میں اُبھرا اور کئی بار رفتار زمانہ سے تحت الثریٰ میں گرا ہوں لیکن اب کی بار میری حالت بے حد زار ہے۔ وہ تو سچ پوچھو ہماری گذرا وقات بھی محض اس طرح ہوتی ہے۔ کہ انیبل کو صبح سے لیکر رات تک اور رات سے لیکر صبح تک سوئی ہاتھ میں لے کر بیٹھے رہنا پڑتا ہے . . ."

"آہ۔ بدنصیب انیبل!" میں نے تڑپتے ہوئے کہا۔ کیونکہ میرے دل کو اس بیان سے سخت ہی صدمہ پہنچا تھا۔

"اس کی بدنصیبی میں کیا کلام ہے" مسٹر لینیور نے میرے لفظوں کو سنکر جواب دیا۔

"افسوس ایک ایسی حسین اور جوان لڑکی کو دن رات اس قدر محنت شاقہ پر مجبور ہونا پڑتا ہے اس کا اثر یقیناً اس کی صحت کے لئے تباہ کن ثابت ہوگا لیکن ... مجبوری ہے!"

"نہیں نہیں!" میں نے حالت جوش میں اس حقیقت کو نظرانداز کر کے کہ ہم اس وقت سر بازار چل رہے ہیں۔ پر جستہ انداز سے کہا "میں یہ حالت نہیں دیکھ سکتا میری موجودگی میں وہ کیوں اتنی محنت کرے۔ کیونکہ محنت کرنا میرا اپنا فرض ہے۔ او مسٹر لینیور۔ انیبل کی یاد ہر وقت میرے دل میں رہی ہے میں کبھی ایک لحظہ کے لئے بھی اس کو نہیں بھولا ہوں۔ آپ کے گھر میں رہتے ہوئے جو دوستی ہم میں ہوئی تھی۔ وہ پختہ ہو کر گہری محبت کی صورت اختیار کر چکی ہے۔ بے شک وہ میری معبود ہے اور میں اس کا پرستار ہوں"۔

آہ میرے عزیز جوزف" کبڑے نے اس انداز سے کہنا شروع کیا۔ گویا وہ میرے لفظوں سے بہت متاثر ہوا ہو۔ "میری خوش نصیبی ہے کہ اس طرح کے الفاظ تمہاری زبان سے سنتا ہوں لیکن نہیں میں تمہیں انیبل سے ملنے کے لئے ساتھ لیجانا نہیں چاہتا تم اس کی ... ہماری بگڑی ہوئی حالت دیکھکر بہت دکھی ہوگے تمہارے جی کو اس مکان کی زار حالت دیکھکر جس میں ان دنوں ہم رہتے ہیں۔ بھاری صدمہ پہنچیگا ...!"

"تو کیا اب آپ لوگ گریٹ رسل سٹریٹ والے مکان پر نہیں رہتے!" میں نے جوش میں بھر کر پوچھا۔

"افسوس نہیں۔ کئی مہینوں کا کرایہ ادا نہ ہونے سے مالک مکان نے ہم کو نکال دیا۔ جو قیمتی سامان ہمارے پاس تھا ضبط کر لیا۔ اور اب ہم مجبور ہو کر بڑی ردی حالت میں ایک نہایت ادنٰے مکان میں رہتے ہیں۔ جہاں صرف دو کمرے ہمارے پاس ہیں اور اسباب کی قسم سے کوئی چیز موجود نہیں۔ اس جگہ ہمارے ہمسائے بھی ادنٰے درجہ کے لوگ ہیں ..."

مسٹر لینیور کے ان دردناک لفظوں کو سنکر میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہنے لگے اب میں وہ سب بدسلوکیاں جو عہد ماضی میں اس شخص نے مجھ پر کی تھیں بھول گیا

صرف وہ دردانگیز نظارہ جو اس نے پیش کیا میری نظروں کے سامنے تھا اور میں نے بڑبڑاتے ہوئے کہا "خدا کے لیے ماموں جان مجھے اپنے ہمراہ مکان پر لے چلیے اور اجازت دیجیے کہ جہاں تک میرے بس میں ہے آپ کی مدد کروں"۔ اور یہ کہتے ہوئے اس خیال سے میرے سینہ میں خوشی سی پیدا ہوگئی کہ خدا کے فضل وکرم سے میرے پاس اس وقت اتنی نقدی موجود تھی جس سے میں ان لوگوں کی کافی امداد کرسکتا تھا۔

"بہت اچھا ... تم اگر اتنا اصرار کرتے ہو ... تو میں مجبور ہوں" مسٹر لینوور نے رکتے ہوئے جواب دیا "مگر میں پھر ایک بار کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ تم اگر میرے ساتھ نہ چلو تو بہتر ہے کیونکہ غریبی اور مصیبت کا نظارہ ہر حال میں باعث رنج وتکلیف ہوتا ہے۔ ایک طرف میری غریب بی بی بستر مرگ پر پڑی ہے۔ دوسری جانب ایمیل دن رات کی سخت مشقت سے اپنے اگلے وجود کا محض سایہ رہ گئی ہے اس کے علاوہ جب میں سوچتا ہوں کہ میں نے اپنی بدنصیب بی بی کے متعلق فرائض ازدواج کو پوری طرح ادا نہیں کیا اور خیال آتا ہے کہ انہیں اس طرح کے برے ہوئے حالات میں تم سے ملکر شرمسار ہوگی تو میں یہی بہتر سمجھتا ہوں ..."

"لیکن ایمیل کو مجھ سے شرمسار ہونے کی کیا حاجت ہے؟" میں نے جلدی سے کہا "کیا میں اس کا ... آپ لوگوں کا قریبی رشتہ دار نہیں ہوں؟ اس کے علاوہ کیا میں اس کے نیک اوصاف سے پوری واقفیت نہیں رکھتا؟ نہیں نہیں۔ میرے روبرو اس کے شرمسار ہونے کی کوئی وجہ نہیں اور اس موقعہ پر میرا یہ فرض ہے کہ حسب توفیق اس کی امداد کروں۔"

"جوزف مجھکو بار بار منع کرتے شرم آتی ہے!" مسٹر لینور نے آخر کار کہا "تم اگر ضروری میرے ساتھ چلنا چاہتے ہو تو اس طرف کو آجاؤ!" اور یہ کہتے ہوئے وہ سڑک کے دوسری جانب کو مڑا اس جگہ تین چار سڑیں تھیں ان پر چکر کھا کر ہم ایک طرح کے کھلے حاطہ میں پہنچ گئے جس کا نام ویسٹ مورلینڈ بلڈنگز معلوم ہوا جس کے بعد مسٹر لینور نے اپنی رفتار تیز کرتے ہوئے مجھ سے کہا جوزف صاحب تم دیکھ سکتے ہو اس جگہ ہم کو ان لوگوں میں زندگی بسر کرنی پڑتی ہے۔ جو بہت غریب ہیں۔

ادھر آؤ میرے عزیز مکان اب بالکل قریب ہے اور میں یقین کرتا ہوں کہ انیبل ہمیں دیکھ کر ضرور خوش ہوگی یہ تمہاری بڑی مروت ہے کہ تم اس مصیبت میں ہم سے اس قدر ہمدردی کرتے ہو اور مجھے یہ جگر بار بار ندامت ہوتی ہے کہ کیوں میں نے سابقہ موقعہ پر تم سے بدسلوکی کی . . . بس ہاں اس طرف"۔

ہم ان عمارات کے آخری سرے تک پہنچ چکے تھے جن کا نام وسٹ مورلینڈ بلڈنگز مشہور تھا اس سے آگے ایک تنگ گلی داہنی طرف کو جاتی تھی۔ اس میں داخل ہوکر ہم بائیں جانب کو مڑے اور اس سے تھوڑی دور آگے پھر ایک بار بائیں طرف کو مڑ کر ایک اور احاطہ کے محراب دار دروازہ کے پاس جا پہنچے جہاں دیوار کے ساتھ ایک چھوٹا سا سائن بورڈ لگا ہوا تھا۔ جس کو پڑھنے سے معلوم ہوا کہ اس جگہ کو ایلبین بلڈنگز کہتے ہیں یہاں پر جس قدر مکانات مجھکو نظر آئے بہت ادنے اور کثیف اور ان کے رہنے والے غریبی کا بدترین نمونہ تھے لیکن اس ادنے مقام پر چلتے ہوئے میرے جی میں اپنی سلامتی کے متعلق کسی طرح کا اندیشہ نہ تھا۔ میری نگاہ عالم خیال میں انیبل کی اس تصویر پر لگی ہوئی تھی کہ وہ ایک ایسے ہی تنگ اور گندے مکان میں سلائی کے کام پر جھکی ہوئی دن رات محنت کرتی ہے تاکہ اپنے والدین کے گذارہ لائق چند پیسے کما سکے اس کے چند لمحے بعد مسٹر لینوور داہنی طرف کے ایک مکان کے دروازہ پر ٹھہر گیا اور اس پر دو بار دستک دی ایک نہایت ادنے لباس کی بوڑھی عورت نے دروازہ کھولا جس کے بارہ میں میں نے خیال کیا کہ وہ اس گھر کی مالکن ہوگی۔

"یہ لڑکا میرا بھانجا ہے" مسٹر لینوور نے ایک لحظہ اس عورت کے پاس ٹھہر کر آہستگی سے کہا "بہت نیک لڑکا ہے اور اب اپنی ممانی اور ماموں زاد بہن سے ملنے آیا ہے آہ مسز ہارٹلے تم کو اچھی طرح معلوم ہے کہ بدنصیب مسز لینوور کس قدر تکلیف و مصیبت سے زندگی کے دن پورے کرتی ہے اور کس طرح میری جوان لڑکی دن رات کی محنت سے اپنی صحت برباد کرنے پر مجبور ہے"۔

"ہاں صاحب مجھے اچھی طرح معلوم ہے" عورت نے آنچل کا ایک سرا آنکھوں سے لگاتے ہوئے افسوسناک لہجہ میں کہا۔

"آؤ جوزف" مسٹر لینیو ورسنے آہ بھر کر کہا" جتنی شرم اس ادنیٰ مکان پر تم کو لاتے ہوئے مجکو ہوئی ہے اس کو میرا جی ہی بہتر جانتا ہے۔"

"خیر آپ اس کا ذکر جانے دیں" میں نے کسی قدر بےصبری کے ساتھ کہا کیونکہ اب میں جسقدر جلد ممکن ہو مکان کے اندر پہنچکر انیبل سے جوش محبت کے ساتھ بغلگیر ہونا چاہتا تھا اور ان لفظوں کے بعد جو اس کے باپ نے رستے میں کہے تھے میں اچھی طرح سمجھ چکا تھا کہ مجھے اس سے ہم آغوش ہونے کا حق حاصل ہے۔

ہم آگے پیچھے چلتے ایک تنگ و تاریک زینہ پر چڑھتے لیکن وہ اس جگہ بھی جہاں پہلی منزل کی سیڑھیاں ختم ہوتی تھیں نہ ٹھہرا بلکہ اور آگے دوسری منزل پر چڑھنے لگا۔ مگر اس مقام کی طرف اس کے پیچھے جاتے ہوئے میں اپنے جی میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ کتنا بھاری صدمہ مسٹر لینیو ور اور انیبل کو گریٹ رسل سٹریٹ کے خوش نما آراستہ مکان سے اس تنگ و تاریک غار میں اٹھ آنے سے جس کی ہوا اتنی کثیف اور گرد و نواح کے حالات اس درجہ قابل نفرت تھے ۔ پہنچا ہوگا۔

" اندر آؤ جوزف" مسٹر لینیو ورسنے آگے بڑھکر ایک کمرہ کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا اور میں حالت جوش میں یہ سمجھے ہوئے کہ اندر قدم رکھتے ہی انیبل سے ہم آغوش ہو جاؤں گا۔ بے تحاشا اندر گھس گیا۔

مگر میرے کمرہ کی دہلیز میں قدم رکھنے کی دیر تھی کہ بدکردار کیڑلے نے مجھے گردن سے پکڑ کر اس زور سے آگے کی طرف دھکیلا کہ میں منہ کے بل فرش زمین پر جا گرا اور اس کے ساتھ ہی مجھے اپنی پشت پر کمرہ کا دروازہ پرشور آواز کے ساتھ بند ہوتا سنائی دیا!

باب - ۴۱

خطرے

میں جھٹ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی پہلا خیال جو دل میں پیدا ہوا یہ تھا کہ مجھے سخت دھوکا دیا گیا اور نہایت ادنےٰ فریب مجھ سے کھیلا گیا ہے لئے ہوئے غصہ۔ جوش اور وحشت کی حالت میں میں چوٹوں کی پروا نہ کر کے اندھا دھند دروازہ کی طرف دوڑا لیکن معلوم ہوا کہ وہ باہر سے بند ہے کئی طریقوں پھر میں نے اسے کھولنے کی کوشش کی لیکن بے سود حتیٰ کہ آخر کار مایوس ہو کر میں نے اس سے سر ٹکرانا شروع کیا لیکن یہ ایک اس طرح کی احمقانہ حرکت تھی جس سے کسی طرح کا فائدہ ممکن نہ تھا چنانچہ دروازہ جوں کا توں بند رہا اور اس وقت دفعتاً خیال آیا کہ میں کتنا بیوقوف کتنا ناعاقبت اندیش اور بے سمجھ ثابت ہوا کہ بچوں کی طرح اس دیو سیرت کبڑے کی باتوں میں آگیا میں نے یہ سوچکر بارہا اپنے جی کو ملامت کی کہ کیوں میں نے اس کی چکنی چپڑی باتوں پر یقین کیا ؟ اور کیوں اس کے دکھاوے کے آنسوؤں سے متاثر ہو کر یہ سوچا کہ اس کے مکر و فریب کی سنگینی حقیقی تھی اور وہ اپنی سابقہ بدسلوکیوں پر واقعی سچے دل سے متاسف ہو چکا تھا میری یہ حالت میری اپنی زود یقینی کا نتیجہ تھی ! افسوس میری حماقت ! افسوس میری ناعاقبت اندیشی !

میں نے ایک گھومتی ہوئی نظر چاروں طرف ڈالی وہ ایک چھوٹا سا تنگ کمرہ تھا۔ نہایت ادنےٰ سامان سے آراستہ یعنی وسط میں ایک چھوٹی سی گول میز کونے میں ایک معمولی چارپائی اطراف میں بکھری ہوئی پانچ چھ کرسیاں۔ ایک ٹرنک پر رکھا ہوا منہ ہاتھ دھونے کا برتن۔ فرش پر پھٹی ہوئی دری اور دیواروں میں لگی ہوئی کھونٹیوں پر مردانہ پوشش کی اس طرح کی چیزیں تھیں مثلاً پھٹی ہوئی پتلون۔ پرانی واسکٹ۔ ٹوٹی ہوئی ٹوپی میلی قمیص اور بھاری بوٹوں کی ایک جوڑی کمرہ کے کونے میں پڑی تھی بہرحال صفائی یا آسائش کا اس کمرہ میں نشان تک نہ تھا اور میں مسٹر لینوورڈ کے اس بیہمانہ طرز عمل کو نظر انداز کر کے بھی جو اس نے مجھے زیر حراست کرنے میں برتا تھا ایک لحظہ کیلئے

اس خیال کو دل میں جگہ نہ دے سکا کہ وہ یا اس کے گھر کے لوگ اس مکان میں رہتے ہیں سخت پریشانی
کی حالت میں میں اس کمرہ کے اندر کھڑا تھا کہ دفعتاً ایک اور خیال دل میں پیدا ہوا یعنی دروازہ گو بند
تھا تاہم اس کمرہ کے اندر جو کھڑکی موجود تھی اس کو کھول کر میں شور و غل کی مدد سے کسی راہ چلتے مسافر
کو بآسانی آمادہ امداد کر سکتا تھا۔ اس امید کا سہارا لیکر میں دوڑ پڑا اس کھڑکی کی طرف گیا لیکن آپ
میری مایوسی کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ جب دیکھا کہ وہ مکان کے پچھواڑے ایک ایسے مقام پر کھلتی تھی
جس کے اطراف میں آس پاس کے مکانوں کی اونچی دیواریں تھیں۔ پھر بھی اس خیال سے کہ اگر میں
نے اونچی آواز سے شور مچایا تو گرد و نواح کے رہنے والے اسے سن لینگے میں اس کھڑکی کو کھولکر
اس قسم کی کوشش کیا چاہتا تھا کہ دروازہ بڑے زور کے ساتھ کھلا اور آگے مسٹر [illegible]
کے پیچھے تامس ٹیڈی اور بلیک بیرڈ تینوں آدمی کمرہ میں داخل ہوئے!

سلسلہ داستان جاری رکھنے سے پہلے میں ایک لحظہ ٹھہر کر چند الفاظ ان دو بدمعاشوں
کے متعلق بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ ٹیڈی حسب معمول لاغر اور سکڑا ہوا ادنٰی قسم کے بوسیدہ کپڑے
پہنے ہوئے تھا اس کی رنگت پہلے کی نسبت زیادہ سیاہ نظر آتی تھی۔ بلکہ سپید بال زیادہ
لمبے ہو کر الجھے ہوئے گچھوں میں پیچھے پشت کوٹ کے کالر پر لٹکے ہوئے تھے اور جب اس کی تنگ
خاکستری آنکھیں میری آنکھوں سے دوچار ہوئیں۔ تو مجھے ان کی تہ میں شیطانی بغض و کینہ کے آثار
نظر آئے۔ رنگیلا بلیک بیرڈ تو اس کی صورت دن کی روشنی میں اس سے بہت زیادہ مکروہ اور
شیطانی دکھائی دی جتنی مرٹل لاج کے اصطبل کے اندھیرے میں معلوم ہوئی تھی اس نے ایک ڈھیلی
برجس پہنی ہوئی تھی اور گلے میں سبز رنگ کا بدنما کوٹ تھا جس میں پیتل کے بٹن لگے ہوئے تھے۔
اس کی نکٹائی غیر معمولی لمبی اور گلے میں باندھنے کے کپڑے کی رنگت جو کبھی نیلی تھی سپیدی
مائل ہو کر چیتی دار ہو چکی تھی بظاہر اس نے اپنے آپ کو کسی اچھے خاندان کا سائیس ظاہر کرنے
کی کوشش کی تھی لیکن بحیثیت مجموعی اس کی صورت اور لباس سے یہ معلوم ہوتا تھا گویا بیکاری
کا مریض گھسیارہ ہے جس کی حالت امتداد زمانہ سے بدتر ہو چکی ہو سر کے بال سیاہ چہرہ۔ زرد

اور اس پر لاتعداد چیچک کے داغ تھے۔ پھر اس کے علاوہ اس کی ٹھوڑی پر گھونی دار سیاہ داڑھی تھی۔ (اور غالباً اسی کی وجہ سے اس کا نام بلیک بیرڈ مشہور تھا) اس وقت اس کی داڑھی کے ناتراشیدہ بال تقریباً آدھ انچ لمبے ہو گئے تھے اور ان کی موجودگی اس کے چہرہ پر تندی اور خشونت کے آثار پیدا کرنے والی تھی۔

جس وقت یہ تینوں آدمی دفعتاً میرے کمرہ میں داخل ہوئے۔ تو میرے جی میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اب اگر میں نے اپنی طاقت اور ہمت سے ان کا مقابلہ نہ کیا تو میری زندگی کی خیر نہیں۔ مایوسی کی حالت میں ... سے کام لیکر میں پہلے آتشدان کی طرف گیا اور اس کے بعد لوہے کی دو سلاخیں دونوں ... سوچا تاکہ کسی طرح ان تینوں کے پاس سے گذر کر دروازہ سے باہر نکل جاؤں۔ اس نیت سے تیزی کے ساتھ دوڑا لیکن دروازہ آن واحد میں بند کر دیا گیا اور ٹیڈی اور بلیک بیرڈ وحشی حیوانوں کی طرح میری طرف جھپٹے۔ میں نے دونوں ہاتھوں سے ان دونوں پر بڑے زور کے ساتھ وار کئے مگر چوٹ کھا کر ان کی تندی میں اور اضافہ ہوا حتیٰ کہ ایک لمحہ کے عرصہ میں انہوں نے لوہے کی دو سلاخیں میرے ہاتھوں سے چھین لیں اور مجھے فرش زمین پر گرا دیا جس کے بعد ٹیڈی نے اپنا مضبوط استخوانی ہاتھ اس زور سے میری گردن پر رکھا کہ مجھے اپنا دم گھٹتا معلوم ہوا۔ کم از کم میرا خیال ہے کہ اس وقت میرے چہرہ کی رنگت سیاہ پڑ گئی ہو گی اس موقعہ پر خوفناک کبڑے نے میرے پہلو میں دو زانو ہو کر جیب سے رومال نکالا اور اسے خوب کس کر میرے منہ پر باندھ دیا تاکہ کسی طرح کی چیخ یا مدد کی آواز میرے منہ سے نہ نکلے اور ٹیڈی کمبخت نے اس وقت تک اپنا ہاتھ میری گردن سے نہیں ہٹایا حتیٰ کہ میرے دشمن جان ساتھیوں کی طرف سے منہ باندھنے کا یہ عمل پورا نہ ہو گیا۔

"بس اب یہ کسی طرح کا شور و غل نہ مچا سکے گا۔" اس کے بعد ٹیڈی نے کہا۔ "بس آؤ اسے لے چلیں۔"

اور جب اس کے بعد اس نے بلیک بیرڈ سے مکر کے ... ساتھیوں کی طرف ... تو میں نے بڑے زور سے جد و جہد کرنی شروع کی ... بلیک بیرڈ نے گالی دی ... زور دار

گھونسا رسید کیا اور اس کے ساتھ ہی کہا کہ اگر تو چپ نہ رہے گا۔ تو یاد رکھ میں یہ تیز چاقو تیرے سینے میں گھونپ دوں گا۔" لیکن جب موت نظروں کے سامنے ہو تو اس طرح کی دھمکیوں کی کسے پروا ہو سکتی ہے۔ کئی طرح کے خوفناک اندیشے میرے جی میں پیدا ہو چکے تھے۔ اور میں سخت بدحواسی کے عالم میں برابر جدوجہد کر رہا تھا۔ فی الحقیقت میں اپنی ننھی سی جان کو بچاؤ کی انتہائی حد وجہد کئے بغیر ضائع ہوتے دیکھنا منظور نہ کر سکتا تھا کیونکہ یہ بات پوری طرح میرے ذہن نشین ہو چکی تھی کہ لینو ورلڈ اس کے دونوں خوفناک ساتھی مجھے ایسے مقام پر لے جانا چاہتے ہیں۔ جہاں ان کا منشا مجھے ہلاک کر دینے کا ہے۔ اس خیال کے آتے ہی میں نے اور زیادہ زور کے ساتھ جدوجہد شروع کی جس سے وہ رومال جو میرے منہ میں ٹھونسا ہوا تھا نکل گیا اور میں نے مدد کے لئے پر زور چیخ ماری۔ تب بدمعاش بیکھیرڈ نے ایک آہنی مکا اس زور سے میرے سر کے پہلو میں مارا کہ میں بالکل بیہوش ہو گیا۔

رفتہ رفتہ جب مجھے ہوش آیا اور میرے ذہنی قوے جو صدمہ کی شدت سے عارضی طور پر معطل ہو گئے تھے۔ دوبارہ اپنی اصلی حالت پر آنے شروع ہوئے تو میں نے معلوم کیا کہ گھپ اندھیرے میں نمناک زمین پر پڑا ہوں۔ تو بھی جس زور سے بل مبیک بیرڈ نے مکا مارا تھا اس کا اثر اب تک دوران سر کی صورت میں باقی تھا اور پہلا احساس جو آنکھ کھلنے کے بعد مجھ کو ہوا یہ تھا کہ میں نے حال میں کوئی خوفناک روح فرسا خواب دیکھا ہے اور اب رفتہ رفتہ اس کے اثرات سے نکل کر اصلی حالت میں آنے لگا ہوں۔ لیکن جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے۔ یہ ذہنی مغالطہ بہت عرصہ قائم نہ رہ سکا۔ اور جلدی ہی مجھکو اصل حقیقت تسلیم کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ سمجھ آئی میں کہاں ہوں؟ بڑی مشکل سے اٹھا اور سیدھا بیٹھکر اس گھپ اندھیرے میں جو چاروں طرف چھایا ہوا تھا۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کی کوشش کرنے لگا۔ تاریکی اتنی کثیف تھی جتنی مصر پر دیا نازل ہوتے وقت چھائی تھی یعنی کسی ایسی چیز سے ملتی ہوئی جسے ہاتھ سے چھو کر معلوم کیا جا سکتا ہو۔ اس وقت دفعتاً یہ ہیبتناک جگر پاش خیال میرے دل میں پیدا ہوا کہ یہ کوئی زمین دوز تہ خانہ ہے اور وہ لوگ مجھے اس میں زندہ دفن کر کے رخصت ہو گئے ہیں۔ اس خیال کے آتے ہی سردی کی

پھر میری رگ رگ سے ہوتی ہوئی گذری اور شدت خوف سے مجھے اپنے خون کی گردش تھمتی معلوم ہوئی کسی طرح اس جگہ کی وسعت کا صحیح اندازہ کرنے کے لئے میں نے اپنے بازو اطراف میں پھیلائے۔ اور وہ دو طرف ناہموار مٹوس دیواروں سے لگ گئے۔ میں نے ادھر ادھر ٹٹول کر دیکھا۔ تو جلدی ہی اس حقیقت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہونا پڑا کہ ضرور یہ کوئی تہ خانہ ہے۔ رہ گیا یہ سوال کہ وہ کہاں ہے تو اس کا جواب پانے سے ناقابل ہوتے ہوئے بھی میرے لئے یہ معلوم کرنا مشکل نہ تھا کہ خواہ وہ کسی غیر مستقل عمارت کا زیریں حصہ ہے۔ یا کوئی دوسرا ہیبت ناک مقام۔ بہرحال یہ بات یقینی ہے کہ وہ سطح زمین سے بہت نیچے واقع ہے۔ کیونکہ سورج کی روشنی کا تو ذکر کیا۔ دن کے اجالے کی خفیف سی جھلک بھی اس کے اندر کسی طرف سے داخل نہ ہوتی تھی۔ لیکن پھر خیال آیا کہ ممکن ہے اس وقت رات ہو۔ اور مجھ کو بیہوش پڑے کئی گھنٹے گذر گئے ہوں۔ خیر میں نے اس سوال پر غور کرنا شروع کیا اور جلدی ہی اس نتیجہ پر پہنچ گیا کہ مجھے اس جگہ پڑے ہوئے بہت عرصہ نہیں گذرا۔ کئی باتیں اس خیال کی تصدیق کرنے والی تھیں۔ مثلاً ایک یہ کہ اگر مجھے اسی نمناک زمین پر پڑے ہوئے بہت دیر گذری ہوتی۔ تو یقینی طور پر میرے اعضا سردی اور نمی کی وجہ سے اینٹھ گئے ہوتے حالانکہ فی الحال مجھ کو اپنے سر میں یا بدن کے انہی حصوں میں درد محسوس ہوتا تھا۔ جہاں پل بلیک بیرڈ کو طاقت آزمائی کا موقعہ ملا تھا۔ پھر اس کے علاوہ اگر مجھے اس جگہ پڑے زیادہ عرصہ گذرا ہوتا تو بھوک سے ضعف جانی کا احساس شروع ہو جاتا۔ حالانکہ سردست مجھے اس طرح کی بھی کوئی شکایت نہ تھی۔ دفعتہً ایک نیا خیال میرے دل میں پیدا ہوا یعنی ہر چند میرے لئے اس اندھیرے میں گھڑی کی سوئیاں دیکھنا ناممکن تھا۔ تاہم میں اس کا شیشہ کھول کر سوئیوں کی مقامیت سے وقت کا کچھ نہ کچھ اندازہ کر سکتا تھا۔ لیکن جب میں نے جیب کو ہاتھ لگا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ گھڑی غائب ہے۔ دوسری جیبوں کو تلاش کیا تو وہ بٹوا بھی عدم موجود تھا جس میں میری ساری نقدی بند تھی۔ میں اب مفلس و محتاج تھا۔ ایک چھدام تک زہر کھانے کو جس کے پاس باقی نہ تھا۔

آہ۔ احمق! سو بار احمق! میں نے اپنے آپ کو کوستے ہوئے کہنا شروع کیا۔ یہ میری اپنی زود اعتمادی اور ابلہ یقینی کی سزا تھی۔۔ نہ میں اس عیار کبڑے کی باتوں میں آتا۔ نہ یہ روز بد دیکھنا پڑتا۔ اور اس کے بعد جب میں بٹوے اور گھڑی کے گم ہونے پر افسوس کر رہا تھا۔ تو ایک چھپی ہوئی آواز نے سینہ کے اندر سے کہنا شروع کیا کہ ناداں تو ان معمولی چیزوں کے لئے ناحق غم کرتا ہے۔ جبکہ تیری اپنی زندگی صریح خطرہ میں پڑی ہے۔ ورنہ کیا وجہ تھی۔ کہ وہ لوگ مجھے اس خوفناک تہ خانہ میں ڈالکر چلے جاتے؟ اس کے علاوہ کیا میں اس حقیقت سے واقف نہ تھا کہ ایک دفعہ پہلے بھی لیونارڈ نے ٹیڈی کے ساتھ مل کر میرے قتل کی سازش کی تھی؟ ممکن تھا اسی مقصد کو پیش نظر رکھکر جو تب ان کے دلوں میں تھا وہ اب بھی مجھے ہلاک کرنے کی نیت سے ہی اس جگہ ڈال گئے ہوں۔ اس سلسلہ میں یہ بھی خیال آیا کہ آخر کس لئے وہ لوگ میرے پیچھے پڑے ہیں؟ میں نے لیونارڈ اور اس کے ساتھیوں کا کیا بگاڑا ہے کہ وہ میری ہلاکت کی کوشش کر رہے ہیں؟ اس کے علاوہ میری بے حقیقت اور ناچیز ہستی کونسی خاص اہمیت رکھتی ہے کہ وہ اپنی یا کسی دوسرے شخص کی راہ سے اس کی مزاحمت ہٹانے کو اس کے خاتمہ کے درپے ہیں اور پھر میری زندگی اس عہد شباب میں مجھے کتنی عزیز تھی! میں زندہ رہنا چاہتا تھا۔ میں انیبل۔۔۔ پیاری انیبل کے لئے زندہ رہنا چاہتا تھا! افسوس کیا اب میں اسی جگہ پڑا پڑا مر جاؤں گا؟ کیا مجھے پھر اس کی صورت دیکھنی نصیب نہ ہو گی؟

لیکن نہیں میں اپنے اس وقت کے خیالات کی تفصیل میں داخل ہونا نہیں چاہتا کیونکہ اس خوفناک تہ خانہ میں ہوش آنے کے بعد ایک گھنٹہ کے اندر اندر ایسے عجیب اور متنوع خیالات میرے دل میں پیدا ہوئے کہ اگر میں ان سب کا ذکر کرنے بیٹھوں۔ تو اس کیلئے دفتر درکار ہوں۔ کچھ عرصہ خیالات کا یہ دور شدت کے ساتھ قائم رہا۔ لیکن اس کے بعد رفتہ رفتہ کم ہونے لگا۔ جوش کی وہ حالت جس نے اسے برقرار رکھا ہوا تھا آخر کار ختم ہو گئی اور اس کے بعد ایک گہرا سکوت مجھ پر طاری ہونے لگا۔ اب میرے خیالات زیادہ منضبط

اور مربوط صورت اختیار کرنے لگے میں نے سوچا کہ اگر اس شخص لینوورا اور اس کے ساتھیوں کا منشا واقعی مجھکو ہلاک کرنا ہوتا تو جس طرح ان لوگوں نے مجھے مکا مار کر بیہوش کیا تھا۔ اسطرح وہ بے ہوشی میں میری زندگی کا خاتمہ کر سکتے تھے۔ اس صورت میں انہیں مجھکو بے ہوشی کی حالت میں اٹھا کر اس جگہ لانے کی کیا حاجت تھی؟ کس لئے وہ مجھے اس حالت میں چھوڑ کر چلے جاتے جبکہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ ہوش میں آنے کے بعد میری طرف سے اس شخص کا جو مجھے ہلاک کرنے اس جگہ آئے کچھ نہ کچھ مقابلہ ضرور ہوگا۔ جتنا زیادہ میں نے اس سوال کے مختلف پہلوؤں کو سوچا اتنا ہی زیادہ یقین کے ساتھ مجھے اس نتیجہ پر پہنچنے کے لئے مجبور ہونا پڑا کہ وہ حقیقت وہ لوگ میری جان لینا نہیں چاہتے۔ بلکہ وہ کوئی اور ہی مقصد ہے جس کے لئے یہ سب کارروائیاں عمل میں لائی جارہی ہیں لیکن اس کے بعد پھر وہی سوال پیدا ہوا کہ وہ مقصد کیا ہے کیا میری دائمی حراست؟ آہ اگر وہ لوگ مجھے اس خوفناک تہ خانہ میں بند رکھنے کا ہی ارادہ رکھتے تھے تو موت ایسی زندگی پر ہزار درجے قابل ترجیح تھی کیونکہ اس کی تکلیف عارضی تھی اور اس خوفناک قید کی صعوبتیں دائمی۔ اس صورت میں خواہ ان لوگوں کا ارادہ میری جان لینے کا ہو یا نہ ہو میرے لئے زندہ رہنا محال، ناممکن تھا یقینی طور پر موت جلدی ہی میرے بارہ میں ان لوگوں کی فکر و تشویش کا خاتمہ کر دے گی۔

اس خیال کے پیدا ہوتے ہی کہ وہ شائد مجھے اسی تہ خانہ میں بند رکھنا چاہتے ہیں۔ اور میں کبھی اس سے زندہ نکلکر دن کی روشنی نہ دیکھ سکوں گا۔ میری ذہنی اذیتیں از سر نو تازہ ہوگئیں اور میں نے چیختی ہوئی پرشور آواز میں اپنے دشمنوں سے رحم اور سننے والوں سے امداد کی درخواست کرنی شروع کی۔ تھوڑی دیر یہ سلسلہ جاری رہا مگر اس کے بعد یہ ہیبتناک خیال دل میں جاگزین ہونے لگا کہ تہ خانہ کی دیواریں اتنی ٹھوس اور مضبوط ہیں کہ ان کی راہ سے کوئی آواز باہر نہیں جاسکتی اور وہ میری اپنی ہی آواز کی گونج ہے۔ جو اس چار دیواری سے ٹکرا کر پھر میرے کانوں میں آجاتی ہے۔ جلدی ہی اپنی بے سود کوششوں سے تھک کر میں پھر اسی

خوفناک زمین پر گر پڑا اور مایوسی نے میری تمام کوششوں کا خاتمہ کر دیا۔

وقت گذرتا گیا۔ میں نہیں جانتا میرے ہوش میں آنے کے بعد کتنا عرصہ گذرا تھا۔ بہرحال دفعتاً ایسا معلوم ہوا کسی نے دروازہ کے باہر قفل میں کنجی ڈال کر گھمانی شروع کی ہے میں چونک کر اٹھا اور اس کے ساتھ میں پر دہشت امید اور پر خوف وحشت سے میرا دل زور سے دھک دھک کرنے لگا۔ امید اس بات کی تھی کہ شاید کوئی مجھ کو رہا کرنے کے لئے آیا ہے اور دہشت اس بات کی کہ ممکن ہے میری ہلاکت کا وقت قریب آ گیا ہو۔ اتنے میں بھاری دروازہ آہستگی کے ساتھ کھلا اور جب اس کے بعد جلتی ہوئی موم بتی کی پھیکی روشنی چاروں طرف پھیلی۔ تو میں نے دیکھا کہ وہی بوڑھی عورت جسے لینورے نے مسز مارشلے کے نام سے مخاطب کیا تھا آگے اور شیڈی اور بل بلیک بیرڈ دونوں اس کے پیچھے کھڑے ہیں۔ عورت کے ایک ہاتھ میں جلتی ہوئی شمع اور دوسرے ہاتھ میں ایک پلیٹ تھی جس پر روٹی اور سرد گوشت کا ٹکڑا رکھا ہوا تھا۔ دروازہ کھولتے ہی اس نے کہا "یہ لو میں تمہارے کھانے کو لائی ہوں"۔

افسوس! یہ وہ عورت تھی جس نے میری آمد پر مسٹر لینورے کی زبانی اس کی بی بی اور بچی کی مصیبتوں کا حال سن کے آنکھیں پونچھنے کا بہانہ کیا تھا ... ستمگر عیارہ! بہرحال میں نے اس کے قدموں میں دوزانو ہو کر اس سے اپنی رہائی کے بارہ میں التجا کرنی شروع کی اور اسی طرح ان دونوں بے رحم شیطانوں سے بھی جو غالباً اس کی حفاظت کے لئے ساتھ ساتھ آئے تھے۔ رہائی کی درخواست کیں مگر میری درخواستیں اور التجائیں بالکل بےسود تھیں۔ عورت نے کھانے کی پلیٹ اور پانی کی ایک ٹھلیا فرش زمین پر رکھ دی۔ دروازہ بند کر دیا گیا۔ اور جب کنجی کے قفل میں گھمانے کی آواز سنائی دینی بند ہو گئی۔ تو اس خوفناک خاموشی میں جو پھر ایک بار چھا گئی وہ میری اپنی ہی سسکیوں کی آواز تھی جو بڑی دیر تک رک رک کر میرے گلے سے نکلتی سنائی دیتی رہی۔

لیکن رفتہ رفتہ میں پھر ایک بار رو دھو کر چپ ہو گیا اور پھر دہی گہرا سکون مجھ پر طاری ہونا شروع ہوا۔ میں نے سوچا کہ درحقیقت وہ لوگ میری جان لینا نہیں چاہتے۔ کم از کم یہ

خیال تھا جس کو میں نے بڑی مضبوطی سے اپنے دل میں جگہ دینے کی کوشش کی شمع کی روشنی میں میں نے دیکھا تھا کہ وہ مقام جو میرے قید خانہ کا کام دیتا تھا ایک تنگ گنبدی تہ خانہ ہے۔ اس مضطربانہ نگاہ میں جو میں نے چاروں طرف ڈالی تھی یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلو کی ایک دیوار میں ایک تنگ سلاخ دار دریچہ ہے جو غالباً کسی پاس کے تہ خانہ سے ملحق ہوا کی آمد و رفت کے لئے بنا ہوا تھا۔ چنانچہ اب میں نے سوچنا شروع کیا کہ اگر کسی طرح اس دریچہ کو کھولا جا سکے تو گو شگاف تنگ ہے۔ تاہم جس طرح بھی ممکن ہو میں اس کی راہ سے گذر کر پاس والے کمرہ میں پہنچ جانے کی کوشش کر دوں ممکن ہے اس کمرہ کا دروازہ کھلا ہو اور میرے لئے اس کی راہ سے فرار ہونا ممکن ہو مفرار کا خیال آتے ہی ایک نئی طرح کا جوش جس میں امید اور خوشی کا عنصر غالب تھا میرے دل میں پیدا ہو گیا میں نے پاس جا کر اس مقام کو ٹٹول کر دیکھا سلاخیں بے شک مضبوط تھیں تاہم ان میں زنگ لگا ہوا تھا۔ پھر جب میں نے احتیاط سے ان پر ہاتھ پھیر کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ بڑی پختگی سے جمی ہوئی ہیں تو بھی میں نے ان کو اکھاڑنے کی کوشش کی۔ دونوں پیر دیوار کے ساتھ لگا کر میں نے ان سلاخوں کو اپنی طرف کھینچنا شروع کیا میں نے پوری طاقت سے زور لگایا۔ مگر بے سود۔ ان سلاخوں کو اکھاڑنے کے لئے میری ناچیز کوشش اتنی ہی بے حقیقت تھی۔ جیسے اس منحوس عمارت کو اپنے ناخنوں سے کھرچنے کی کوشش۔ تھک ہار کر میں پھر ایکبار گیلی زمین پر لیٹ گیا۔

کئی گھنٹے گذر گئے اور اب رفتہ رفتہ مجھکو بھوک کا احساس ہونا شروع ہوا اس کے باوجود طبیعت کھانے پر مائل نہ تھی۔ اس خوراک کے خیال سے ہی جو میرے لئے رکھی گئی تھی استکراہ ہوتا تھا۔ پھر ایک بار میں نے حال کے ہر ایک واقعہ پر غور کرنا شروع کیا۔ تاکہ اس ذریعہ سے اگر ممکن ہو تو میں اس بارہ میں کوئی نتیجہ اخذ کر سکوں کہ ان لوگوں نے میری نسبت کیا ارادہ کیا ہے لاتعداد قیاسات کو میں نے اپنے دل میں جگہ دی مگر ان میں ایک بھی ایسا نہ تھا۔ جسے فیصلہ کن سمجھا جا سکتا بارہا ایسا ہوتا کہ مجھے اپنے دماغ میں چکر آتے معلوم ہوتے۔ بہر حال ایک بات یقینی معلوم ہوئی یعنی یہ کہ وہ سب داستانیں جو مسٹر لیتو ورنے انقلاب زمانہ اور اپنی مصیبت

اور پریشانی کے بارے میں مجھ سے بیان کیں فرضی اختراعات تھیں جن سے وہ میرے دل میں ہمدردی پیدا کر کے کسی طرح مجھ کو اس مکان تک آنا چاہتا تھا جہاں اس کو معلوم تھا کہ اس کے کارکن ان خوفناک تجویزوں کو جو اس نے پہلے سے سوچ رکھی تھیں عمل میں لانے کے لئے آمادہ و تیار ہیں۔ پھر جب مجھے یاد آیا کہ اپنی بیٹی اینبل کا ذکر کرتے ہوئے اس نے کس طرح کی نظروں سے میری طرف دیکھا تھا۔ تو مجھ کو یقین ہو گیا کہ وہ اس ذریعہ سے معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کیا مجھ کو واقعی اس کی بیٹی سے عشق ہے اور اس کے بعد یہ معلوم کر کے کہ میں درحقیقت اس کو چاہتا ہوں اس نے اپنی گفتگو کو ایسے طریق پر جاری رکھا کہ میں آسانی اس کی باتوں میں آ گیا۔ اس کے علاوہ اب یہ بھی مجھے یاد آیا کہ اس نے عمدہ کپڑے پہنے ہوئے تھے یعنی اس کی صورت سے کسی طرح کے آثار افلاس ظاہر نہ ہوتے تھے۔ اگرچہ بدقسمتی سے اس وقت حالت جوش میں میں ان تفصیلاتوں کی طرف پوری توجہ نہ دے سکا تھا پس میں یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو گیا کہ افلاس و مصیبت کی جو داستان اس نے مجھ سے بیان کی وہ محض شرارت اور دروغ کا پلندہ تھی چنانچہ اس وقت بھی جب میں سخت مصیبت میں مبتلا تھا اور اپنے مستقبل کے بارے میں بے یقینی کی حالت میں پڑا تھا۔ میرے جی کو یہ سوچ کر اطمینان حاصل ہوا کہ اینبل اور اس کی ماں درحقیقت مفلسی او غریبی کا شکار نہیں ہیں۔

مسز ہارٹلے اور اس کے دو نو بدمعاش ساتھیوں کی آمد اور واپسی کے بعد کئی گھنٹے گذر چکے تھے کہ پھر ایک بار اسی طرح دروازہ کھلا اور وہ تینوں نمودار ہوئے۔ البتہ اب کی دفعہ پہلے کی نسبت یہ اضافہ اور ہوا کہ عورت نے کھانے کے علاوہ دو کمبل میری طرف پھینک دیئے۔ اور یہ کہکر رخصت ہونے کے لئے پیچھے مڑی کہ ان کی مدد سے تم رات کو آرام سو سکو گے۔ پھر ایک بار میں نے اس سے رحم کی درخواست کرنی شروع کیں لیکن بے فائدہ۔ اس کے پتھر دل پر میری التجاؤں کا ذرا اثر نہ ہوتا تھا البتہ تیڈی سے تھوڑی دیر پھسر پھسر باتیں کرنے کے بعد اس نے اتنی رعایت اور دی کہ جلتی ہوئی موم بتی میرے پاس چھوڑ گئی۔ رخصت ہونے سے

بیلی بلیک بیرڈ نے وحشیانہ انداز سے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ چوہے پاس نہ آئیں گے۔" چوہوں کا ذکر آنے سے مجھے اپنا خون سرد ہوتا معلوم ہوا اور میں نے شکریہ کے ساتھ موم بتی قبول کی۔ اس کے بعد دروازہ بند ہوا اور میں پھر ایک بار تنہا رہ گیا۔

اب مجھے روٹی کے چند ٹکڑے زہر مار کرنے پر مجبور ہونا پڑا اور چونکہ ذہنی اور جسمانی طور پر تھکا ماندہ تھا۔ اس لئے کھانے سے فارغ ہو کر کمبل اوڑھ لئے اور سونے کی فکر کرنے لگا۔ میں نے اندازہ سے معلوم کیا کہ شمع غالباً پانچ گھنٹے جلے گی۔ کیونکہ جلتی ہوئی موم بتی کے علاوہ ایک ٹکڑا اور بھی شمع دان میں رکھا تھا۔ اور میں یہ چاہتا تھا کہ جس قدر نیند لینی ہے اس روشنی کی موجودگی میں لے لوں۔ کیونکہ بل بلیک بیرڈ کے بیان کردہ چوہوں کی دہشت سے میرے لئے اندھیرے میں آنکھ بند کرنا عملی طور پر ناممکن تھا جلدی ہی میری آنکھ لگ گئی اور خیال ہے کہ میں کئی گھنٹے سوتا رہا۔ کیونکہ جب میری آنکھ کھلی تو شمع آخری جھکولے لے رہی تھی۔ میں نے بجھتے ہوئے شعلہ کی مدد سے دوسری موم بتی روشن کی۔ چونکہ تھکن کا احساس اب بھی باقی تھا۔ اس لئے پھر ایک بار سونے کے لئے لیٹ گیا۔ جب دوسری بار آنکھ کھلی۔ تو موم بتی کا دوسرا ٹکڑا بھی بجھنے کے قریب تھا۔ اس کے بعد میں نے سونے کا خیال دل سے نکال دیا اور حقیقت میں اب مجھے نیند کی خواہش بھی نہیں تھی کیونکہ میرا جسمانی اضمحلال رفع ہو چکا تھا البتہ ذہنی حالت . . . اگر ممکن سمجھا جاسکے۔ تو پہلے سے بھی بدتر تھی۔ کیونکہ آنکھ کھلتے ہی پھر ایک بار خوفناک دہشت انگیز خیالات دل میں پیدا ہونے شروع ہو گئے۔

بڑی دیر کے بعد جب مجھ کو بیدار ہوئے کم از کم تین گھنٹے گذر گئے تھے۔ منرھار نیلے پھر ایک بار نمودار ہوئی۔ لیکن اب کی بار صرف ایک آدمی جیفری اس کے ہمراہ تھا گو از روئے احتیاط اس نے پستول کی نالی اس بڑھیا کے شانہ کے اوپر سے میری طرف بڑھا رکھی تھی۔ یہ حالت دیکھ کر میرے دل کو سخت دہشت ہونے لگی۔ میں خوف کی چیخ مار کر پیچھے ہٹا اور دالانہ سے دور افتادہ کونے میں فرش زمین پر دو زانو ہو کر رحم کی التجا کرنے لگا۔

"نادان کیوں احمق بنتا ہے؟" ٹیڈی نے میری یہ حالت دیکھ کر کہا۔ "میں تجھکو ہلاک کرنے نہیں آیا یہ پستول محض اس لئے میرے پاس ہے کہ تجھکو معلوم ہو جائے اگر تو نے کسی طرح کی ناشائستہ حرکت کی یا اچھی طرح پیش نہ آیا تو پھر اس کی گولی یقیناً تیرے سر میں داخل ہوگی ورنہ نہیں۔"

عورت نے میرے لئے کچھ اور کھانے کی چیزیں فرش زمین پر رکھدیں اور وہ شمع جو اس کے ہاتھ میں تھی پھر ایکبار میرے پاس چھوڑنے کے لئے آمادہ ہوگئی میں نے دلی شکریہ کے ساتھ اس عنایت کو قبول کیا کیونکہ روشنی کی برکت کا صحیح اندازہ وہی لوگ کرسکتے ہیں جنہیں گھپ اندھیرے میں رہنے کا اتفاق ہوا ہو۔ اس کے بعد لگاتار کئی گھنٹے گذر گئے اور کوئی نیا واقعہ میری قید کی ہم آہنگی کو توڑنے والا پیش نہ آیا۔ بڑی دیر کے بعد جب مسز ہارٹلے پھر میرے لئے کھانا لے کر آئی تو ٹیڈی بدستور اس کے ساتھ تھا مگر شائد اس نے اس پہلی دھمکی کو ہی کافی موثر سمجھا تھا کیونکہ اب کی بار اس نے پستول کی نمائش کرنا ضروری خیال نہ کیا۔

ان کے چلے جانے کے بعد میں نے ایک نئی تجویز سوچنی شروع کی۔ جو شروع میں بالکل ناقابل عمل معلوم ہوتی تھی۔ تاہم رفتہ رفتہ ثابت ہونے لگا کہ تھوڑی ہمت کر کے اس کو ضرور عمل میں لایا جاسکتا ہے۔ ممکن ہے اسکی وجہ یہ ہو کہ انتہائی مصیبت کی حالتوں میں انسان کا دماغ کسی نہایت مبہم تجویز کو بھی قابل عمل تصور کرنے لگتا ہے۔

بہرحال تجویز جو میں نے سوچی یہ تھی کہ اب کی بار جس وقت یہ عورت واپس آئیگی تو غالباً ٹیڈی اس کے ساتھ ہوگا کیونکہ کسی وجہ سے یہ فرض بلیک بیرڈ کے سپرد نہ کیا گیا تھا دروازہ کھلتے ہی میں بآسانی معلوم کرلوں گا کہ آیا ٹیڈی کے پاس اب بھی پستول ہے یا نہیں اگر وہ اس کے پاس نہ ہوا تو میں دوڑ کر باہر نکلنے کی کوشش کروں گا۔ عورت کو زور سے ایک طرف ہٹا دوں گا اور اس سے پہلے کہ ٹیڈی کچھ کرسکے ایک زوردار مکا رسید کرکے اسے بھی ایک طرف گرا دوں گا جس کے بعد میرے لئے فرار کا عمل بالکل سہل ہوگا۔

تجویز ہر چند مجنونانہ تھی۔ تاہم اپنی موجودہ خطرناک حالت کو دیکھتے ہوئے میں نے اس کو یہاں تک قابلِ آزمائش سمجھا کہ نتیجہ کی پرواہ کر کے اس پر عمل کرنے کے لئے آمادہ ہو گیا چنانچہ بڑی فکر و تشویش کے ساتھ میں اس موقعہ کا انتظار کرنے لگا جب مسز ہارٹلے کو پھر ایک بار آنا تھا۔ انتظار کی یہ گھڑیاں جس قدر لمبی اور تکلیف دہ ثابت ہوئیں۔ اس کا حال بیان کرنا بیسود ہے گھنٹے سچ مچ لمبے سالوں کی صورت اختیار کرنے لگے۔ حتیٰ کہ آخرکار وہ خوشگوار آواز جس کا مجھے اس قدر بے چینی سے انتظار تھا یعنی کنجی کے قفل میں گھومنے کی میرے کانوں میں آنی شروع ہوئی کوٹھڑی کے اندر شمع اب تک جل رہی تھی میں ذہنی اضطراب کی حالت میں اٹھکر کھڑا ہو گیا اور دروازہ کی طرف تکنے لگا اور سوچنے لگا کہ میرے لئے یہاں سے باہر نکلنے کی جدوجہد کس حد تک ممکن ہو گا۔ اتنے میں دروازہ کھلا اور وہی عورت ایک ہاتھ میں جلتی ہوئی موم بتی اور دوسرے میں کھانے کی پلیٹ لئے نمودار ہوئی میں نے گردن اٹھا کر اس کے پس پشت دیکھا۔ لیکن ٹیڈی یا اس کا پستول کہیں نظر نہ آیا اس کے بعد ایک ثانیہ کے عرصہ میں یقیناً وہ ڈر کر اس کے پاس آ پہنچ جاتا اور اسے دھکا دیکر باہر نکل جانے کی کوشش کرتا لیکن دفعتاً اس نے دبی آواز سے کہا "چپ! خاموش! میں تمہاری دشمن نہیں دوست ہوں"

آہ! اس جملے نے آن واحد میں کتنی عظیم تبدیلی میرے خیالات میں پیدا کر دی۔ یہ چند الفاظ میرے لئے پیام امید ثابت ہوئے اور بچاؤ کی صورت قریب دیکھکر میرا دل مارے خوشی کے زور زور سے دھڑکنے لگا۔

"چپ!" اس نے پھر ایک بار دبی آواز سے کہا۔ وہ لوگ قریب ہی ہیں۔ ایسا نہ ہو ہماری آواز سن لیں۔ غریب لڑکے مجھے تیری حالت پر بڑا رحم آتا ہے۔ اور مجھ سے جہاں تک ممکن تھا اس قید تنہائی میں تیری امداد بھی کرتی رہی ہوں۔ مجھکو ہدایت کی گئی تھی کہ فقط خشک روٹی اور پانی تم کو مہیا کروں لیکن میں اپنی طرف سے گوشت کا اضافہ کرتی رہی ہوں۔ پھر اس کے علاوہ ان کا حکم تھا کہ تم فرش زمین پر سویا کرو۔ لیکن میں نے تمہارے لئے نہ صرف کمبل مہیا کئے

بجہ روشنی کا انتظام بھی کر دیا تاہم خیر مصیبت کا زمانہ گزر گیا اب تم حوصلہ کرو۔ ایک یا دو گھنٹوں کے اندر میں چپ چاپ آکر دروازہ کھول دونگی اور اس وقت تم نے رخصت ہو جانا۔ اس وقت رات کے آٹھ بجے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ دس سوا دس بجے تک میں ضرور تم کو رہا کر دوں گی۔"

خوشی کے آنسو بے اختیار میرے رخساروں پر بہنے لگے اور جوش کی بکلی تھرتھری بدن کے ہر حصہ میں پھر گئی۔ "اوہ!" میں نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ "میں نہیں جانتا کس منہ سے آپ کا شکریہ ادا کروں . . ."

"بس یہ وقت زیادہ باتیں کرنے کا نہیں ہے" مسز ہارٹلے نے عنایت آمیز نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا اور اس وقت دفعتاً وہ خیالات جو میرے دل میں اس کے بارہ میں پیدا ہوئے تھے وہ بھی بدل گئے۔ "یہ لو میں تمہارے لئے شراب کا ایک گلاس لائی ہوں اسے پی لو کیونکہ اس سے تمہارا حوصلہ برقرار رہیگا۔"

اس نے وہ پلیٹ جس پر کھانے کی چیزیں اور ایک بڑا گلاس پورٹ وائن کا رکھا ہوا تھا میرے آگے کر دی۔ مجھے کھانے کی چاہ بالکل نہ تھی۔ البتہ گلاس ہاتھ میں لیکر میں ایک ہی سانس میں پی گیا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا اس کی فقط دھندلی سی یاد باقی ہے۔ میرا خیال ہے کہ دروازہ بند ہونے کی آواز سنائی دی اور وہ عورت کھانے کی پلیٹ یا جلتی ہوئی شمع چھوڑے بغیر دروازہ بند کرکے چلی گئی۔ پھر ایسا معلوم ہوا گویا میرے دماغ میں تیز چکر آنے لگے ہیں۔ میرے پاؤں لڑکھڑانے لگے خیالات نے عجیب طرح کی الجھی ہوئی صورت اختیار کی۔ ہوش و حواس جواب دینے لگے۔ اور میں سب بے اختیاری کی سی حالت میں فرش زمین پر گر گیا

نہیں معلوم یہ حالت کتنا عرصہ قائم رہی لیکن جب اس کے بعد میں گرد و نواح کے حالات سے واقف ہونے کے قابل ہوا تو معلوم ہوتا تھا میں ایک بند گاڑی کے اندر بیٹھا ہوں۔ پختہ سڑک پر گھوڑوں کی ٹاپ سے ملی ہوئی پہیوں کی گڑگڑاہٹ سنائی دیتی تھی۔ لیکن آوازیں اس قدر مبہم اور ملی جلی تھیں کہ معلوم ہوتا تھا میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں۔ رفتہ رفتہ یہ خیال میرے

ذہن میں پیدا ہونا شروع ہوا کہ میں اس گاڑی کے اندر اکیلا نہیں ہوں جس گدے پر میں پڑا تھا اس کے بالمقابل دو آدمی اور بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نیم بے ہوشی کی حالت میں ... کیونکہ میرے حواس اس وقت تک پوری طرح بجا نہ ہوئے تھے میں نے سر اٹھانے کی کوشش کی اور کسی حد تک کامیاب بھی ہوا۔ تاہم حالت ایسی تھی گویا کسی نے منوں بوجھ میرے سر پہ ڈال رکھا ہو۔ اس کے ساتھ ہی درد کی تیز ٹیسیں کنپٹیوں کے پاس اٹھتی معلوم ہوئی۔ میرا خیال ہے کہ اس طرح گردن اٹھانے کی کوشش کرتے ہوئے میں نے کسی قدر آنکھیں بھی کھولیں کیونکہ بازار کے لیمپوں کی روشنی جھلملاتی نظر آئی مگر اس کے فوراً بعد میری آنکھیں دوبارہ بند ہو گئیں۔ اور ایسا معلوم ہوا گویا کوئی نامعلوم بھاری بوجھ ان پر پڑا ہوا ہے۔ دوبارہ گدے سے سر لگنے کے بعد پھر مجھ پر کامل بیہوشی طاری ہو گئی۔ معلوم نہیں کب تک میں گاڑی میں پڑا رہا اور وہ کب یا کس مقام پر جا کر ٹھہری بہرحال دوسرا واقعہ جو مجھکو یاد ہے یہ تھا کہ دو آدمی مجھکو ہاتھوں پر اٹھائے چل رہے تھے۔ اس وقت رفتہ رفتہ میرے منتشر حواس نے پھر اکیبارگی بجا ہونا شروع کیا۔ خیال ہے کہ میں نے آنکھیں بھی کھولیں اور دیکھا کہ میرے ارد گرد روشنی کا نشان تک نہ تھا بلکہ چاروں طرف گھپ اندھیرا چھایا ہوا اور تازہ اور سرد ہوا چل رہی تھی۔ اس تاریکی میں اندھے کی طرح یہ بھی میں نے دیکھا کہ وہ دو آدمی جنہوں نے مجھے اٹھایا تھا نیڈہی اور بلیک بیرڈ تھے لیکن بیداری کی یہ حالت بہت عرصہ تک قائم نہ رہی کیونکہ دفعتاً ایک تیسرے آدمی نے جس کی صورت دیکھتے ہی میں نے معلوم کیا کہ میرا نام نہاد ماموں شیطان سیرت کیزا تھا اسنے بڑھکر روئی کی قسم سے کوئی چیز زبردستی میرے منہ کے ساتھ لگا دی۔ اور کوئی تلخ ذائقہ کی سیال شے مجھے اپنے حلق میں داخل ہوتی معلوم ہوئی۔ اس کے بعد میرے حواس پھر جواب دے گئے۔

رفتہ رفتہ ہوش آیا اور ... اُف۔ میں بیان نہیں کر سکتا کہ میری بیداری کا یہ عمل کتنا سست اور کس قدر موجب تکلیف تھا ... تو ایک عجیب اور بعید از فہم احساس مجھکو ہونا شروع ہوا ایسا معلوم ہوتا تھا۔ گویا وہ مقام جس میں میں لیٹا ہوں اور جس کی صحیح کیفیت نہ مجھکو معلوم تھی اور نہ معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نظر آتا تھا۔ بڑے زور کے ساتھ اوپر نیچے دائیں بائیں حرکت کر رہی ہے۔ پہلے

میں نے سوچا کہ شائد یہ میرے ذہنی فتور کا نتیجہ ہے۔ ورنہ اس طرح کی حرکت کوئی معنے نہیں رکھتی۔ چنانچہ جمع خیالات کی نیت سے میں چند منٹ چپ چاپ اور بے حرکت لیٹے بدن کا کوئی حصہ ہلائے بغیر لیٹا رہا۔ اور اس ذریعے سے میں نے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ کیا اس حرکت کا کوئی حقیقی وجود ہے یا نہیں۔ مجھ میں اتنی طاقت نہ تھی کہ اپنے بازو یا بدن کے کسی اور حصہ کو ادھر ادھر حرکت دے سکتا۔ میری بے ہوشی کے اثرات گو بتدریج زائل ہو رہے تھے۔ تاہم قوٰی اب بھی نیم مردہ تھے۔ اور احساس واضح اور تیز ہونے کی بجائے مدہم اور سست تھا۔ ان حالات میں جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے۔ میری قوتِ فیصلہ اتنی کمزور تھی کہ بڑی دیر تک میں یہ معلوم کرنے سے قاصر رہا کہ میں کس جگہ لیٹا ہوں اور یہ حرکت کیا معنی رکھتی ہے۔ لیکن دفعتًا ایک جھٹکا پہلے کی نسبت بہت تیز محسوس ہوا اور اس کے ساتھ ہی بے اختیاری کی حالت میں دونو بازو اس طرح اٹھ گئے۔ گویا وہ کسی چیز کا سہارا لینا چاہتے تھے۔ اس وقت یہ خوفناک حقیقت واضح ہوئی کہ میرے سر سے قریبًا ایک فٹ کی بلندی پر چوبی تختہ لگا ہوا تھا! ہولناک۔ بھیانک خیالات میرے دل میں پیدا ہونے شروع ہوئے اور جب اس کے بعد میں نے چاروں طرف ہاتھ ملا کر دیکھا تو میری ہیبت نے یہ جان کر اور ترقی کی کہ میں چاروں طرف چوبی تختوں سے گھرا ہوا ہوں۔ دائیں بائیں نیچے اوپر ادھر سر اور پیروں کے قریب ہر طرف چوبی تختے تھے۔ رحم خدا! کیا یہ میرا تابوت تھا؟ اور کیا وہ لوگ مجھے زندہ دفن کر کے رخصت ہو گئے تھے؟

اس ہوش ربا دہشت ناک خیال کے پیدا ہوتے ہی سردی کی تیز لہر مجھے اپنے بدن کے ہر حصہ میں پھرتی معلوم ہوئی۔ اور میری روح بدن کے اندر سکڑ گئی۔ میری آنکھیں ابتک بند تھیں۔ اب میں نے بدقت انہیں کھولا اور اس وقت مدہم روشنی کا حلقہ ان کے سامنے حرکت کرتا نظر آیا۔ وہ ایک عجیب طرح کی دھندلی روشنی تھی جو کبھی آگے پیچھے ہلتی اور کبھی دائرہ کی صورت میں گھومتی تھی جس سے مجھے اپنے دماغ کے گرداب عظیم میں پھنسا ہوا ہونے کا احساس ہوتا تھا۔ پہلے میں نے سوچا کہ شاید یہ روشنی بھی نظری دھوکا ہے۔ اس کے

ساتھ ہی ان پراسرار شعلوں کی یاد نے جنکے بارہ میں میں نے پڑھا تھا کہ قبرستانوں میں یا لاشوں کے آس پاس دیکھے جاتے ہیں ہیبت ناک اندیشے میرے دل میں پیدا کر دیئے۔ میری روح اتنک سراسیمہ تھی اور دماغ پر وحشت اضطراب کا مرکز بنا ہوا تھا۔ اتنے میں کراہٹ کی دبی ہوئی آوازیں میرے کانوں میں آنی شروع ہوئیں اور اس سے اور زیادہ خوف میرے دل کو دہلنے لگا۔ لیکن رفتہ رفتہ بیداری کے ساتھ میری قوت استدلال تازہ ہونی شروع ہوئی اور بڑی آہستگی کے ساتھ خوفناک اندیشے ایک ایک کر کے میرے دل سے زائل ہونے لگے۔ لیکن جب اس کے بعد میں یہ سمجھنے اور جاننے کے قابل ہوا کہ میں کہاں ہوں۔ تو نئی طرح کے خطرے پہلے سے کم وحشت انگیز تاہم اتنے ہی پر خوف پیدا ہونے شروع ہو گئے۔ یعنی اب مجھکو معلوم ہوا کہ میں تابوت میں بند نہیں ہوں نہ یہ دشمنی ہیولانی ہے اور نہ کراہٹ سے ملتی ہوئی آوازیں کسی لاش کی حرکت سے پیدا ہوتی ہیں۔ دراصل میں ایک جہاز پر سوار تھا یعنی جہاز کے نچلے درجہ کی تنگ کیبن کے ایک تختہ پر لیٹا ہوا وہ روشنی اس کی چھت سے لٹکی ہوئی لالٹین کی تھی جو جہاز کی حرکت کے ساتھ ہلتی تھی اور میرے قریب کسی دوسری نشست پر لیٹا ہوا کوئی آدمی دہشت یا بیماری کی وجہ سے کراہتا تھا۔ اس طرح ایک حد تک گو میرے دل کو اطمینان ہو گیا۔ تاہم ایک اور پہلو سے ناقابل بیان اندیشے میری روح کو اور زیادہ پریشان کرنے لگے۔ کیونکہ اب سوچ پیدا ہوئی کہ کیوں مجھے اس جہاز پر لاد دیا گیا ہے کس نے ایسا کیا ہے؟ میں دنیا کے کس حصہ کی طرف جا رہا ہوں؟ اور رستہ میں اور اس کے بعد مجھ سے کیا سلوک ہونے والا ہے؟

ابھی فکروں میں پڑا تھا کہ معلوم ہوا موسم بے حد طوفانی ہے۔ ہوا پرشور آوازوں سے چیختی اور بین کرتی ہوئی چلتی تھی۔ صحن جہاز پر موجوں کے سنسنانے کی آوازیں سنائی دیتی تھیں اور جہاز اس بدنصیب روح کی مانند جو عذاب دوزخ برداشت کرنے پر مجبور ہو، اوپر نیچے دائیں بائیں زور دار حرکت کر رہا تھا۔ ہوا کے شور سے ملی ہوئی کچھ اور بھی آوازیں سنائی دیتی تھیں یعنی لکڑیوں کے چرچرانے اور تختوں کے اس زور سے دبنے کی آوازیں گویا پانی کا جوش

تاہم عنقریب ان چیزوں کو توڑ پھوڑ کر ہم سب کو بحر مراج کی تہ میں غرقاب کر دے گا۔ کئی کئی طرح کے سوالات میرے جی میں پیدا ہو رہے تھے اور میں چاہتا تھا کسی سے پوچھوں یہ کونسا جہاز ہے؟ کتنا بڑا ہے اور اس طوفانی موسم کا کس حد تک مقابلہ کر سکتا ہے۔ نیز اس کی منزل مقصود کیا ہے؟ جس تختہ پر میں پڑا تھا۔ اس کو دونوں ہاتھوں سے مضبوط پکڑ کے (تاکہ ایسا نہ ہو جہاز کی تیز حرکت مجھے نیچے گرا دے) میں نے ادھر ادھر دیکھا اور اسی وقت معلوم ہوا کہ وہ ایک کافی وسیع کیبن ہے جس میں کم وبیش بارہ نشستیں ہیں اور ان میں سے بیشتر رکی ہوئی ہیں لیکن گو باہر تیز آندھی چل رہی تھی۔ تاہم کوٹھری میں حبس تھا۔ گرمی اتنی شدید تھی کہ دم گھٹا جاتا تھا۔ جہاز کے پر زور حرکت کی وجہ سے لاتعداد کپڑے ادھر ادھر بکھرے پڑے تھے۔ مگر میں نے دیکھا کہ میں اپنے معمولی پہننے کے کپڑوں میں لپٹا ہوا تھا۔ اس طرح ایک حد تک اصل حقیقت سے واقف ہونے کے بعد میں پھر وہیں لیٹ گیا اور حالات پر غور کرنے لگا۔ صاف معلوم ہوتا تھا کہ وہ شراب جو ایلین بلڈ نگز کی اس سالخوردہ عیارہ نے ہمدردی کی نمائش کرتے ہوئے مجھ کو پینے کے لئے دی تھی۔ ضرور اس میں کسی نشہ آور دوا کی آمیزش تھی چنانچہ میری بیہوشی سے فائدہ اٹھا کر وہ لوگ مجھے گاڑی پر سوار کر کے سمندر کے گھاٹ پر لے گئے۔ جہاں باد خنک کے جھونکوں کا احساس مجھ کو اچھی طرح یاد تھا۔ اس کے بعد جب ان لوگوں نے دوسری بار مجھ کو ہوش میں آتے دیکھا تو کوئی ویسی ہی چیز دوبارہ میرے حلق میں داخل کر دی گئی اور کامل بیہوشی کی حالت میں وہ مجھے اس جہاز پر چھوڑ کر چلے گئے لیکن یہ بات کہ مجھے اس جہاز پر سوار ہوئے کتنا عرصہ گذر گیا ہے اور میرے ہوش میں آنے کے وقت تک کتنے گھنٹے یا دن گذر چکے ہیں، پردہ راز میں چھپی ہوئی تھی۔ اس کی تہ تک پہنچنے کا کوئی ذریعہ مجھ کو نظر نہ آتا تھا۔

میں اسی حالت میں پڑا ہوا جہاں تک ممکن تھا۔ سابقہ حالات کی یاد تازہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ دو مسافروں کے ایک دوسرے سے گفتگو کرنے کی آواز سنائی دی۔

"کیوں نام سٹ کیا حال ہے؟" ایک کسی دوسرے سے کہہ رہا تھا۔ "اور تم اس سفر کو

کس حد تک پسند کرتے ہو؟"

"پسند" ! ددسکر نے انداز حقارت سے کہا" اگر یہ چھ سات مہینے کا لمبا سفر انہی حالات میں بسر ہونا ہے۔ تو پھر میں اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ کاش میں گھر سے باہر نہ نکلتا۔"

اُف میرے خدا! چھ سات مہینے کا لمبا سفر! ایک اس طرح کا سفر جو شائد ہم کو دنیا کے دوسرے سرے پرلے جانے والا ہو!

"اور کیوں بھلا اب ہم لوگ کس مقام کے پاس ہوں گے؟" ایک اور آدمی کی آواز اس تختے کے عین نیچے سے جس پر میں لیٹا ہوا تھا کہتے سنائی دی اور اس ہلکی تھراہٹ سے جو اس آواز میں ملی ہوئی تھی میں نے معلوم کیا کہ وہ آدمی یا تو بیمار یا خوفزدہ تھا۔

"ہم اس وقت نارتھ فورلینڈ کے قریب ہوں گے۔" ایک اور آدمی نے اس کے جواب میں کہا" قریباً ڈھائی گھنٹے گذرے جب اس ملاح نے آکر بیان کیا تھا کہ ہمارا جہاز نور کے پاس پہنچ چکا ہے۔ اور اس تیز آندھی کا مقابلہ کرتے ہوئے غالباً وہ فورلینڈ کے پاس ہی پہنچا ہوگا۔ اس کے علاوہ جہاز کی تیزی حرکت اس بات کا ثبوت ہے کہ ہم فورلینڈ کے پاس ہیں۔ کیونکہ اس جگہ جب کبھی تیز ہوا چلتی ہے تو سمندر میں ایسا ہی پرزور تلاطم شروع ہو جایا کرتا ہے۔"

"لیکن یہ تو بتاؤ فورلینڈ کس جگہ واقع ہے؟" ایک اور آدمی نے جس کی جغرافیائی معلومات محدود معلوم ہوتی تھیں پوچھا۔

"کیا فورلینڈ ... تم کو معلوم نہیں۔ فورلینڈ شمال مشرقی ساحل پر جزیرہ ھتینٹ کا ایک آگے کو بڑھا ہوا مقام ہے یعنی مارگیٹ اور رامسگیٹ کے درمیان۔ یہیں سے گذر کر جہاز کھلے سمندر میں نکلا کرتا ہے۔"

" تو اس سے معلوم ہوتا ہے۔ ہمارا سفر بلیک وال سے اس جگہ تک کافی تیزی رفتار کے ساتھ طے ہوا۔" اس آدمی نے جو سب سے پہلے بولا تھا کہا" دس بجے ہمارے جہاز نے لنگر اٹھایا تھا اور اب چونکہ صبح کے سات بجے ہیں اس لئے کم وبیش نو گھنٹوں کے عرصہ میں ہمارے جہاز نے

گویا ۹۰ میل فاصلہ طے کر لیا ہے۔"

"اوہ۔ کیا سات بج گئے!" ایک اور مسافر نے کراہتی ہوئی آواز سے کہا۔ "اس کا مطلب یہ ہے کہ اٹھنے کا وقت ہو گیا۔ حالانکہ میں اپنی جگہ سے حرکت بھی نہیں کر سکتا۔ مجھے تو اس ظالم سفر نے ابھی سے نیم جان کر رکھا ہے۔"

"تاہم تم کو چاہیے کچھ نہ کچھ کھانے کی کوشش کرو۔" دوسرے آدمی نے جواب دیا "کیونکہ اس نوجوان کا حال بھی معلوم ہوا جسے سب سے آخر میں جہاز پر سوار کیا گیا تھا؛ اس وقت تو بے چارے کی حالت بے حد زار تھی۔"

"معلوم ہوتا ہے" ایک اور آدمی نے اس طرح کی دبی ہوئی آواز سے کہا گویا اس کو میری بیداری کا احتمال تھا "اس نے ضرورت سے بہت زیادہ شراب پی لی تھی مگر وہ غریب بھی کیا کرتا۔ ایک اتنے لمبے سفر پر روانہ ہونے کے وقت جیسا کہ نیو سا ؤتھ ویلز کا سفر ہے اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں سے جدا ہونے میں سخت تکلیف ہوتی ہے اس کا ماموں . . . جسے تم نے دیکھا ہو گا عجیب صورت کا کھرا آدمی تھا . . ." اور پھر دفعتاً "کیوں میاں لڑکے تم کیا جاگتے ہو؟"

میں فوراً سمجھ گیا کہ یہ سوال مجھ سے پوچھا گیا ہے اور قریب تھا کہ میں اس کا جواب دیتا۔ لیکن دفعتاً خیال آیا کہ اگر میں بولا تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ میں بیدار ہوں اور وہ گفتگو جو ان دونوں میں میری نسبت شروع ہوئی تھی بیں رہ جائے گی۔ حالانکہ جیسا ناظرین سمجھ سکتے ہیں وہ میرے لئے بے حد دلچسپ تھی اور میں اس سلسلہ کو آخر تک سننا چاہتا تھا پس میں نے کچھ جواب نہ دیا اور چپ چاپ لیٹا رہا لیکن میرے کان ہر لحظہ ان کی گفتگو کی طرف لگے ہوئے تھے۔

"معلوم ہوتا ہے۔ ابھی تک شراب کا اثر زائل نہیں ہوا۔" اس پہلے آدمی نے گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہا "اُف میرے خدا جہاز کس زور سے ہلنے لگا ہے" اور چند لمحوں کے لئے کیبن میں گہری خاموشی چھا گئی جس میں تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد صرف بیمار مسافروں کے کراہنے کی آواز سنائی دیتی تھی" بہرحال جیسا کہ میں بیان کر رہا تھا۔" اس کے بعد اس آدمی نے سلسلہ تقریر جاری

جھک کر کہا" اس نوجوان کے ماموں کو غالباً اس سے بہت گہری محبت ہے۔ یاد ہوگا کس طرح اس نے رخصت ہونے سے پہلے ہمیں بار بار تاکید تھی کہ رستے میں لڑکے کا پوری طرح خیال رکھنا کیونکہ اس کا دماغ چل گیا ہے اور یہ وہم کسی طرح اس کے جی میں بیٹھا ہوا ہے کہ اس کے نزدیکی رشتہ دار ہی اس کے دشمن ہیں"۔

"لیکن سنو تو" ایک اور مسافر کی آواز سنائی دی" اگر اس کے ماموں کو سچ مچ اس لڑکے سے محبت تھی اور یہ بھی اس کو معلوم تھا کہ اس کے دماغ میں کسی حد تک فتور ہے تو کیا یہ اس کا فرض نہ تھا کہ وہ اسے اتنی زیادہ مقدار میں شراب پینے سے روکتا"؟

"میرے خیال میں اس کی وجہ یہ ہوگی" پہلے آدمی نے کہا کہ ماموں بیچارے کو معلوم نہ تھا کہ شراب اتنی تیز ہے۔ چنانچہ جب وہ اس کو جہاز پر چھوڑنے آیا تو اس نے اس بارہ میں چند الفاظ بھی کہے تھے۔۔۔ لیکن اُف میرے خدا کس زور کی آندھی چلتی ہے اور اس جگہ کیبن کے اندر کتنی سخت گرمی ہے۔ جو لوگ اونچے درجے کے مسافر ہیں۔۔ وہ تو بیشک مزے میں ہونگے مصیبت ہم غریبوں کے لئے ہے جنہیں ادنیٰ درجہ کی کوٹھڑیوں میں۔۔۔"

فقرہ ناتمام ہی تھا کہ جہاز نے پھر ایک بار بڑے زور سے حرکت کی اور اب کی بار وہ اس طرح ڈانوا ڈول ہوا کہ میں ڈر گیا شائد وہ غرق ہونے لگا ہے۔ چنانچہ یہی وجہ تھی کہ میں جس تختہ پر لیٹا ہوا تھا اس سے کود کر تیچے اتر آیا۔

"ارے کیا تم وہی لڑکے ہو"؟ اس آدمی نے جلدی سے کہا جس کے منہ سے آخری فقرہ نکلا تھا"معلوم ہوتا ہے۔ جہاز کی حرکت نے تم کو چونکا دیا خیر اچھا ہوا تمہاری آنکھ کھل گئی اور اب یہ بتاؤ کیا اب بھی اس شراب کا نشہ اترا یا نہیں۔ جو تم نے روانہ ہونے کے وقت پی تھی"؟

"میں آپ لوگوں کی عنایت سے اب ہر طرح اچھا ہوں" میں نے عالم دہشت میں کیبن کے ایک حصہ کو زور سے پکڑتے ہوئے کہا مگر یہ عالم میری بدحواسی کا تھا کہ مجھے بالکل معلوم نہ ہو سکا کہ کیا الفاظ میرے منہ سے نکل رہے ہیں۔ جہاز کے ادھر ادھر ہلنے سے میرے لئے بید سے کھڑا رہنا بھی مشکل تھا

"درصل مجھکو درد سر کی شکایت تھی" میں نے سلسلہ جواب جاری رکھتے ہوئے کہا "مگر میں امید کرتا ہوں سر درد جلد رفع ہو جائیگی۔ کیا آپ لوگوں کی رائے میں میں اگر صحن جہاز پر چلا جاؤں تو کسی کو اعتراض تو نہ ہوگا؟"

"ہاں ہاں ضرور جاؤ" اس آدمی نے گنواروں کی طرح قہقہہ مار کر کہا "میرے خیال میں وہ تیز ہوا جو باہر چل رہی ہے۔ تمہارے حق میں ضرور مفید ہوگی۔ کیونکہ اگر کوئی چیز سبیارنوشی کے درد کو رفع کر سکتی ہے۔ تو وہ اس قسم کی تیز ہوا ہے۔"

میرے لئے کیبن کی گرمی اور کثیف ہوا ناقابل برداشت تھی۔ اور میں چاہتا تھا کہ جس قدر جلد ممکن ہو اس جگہ سے باہر نکل جاؤں۔ میری حالت سچ مچ اس بدنصیب سے ملتی تھی۔ جسے زندگی میں ہی تابوت کے اندر بند کر دیا گیا ہو۔ اس کے علاوہ ایک عجیب طرح کی الجھن میرے خیالات میں پیدا ہو رہی تھی اور میں جس قدر جلد ممکن ہو کپتان جہاز سے ملکر سارا حال اس کے روبرو بیان اور اس حقیقت کو واضح کر دینا چاہتا تھا کہ مجھکو میری مرضی کے برخلاف عالم بے ہوشی میں اس جہاز پر سوار کرایا گیا ہے۔ لہٰذا جس قدر جلدی ممکن ہو آپ مجھے خشکی پر پہنچا دیں۔ اس سے جو گفتگو سے جو میں نے کیبن کے مسافروں سے سنی تھی اس عیاری کا اصل حال معلوم ہو چکا تھا جس سے کام لیکر میرے دشمن جانی مسٹر لنیودر نے میرے ساتھی مسافروں کو یہ سمجھایا تھا کہ اس بے ہوشی کی وجہ محض یہ ہے کہ اس نے اپنے خویش واقارب سے جدا ہوتے وقت بہت زیادہ شراب پی لی تھی۔ پھر اس کے علاوہ اس خیال سے کہ ہوش میں آنیکے بعد میں ضرور اپنے بارہ میں صحیح حال ان لوگوں سے بیان کروں گا اس نے یہ بھی ان سے کہہ دیا تھا کہ اس کے دماغ میں فتور ہے۔ چنانچہ یہی وجہ تھی کہ اس نے ان کو سمجھایا کہ یہ لڑکا اپنے رشتہ داروں کو دشمن خیال کرتا ہے۔ موجودہ حالت میں ان لوگوں کے روبرو سارا حال بیان کر کے انہیں اپنی غلط فہمی سے آگاہ کرنا چونکہ لاحاصل اور بے سود تھا اور اس کے علاوہ وہ چونکہ کسی طرح میری امداد بھی نہ کر سکتے تھے۔ اس سے یہی بہتر معلوم ہوا کہ میں براہ راست کپتان جہاز سے ملوں اور ایسا کرنے میں ایک لمحہ کی بھی دیر نہ کروں۔

چنانچہ میں ایک سیڑھی پر چڑھ کر وسطی صحن جہاز تک پہنچا یہ اس جہاز کا درمیانی تختہ تھا مگر اس جگہ بھی کسی حد تک گرمی تھی۔ تاہم جس درجے میں ہم لوگ سفر کر رہے تھے۔ وہاں کی نسبت حالت بدرجہا بہتر معلوم ہوتی تھی۔ اس جگہ پہنچ کر مجھ کو پوری طرح معلوم ہو گیا کہ وہ ایک بہت بڑا جہاز ہے۔ جھکڑ کی تیز آواز اس جگہ بڑھتی ہوئی شدت کے ساتھ سنائی دیتی تھی۔ اس کے علاوہ جہاز کی چھتری پر موجوں کے گزرنے اور پھٹنے کی آوازیں بھی صاف طور پر کانوں میں آ رہی تھیں۔ جن کے ساتھ ملی ہوئی رسوں کے کھڑکھڑانے اور ملاحوں کے ایک سے دوسرے مقام کی طرف جانے کی آوازیں بھی سنائی دیتی تھیں۔ اس کے ساتھ ہی ان کے منہ سے نکلی ہوئی آوازوں کا شور باد تند کے شور سے ملا ہوا کانوں میں آ رہا تھا۔ تھوڑی دیر میں اس مقام پر کھڑا ہوا حالات کی عجیب کیفیت کے زیر اثر ان ملی جلی آوازوں کو سنتا رہا اور اس حالت میں وہ جوش جو اس طرف آتے ہوئے میرے دماغ میں پیدا ہوا تھا کسی حد تک دب گیا۔ پھر یہ بھی میں نے سوچا کہ جس وقت میں پورے پورے حالات کپتان جہاز سے بیان کروں گا۔ تو خواہ مسٹر لینیور نے اسے کتنا ہی سمجھایا ہو بہکایا ہو اور اسے کتنی ہی بھاری رشوت دی گئی ہو یقینی طور پر وہ مجھ کو خشکی پر اتارنے سے انکار نہ کرے گا۔ اس کے باوجود تھوڑی دیر کے بعد یہ سوال از سر نو تازہ ہونے لگتا تھا کہ کس لئے خوفناک کبڑا یہ ساری بدسلوکیاں مجھ سے کر رہا ہے؟ کیوں وہ میری جان کے درپے ہوا اور کس نیت سے مجھ کو کسی دور افتادہ مقام پر بھیج دینے کی کوشش کر رہا تھا؟ کئی جواب دل میں پیدا ہوتے تھے۔ مگر ان میں تسلی بخش ایک بھی نہیں تھا۔

اس عارضی وقفے سے فائدہ اٹھا کر جب جہاز نسبتاً حالت سکون میں تھا گو اب بھی وہ کسی حد تک ایک طرف کو جھکا ہوا نظر آتا تھا میں بڑی مشکل سے ایک درجہ اور اوپر چڑھا لیکن جس وقت چھتری تک پہنچا چاہتا تھا۔ تو ایک ملاح کی آواز جو غالباً نیچے اتر رہا تھا سخت لہجے میں یہ کہتے سنائی دی "کیوں اس جگہ کیا لینے آ گئے ہو؟ یہاں پر تم سے ایک منٹ بھی سید ھا کھڑا نہ رہا جائے گا۔"

"لیکن میں کیا کروں نیچے میرا دم گھٹا جاتا تھا" میں نے بہت اونچی آواز میں کہا۔ کیونکہ ہوا کا زور اور موجوں کا شور رسوں اور بادبانوں کے کھڑکھڑانے سے مل کر اس طرح کا ہنگامہ قیامت برپا

سمندر ہا تھا کہ آواز سنائی دینی مشکل تھی۔" اس کے علاوہ میں کپتان صاحب سے کچھ کہنا بھی چاہتا ہوں۔"

" تو خیر تمہاری مرضی جاؤ" ملاح نے جواب دیا۔" لیکن یاد رکھو سر سے پاؤں تک پانی سے بھیگ جاؤ گے لاؤ اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دو۔" اور یہ کہتے ہوئے اس نے مجھ کو اوپر کے صحن جہاز پر کھینچ لیا۔

اس جگہ پہنچکر ایک ایسا بھیانک اور اس کے ساتھ ہی ایسا اثر آمیز نظارہ مجھ کو دکھائی دیا جو مدت العمر یاد رہے گا۔ ملاح نے مجھ کو اوپر کھینچ کر ایک لوہے کی سلاخ کا سہارا دیدیا اور اس کے بعد خود انہی سیڑھیوں سے جن کی راہ سے میں اوپر چڑھا تھا۔ اتر کر نظروں سے غائب ہوگیا۔ بلکہ جاتے وقت بیچ کا دروازہ جو سیڑھیوں کے اوپر بنا ہوا تھا اس کو بھی بند کر گیا۔ میں نے دیکھا وہ ایک بہت بڑا۔۔ بہت ہی بڑا جہاز تھا یعنی اتنا کہ جس کا مجھے خیال ہی نہ آسکتا تھا۔ اس کے تین مستول چھپے ہوئے اور صرف چند بادبان کھلے تھے۔ لیکن اس تیز آندھی کے سامنے جو سطح آب کو متلاطم کرتی ہوئی چلتی تھی۔ وہ بھی بے اثر نظر آتے تھے۔ رہ گئی سمندر کی حالت۔ تو میں نہیں جانتا کن لفظوں میں اس کو بیان کروں۔ اس سے پہلے میں نے بعض موقعوں پر اخباروں اور کتابوں میں پہاڑ کے برابر اونچی موجوں کا حال پڑھا تھا اور تب میں اس بیان کو مبالغہ آمیز سمجھا کرتا تھا۔ مگر آج اس نظارہ کو دیکھکر اس جملہ کی اصل حقیقت واضح ہوگئی۔ ان میں سے ہر ایک لہر کی چوٹی پر سپید رنگ کے جھاگ اس طرح موجود تھے۔ جیسے اونچے پہاڑوں پر جمی ہوئی برف کے تودے۔ فی الحقیقت اس متلاطم سمندر میں چلتا ہوا جہاز بعینہ اس حالت کا نقشہ پیش کرتا تھا کہ گویا پانی کی ناقابل بیان مقدار کسی بہت بڑے کڑاہے میں ابل رہی ہو اور ایک نہایت چھوٹی سی چیز اس کھولتے پانی کی سطح پر موجود ہو۔ میں نے داہنی طرف دیکھا وہاں سے خشکی قریب تھی۔ لیکن بائیں جانب کو اور جہاز کی سیدھ میں خشک زمین کا حد نگاہ تک کہیں نشان ہی نظر آتا تھا سبت چوڑا سمندر ہر طرف پھیلا ہوا اور اس کا پانی جوش طوفان سے غیر معمولی اونچائی تک اٹھتا دکھائی دیتا تھا۔ جہاز کے ملاح ہر طرف بھاگ دوڑ رہے تھے اور ان کی حالت دیکھکر پہلے میرے اندیشوں نے اس خیال سے ترقی بھی کی۔ کہ شاید اس جہاز کو خطرہ عظیم درپیش ہے۔ اور یہ لوگ اسی کا مقابلہ کرنیکی تیاری کر رہے ہیں۔

لیکن جس وقت میں مستول کے نیچے رہے کو ایک ہاتھ سے مضبوط پکڑے کھڑا تھا اور اس نظارہ عجیب کو جو چاروں طرف پیش آرہا تھا حیرت خوف دہشت اور سراسیمگی کی نظروں سے دیکھتا تھا۔ تو رفتہ رفتہ یہ یقین میرے دل میں جاگزین ہونا شروع ہوا کہ وہ سب ملاح مطمئن اور لاپروا تھے۔ ان کا دھیان سب سے زیادہ اپنے فرض کی انجام دہی پر لگا ہوا تھا جس کو وہ گہری توجہ اور انہماک کے ساتھ کرتے تھے۔ ان کا کوئی فعل ایسا نہ تھا جس سے پایا جاتا کہ وہ خطرہ کی موجودگی سے واقف ہیں نہ ان کی حالت ان آدمیوں سے ملتی تھی۔ جو جانتے ہوں کہ موت ہر لحظہ ان کے سروں پر منڈلا رہی ہے اور نہیں معلوم کونسا لمحہ ان کی زندگی کا آخری لمحہ ثابت ہو۔ اتنے میں ایک اونچی۔ پر رعب آواز کوئی نیا حکم صادر کرتی سنائی دی جس کا جواب چھ سات ملاحوں نے یک زبان ہوکر دیا "بہت اچھا" اور فوراً اس کام میں مشغول ہوگئے۔ ان کی یہ گہری دلچسپی اور خطرہ سے لاپروائی میرے لئے دل میں احساس اطمینان پیدا کرنے والی ثابت ہوئی میں نے اس مقام کی طرف دیکھا۔ جدہر سے احکام صادر کرنے والی آواز سنائی دی تھی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک فربہ اندام سرخ چہرہ اور ظاہرا خوش مزاج آدمی ایک اونچے مقام پر کھڑا ہو کر۔ جسے اہل جہاز کی اصطلاح میں پوپ کہتے ہیں۔ بگل کی قسم سے کوئی چیز ہاتھ میں لئے اس کی راہ سے بولتا اور احکام جاری کرتا ہے۔ اس کے قریب ہی وہ چکر تھا جس کی مدد سے جہاز چلایا کرتے ہیں۔ اور اس وقت دو آدمی اس کے پاس کھڑے کام کر رہے تھے۔ چنانچہ وہ شخص جس کے ہاتھ میں بگل تھا۔ ہر تازہ حکم جاری کرنے سے پہلے ان کی طرف دیکھنے لگتا تھا۔ سارے حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے میں جس فیصلہ پر پہنچا یہ تھا کہ غالباً یہی آدمی اس جہاز کا کپتان ہے اور یہ معلوم کرنے کے بعد میں یہ سوچنے لگا کہ اس کے پاس پہنچنے کی کیا صورت ممکن ہوسکتی ہے۔

میں بڑے مستول کے پاس اس لوہے کے بیلن کو پکڑے ہوئے کھڑا تھا جس کے گرد ایک مضبوط رسہ بندھا ہوا تھا اور جہاز اس زور سے حرکت کرتا تھا کہ میرے لئے کسی چیز کا سہارا لئے بغیر چلنا ایک طرف سیدھا کھڑے رہنا بھی محال تھا۔ ہر لحظہ جھاگ کی بہت سی

مقدار ایک کرصحن جہاز پر آگرتی تھی اور بعض اوقات کوئی بہت اونچی لہر اس زور کے ساتھ جہاز سے ٹکراتی تھی کہ وہ اس کے صدمہ سے ایک سے دوسرے سرے تک ہل جاتا تھا۔ اس کا چوبی حصہ زور سے چرچراتا مستول تیز آندھی کے سامنے جھک کر چیختی ہوئی آوازوں کا شور پیدا کرتے اور رسیاں ٹکرا ٹکرا تی تھیں۔ ان کے علاوہ موجوں کا شور ہوا کے زور سے مل کر ایک ایسا عجیب اور پرخوف سماں پیدا کر رہا تھا کہ میں اس حیرت انگیز نظارہ کو پہلی مرتبہ دیکھکر حیرت سراسیمگی اور دہشت محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔

لیکن تھوڑی دیر اس جگہ کھڑے رہنے کے بعد میں نے معلوم کیا کہ وقفہ قلیل کے بعد مختلف اوقات میں جہاز کی حرکت قدرے مدہم ہوجاتی ہے پس میں کچھ عرصہ اسی طرح کے موقعہ کا منتظر رہا اور جب پھر ایک بار جہاز کی تیز حرکت تھمی تو تیز چلکر اس مقام کی طرف گیا جہاں کپتان کھڑا تھا عین اس موقعہ پر ایک بہت اونچی لہر بحکم جہاز کے اوپر سے گذری جس سے میرے تمام کپڑے بھیگ گئے لیکن مجھے اس کی چنداں پروا نہ تھی۔ کیونکہ اس وقت مجھے پانی سے بھیگ کر کسی طرح کی سردی محسوس نہیں ہوئی بات یہ ہے کہ شدت جوش کے باعث میرے بدن میں تپ کی سی حرارت پیدا ہوگئی تھی بغیر جس طرح بھی ممکن تھا میں آخرکار اس مقام تک جا پہنچا جہاں کپتان کھڑا احکام صادر کر رہا تھا اور ایک رسے کو سہارے کے لئے مضبوط پکڑ لیا۔

کپتان نے صرف ایک بار میری طرف دیکھا۔ اس کے بعد کہنے لگا "نوجوان آدمی۔ اس جگہ نہ ٹھہرو اور فوراً نیچے چلے جاؤ کیونکہ موسم ہر لحظہ خراب ہوتا جا رہا ہے" اور پھر اس گفتگو کو ناتمام ہی چھوڑ کر اس نے اونچی آواز سے کوئی تازہ حکم صادر کیا۔

"بہت اچھا" کئی ملاحوں نے یکزبان ہوکر جواب دیا اور ان کی ملی ہوئی آواز میں جھکڑ کے شور کو چیرتی ہوئی خوش آیند سنائی دیں۔ چنانچہ ایک ثانیہ کے عرصہ میں چھ سات ملاح اس کام کو کرنے لگے جس کے لئے کپتان نے ان کو حکم دیا تھا۔

میں نے اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر کپتان سے کہا "مہربانی سے تھوڑی دیر مجھکو اس جگہ

ٹھہرائیے دیکھئے میں تہ خانے گری میں واپس نہیں جا سکتا۔ اس کے علاوہ میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

"بہت اچھا" اس نے کسی قدر سختی سے جواب دیا" تم اگر چاہتے ہو تو ٹھہرے رہو۔ لیکن خبردار کسی چیز کو مضبوط پکڑے رکھنا۔ ورنہ خطرہ کا احتمال ہے" اور اس کے بعد اس نے کچھ اور احکام جاری کرنے شروع کئے جس سے اس کی توجہ دو تین منٹ کے لئے میری طرف سے بالکل ہٹ گئی۔

مستول کے دامن میں کھڑا ہوا میں ایک بہت موٹے رسہ کو مضبوط پکڑے تھوڑی دیر کپتان جہاز کے چہرہ کو گہری توجہ سے دیکھتا رہا۔ میں اس ذریعہ سے معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کیا وہ میری اس درخواست کو جو میں پیش کرنا چاہتا تھا۔ قبول کرے گا؟ اور مجھے ساحل تک پہنچانا منظور کرے گا؟ جس وقت میں نے پہلی مرتبہ اس کو فاصلہ سے دیکھا۔ تو مجھے اس کی صورت پر خوش مزاجی کے آثار نظر آئے تھے۔ لیکن اب پاس جا کر زیادہ غور کے ساتھ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اس کے چہرہ کی گولائی اور سرخی محض اس کی عمدگی صحت اور طاقت کا نشان تھی۔ ورنہ اس کی نگاہ میں خشونت پائی جاتی تھی اور اس کے چہرہ کے آثار اس بات کا پتہ دیتے تھے کہ وہ ہر معاملہ میں فوری فیصلہ کرنے کا عادی ہے اور جب ایک بار کسی سوال کو ایک طرح طے کر دے۔ تو پھر اس فیصلہ سے پیچھے ہٹنا نہیں جانتا۔ اس کے ساتھ ہی یہ ہیبت ناک خیال بھی میرے دل میں پیدا ہوا۔ کہ شاید اس کا جہاز سیدھا اس مقام کی طرف چلتا جائے گا۔ جہاں اس کو جانا ہے۔ راستہ میں کسی انگریزی بندرگاہ پر نہ ٹھہرے گا۔ اپنی اس محدود جغرافیائی واقفیت کی بنا پر جو مجھ کو زمانہ تعلیم میں حاصل ہوئی تھی میں آخر کار جس نتیجہ پر پہنچا یہ تھا۔ کہ رامسگیٹ سے گذر جانے کے بعد ڈیل اور ڈوور یہی دو قریبی مقام ہیں جن میں جہاز خشکی کے پاس ٹھہر سکتا ہے۔ اس کے بعد میں نے خشکی کی طرف دیکھا۔ جہاں ان اونچے کراروں سے بچنے کے لئے جن پر کسی قسم کی عمارت بنی ہوئی تھی جو میرے خیال میں روشنی کا مینار تھا، ایک معنوی چکر کاٹ رہا تھا اس سے میں نے اندازہ کیا کہ غالباً اسی مقام کا نام نارتھ فورلینڈ ہے جس کا ذکر میری کیبن کے کسی مسافر نے کیا تھا۔

"کپتان صاحب" میں نے اس کی خاموشی کے ایک عارضی وقفہ سے فائدہ اٹھا کر کہا اور

اس نے میری آواز سنکر جلدی سے میری طرف آنکھیں پھیرلیں "جس طرح بھی ممکن ہو آپ مجھے خشکی پر پہنچادیں۔ در اصل مجھکو میری منشا کے خلاف اس جہاز پر سوار کیا گیا ہے۔ مجھ سے سخت دھوکا بازی کی گئی ہے۔ فی الحقیقت جو لوگ مجھے چھوڑنے کے لئے آئے۔ وہ مجھکو شراب پلاکر مدہوش کر چکے تھے"
یہ الفاظ میں نے شور عناصر پر غالب آنے کی کوشش کرتے ہوئے غیر معمولی اونچی آواز سے کہے۔

"لڑکے۔ بکواس نہ کر" کپتان نے جھلاکر مجھ سے کہا۔ "مجھے تیری ان بے ہودہ باتوں کو سننے یا ان کا جواب دینے کی فرصت نہیں ہے۔ تیرا اپنا ماموں تیری نسبت سارے حالات پہلے ہی بیان کر گیا تھا۔ اس لئے تیری یہ جھوٹی سچی باتیں میرے دل پر کوئی اثر پیدا نہ کرسکیں گی اور تم اس وقت تک میری حفاظت میں رہوگے۔ حتیٰ کہ یہ جہاز نیوساؤتھ ویلز کے بندرگاہ میں بحفاظت لنگرانداز ہو اس جگہ تم کو تمہارے رشتہ داروں کے حوالہ کر دیا جائے گا۔ پھر وہ جانیں اور ان کا کام"

"لیکن بندہ نواز میرا کوئی رشتہ دار اس جگہ نہیں رہتا" میں نے پر وحشت انداز سے کہا

"یہ سب اسی خوفناک سازش کا ایک سلسلہ ہے۔ جو میرے برخلاف سوچی گئی ہے"

"خبردار! ... دیکھو پانی آتا ہے!" کپتان نے گرجتے ہوئے کہا اور عین اس وقت پانی کی ایک بہت بڑی لہر اس زور سے تختۂ جہاز پر جھپٹی کہ میں بے اختیار چوبی فرش پر گر پڑا۔ لیکن گو مجھے اپنا دم گھٹتا معلوم ہوا۔ اور چند لمحوں کے لئے وہی کیفیت طاری ہوگئی۔ جو کسی بدنصیب کی غرق ہونے کے وقت ہوا کرتی ہے۔ تو بھی میں نے لوہے کے ستون کو بڑی مضبوطی سے پکڑے رکھا۔

آخر جب لہر کا پانی پھر ایک بار پیچھے ہٹ گیا۔ تو کپتان نے سختی سے مجھ کو کہا "بس اب بہتر یہی ہے کہ تم نیچے اتر جاؤ۔ ورنہ یاد رکھو تم یقینی طور پر پانی کے ساتھ بہ جاؤ گے۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ موسم کی حالت بد سے بدتر ہوتی جارہی ہے"

"جی بیشک ہوتی جارہی ہے" ان دو آدمیوں میں سے ایک نے کہا جو چکر کے پاس متعین تھے

لیکن گو ان چاروں کی یعنی میری کپتان اور ان دو آدمیوں کی حالت پانی میں ڈوبے ہوئے چوہوں سے ملتی تھی۔ تاہم وہ تینوں سالخوردہ ملاحوں کی طرح اپنی حالت سے بالکل لاپروا تھے حالانکہ

میں سردی محسوس نہ کرتے ہوئے بھی گیلے کپڑوں کی وجہ سے سخت پریشانی محسوس کر رہا تھا۔

"کیا تم سنتے نہیں ہو؟" کپتان نے پھر ایک بار سختی سے کہا۔ جاؤ جا کے اپنی کیبن میں آرام کرو۔ جاؤ فوراً چلے جاؤ۔" اور اس کے بعد پھر ایک بار اس نے وہی بگل نما چیز منہ سے لگا کے گرجتی ہوئی آواز میں تازہ احکام جاری کرنے شروع کر دیئے۔ کیونکہ اس اثنا میں ہوا کی تندی اور زیادہ بڑھ گئی تھی۔ اور کئی اور بادبان ت کئے جانے تھے۔

"نہیں" میں نے فیصلہ کن لہجہ میں جواب دیا۔ اور اس وقت مایوسی نے میرے اندر وہ غیر معمولی دلیری پیدا کر دی۔ جو خود میرے لئے باعث حیرت تھی۔ "میں ہرگز نیچے نہ جاؤں گا میں ہرگز ہرگز اس جہاز میں سفر کرنا نہیں چاہتا!"

"لیکن اس میں تمہارے چاہنے یا نہ چاہنے کا کوئی سوال نہیں"۔ کپتان نے غصہ سے تختہ جہاز پر پیر مارتے ہوئے کہا۔ "کم از کم فی الحال تم کو اسی جگہ ٹھہرنا پڑے گا۔ کیونکہ میں اگر تم کو خشکی پر اتارنے کا فیصلہ بھی کروں تو عملی طور پر ایسا نہیں کر سکتا۔ موسم کی موجودہ خراب حالت میں جہاز کو کسی بندرگاہ میں لے جانا خارج از بحث ہے رہ گیا لنگر ڈالنے کا سوال۔ تو ڈاؤنز میں پہنچنے تک اس کا خیال بھی دل میں نہیں لایا جا سکتا۔ البتہ ڈاؤنز میں پہنچکر میں جو کچھ تم کہنا چاہتے ہو سنونگا اور اس کے بعد جو کچھ مجھے کرنا ہوگا۔ اس کا بھی فیصلہ کروں گا۔"

کپتان کے آخری الفاظ سے کسی حد تک میری دلجمعی ہو گئی مجھ کو معلوم تھا کہ ڈاؤنز کا وہ مقام جس کا کپتان نے ذکر کیا۔ ڈیل اور گڈون سینڈس کے درمیان لنگر ڈالنے کے لئے ہر طرح محفوظ ہے۔ غالباً کپتان کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ وہ اپنے جہاز کو اس وقت تک اسی محفوظ مقام میں لنگر انداز رکھے گا جبتک کہ طوفان گذر جائے یا اس کی شدت میں کمی واقع ہو۔ علاوہ بریں اس کا یہ کہنا کہ میں وہاں پہنچکر تمہاری داستان سنوں گا۔ ایک اور وجہ سے بھی میرے لئے باعث تسکین تھا۔ کیونکہ اس سے میرے دل کو پورا یقین ہو گیا کہ میں اس کے روبرو سارے حالات بیان کر کے اپنے نام نہاد ماموں کی عیارانہ سازش کو پوری طرح واضح کر سکونگا۔

چنانچہ اس خیال سے کہ میری ضد اس کو ناراضگی کا موقعہ نہ دے میں نے جہاز کی حرکت ذرا سی کم ہوتے دیکھ کر پھر اسی مقام کی طرف لوٹنا شروع کیا۔ جہاں سے نیچے اترنے کا رستہ بنا ہوا تھا۔ لیکن اس دوران میں ہوا کی شدت چونکہ غیر معمولی طور پر بڑھ چکی تھی۔ فلک بوس موجیں ہیبت ناک بلندی حاصل کر رہی تھیں۔ جہاز بھی زیادہ تیز حرکت کرنے لگا تھا اور لہریں تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد صحن جہاز پر آ کے پھٹتی تھیں۔ اس لئے میری واپسی کا عمل غیر معمولی سست اور دقت طلب ثابت ہوا۔ تاہم میں نے دیکھا کہ جس تیزی سے طوفان کی شدت بڑھ رہی تھی۔ اسی پھرتی سے ملاح اپنے کاموں کو سرانجام دینے میں مشغول تھے اور اسی سرعت رفتار سے کپتان کے احکام ترقی کر رہے تھے۔ بہرحال کسی طرح کی گھبراہٹ نہ کپتان کے لہجہ اور نہ ملاحوں کے کام کرنے کے طریقے میں پائی جاتی تھی۔ سب کام غیر معمولی ضبط و سکون کے ساتھ ہو رہا تھا۔ ایسی خطرناک حالت میں بھی عملہ جہاز کے انداز سے کسی طرح کا اضطراب یا بے چینی ظاہر نہ ہوتی تھی۔

کپتان کا حکم پا کر میں اس مقام کی طرف تو ہو لیا۔ جہاں سے نیچے جانے کا دروازہ بنا ہوا تھا مگر آدھا رستہ طے کر کے چلتا چلتا ٹھہر گیا۔ کیونکہ پھر ایک بار اسی گندی اور کثیف ہوا میں جانے کا خیال جس سے باہر نکلا تھا۔ میرے لئے سخت ذہنی تکلیف کا باعث تھا۔ اس کے علاوہ ایک خیال اور بھی میرے دل میں پیدا ہوا یعنی یہ کہ اگر بدترین حالات پیش آئے اور جہاز بدقسمتی سے اس طوفان قیامت خیز کا مقابلہ نہ کر سکا۔ تو ایسی حالت میں میرے لئے صحن جہاز پر رہتے ہوئے نچلے درجہ کی کیبن میں بند ہونے کے مقابلہ میں بچاؤ کی بہت زیادہ امید تھی۔ اس اثناء میں تختہ جہاز پر ملاحوں کی مصروفیت اس قدر بڑھ گئی تھی کہ میری موجودگی کا کسی کو خیال ہی نہ تھا پس نیچے اترنے کے دروازہ کی طرف جانے کی بجائے میں بڑے مستول کے پاس پہنچ کر اس خیال سے اس کے پیچھے چھپ گیا کہ کپتان کو میری موجودگی کا حال معلوم نہ ہوسکیگا۔ کیونکہ یہ جگہ اس کی نظر دل سے بالکل پوشیدہ تھی۔ پھر اس جگہ تختہ جہاز پر جھک کر میں نے ایک بہت موٹے رسے کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا۔ میں ہوا پر نہ تھا۔ میں اب کمزور بھی نہ تھا۔ اس کے

باوجود لاتعداد اندیشے میرے دل میں پیدا ہو رہے تھے جس طرح ممکن ہو میں نے اپنی جان کی حفاظت کا مصمم ارادہ کرلیا عہد گذشتہ کے واقعات تصویروں کی مانند دماغ کے سامنے سے گذرنے لگے۔

ہرچند کسی وجہ نامعلوم سے ایک آدمی میرے درپے آزار تھا تاہم میں اس آدمی کی بیٹی کی خاطر (جو میرا دشمن جانی ثابت ہو رہا تھا) زندہ رہنا چاہتا تھا چنانچہ اس جگہ سمٹ کر میں بڑی دیر تک قادر مطلق کے حضور میں اپنی حفاظت اور درازی عمر کیلئے دعا کرتا رہا۔

رفتہ رفتہ گردونواح کے حالات بھیانک صورت اختیار کرنے لگے۔ جنگ عناصر نے اتنی مہیب صورت اختیار کی کہ میں اس کا نقشہ صحیح طور پر لفظوں میں بیان نہیں کرسکتا۔

سطح آسمان پر کالے بادل اس طرح تیزی کے ساتھ چھاگئے کہ معلوم ہوتا تھا ایک سیاہ چادر حدنگاہ تک پھیلی ہوئی ہے۔ طوفان کی خوفناک طاقتیں جس کے اندھیرے کی پشت پر چھپی ہوئی ہیں سمندر کسی بپھرے ہوئے دیو کی مانند جوش و خروش ظاہر کرتا تھا اور بحری مرغابیوں کے پروں سے بھی زیادہ سفید جھاگ لہروں کی چوٹیوں پر اڑتے نظر آتے تھے۔ آندھی کی تیزی اس درجہ بڑھ چکی تھی کہ وہ عالیشان جہاز تاب مقابلہ نہ لاکر کسی چوبٹے سے ڈاٹ کی مانند طوفان خیز موجوں پر بے تابانہ حرکت کر رہا تھا۔ اوقات بعید میں موجوں کی پشت پر داہنے ہاتھ کی سمت میں خشک زمین جس کی سیاہی کو کھریا مٹی کے سفید ٹیلے پورے طور پر نمایاں کرتے تھے۔ نظر آجاتی تھی۔ لیکن اس کے بعد دفعتاً جس وقت پانی کی ہر جہاز کے نیچے سے ہوکر نکل جاتی اور جہاز پھر ایک بار اصلی سطح پر آجاتا۔ تو چاروں طرف کھولتا ہوا پانی ہی پانی دکھائی دیتا تھا

ملاحوں نے کپتان کا حکم پاکر کچھ اور بادبان اتار دیئے۔ اتنے میں ایک آدمی نے مجھکو مستول کی اوجھل میں چھپے ہوئے دیکھ لیا تھا چنانچہ اس نے بہ اصرار مجھ کو نیچے اترجانے کا حکم دیا اور اس کے ساتھ ہی گالی دیکر کہنے لگا۔ کہ جب کسی دوسرے مسافر کو اوپر آنے نہیں دیا گیا۔ تو تم کیوں اس جگہ آئے ہو؟ چنانچہ سیڑھیوں کا دروازہ بھی اسی خیال سے بند رکھا گیا ہے کہ کوئی اوپر نہ آنے پائے۔ میں نے بمنت اس سے کہا۔ کہ آپ مجھے اسی جگہ رہنے دو۔

میں اس عنایت کے لئے تا زیست شکر گذار رہوں گا۔ تاہم میرا خیال ہے کہ وہ ضرور مجھے نیچے اتر جانے پر مجبور کرتا۔ اگر ایک فوری کام اسے جہاز کے ایک اور حصہ میں لے جانے کا ذریعہ ثابت نہ ہوتا۔ اس جگہ میں یہ بھی بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ صحن جہاز کے اس حصہ میں جدھر میں اس وقت کھڑا تھا دو بڑی کشتیاں مویشی اور بھیڑوں سے بھری ہوئی رکھی تھیں جس وقت طوفان کی بڑھی ہوئی شدت کی وجہ سے جہاز کی حرکت تیز ہوئی تو بدنصیب حیوان بڑے زور سے ایک دوسرے کے ساتھ ٹکراتے اور دردناک آوازیں پیدا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ کئی ٹاپے مرغیوں سے بھرے ہوئے اس جگہ موجود تھے۔ لیکن پانی کے بار بار صحن جہاز پر پھر جانے کی وجہ سے یہ سارے جانور نیم غرقابی کی حالت میں قریب المرگ پڑے تھے۔

رامسگیٹ تھوڑی دیر پہلے دائیں طرف کو ہمارے پیچھے رہ گیا تھا اور مجھکو معلوم تھا کہ جہاز اب ڈاؤنسز کے قریب پہنچنے لگا ہے۔ دفعتاً شور برپا ہوا کہ جہاز میں پانی داخل ہونا شروع ہو گیا ہے۔ اسی وقت پمپوں کی مدد سے پانی نکالنے کی کوشش شروع کی گئی۔ اور ملاحوں نے اس سلسلہ میں ادھر سے ادھر جانا شروع کیا۔ میں نے کئی شخصوں کو روک کر ان کی زبانی معلوم کرنے کی کوشش کی کہ کیا کوئی بڑا خطرہ جہاز کو درپیش ہے؟ مگر یا تو انہوں نے میرے سوال کو سنا ہی نہیں یا قصداً لاپروائی سے ان سنا کر دیا۔ بہر حال کسی نے میری بات کا جواب دینے کی پروا نہیں کی۔ اتنے میں پھر ایک بار مجھکو نیچے اتر جانے کا حکم دیا گیا۔ اور اسی وقت میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ شائد اگر میں کوئی کام کرنے لگ جاؤں تو یہ لوگ مجھے اس جگہ ٹھہرنے کی اجازت دیدیں۔ چنانچہ جلدی سے اٹھ کر میں ایک پمپ کے پاس گیا اور اس کو اس قدر تیزی اور مستعدی سے چلانا شروع کیا کہ اکثر ملاحوں کے منہ سے الفاظ تحسین بلند ہوئے۔ میں اس اختیاری مشقت کو جاری رکھے ہوئے تھا۔ گو میری طاقت بڑی حد تک زائل ہونے لگی تھی کہ دفعتاً میں ایک صدمہ عظیم کی وجہ سے تختہ جہاز پر گر پڑا اور اس کے فوراً بعد ایک بہت بڑی لہر صحن جہاز پر آ کر پہنچی۔ بعد کا حال اتنا ہی مجھکو یاد ہے۔ کہ

کوئی نامعلوم طاقت مجھ بدنصیب کو گھپ اندھیرے میں آگے ہی آگے دھکیلنے لگی اور اس وقت خیال کی تیزی سے یہ اندیشہ ... یہ خوفناک روح فرسا اندیشہ میرے دل میں پیدا ہوا کہ میں پانی کے زور سے سمندر کی طرف بہا چلا جاتا ہوں۔ اور اب کوئی طاقت مجھے بچا نہیں سکتی۔ اس خیال سے کہ میں کسی چیز کو پکڑ کر شاید زندہ بچ سکوں۔ میں نے بے بسی کے عالم میں ادھر ادھر ہاتھ پھیلانے کی کوشش شروع کی۔ اس وقت دفعتاً میرا ہاتھ کسی چیز کو لگا جسے میں نے مایوسی کی طاقت سے پوری مضبوطی کے ساتھ پکڑ لیا ایک لمحہ کے عرصہ میں وہ تاریکی جو میرے پانی میں گھر جانے سے پیدا ہوئی تھی رفع ہو گئی اور پھر ایک بار دن کی روشنی نظر آنے لگی۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ میں سطح آب پر بہہ رہا ہوں لیکن ... آہ۔ میرے خدا! میں پانی کے ساتھ ساتھ بہہ کر جہاز سے بہت دور نکل آیا تھا۔ اور اس وقت صرف ایک مرغی کا ٹاپہ میرے ہاتھ میں تھا۔ بس یہی وہ چیز تھی جسے میں نے عالم یاس میں بڑی مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا اور جس کی مدد سے میں اس وقت پانی کی سطح پر تیر رہا تھا۔

اس حالت کو دیکھکر جو کیفیت میرے دل و دماغ کی ہوئی جس طرح لاتعداد اندیشے میری روح کو پریشان کرنے لگے اور جو جو خیالات میرے دل میں پیدا ہوئے ان سب کا حال بیان کرنا میرے لئے ناممکن ہے۔ تو بھی جس طرح ڈوبتا ہوا آدمی تنکے کا سہارا ہی کافی سمجھتا ہے۔ میں نے اس ٹاپے کو بڑی استواری کے ساتھ پکڑے رکھا۔ کیونکہ مجھے اچھی طرح معلوم تھا کہ میرے اور یقینی موت کے درمیان اب یہی حد فاصل ہے۔ ایک بار میں نے دیکھا کہ پرشور موجیں دیوانہ وار جہاز کے ساتھ ٹکراتی تھیں اور وہ بے حرکت ایک مقام پر کھڑا تھا اس سے معلوم ہو گیا کہ غالباً وہ گڈون سینڈس کے پاس پہنچکر ریتیلی زمین کے ساتھ لگ گیا ہے کیونکہ یہی وہ خوفناک مقام ہے جہاں لاتعداد جہاز تلف ہوئے ہیں اور جہاں اتنی دولت جو دنیا کی ساری آبادی کو مفلسی سے نکال کر درجہ تمول پر پہنچا سکتی ضائع ہو ئی ہے بیشمار جانیں اس خونی مقام کی بھینٹ ہو چکی ہیں ... لیکن حالات پیش آمدہ میں میرے سے

اس سلسلہ خیال کو بہت عرصہ تک جاری رکھنا غیر ممکن تھا کیونکہ میری اپنی زندگی خطرہ میں تھی صرف وہ لکڑی کا بنا ہوا کمزور سا پاپیرہ اور غرقابی کی موت کے درمیان حائل تھا۔

لہریں حیرت انگیز تیزی رفتار سے اٹھ رہی تھیں اور ان کے جھاگ اڑ اڑ کر میرے پر گرتے تھے جب کبھی میں لہروں کی درمیانی گہرائی میں گرتا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ موت کا اندھیرا نظروں کے سامنے چھا رہا ہے لیکن جب کوئی بہت اونچی لہر مجھے اپنی بلندی پر اٹھا لیتی تو میری نگاہ بے اختیاری میں غرق ہوتے ہوئے جہاز کی طرف جاتی جس کے اطراف میں پرشور موجیں زور کے ساتھ اٹھتی اور اس کے پہلوؤں سے ٹکراتی نظر آتی تھیں۔ پہلی بار جب میں نے اسے دیکھا تو صرف ایک مستول غائب تھا دوسری بار دوسرا غائب ہو گیا مگر تیسری بار قطعی صفائی ہو گئی یہ نہیں جانتا۔ یہ میرا وہم تھا یا کیا۔ بہرحال جوش طوفان میں چھپی ہوئی دردناک چیخوں کی آواز میرے کانوں میں آ رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ڈوبتے ہوئے مردوں عورتوں اور بچوں کا شور جوش عناصر کی تہ میں چھپا ہوا سنائی دیتا ہو لیکن گو میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ آوازیں جو مجکو سنائی دیں حقیقی تھیں یا فرضی تاہم مجکو وہ اس طرح معلوم ہوئیں۔ گویا حقیقت میں سنائی دیتی ہوں۔ چنانچہ اب بھی جب اس ہولناک منظر کو پیش آئے سالہا سال کا عرصہ گذر چکا ہے بارہا جب اس خوفناک نظارہ کی یاد تازہ ہوتی ہے تو ان چیخوں کا شور میرے دماغ میں گونج پیدا کرتا سنائی دیتا ہے اور میں یہ سوچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ وہ آوازیں جو مجھ کو سنائی دیں اصلی اور حقیقی تھیں۔

اتنے میں ہوا کی تیز لہر مجکو اپنے ساتھ بہانے لگی تھی۔ میرے ہاتھ شل ہو رہے تھے۔ تو بھی میں اس تاپیے کو بڑی مضبوطی کے ساتھ پکڑے ہوئے تھا۔ کیونکہ مجکو معلوم تھا کہ میری زندگی کا دارومدار اس ٹاپے کی سلامتی پر ہے۔ لیکن رفتہ رفتہ میری طاقت گھٹنے لگی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا زندگی آہستہ آہستہ میرے بدن سے خارج ہونے لگی ہے۔ مجھے اپنا بدن سن ہوتا معلوم ہوا جوش طوفان کی آوازیں مدہم اور غیر واضح ہونے لگیں حتیٰ کہ آخرکار

صرف ایک طلاطم اور وحشت خیز شور مجھے اپنے کانوں میں آتا معلوم ہوا تاہم اتنا مجھکو یاد ہے کہ اس وقت بھی جب میرے خیالات کی انجمن ہر لحظہ بڑھتی جا رہی تھی۔ تو ایک تصویر تب بھی میرے ذہن میں واضح اور صاف باقی تھی اور وہ انیل کی تصویر تھی! بہر حال اس حالت میں پھر کبھی مجھکو اس تصویر کا اصل دیکھنے کی امید نہ تھی فی الحقیقت امید کا احساس ہی میرے اندر تلف ہو چکا تھا یا یوں کہنا چاہئے کہ میں اپنی اصلی حالت پر غور کرنے کے ناقابل تھا۔ بدنی قوے سن ہو گئے تھے البتہ ظاہری مردہ بدن میں زندگی کا ایک شرارہ باقی تھا اور اس کی روشنی میں جو چیز مجھکو نظر آتی تھی وہ میری انیل کی دلربا تصویر تھی۔

دفعتاً ایک انسانی آواز نے مجھکو اس خواب کی سی حالت سے چونکا دیا۔ زندگی کا بجھتا ہوا شرارہ اس آواز کو سنکر پھر روشن ہوا اور جب ایک اونچی لہر مجھے اپنی چوٹی پر لیکر اٹھی تو مجھے تھوڑے فاصلہ پر ایک کشتی نظر آئی۔ صرف ایک بادبان جس میں تنا ہوا تھا۔ مجھے ایسا معلوم ہوا۔ گویا ایک آدمی اس میں کھڑا ہوا اس قسم کی کوئی اور چیز ہلاتا اور مجھے امداد قریب ہونے کا یقین دلانا چاہتا ہے۔ ایک لحظہ کے عرصہ قلیل میں مجھ کو اس کشتی پر کھینچ لیا گیا اور اس وقت فوری خطرہ سے نکلکر سلامتی کی منزل پر پہنچ جانے کے احساس نے کچھ اس طرح کے مراجعانہ اثرات پیدا کئے کہ میں پھر ایک بار غش کر گیا۔

دوبارہ آنکھ کھلی تو وہ کشتی ورتول سے ایک جہاز کے پاس کھڑی تھی جس کے بعد فوراً ہی مجھکو کشتی سے نکالکر اسی جہاز پر پہنچایا گیا۔ ایسا نداز چہرے جن پر موسم کی سردی اور گرمی کے اثرات نمایاں تھے میرے اوپر جھک کے نظر عنایت سے دیکھنے لگے اور ان کی نگاہ سے میری حیرت انگیز سلامتی پر مبارکباد کے خاموش الفاظ ادا ہوئے مگر جب اس کے بعد ان لوگوں نے مجھکو مخاطب کرنے کی کوشش کی تو معلوم ہوا ان کی بولی مختلف تھی اور وہ کسی اور ملک کے باشندے تھے۔ میرے اپنے الفاظ یقیناً ان کے لئے ناقابل فہم ہوتے تاہم میں نے نگاہ سے جہانتک ممکن تھا ان کا شکریہ ادا کرنے کی کوشش کی اور اس کے ساتھ ہی اس قادر مطلق کا شکرانہ ادا کیا جس نے اس عجیب اور حیرت انگیز طریقہ پر مجھے موت کے منہ سے نکالا تھا جلدی ہی چند آدمی مجھے کپتان کی کیبن میں لے گئے میرے گیلے کپڑے اتار کر صاف ستھرے کپڑے پہنائے گئے۔ پھر مجھے بستر پر

لٹا دیا گیا۔ اور طاقت بخش دوائیں دی جانے لگیں۔ چونکہ میں ذہنی اور جسمانی طور پر بالکل تھکا ماندہ تھا اس لئے جلدی ہی آنکھ لگ گئی اور میں کئی گھنٹے بے خبر سوتا رہا۔ پھر جب آنکھ کھلی۔ تو میں تازہ دم ہو چکا تھا اس وقت میرے لئے کھانا لایا گیا اور اسے کھا کر میرے تن مردہ میں جان آ گئی

معلوم ہوا جہاز کا کپتان ٹوٹی پھوٹی انگریزی بول لیتا ہے اور کسی حد تک اس زبان کو سمجھ لیتا ہے۔ اس کی زبانی معلوم ہوا کہ یہ ایک ولندیزی جہاز ہے۔ اور اس وقت ایمسٹرڈم کی طرف جا رہا ہے۔ جس جہاز پر مجھکو ٹیک وال میں سوار کیا گیا تھا اور جسے میں نے اپنی آنکھوں سے غرق ہوتے دیکھا تھا۔ اس کے بارے میں کئی طرح کے سوالات پوچھتے ہوئے میرے جی کو سخت وحشت ہوتی تھی۔ کیونکہ میرا خیال ہے ان لوگوں نے میری نگاہ سے معلوم کر لیا ہوگا کہ میں اس جہاز کے انجام کے بارے میں صحیح حالات نہیں کہہ سکتا ہوں۔ بہرحال جو کچھ ولندیزی کپتان نے ڈوبتا ہوا آنکھوں سے بیان کیا کہ ہم لوگوں نے امداد کے لئے کشتیاں بھی بھیجی تھیں۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ جہاز کے قریب پہنچ سکتیں جہاز جوش طوفان سے پاش پاش ہو گیا اور ملاحوں اور مسافروں میں سے کوئی ایک آدمی بھی زندہ نہ بچا۔ صرف میں ہی ایک ایسا خوش نصیب تھا جو حالات کے معجزانہ اثرات سے زندہ رہ گیا۔ ورنہ جس قدر آدمی اس جہاز پر سوار تھے۔ وہ سب ۔۔ محض اندازہ کے طور پر نہیں بلکہ یقیناً اور حقیقتاً غرقاب ہو گئے۔ ہر چند وہ لوگ جو اس جہاز پر سوار تھے سب کے سب میرے لئے اجنبی تھے۔ تاہم اس سانحہ کو سنکر میری اپنی آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکلے اور پھر اکیلا میں نے اس قادر مطلق کا شکریہ ادا کیا جو اپنے ناقابل فہم طریقوں پر انسان کی زندگی اور موت کے سوالوں کو طے کیا کرتا ہے۔

باب ۳۲

سکاٹ لینڈ

ولندیزی کپتان کے روبرو ان حالات کی تفصیل غیر ضروری تھی جن میں مجھکو غرق ہونے والے جہاز پر

سوار کیا گیا تھا۔ پس میں قصداً اس بارہ میں خاموش رہا۔ ناظرین کو اچھی طرح معلوم ہے کہ بعض خاص وجوہ ایسی تھیں۔ جن سے میں مسٹر لینیوور کو اس کے کینہ آمیز دہشت خیز حملوں کے باوجود سزا و تشہیر سے محفوظ رکھنا چاہتا تھا۔ نیبل کی خاطر میں ان سب مصیبتوں اور تکلیفوں بلکہ ان سے بھی دہ چند زیادہ آفتوں کو خوشی برداشت کرنے کے لئے آمادہ تھا۔ پس میں نے اس نئے جہاز کے کپتان سے محض اس قدر بیان کرنا کافی سمجھا کہ میں تارکان وطن کی ایک جماعت کے ساتھ اس جہاز پر سفر کر رہا تھا۔ مگر اب اپنا عزم سفر فسخ کر کے جس قدر جلد ممکن ہو واپس انگلستان پہنچ جانا چاہتا ہوں۔ اس کا مطلب قدرتی طور پر یہی سمجھا گیا کہ میرا سب اسباب چونکہ غرق شدہ جہاز کے ساتھ تلف ہو چکا ہے۔ اس لئے میں سفر جاری رکھنا نہیں چاہتا۔ اور میں نے بھی اس غلط فہمی کی اصلاح ضروری نہ سمجھی۔ اس کے باوجود میرا خیال تھا کہ مجھ کو جہاز پر سوار کراتے وقت مسٹر لینیوور نے دکھاوے کے لئے نیز باقی مسافروں کا اطمینان کرانے کی غرض سے کپڑوں کا ایک صندوق ... میرے لئے جہاز پر رکھوا دیا ہوگا۔ خیر ولندیزی جہاز راں نے جو ایک بڑا نیک باطن رحمدل آدمی تھا۔ مجھ کو سر تا پا تسلی دی اور کہا کہ راٹرڈم پہنچ کر ضرور تمہیں انگلستان پہنچانے مناسب انتظام کر دیا جائیگا جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے۔ میں نے اس عنایت کا تہ دل سے شکریہ ادا کیا۔

القصہ ہمارا جہاز وقت مقررہ پر کسی نئے حادثہ کے بغیر راٹرڈم پہنچ گیا اور کپتان نے جو رحم و عنایت کا مجسمہ تھا۔ مجھے اپنے ساتھ گھر چلنے پر مجبور کیا۔ چونکہ وہ تین سال کے لمبے سفر کے بعد واپس آیا تھا اس لئے اس کے اپنے کنبہ سے دوبارہ ملنے کا نظارہ ایک ہی وقت میں بڑا رقت انگیز اور حیرت خیز تھا۔ اس کی بی بی خوبصورت گداز بدن کی عورت تھی اور ان کے چار پانچ چھوٹے چھوٹے بچے تھے۔ جو سب اس سے دوبارہ ملکر بہت خوش ہوئے۔ معلوم ہوا اس کا جہاز جاوا وغیرہ کئی دور افتادہ جزیروں کی سیاحت کر کے آیا تھا۔ کپتان کو اصرار تھا کہ بجائے صحت کی غرض سے مجھے چند دن اس کے ہاں مہمان رہنا چاہیئے۔ اور گو میں نے بہت ضد کی۔ تاہم آخر کار اس کی بڑھی ہوئی عنایت کے روبرو سر تسلیم خم کرنا پڑا۔ ایک ایسے لمبے سفر کے بعد واپس آنے پر کپتان کو کئی دن تک مصروفیت رہی۔ دن میں کئی کئی بار بندرگاہ پر جانا اور مالکان جہاز کے دفتر کے پھیرے کرنا پڑتا تھا۔ کئی ایک کام تھے۔ جنہیں

اس کو آتے ہی پورا کرنا تھا۔ بہرحال جب چند دن کے بعد اس کو ان کاموں سے فراغت ہوئی۔ تو اس نے میری نسبت استفسارات شروع کئے۔ اب تک اس کے سوالات محض رسمی تھے۔ مگر اب اس نے میرے حالات اور آئندہ ارادوں کے بارہ میں ہر ایک بات گہرے تجسس سے معلوم کرنی شروع کی۔ اس وقت میں نے بیان کیا کہ میرے بعض دوست سکاٹ لینڈ میں رہتے ہیں اور میں جس قدر جلد ممکن ہو ان کے پاس چلا جانا چاہتا ہوں۔ کیونکہ وہاں مجھکو گھر جیسا آرام حاصل ہوگا۔ یہ بیان کرنا لاحاصل ہے کہ میرا مقصد ایچ متھ گلن پہنچ کر نئی ملازمت شروع کرنیکا تھا۔ کپتان کو جس وقت معلوم ہوا کہ میں انگلستان نہیں سکاٹ لینڈ جانا چاہتا ہوں۔ تو اس نے کہا کہ میرا ایک دوست ایک تجارتی جہاز کا کپتان ہے۔ جو عنقریب شہر ڈنڈی کو روانہ ہوگا۔ اس جہاز پر نہ صرف تمہارے سفر کا انتظام بلا کرایہ کر دیا جائیگا۔ بلکہ رستہ میں کسی قسم کی تکلیف بھی تم کو نہ ہوگی۔ میں نے اس تجویز کو خوشی کے ساتھ قبول کیا اور کپتان نے رخصت کرتے وقت نہ صرف مجھے اپنے پاس سے لباس تبدیل کرنے کے کپڑے دیئے بلکہ اس بات پر بھی اصرار کیا کہ ڈنڈی سے آگے سفر جاری رکھنے کی سہولت کے خیال سے میں کچھ روپیہ اس سے لے لوں۔ میں نے اس تازہ احسان کو اس شرط کے ساتھ قبول کیا کہ وہ روپیہ قرض حسنہ سمجھا جائے۔ جسے موقعہ ملنے پر فوراً واپس کر دیا جائیگا۔ کپتان نے گرمجوشی سے مصافحہ کیا اور کہنے لگا بہت اچھا تمہاری خوشی مجھکو منظور ہے۔

رخصت ہونے سے پہلے میں نے ایک چٹھی گریس چرچ سٹریٹ لنڈن کی کراس کیز نامی سرائے کے مالک کے نام لکھی جس میں درخواست کی کہ میرا صندوق جو اس جگہ رہ گیا تھا محفوظ ترین ذریعہ سے ایچ متھ گلن واقع پرتھ شائر میں مسٹر ونیاچہ کے مکان پر پہنچ دیا جائے اور اگر آپ اپنے مطالبات کا بل وہاں میرے نام روانہ کریں تو اس کی ادائیگی بلا تامل کر دی جائے گی۔ سرائے سے اپنی فوری رخصت کے بارہ میں میں نے کوئی تشریح ضروری نہ سمجھی۔ کیونکہ لاحاصل جھوٹ مجھکو نامنظور تھا اور حقیقت حال کا اظہار خارج از بحث۔ غرض جیسا کہ پیشتر بیان کیا گیا ہے۔ میں کپتان جہاز اور اس کے اہل خانہ کی عنایتوں کا بار بار شکریہ ادا کرتا ہوا ڈم سے رخصت ہوا اور اس نئے

جہاز پر سوار ہو گیا جسے ونڈی جانا تھا۔ رستے میں نہ صرف کپتان جہاز بلکہ اس کے سارے عملے (غالباً اسی پہلے کپتان کی سفارش پر) مجھ سے انتہائی رعایت کا سلوک کیا۔ ملاحوں نے مجھ سے کرایہ لینا منظور کیا اور نہ خوراک کا صرفہ۔ چھ بجے شام کا وقت تھا کہ ہمارا جہاز ونڈی پہنچا اور چونکہ کوئی گاڑی اگلی صبح تک پرتھ کی طرف روانہ نہ ہوتی تھی۔ اس لئے عارضی طور پر ہمکو بندرگاہ کے پاس ہی ایک سرائے میں قیام کرنا پڑا۔ کھانا کھاتے رات ہو گئی۔ اس وقت شہر دیکھنے باہر جانا چونکہ بے سود تھا۔ اس لئے میں جلدی ہی پڑ کر سو رہا۔

لیکن نہیں یہ کہنا غلط ہے کہ میں جلدی ہی پڑ کر سو گیا۔ کیونکہ نیند آنے سے پہلے بے تعداد خیالات دل میں پیدا ہوئے اور میں نے گذشتہ چند ایام کے سارے واقعات پر ایک نظر بازگشت ڈالی۔ سچ پوچھئے تو اس چند دن کے مختصر عرصے نے میری [illegible] زندگی میں کئی حیرت انگیز موقعے پیدا کئے تھے۔ پہلے میں قید ہوا۔ اس کے بعد ہوش کے [illegible] مجھکو ایک جہاز پر سوار کیا گیا جو تارکان وطن کی ایک جماعت کو کسی دور افتادہ مقام کی طرف لیجا رہا تھا۔ بیچ رستے میں وہ جہاز غرق ہوا۔ مگر کسی معجزہ غیبی سے میری زندگی بچ گئی۔ اس حادثہ کے تھوڑے [illegible] کے بعد میں ایک ایسے شخص کا مہمان ہوا۔ جو رحم و عنایت کا مجسمہ تھا اور جس نے اجنبی ہوتے ہوئے بھی مجھ سے اس قدر مہربانی کا سلوک کیا جس کو میں عمر بھر فراموش نہیں کر سکتا تھا۔ [illegible] اب میں آخر کار سکاٹ لینڈ پہنچ چکا تھا اور امید کامل تھی کہ اگر کوئی نئی مصیبت نازل نہ ہوئی تو کل تک اس مقام پر جا پہنچوں گا جہاں ارل آف منڈی ول نے میرے لئے ملازمت کا انتظام کیا تھا۔ اس سلسلہ میں میرے خیالات کی رو مسٹر لینوکس کے حیرت انگیز طرز عمل کی طرف بھی گئی۔ مگر جتنا زیادہ میں نے اس سوال پر غور کیا کہ کیوں یہ شخص مجھ سے اس قدر سختی اور ظلم کا برتاؤ کرتا ہے۔ اتنا ہی یہ معاملہ زیادہ پُر راز بنتا گیا۔ بارہا دل میں سوچتا تھا کیا وہ سچ مچ میرا ماموں ہے؟ اور اگر ہے تو کس لئے وہ مجھکو اپنی راہ سے ہٹانے کی کوشش کرتا ہے؟ کیا کوئی ایسی جائداد یا ورثہ حاصل کرنے کے لئے جس کا جائز حقدار میں ہوں؟ لیکن

پھر سوچ آئی کہ یہ ایک ناممکن سا خیال ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا۔ تو اس کے لئے عمل کی بہترین صورت یہ تھی کہ وہ اصل جائداد یا ورثہ کی موجودگی کو میری نظروں سے چھپائے رکھے اور خود مزے اڑائے۔ اپنی لاعلمی کی صورت میں یہ کس طرح ممکن تھا کہ میں اس سے اس بارہ میں کسی طرح کا مطالبہ کرتا۔ لیکن بالفرض وہ میرا ماموں نہ ہو۔ وہ میرا کوئی دور کا رشتہ دار بھی نہ ہو اور کسی ایسی جائداد کا وجود بھی ذہنی اور موہوم ہو تو پھر... اس صورت میں اس کا طرز عمل اور بھی زیادہ پراسرار اور ناقابل فہم دکھائی دیتا تھا۔ کیا اس کے سوا کوئی شخص اور تھا۔ جو میری زندگی یا انگلستان میں میری موجودگی کو اپنی راہ میں رکاوٹ سمجھتا تھا یا...؟ مگر جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے۔ یہ سب ذہنی قیاسات تھے۔ جو بڑی دیر تک میرے دل میں پیدا ہوتے رہے۔ میرے لئے ان کی بنا پر کسی صحیح نتیجہ تک پہنچنا محال و غیر ممکن تھا۔

اور اب میری توجہ حادثہ جہاز کے بعد پہلی مرتبہ اپنی مخصوص حالت کی طرف بھی گئی یعنی اب مجھکو خیال آیا کہ ممکن ہے جہاز کی تباہی کا واقعہ در پردہ میرے لئے باعث رحمت ثابت ہو اور وہ اس طرح کہ مسٹر لینوڈ اس کا حال سنکر یہ جان لینے کے بعد کہ جتنے آدمی اس جہاز پر سوار تھے۔ سب کے سب غرق ہو گئے۔ مجھے بھی مردہ تصور کرلے اور آئندہ کیلئے مجھے اس کے نئے مظالم کا شکار نہ بننا پڑے۔ یعنی اس وقت تک کہ اتفاقی حالات پھر اس حقیقت کو اس کے کانوں تک پہنچا دیں کہ میں اب تک روئے زمین پر زندہ اور صحیح سلامت موجود ہوں۔ لیکن آہ۔ اس سلسلے میں ایک بڑا بھیانک خیال اور بھی دل میں پیدا ہوا۔ ممکن تھا میری موت کی خبر کسی طرح ایمیل کے کانوں تک بھی پہنچ جائے اور گو مجھکو یقین تھا کہ اس کو مجھ سے گہری اور نہ ختم ہونے والی پاک محبت ہے۔ تاہم ممکن تھا کہ کچھ عرصہ غم کرنے کے بعد وہ آخر کار مرضی الٰہی پر شاکر و قانع ہو جائے۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ غم کا اثر کم ہونا شروع ہو اور کچھ عرصہ گذر جانے پر وہ کسی دوسرے آدمی کی باتوں سے متاثر ہو کر اس سے شادی کرنا منظور کرلے۔ ان خیالات کے پیدا ہوتے ہی غم کے بادل میرے دل پر چھاتے

شروع ہوئے کیونکہ میں نے دیکھا اپنے زندہ رہ جانے کے واقعہ کو اس کے کانوں تک پہنچانا کسی طرح ممکن نہیں ہے۔ دیر تک میں اس فکر و غم سے نڈھال رہا۔ لیکن جب اس کے بعد رفتہ رفتہ مجھ پر سکون طاری ہوا اور میں سارے حالات کو اچھی طرح سوچنے اور سمجھنے کے قابل ہو گیا۔ تو خیال آیا کہ یہ ایک ناممکن سی بات ہے کہ مسٹر لینوڈ را اپنی بیٹی یا پی پی کے روبرو میرا نام لے یا میرے بارہ میں کسی طرح کا ذکر چھیڑے۔ چنانچہ جتنا زیادہ میں نے معاملہ کے اس پہلو کو سوچا۔ اتنی ہی پختگی سے یہ یقین ذہن نشین ہو گیا کہ وہ میرے بارہ میں لازماً خاموش رہیگا۔ کیونکہ اسے اس بات کا ڈر ہوگا کہ شاید اس سلسلہ میں کسی طرح یہ واقعہ روشنی میں آجائے کہ وہی مجھکو اس منحوس جہاز پر سوار کرنے کا ذریعہ بنا تھا۔ جو آگے چلکر تباہ ہوا۔ اس خیال کے پیدا ہونے پر میں نے یہ سوچکر اپنے جی کو تسلی دی کہ وہ اس اطلاع کو ہی کافی سمجھے گا کہ اس بدنصیب جہاز کے ساتھ میری زندگی کا خاتمہ ہو گیا اور قطع نظر اس بات کے کہ کہیں لے مجھکو انگلستان سے رخصت کرنا چاہتا تھا یہ جان کر مطمئن ہوگا کہ میں اب عالم موجودات میں باقی نہیں ہوں اور جہاز کی غرقابی نے وہ مقصد پورا کر دیا ہے۔ جو اس کے پیش نظر تھا ان خیالات کے پیدا ہونے سے میرے جی کو بڑی حد تک اطمینان ہو گیا۔ مگر اس کے باوجود یہ اندیشہ اب بھی پریشان کر رہا تھا کہ جب مسٹر لینوڈ کو جو میرا دشمن جانی ہے یہ معلوم ہو گیا کہ میں اب تک زندہ ہوں۔ تو انیبل سے میری شادی کی امید پہلے سے بھی زیادہ موہوم ہو جائے گی۔

انہی فکروں میں لیٹے ہوئے آخرکار آنکھ لگ گئی۔ اور چونکہ رستہ کا تھکا ماندہ تھا اس لئے دن نکلنے تک بے خبر پڑا سوتا رہا۔ بعد ازاں ناشتہ سے فارغ ہو کر اس گاڑی پر سوار ہوا۔ جو پرتھ کی طرف جاتی تھی اور دوپہر کے قریب اس جگہ جا پہنچا۔ گاڑی ایک سرائے کے دروازہ پر ٹھہری جہاں سے اور کئی گاڑیاں مختلف اطراف کو جاتی تھیں۔ اور میں نے اتر کر اس محرر سے جو ایک بڑا سا رجسٹر سامنے رکھے بیٹھا تھا دریافت کیا کہ یہاں سے ارنچ مٹھگلن کتنی دور ہے اور اس مقام کی طرف جانے والی گاڑی کب چلا کرتی ہے۔

ارنچ مٹھگلن کا فاصلہ" اس نے تھوڑی دیر چپ چاپ میری طرف دیکھتے رہنے کے

بعد کہا۔ یہاں سے قریباً پینتیس میل ہے اور صرف ایک گاڑی اس طرف جاتی ہے۔ مگر وہ گاڑی چونکہ سہ پہر دو گیارہ بجے قبل دوپہر رخصت ہو جاتی ہے۔ اس لئے آپ بعد از وقت آئے ہیں۔"

"اوہ۔ کیا وہ آج دن بھر کے لئے رخصت ہو گئی ہے؟" میں نے اس خیال سے پریشان ہو کر کہا کہ وہ تاخیر جو بسلسلہ حالات سے پیش آ گئی تھی اب اور زیادہ بڑھے گی۔ "پھر اس کے بعد اب کل تک انتظار کرنا پڑے گا۔"

"جی نہیں" اس نے جواب دیا "کل کی گاڑی میں بھی ساری نشستیں رک چکی ہیں۔ البتہ پرسوں اگر آپ چاہیں۔ تو روانگی کا انتظام ممکن ہو گا" اور اس کے بعد ایک اور مہر کی طرف مڑ کر جو پاس ہی بیٹھا تھا اس نے کہا "میرے خیال میں بہتر ہو کہ مالکان کمپنی اس سڑک پر دو گاڑیاں روز چلانے کا انتظام کر دیں۔"

"میرا اپنا یہی خیال ہے" ایک اور شخص نے میرے پیچھے سے شکایتی لہجہ میں کہا "کیونکہ اس صورت میں مجھ جیسے مصروف آدمی کو رستہ میں ٹھہر کے وقت ضائع کرنے پر مجبور نہ ہونا پڑے"

میں نے بلدی سے مڑ کر دیکھا۔ ایک پست قد متوسط العمر فربہ اندام آدمی جس کے سرخ چہرہ پر نیک طینتی کے آثار پائے جاتے تھے۔ اور جس کے سر پر بھورے بالوں کی ٹوپی تھی کھڑا تھا۔ اس کی عام حالت ظاہر کرتی تھی کہ کوئی باحیثیت۔ آسودہ حال آدمی ہے۔ جو فراغت کی زندگی بسر کرتا ہے اور گو اس کے لفظوں سے کراہت کی بو آتی تھی۔ تاہم اگر انسان کا چہرہ اس کے خیالات کا صحیح مظہر ہو سکتا ہے تو یہ ایک ناممکن سی بات تھی۔ کہ اس شکل و صورت کا آدمی کبھی غصہ میں بھر کر کوئی بات کہتا ہو "کیا آپ ایش متھگلن جائے گا؟" اس نے میری طرف دیکھ کر پوچھا۔ "مجھکو بھی اسی راہ جانا اور اس لئے اسی گاڑی پر سفر کرنا ہو گا۔ لیکن پرسوں تک کا انتظار۔۔ کم از کم میرے لئے ممکن ہے۔"

"مسٹر ڈنکنبی" مہر نے جو اس سے واقف معلوم ہوتا تھا۔ اب اس شخص کو مخاطب کر کے کہا۔ "کو اچھی طرح معلوم ہے کہ آپ کی آسائش کے لئے مجھ سے جو کچھ ممکن ہو کرنے کو تیار ہوں۔ کیونکہ آپ

صرف اس ضلع کے سب سے نامی وکیل اور آنریری مجسٹریٹ ہیں بلکہ اس کے ساتھ ہی . . .

"مگر کم از کم اس موقعہ پر میری وکالت کی کامیابی یا میری آنریری مجسٹریٹی مجھکو کوئی فائدہ نہیں دے سکتی" مسٹر ڈنکنبی نے خوش طبعی سے کہا۔ "گیا پرسوں تک اس جگہ ٹھہر کر دھکی بیٹھے رہنے کا سوال تو کم از کم میں اس کے لئے آمادہ نہیں ہوں۔ کیونکہ مجھے صرف تھوڑی سی دیر کے لئے کیرنڈیل تک جانا ہے۔ اور میں راستہ میں وقت ضائع کرنا پسند نہیں کر سکتا۔"

"لیکن اس صورت میں کیا یہ بہتر نہ ہوگا" دفعتاً محرر نے ایک نئے خیال کے زیر اثر کہا۔ "کہ آپ دونوں مل کر اپنے لئے ایک سفری گاڑی کا انتظام کر لیں؛ مجھ سے جہاں تک ممکن ہوگا آپ کیلئے اس کے کرایہ میں خاص رعایت کر دوں گا۔"

"اچھا خیال ہے" مسٹر ڈنکنبی نے خوشی سے دونوں ہاتھ ملتے ہوئے کہا اور اس کے سرخ چہرہ پر ایک تبسم پیدا ہو گیا۔ "مگر کیوں صاحب آپ کا کیا خیال ہے؟" اس نے میری طرف مڑتے ہوئے پوچھا۔ "یاد رکھئے اس طرح گو کرایہ کچھ زیادہ تو ہوگا۔ تاہم پرسوں تک گاڑی کا انتظار کرتے ہوئے اس جگہ رہنے میں جو خرچ اٹھے گا۔ وہ بھی کسی طرح کم نہ ہوگا۔ مجھے اس مقام سے جہاں آپ کو جانا ہے دس بارہ میل پہلے ہی اتر جانا پڑے گا۔ تاہم اگر آپ کو منظور ہو۔ تو میں گاڑی کا آدھا خرچ دینے کو تیار ہوں۔"

میں نے اس تجویز کے مختلف پہلوؤں کو تھوڑی دیر سوچا تو خیال آیا کہ وہ نہ صرف معقول بلکہ اور دوسرے کئی پہلوؤں سے بھی صحیح تھی۔ اور چونکہ میں راستہ میں پڑے رہنے کی بجائے حتی الامکان جلد منزل مقصود پر پہنچ جانا بہتر سمجھتا تھا۔ اس لئے فوراً آمادہ ہو گیا۔ تاہم خیال آیا کہ کسی نہ کسی طریقہ پر یہ بات مسٹر ڈنکنبی کے کانوں تک ان کے بارہ میں محرر کی گفتگو سے معلوم ہوا تھا کہ ان کیا یا ... ذی وجاہت رئیس ہے) پہنچا دینی چاہیے۔ کہ میں ایک بے حیثیت نوکر ہوں اور ایک متعلقہ ... دلی ملازمت کرنے جا رہا ہوں۔ کیونکہ اس نے مجھ کو ایک مرد شریف کی طرح لفظ آپ سے مخاطب کیا تھا۔ اور مجھ کو اندیشہ تھا کہ اگر میں نے اپنی اصل حیثیت کو اس سے چھپایا اور بعد از

کسی ذریعہ سے اس کو اصل حقیقت معلوم ہو گئی۔ تو اغلب ہے وہ مجھ سے ناراض ہو جائے۔ لیکن پھر سوچ آئی کہ اول تو ہمارا یہ سفر ایک امر اتفاقی ہے اور ایک بار جدا ہونے کے بعد کسے امید ہو سکتی ہے کہ پھر ایک دوسرے سے ملنے کا اتفاق ہو۔ دوسرے یہ بھی احتمال ہے کہ میری طرف سے اس قسم کا اظہار حقیقت شاید مسٹر ڈنکنبی کو برافروختہ کر دے۔ اور وہ ایک کم حیثیت نوکر کے ساتھ ایک ہی گاڑی میں سفر کرنا نامنظور کرے۔ پس سارے پہلو سوچ کر میں نے اس بارے میں چپ رہنا ہی بہتر سمجھا چنانچہ جلدی ہی ایک گاڑی تیار کر دی گئی اور میں اور مسٹر ڈنکنبی پہلو بہ پہلو اس میں بیٹھ کر روانہ ہوئے۔

میں پیشتر بیان کر چکا ہوں کہ وہ خوش طبع انسان تھا۔ مگر اس کے بعد جلدی ہی معلوم ہو گیا کہ وہ باتونی بھی بہت تھا۔ اور اپنی گفتگو کے انہماک میں دوسرے کو بولنے کا موقعہ دینے یا اس سے دریافت حال کرنے کی کوئی ضرورت نہ سمجھتا تھا۔ جس راہ سے ہم گذر رہے تھے وہ اس سے پوری طرح واقف معلوم ہوتا تھا اور پہلے چند میلوں تک وہ اس بستی کی ہر ایک کوٹھی سے متعلق جو نظر آتی اس کے مالک کا نام اس کے خاندانی حالات اور گذشتہ واقعات تفصیل کے ساتھ بیان کرتا رہا۔ مثلاً یہ کہ جو لوگ پہلے اس میں رہتے تھے وہ اب کہاں گئے اور فی الحال کون یہاں رہتا ہے۔ تاہم میں نے دیکھا اس کی گفتگو میں ذم کا پہلو موجود نہ تھا۔ نہ وہ کسی کی غیبت کرتا اور کسی کے بارے میں سخت الفاظ کہتا وہ ایک اس طرح کی ایماندارانہ نکتہ چینی گفتگو تھی۔ جسے بالکل بے ضرر کہا جا سکتا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ وہ اظہار معلومات کے لئے کئی طرح کی حکایتیں اور لطیفے بھی بیان کرتا جاتا تھا۔ جو واقعی میں ایسے بیہودہ اور معمولی تھے کہ میں یہ سوچ کر حیران ہوتا تھا کہ ان میں لطف مزاح کہاں ہے۔ بہرحال وہ ان حکایات پر خود ہی بڑے زور سے قہقہہ مار کر ہنسنے لگتا تھا۔ اس کے تھوڑی دیر بعد اس نے چمڑہ کے غلاف میں لپٹی ہوئی ایک چوڑی سی بوتل نکالی اور مجھ کو پیش کرتے ہوئے کہنے لگا کہ اس کے اندر اتنی کمزور ڈلی ہوئی برانڈی ہے کہ کوئی چھوٹا بچہ بھی بے ضرر اس کو پی سکتا ہے۔ مگر میں نے اس عنایت کو قبول کرنے سے شکریہ کے ساتھ انکار کیا جس پر اس نے پسندیدگی کی نظروں سے میری

طرف دیکھا پھر ایک لمبا گھونٹ بھر کے اطمینان کی گہری آہ کھینچی اور بوتل کو دوبارہ اپنی جیب میں رکھ لیا۔

"خوب" اس کے بعد اس نے کہا" آپ انچ متھگلن جا رہے ہیں۔ مگر کیوں صاحب کبھی اس سے پہلے بھی اس جگہ جانے کا اتفاق ہوا ہے ؟ نہیں ! میرا خیال ہے آپ اس جگہ جا کر بہت خوش ہوں گے۔ کیونکہ اس ملک کے کوہستانی علاقوں میں انچ متھگلن ایک بڑا فرحت انگیز مقام ہے میلوں تک میں ان اطراف میں کئی ذی حیثیت آدمیوں سے واقف ہوں کیونکہ اپنے پیشہ وکالت کی وجہ سے میرا اس ملک کے اصلی دارطبقہ سے بہت گہرا تعلق ہے۔ تاہم اتفاق کی بات ہے کہ میں ان صاحب مسٹر ونیا چر سے ۔ ۔ ۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے وائے انچ متھگلن سے جیسا کہ وہ لوگ آپ کو کہتے ہیں، واقف نہیں ہوں۔ ان کا پورا لقب یہی ہے۔ اور اگر کوئی شخص ان کو اس پورے لقب سے مخاطب نہ کرے۔ تو وہ اس سے خفا بھی ہو جاتے ہیں"

" تو کیا مسٹر ونیا چر کوئی بہت بڑا آدمی ہے ؟" میں نے جلدی سے پوچھا

" بڑا آدمی!" مسٹر ڈنکنبی نے حیرت کے ساتھ کہا" کیا آپ کو معلوم نہیں۔ وہ ایک قبیلہ کا سردار ہے مگر شاید اس سے پہلے کبھی آپ کو سکاٹ لینڈ آنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ بہرحال یہ سمجھئے کہ سکاٹ لینڈ میں کسی قبیلہ کا سردار ہونا یہی معنی رکھتا ہے کہ ایک خوفناک، وحشی اور جنگجو آدمی ہے جس کی جماعت ہر وقت اس کے گرد حلقہ زن رہتی ہے ۔ ۔ ۔ بالکل نہیں وہ زمانہ گذر گیا۔ جب ایسی باتیں دیکھنے میں آتی تھیں۔ آجکل لفظ قبیلہ سے مراد ان رشتہ داروں کی جماعت سے لی جاتی ہے۔ جو قریب یا دور کا کوئی تعلق رکھتے ہوں۔ اور جنہیں کسی نہ کسی وجہ سے حلقہ خاندان میں شامل سمجھا جا سکے"

"میرے خدا!" میں نے اس بیان کو سنکر چونکتے ہوئے کہا" تو کیا یہ سارے رشتہ دار مسٹر ونیا چر کے پاس ہی رہا کرتے ہیں ؟"

" پھر آپ نے وہی نام لیا۔ میرے دوست انچ متھگلن کہیے" ڈنکنبی نے جلدی سے اصلاح کی" اور یاد رکھیئے کہ مسٹر ونیا چر کو ہمیشہ وائے انچ متھگلن ہی کہنا چاہئے۔ بالفرض آپ یہ نہ کہنا چاہتے ہوں

توپھر اختصار کے لئے محض اپنچ متھگلن بھی کہہ سکتے ہیں۔ فی الحقیقت اس جگہ پہنچنے کے بعد دنیا بھر کا نام کبھی آپ کے سننے میں نہ آئے گا۔ کیونکہ وہاں ہر شخص یہی کہتا ہے۔ اپنچ متھگلن کا یہ حکم ہے۔ یا اپنچ متھگلن نے ایسا کیا یا اپنچ متھگلن کی یہ خواہش ہے وغیرہ اور اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھئے۔ کہ جب اپنچ متھگلن کوئی حکم صادر کرتا ہے تو ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ اس پر عمل کرے کیونکہ گو مجھے اس سے گفتگو کا موقعہ نہیں ملا۔ تاہم میں نے اس کا شہرہ سنا ہے اور میں شکل و صورت سے بھی اس کو پہچانتا ہوں۔ رہ گیا وہ سوال جو آپ نے پوچھا تھا تو اس کے متعلق میں عرض کرتا ہوں کہ قبیلہ کا لفظ دراصل کوئی معنوی حیثیت نہیں رکھتا۔ چنانچہ یہ صحیح نہیں ہے کہ وہ سب رشتہ دار جو اپنچ متھگلن کے قبیلہ میں شامل ہیں وہ سب ایک ہی مقام پر رہتے ہیں بالکل نہیں۔ ان میں سے کئی ایک گرد و نواح میں اپنے اپنے مکانوں پر آباد ہیں بہتیرے ان میں آسودہ حال بھی ہیں۔ البتہ بعض جو بہت غریب ہیں۔ ان کو اب تک قبیلہ کی صدود میں ہی شامل رکھا جاتا ہے۔ دستور یہ ہے کہ جب اپنچ متھگلن میں کوئی جلسہ دعوت ہو۔ تو پھر اس قبیلہ کے سب آدمی جمع ہوتے ہیں یعنی اگر خاندان میں کوئی شادی ہو تو جشن منانے کے لئے۔ یا موت ہو تو سوگ کرنے کے لئے۔ ان کا اجتماع ضرور ہوتا ہے۔ شادی اور ماتم کے جلوسوں میں ہی قبیلہ کے ہر شخص کا شامل ہونا ضروری ہے آپ کو یہ معلوم کر کے حیرت ہوگی کہ سارے قبیلہ میں ایک آدمی بھی ایسا نہیں ہے۔ جسے اپنے سردار کی شخصیت پر کامل فخر نہ ہو یا جو اس کی عزت و ناموس کی حفاظت کو اسی طرح اپنا پاک فرض نہ سمجھتا ہو جس طرح اپنی عزت کی حفاظت کو۔"

"لیکن کیا یہ صاحب والئے اپنچ متھگلن ایسے ہی مغرور، متکبر اور سخت گیر ہیں"؟ میں نے کسی قدر بے چینی کے ساتھ پوچھا کیونکہ مسٹر ڈنکنبی کی زبانی اس آدمی کے بارہ میں جس کی ملازمت میں شامل ہونے کے لئے میں جا رہا تھا اس قسم کے حالات سنکر میرے جی کو سخت اضطراب لاحق ہو گیا تھا۔

"معزور و بے شک ہے مگر ایک حد تک" مسٹر ڈنکنبی نے جواب دیا۔ "مینیلے اپنی سرداری اپنی دولت اور اس رسوخ عظیم پر بے شک غرّہ ہے۔ جو اسے اپنے قبیلے کے افراد پر حاصل ہے تاہم میں اسکو صحیح معنوں میں سخت گیر اور متکبر نہیں کہہ سکتا۔ فی الحقیقت جہاں تک میں نے سنا ہے وہ گرم جوش طبیعت کا فیاض آدمی ہے جس کے نیک افعال اس کی برائیوں پر ہر طرح غالب ہیں یعنی اس صورت میں کہ اس کی برائیوں کا کوئی حقیقی وجود ہو لیکن جہاں تک مجھکو معلوم ہے کبھی کوئی بری بات اس کے برخلاف میرے سننے میں نہیں آئی یا اگر آئی ہے تو محض اس قدر کہ ایک اور قبیلے کے برخلاف اس کے دل میں صدیوں کا پرانا جوش عناد اب تک باقی ہے۔ گو اس دشمنی کا عہد حال سے کوئی تعلق نہیں"۔

"اور کیا وہ دشمنی ان دو قبیلوں میں اب تک قائم چلی جاتی ہے؟" میں نے اس خیال سے پوچھا کہ اس ذریعے سے مسٹر دنیا چر کے بارہ میں جس قدر حالات ممکن ہوں۔ دریافت کر لئے جائیں۔

"دراصل یہ دشمنی" مسٹر ڈنکنبی نے جواب دیا "بہت قدیم اور روایتی ہے۔ اس کا آغاز مدت گذری ہوا تھا مگر اس کے بعد اس کا سلسلہ نسلاً بعد نسلاً قائم رہا۔ بات یہ ہے اس ملک میں اس طرح کی خاندانی عداوتیں مدت مدید تک قائم رہتی ہیں۔ گو میں کہہ سکتا ہوں کہ کبھی کوئی عداوت حتیٰ کہ گلینکو کے خاندان میکڈانلڈ اور آرگل کے خاندان کیمبل کی ہولناک تاریخی دشمنی بھی اتنی شدید نہ تھی جتنی اس دشمنی کی جو کیرن ڈل کے دو قبیلوں میں قائم چلی آتی ہے"

"میرا خیال ہے" دفعتاً میں نے کہا کہ "تھوڑی دیر پہلے گاڑیوں کے اڈہ پر یہ لفظ کیرن ڈل میرے سننے میں آیا تھا"۔

"بات یہ ہے کیرن ڈل اس گاؤں کا نام ہے۔ جو اس نام کے قبیلہ کا مرکز تھا۔ مگر میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ گاؤں اس خاندان کے نام سے مشہور ہوا۔ یا یہ خاندان اس گاؤں کے نام سے بارہا میں نے اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے پرانے تاریخی کاغذات کی جانچ کی ہے۔

---

۵ ملاحظہ ہو ناول خونی تلوار ترجمہ منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری دو جلدیں قیمت للعہ جسے طلب فرمائیے

مگر کسی فیصلہ کن نتیجہ پر نہیں پہنچ سکا۔ بہرحال وہ گاؤں جو کیرن ڈیل کے نام سے مشہور ہے وہی اس وقت میری منزل مقصود ہے۔ جیسا کہ آپ نے سنا تھا۔ میں اس علاقہ میں وکیل ہوں اور خاندان کیرن ڈیل کی اراضی کا قانونی انتظام مدت سے ہمارے خاندان کے سپرد چلا آتا ہے اب وہ میرے پاس ہے۔ مجھ سے پہلے میرے والد کے سپرد تھا اور اس سے بھی پہلے میرے دادا کے۔ اور شاید یہ بھی ایک وجہ اس بات کی ہے کہ میں ارنج ہنٹگٹن کے سٹروینا پر سے پوری طرح واقف نہیں ہوں۔"

"اوہ کیا یہ ممکن ہے؟" میں نے اب دفعتاً ایک نئے خیال سے دہشت زدہ ہو کر پوچھا "کیا یہ ممکن ہے کہ وا لئے ارنج ہنٹگٹن کی طرف سے قبیلہ کیرنڈیل کے برخلاف اپنی عداوت کو یہاں تک طول دیا جائے کہ وہ سب آدمی دشمن سمجھے جائیں جو... لیکن آہ" میں نے جلدی سے رکتے ہوئے کہا "ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ خود آپ کا تعلق اسی خاندان کیرنڈیل سے ہے؟"

"نہیں میرا خاندان کیرنڈیل سے کوئی تعلق نہیں" مسٹر مکنبسی نے جواب دیا "میں دراصل میدانی اضلاع کا رہنے والا ہوں اور میں قبیلہ پرستی کا حامی نہیں۔ رہا خاندان کیرنڈیل تو عملی طور پر اس کا بالکل ہی خاتمہ ہو چکا ہے۔ اس کی ساری جائداد قانون کی آہنی گرفت میں آ چکی ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ موجودہ والئے کیرنڈیل اب کہاں ہے۔ یہ حالت کئی سال سے چلی آتی ہے اور یہی بڑی وجہ اس بات کی ہے کہ ارنج ہنٹگٹن کے دل میں اس خاندان کے برخلاف جو عداوت پہلے تھی۔ وہ بڑی حد تک کم ہو چکی ہے کیونکہ باقی ہی کون رہا ہے جس کے برخلاف عداوت کی جائے؟ واقعہ یہ ہے کہ آخری کیرنڈیل سردار یعنی سر الیگزینڈر کیرنڈیل کا انتقال قریباً بیس سال گذرے ہو گیا تھا جس کے بعد اس کا وارث اس کا چھوٹا سا بچہ یعنی موجودہ سر الیگزینڈر رہ گیا لیکن وہ نام کا والئے ریاست تھا۔ ورنہ اس کی حالت گداگروں سے بہتر نہ تھی۔ صرف چند دوست ایسے تھے۔ جو اس کی حمایت و امداد کا دم بھرتے تھے۔ ورنہ... کچھ نہیں۔"

"تاہم آپ کو معلوم ہے کہ آخری کیرینڈیل سٹادر کا بدنصیب وارث اب تک زندہ اور صحیح سلامت ہے" میں نے جلدی سے کہا: "کیونکہ گو آپ نے اس کا ذکر صیغہ ماضی میں کیا تاہم آپ کے استعمال کردہ لفظ "موجودہ" سے پایا جاتا ہے کہ وہ اب تک قید حیات میں ہے لیکن کسی کو معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہے؟"

"آہ میرے عزیز دوست" مسٹر ڈنکنبی نے خوش ہو کر کہا: "آپ کے اس فقرہ نے ثابت کر دیا کہ خدا نے آپ کو روشن دماغ عطا کیا ہے۔ مگر سچ کہئے گا آپ کسی وکیل کے دفتر میں تو کام نہیں کرتے؟ نہیں! تو پھر میری رائے میں ضرور آپ کو کرنا چاہئے کیونکہ آپ نے وہ بات کہی ہے جس نے مجھ ایسے ہوشیار وکیل کا واقعی جی خوش کر دیا اور چونکہ سلسلہ گفتگو اس حد تک پہنچ چکا ہے اس لئے میں اب کوئی بات آپ سے چھپانا بھی نہیں چاہتا اس کے علاوہ چونکہ میں آپ کی تیز دانائی کی قدر کرتا ہوں اس لئے مجھکو یہ بیان کرنے میں عذر نہیں ہے کہ موجودہ سر الیگزینڈر کیرینڈیل واقعی زندہ ہے اور مجھکو معلوم ہے کہ وہ کس جگہ رہتا ہے۔ تاہم یاد رکھئے۔ ایک میں ہی ایسا آدمی ہوں جسے اس کی ہستی اور موجودگی کا علم ہے ورنہ وہ نیز آپ کو سارے عالم کی نظروں سے پوشیدہ رکھے ہوئے ہے مگر جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے اس کی اپنی شخصیت چھپانے کی کئی وجوہات ہیں۔ مثلاً ایک یہ کہ اپنے خاندانی تکبر کی وجہ سے وہ یہ بات ظاہر کرنا نہیں چاہتا کہ ایک ایسے اونچے قبیلہ کا سردار اس تباہ حالی سے زندگی بسر کر رہا ہے۔ چنانچہ یہی باعث ہے کہ وہ اپنا نام بدل کر دنیا کی نظروں سے پوشیدہ ایک علیحدہ مقام پر رہتا ہے۔"

"افسوس! افسوس!" میں نے حسرت ناک لہجہ میں کہا "کس طرح والدین کی فضول خرچیاں بیچاری اولاد کی تباہی اور بدنامی کا ذریعہ ثابت ہوتی ہیں۔"

"بالکل صحیح" مسٹر ڈنکنبی نے تسلیم کیا "گو سچ پوچھئے تو بربادی کے اس کام میں اس کے باپ سے پہلے دادا اور پردادا نے بھی کچھ کم حصہ نہیں لیا۔ تاہم اب اس سوال کے متعلق قانونی عدالتوں میں زور دار جدوجہد جاری ہے۔ قریباً بیس سال مقدمہ بازی

کرتے ہو گئے

اور ابھی نہ معلوم یہ سلسلہ کب تک جاری رہے" میں نے کہا۔

"خیر یہ بات تو نہیں" مسٹر ڈکنبی نے جواب دیا "کیونکہ معاملہ اب قریب الختم ہے۔ موجودہ سر الیگزینڈر کی طرف سے بنائے دعوے یہ ہے کہ اس کے باپ اور دادا نے جو روپیہ ریاست کی بنا پر قرض لیا وہ اندروئے قانون ناجائز تھا کیونکہ ان لوگوں نے راہب جماعت کو بعض لیسے اختیارات دیئے جس کے وہ ہرگز اہل نہ تھے۔ یہی وجہ تھی کہ موجودہ سر الیگزینڈر کے والد کے انتقال پر انہوں نے ساری جائداد پر قبضہ کر لیا اور یہیں سے بنائے مقدمہ بازی قائم ہوئی اب غالباً آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ ایک طرف میں جائز وارث کے لئے اس کی جائداد واپس لینے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اور دوسری جانب راہب لوگ اپنے دعوے کی حفاظت میں آمادہ پیکار رہیں۔ مقدمہ کی رفتار بالکل سست ہے۔ سال میں ایک دو پیشیاں ہو جاتی ہیں لیکن آخری فیصلہ کی نوبت اب تک نہیں آئی۔ گو توی امید ہے کہ اب بیس سال کے بعد اس کا فیصلہ عنقریب سنا دیا جائیگا۔"

"اور کیا میں دریافت کر سکتا ہوں کہ وہ فیصلہ کس کے حق میں ہوگا؟" میں نے ڈکنبی سے پوچھا" بشرطیکہ آپ اس سوال پر برا نہ مانیں"۔

"نہ خیر میں تو برا نہیں مانتا" وکیل نے ہنستے ہوئے کہا "تاہم آپ کے اس سوال سے ثابت ہو گیا کہ واقعی آپ اتنے ہوشیار نہیں۔ جتنا پیشتر میں نے سمجھا تھا میرے دوست کیا آپ خیال کر سکتے ہیں کہ اگر مجھے اپنے دعوے کی کامیابی کا نصفا نصف یقین نہ ہوتا تو میں کیا اب تک اس مخمصہ میں الجھا رہنا پسند کرتا؟ اس کے علاوہ مقدمہ بازی کے سارے اخراجات بھی ابتک میری گرہ سے ادا ہوتے رہے ہیں اور اگر سچ مچ ناکامی ہوئی۔ تو پھر میری تباہی میں کیا شک ہے پس میں اپنے اور سر الیگزینڈر کینڈل کیلئے بہترین امیدیں رکھتا ہوں اور بفضل خدا سے ضرور کامیابی حاصل کروں گا"۔

یہ کہکر اس نے اپنی ہمت و امید کو برقرار رکھنے کے لئے پھر وہی شراب کی چپٹی بوتل نکالی اور منہ سے لگا کے ایک لمبا گھونٹ پیا۔

"لیکن اگر" میں نے اس گفتگو میں دلچسپی لیتے ہوئے سلسلہ تقریر جاری رکھکر پوچھا "کامیابی سچ مچ آپ کو حاصل ہوگئی اور آپ رہن شدہ جائیداد کو مرتہنوں کے حوالے کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ تو کیا اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جن لوگوں سے جائیداد کی کفالت پر روپیہ قرض دیا تھا وہ سب کچھ ہاتھ سے دے بیٹھیں گے؟"

"بالکل نہیں" مسٹر ڈکنس نے جلدی سے کہا "دراصل موجودہ سر الیگزینڈر کیرنڈیل انتہا درجے شریف اور نیک آدمی ہے اور خدا کرے کہ میں کوئی ایسا مشورہ اس کو دوں [illegible] دولت [illegible] نیک [illegible] صرف کرنے کا ذریعہ ثابت ہو۔ اس کا پختہ ارادہ ہے کہ مہاجنوں کو ان کا [illegible] روپیہ کوڑی کوڑی پیسے پیسے سے بے باق کر دیا جائے مگر ہی [illegible] چکے وہ جائز مقدار میں اس سے زیادہ نہیں۔ بات یہ ہے قرضخواہوں [illegible] سب سے پہلے تو اس قدر زیادہ شرح سود مقرر کی ہے جسے سن کے ہوش اڑتے ہیں [illegible] تین چار سو فیصدی! چونکہ آخری سر الیگزینڈر کی طبیعت [illegible] اسراف غالب تھی [illegible] اس نے یہ نہ سوچا کہ کس طرح میں اپنے [illegible] ہو رہا ہوں [illegible] شرطوں پر روپیہ وصول کر کے اس کو بیجا صرف کرتا رہا۔ زیادہ مصیبت یہ ہوئی کہ اس نے ان معاملات میں کبھی مجھ سے بھی مشورہ نہ لیا اور مجھ کو صحیح حالات کا علم اس وقت ہوا جب تباہی کی لہر کو روکنا غیر ممکن ہو چکا تھا۔ ان حالات میں وہ بدمعاش سودخوار اگر اپنا اصل زر مناسب شرح سود کے ساتھ واپس حاصل کر سکیں تو یقیناً ان کو نقصان نہیں اور موجودہ سر الیگزینڈر کیرنڈیل اس کے لئے ہر وقت آمادہ ہے۔"

"صاحب آپ کی داستان نے میرے دل پر بہت اثر کیا ہے۔" میں نے کہا۔ "اور مجھے خاندان کیرنڈیل سے غائبانہ اتنی ہمدردی ہوگئی ہے کہ میں دست بدعا ہوں کہ اس عائلہ

میں آخری کامیابی سود خواروں کو حاصل نہ ہو۔"

"بالکل ٹھیک بالکل صحیح" مسٹر ڈنکنسبی نے کہا "مگر جیسا میں کہہ رہا تھا۔ مقدمہ بازی شروع ہونے کے بعد محاصل کی فراہمی کے لیے سرکاری امین مقرر کر دیا گیا تھا جو اس بیس سال کے عرصہ میں لگان کی رقمیں باقاعدہ وصول کرتا رہا ہے۔ اس سے بیشمار روپیہ جمع ہو چکا ہے جس سے ہر طرح کے اخراجات وضع کرکے اتنی رقم باقی رہ جائے گی۔ جو قرضخواہوں کے جائز مطالبات پورے کر سکے۔ اس طرح گویا مقدمہ کی کامیابی پر جب سر الیگزینڈر کو اس کی آبائی ریاست دوبارہ واپس ملے گی۔ تو اس پر کسی طرح کا بار قطعاً نہ ہوگا۔ یعنی آمدنی اور خرچ برابر۔ تاہم ایک اتنی بڑی ریاست کا بغیر کسی بار کے اصلی وارثوں کو ملنا یہ بھی ایک نعمت ہے۔ کیونکہ آٹھ دس ہزار سالانہ کی آمدنی تو یاسانی ست اس سے ہوتی ہے۔ اور اگر تھوڑی سی محنت اور کی جائے۔ تو پھر اس آمدنی کو اضافت بھی کیا جا سکتا ہے۔"

"لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا۔" میں نے حسرت آمیز لہجہ میں کہا۔ "کہ جب آپ قرضخواہوں کے جائز مطالبات پورا کرنے کو تیار ہیں۔ تو پھر کس لئے دو گر... مقدمہ بازی کرتے اور اس معاملہ کو طول دیتے ہیں؟"

"اس لئے کہ ہم ان کے صرف جائز مطالبات پورا کرتے ہیں ناجائز نہیں۔" مسٹر ڈنکنسبی نے جواب دیا۔ "رہ گیا یہ سوال کہ وہ ان جائز مطالبات کے پورا ہونے پر کیوں شاکر نہیں تو اس کا جواب میں کیونکر دے سکتا ہوں۔ یہ تو بالکل ایسا ہی سوال ہے۔ گویا آپ پوچھیں کہ لوگ کس لئے مقدمہ بازی کرتے اور کیوں سالہا سال تک قانونی جھگڑوں میں روپیہ برباد کئے جاتے ہیں؟ آہ میرے عزیز دوست اس سوال کا ایک ہی جواب ممکن ہے۔ یعنی طبیعت انسانی کی حد سے زیادہ بڑھی ہوئی حرص و آز۔ یہ نہ ہو۔ تو پھر نہ آپس میں جھگڑے ہوں نہ مقدمہ بازی کی نوبت آئے۔ نہ ہم قانون پیشہ لوگوں کا ذریعہ معاش

باقی رہے۔ بصورت موجودہ قرضخواہوں کی یہ خواہش ہے کہ وہ ایک ہی وقت میں اپنا روپیہ بھی اور اس کے ساتھ جائداد بھی اپنے قبضہ میں لے لیں۔ اور ایک قانون دان کی حیثیت میں میں کہہ سکتا ہوں کہ اس بارہ میں جو کوشش اُن کے وکیل کی طرف سے ہو رہی ہیں وہ کچھ کم اہمیت نہیں رکھتی۔ مگر جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے۔ وہ شخص . . . قرضخواہوں کا قانونی مشیر اس معاملہ کے اخلاقی پہلو کو بالکل نہیں سوچتا۔ مگر اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ قانون اور اخلاق میں بعد المشرقین ہے۔ اور وہ ساتھ ساتھ نہیں چلتے۔ . . اور اب اس معاملہ میں میں یہ بھی آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ تقریباً آدھے گھنٹہ سے ہماری گاڑی سرزمین کیرنڈیل ہی پر چل رہی ہے۔ چنانچہ حد نگاہ تک یہ جتنی اراضی آپ کو نظر آتی ہے۔ وہ سب خاندان کیرت ڈیل کی ہے۔ اتنی وسیع ریاست کے ہوتے ہوئے ایک سمجھدار اور دیانتدار آدمی جس قدر نفع حاصل کر سکتا ہے۔ اس کا اندازہ آپ خود ہی بہتر کر سکتے ہیں۔ یہ بیل میدان جو دور تک غیر آباد ہیں۔ ان میں گاؤں آباد کئے جا سکتے ہیں۔ یہ ویران بستیں جن میں خال خال آبادی ہے۔ زیادہ بارونق بن سکتی ہیں۔ یہ سنگلاخ کوہی علاقہ جن میں خشک گھاس کے سوا کوئی چیز نہیں اگتی۔ سرسبز بنانے ممکن ہیں۔ آپ اس کچھار ہی کو دیکھیں جس سے ہم اس وقت گزر رہے ہیں۔ وہ بالکل ویران ہے۔ مگر کیا تھوڑی سی سی محنت اور رحمت سے اس میں اناج پیدا نہیں ہو سکتا؟ اپنے ارد گرد دیکھئے۔ کیا کوئی بارونق بستی یا کوئی آباد گاؤں آپ کو نظر آتا ہے؟ وہ خوشگوار دیہاتی گرجے۔ وہ مدرسے جو گاؤں کے لڑکوں کی تعلیم کے لئے قائم ہونے چاہئیں۔ وہ کہاں ہیں؟ کہیں نہیں۔ ہر طرف ویرانہ ہی ویرانہ نظر آتا ہے۔ عنقریب ہماری گاڑی موضع کیرنڈیل میں پہنچے گی۔ تو آپ دیکھیں گے کہ جھونپڑیوں اور مکانوں کی حالت کتنی زار اور رعیت کتنی بدحال ہے کس طرح بچے پھٹے ہوئے کپڑے پہنے۔ ننگے پاؤں دوڑتے پھرتے ہیں۔ یہ نتیجہ ہے اس بات کا کہ ایک ایسی شاندار ریاست کو جیسی یہ کسی زمانہ میں تھی بے فائدہ قانونی شکنجہ

میں ڈالا گیا۔ میرے دوست گو یہ صحیح ہے کہ ایک وکیل کی حیثیت میں مجھے اس مقدمہ بازی سے یقینی نفع حاصل ہوگا۔ تاہم ایک انسان کی حیثیت میں اس تباہی اور بربادی کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ جو محض اس مقدمہ بازی سے لاحق ہوئی ہے۔"

اپنی تقریر کے آخری حصہ میں مسٹر ڈنکنسبی نے کچھ ایسی بلاغت کا اظہار کیا تھا اور اس کے ساتھ ہی مجھے اس کے لفظوں میں کچھ اس طرح کی فیاضی دکھائی دی تھی کہ میں اپنے دل میں اس کی طبع نیک کی تعریف کئے بغیر نہ رہ سکا۔ اپنی مختصر زندگی کے وسیع تجربات میں شاذ و نادر مجھے کسی ایسے آدمی سے ملنے کا اتفاق ہوا ہوگا۔ جس نے دو گھنٹوں کے عرصہ قلیل میں نادانستہ اور بلا نمائش اس قدر خوبیوں کا اظہار کیا ہو جتنی مسٹر ڈنکنسبی کی سیرت میں نظر آئی تھیں۔ اور میں اپنے جی میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا۔ کہ اگر اس آدمی کو سچ مچ باشندگان سکاٹ لینڈ کی سیرت کا صحیح نمونہ سمجھا جا سکتا ہے۔ تو کچھ شک نہیں۔ اس ملک کے رہنے والے ہر لحاظ سے قدر و عزت کے قابل ہیں۔

گفتگو کا سلسلہ تھوڑی دیر کے لئے ختم کیا۔ میرے خیال میں پرتھ سے روانہ ہونے کے بعد یہ اپنی قسم کا پہلا موقعہ تھا۔ بہرحال اب کی بار مسٹر ڈنکنسبی نے برانڈی کی بوتل بھی منہ سے لگانے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ دفعتاً اس کے ایماندار چہرہ پر فکر عظیم کے آثار پیدا ہوئے۔ تھوڑی دیر یہ کیفیت رہی۔ اس کے بعد پھر وہی بشاشت کی چمک ظاہر ہو گئی۔ اور اس نے جلدی سے کہا "اچھا امید کرنی چاہئے۔ کہ جلدی یا دیر میں ریاست کی اصلاح کا عمل ضرور شروع ہوگا۔ یہ علاقہ اپنے جائز مالک کے قبضہ میں آنے کے بعد پھر خوشحال ہوگا . . . بس میرا سفر ختم ہوا" یہ آخری فقرہ عین اس وقت اس کے منہ سے نکلا۔ جب گاڑی ایک ادنیٰ شراب خانہ کے دروازہ پر جو ایک تباہ حال چھوٹے سے گاؤں کے پہلو میں واقع تھا۔ ٹھیری۔ بعد معلوم ہوا کہ موضع کیرنذیل آگیا۔

"وکیل صاحب۔ آپ کو الوداع کہتے ہوئے" میں نے اپنے ساتھی سے کہنا شروع کیا "میں نہیں جانتا کس منہ سے آپ کی عنایت و بزرگی اخلاق کا شکریہ ادا کروں۔ سارا رستہ آپ نے مجھ سے اس قدر مہربانی کا سلوک کیا ہے۔ ۔ ۔"

گر مسٹر ڈنمنبی نے میرا ہاتھ گرمجوشی سے ہلاتے ہوئے یہ کہکر مجھے اپنا فقرہ ناتمام ہی چھوڑنے پر مجبور کیا کہ "دوست مجھے آپ کے چہرہ پر شروع سے ہی نیکی۔ دیانت اور سچائی کے آثار دکھائی دیتے تھے۔ اس لئے میں نے سب باتیں آپ کے روبرو بیان کی ہیں۔ اور اب دیکھئے"۔ یہ کہتے ہوئے اس نے اپنی آواز کو پُراسرار طریقہ پر دبایا۔ اور اس نے ساتھ ہی گاڑی سے قریباً ایک میل کے فاصلہ پر ایک باڑہ کی طرف اشارہ کیا۔ جس کی چوٹی پر بنی ہوئی عمارت کا صرف ایک پہلو دکھائی دیتا تھا کیونکہ باقی حصے بہت اونچے چھتنار سے درختوں کے سایہ میں چھپے ہوئے تھے۔ اور میں یہ بات تسلیم کرنے پر مجبور ہوں کہ کیرنڈیل کی وسیع اراضی میں میرے لئے اس طرح کے اونچے اور شاندار درخت دیکھنے کا یہ پہلا ہی موقعہ تھا۔ "دیکھئے آپ کی نظروں کے سامنے خاندان کیرن ڈیل کی تاریخی عمارت واقع ہے۔ جو افسوس باقی سب چیزوں کی طرح زوال و انحطاط کی منزل میں گرتی چلی جا رہی ہے"۔ پھر سلسلہ تقریر جاری رکھ کر "ایک زمانہ تھا۔ جب یہ گھر نوکروں اور مہمانوں سے پُر رہا کرتا تھا۔ مگر اب صرف ایک بڈھا دربان اور اس کی بی بی اس میں رہتے ہیں۔ اور وہی اس کی حفاظت و نگرانی کر چھوڑتے ہیں۔ تاہم جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے وہ بیچارے ایک ایسی عالیشان عمارت کی کیا نگرانی کر سکتے ہیں۔ جس کی جھاڑ پونچھ کے لئے پچاس نوکر بھی تھوڑے ہیں۔ اور وہ درخت جو آپ کو اس عمارت کے پاس دکھائی دیتے ہیں۔ غور کیجئے کتنے شاندار ہیں۔ لیکن وہ سودخوار بدمعاش عدالت کی ڈگری حاصل کر کے ان کو بھی کٹوانا چاہتے تھے۔ مگر میں نے انہیں زک دی۔ ایسی زک دی کہ وہ عمر بھر یاد رکھیں گے"۔ اور یہ

کہتے ہوئے مسٹر ڈنکنسی نے پھر ایک بار پُر زور قہقہہ لگایا۔

"اچھا امید کرنی چاہیئے" میں نے دعائیہ انداز سے کہا "آپ کی یہ پہلی فتح مقدمہ کی آخری کامیابی کے حق میں فال نیک ثابت ہوگی"

"بہت اچھا خیال ہے" مسٹر ڈنکنسی نے میرا ہاتھ گرمجوشی سے ہلاتے ہوئے کہا "مگر کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ آپ اس جگہ کیز نڈیل آرمز کے شراب خانہ میں ٹھیر کر تھوڑی دیر آرام کریں۔ اور کچھ ماحضر بھی تناول کرتے جائیں۔ نہیں! آپ کو جلدی ہے۔ بہت اچھا آپ کو مجبور نہیں کرتا۔ لیکن اگر کبھی آپ کو ایڈ برگ آنے کا اتفاق ہو۔ تو ڈیوڈ ڈنکنسی وکیل کا نام پوچھ لیجئے۔ مجھے آپ سے مل کر بہت خوشی ہوگی"

اس نے پھر ایک بار رخصتی مصافحہ کیا۔ اتنے میں گھوڑے تبدیل ہو چکے تھے۔ مسٹر ڈنکنسی نے علیحدگی میں چند الفاظ اُس گاڑی بان سے جو اس جگہ تک آیا تھا۔ اور اس سے بھی جسے گاڑی کو آگے لیکر جانا تھا۔ کہے۔ ساتھ ہی اپنی جیب سے بٹوہ نکالا اور دونوں آدمیوں کو انعامات دیئے۔ جو میرے خیال میں معقول تھے۔ کیونکہ میں نے دیکھا ان دونوں نے بڑے ادب کے ساتھ ٹوپیوں کو چھو کر سلام کیا۔ پھر جب گاڑی آگے چلنے کو تیار ہوئی تو مسٹر ڈنکنسی نے کھڑکی کے پاس آکر مجھے کہا: "آپ اب گاڑی کا کرایہ ادا کرنے کی زحمت نہ کریں۔ کیونکہ جو کچھ بنتا ہے۔ وہ سب میں نے ادا کر دیا ہے۔ مبادا آپ میرے اس فعل کو حد سے آگے بڑھی ہوئی آزادی اور بے تکلفی پر محمول کریں۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ایک بار بٹوہ ہاتھ میں لے لینے کے بعد میرے خیال میں حساب کی زحمت گوارا کرنے سے یہ بہتر تھا کہ پورا چکوتہ کر دیا جائے۔ اس لئے آپ میرے اس فعل سے ناراض نہ ہوں اور اب . . . خدا حافظ!"

اس سے پہلے کہ میں جواب کے طور پر کچھ کہتا۔ وہ تیز چلتا شراب خانہ کے اندر چلا گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی گاڑی آگے کی طرف چلی۔ مگر چند ہی میل کے فاصلہ میں رستہ

کی عام حالت اصلاح پذیر ہونی شروع ہو گئی۔ اب اطراف کے پہاڑوں پر خشک گھاس
کی بجائے ہریالی تھی۔ جا بجا مرغزاروں میں صاف ستھری جھونپڑیاں دکھائی دیتی
تھیں۔ اور بہتی ہوئی ندیوں کے کناروں پر خوش قطع گاؤں آباد تھے۔ پھر یہ بھی میں
نے دیکھا۔ کہ خوشحال صورت گڈریے پلی ہوئی بھیڑوں کے ریوڑ لئے ان کو جا بجا چراتے
پھر رہے تھے۔ ہر طرف سبزہ و گل کی بہار تھی۔ اور سوکھے کھڑ ڈینگ درختوں کی بجائے
شاداب اور سرسبز پودے نظر آتے تھے۔ رستہ میں گاڑی ایک خوشنما چھوٹے سے
گاؤں میں شفاخانہ کے پاس ٹھیری۔ تو دریافت پر معلوم ہوا کہ یہ انچ متھ گلن کا علاقہ ہے
گاڑی پھر ایک بار چلنے لگی اور مناسب عرصہ کے بعد منزل مقصود پر پہنچ گئی
مگر انچ متھ گلن کا نقشہ میں نہیں جانتا کن لفظوں میں پیش کروں۔ ناظرین چشم تصور
سے دیکھیں۔ ایک وسیع عریض جھیل ہے۔ جس کی چوڑائی قریباً ۲ میل اور لمبائی حد نگاہ
سے باہر اور بے حساب۔ اس کے شفاف نیلگوں پانی آئینہ کی طرح ساکن ہیں۔ اور
ساحل پر اُگے ہوئے محو خواب پودوں کا تاریک سایہ جھیل کی شفاف سطح پر پڑ کر نظارہ
جاں بخش پیدا کرتا ہے۔ سیاہ رنگ کے پتھر۔ ہرے ہرے مرغزار۔ نیلی پیلی پہاڑیاں اور
ان کی پشت پر چھوٹے چھوٹے گاؤں۔ کہیں عشق پیچے کی بیلوں سے ڈھکے ہوئے
گرجا کا اونچا کلس۔ کہیں پُر آسائش کوٹھی۔ کہیں کھیت۔ کہیں وادی۔ کہیں جنگل
کہیں آبادی اور اس پُر شکوہ منظر کے وسط میں تصویر کے سب سے نمایاں حصہ کے
طور پر ایک عالیشان سنگلاخ عمارت جھیل کے عین مرکز میں بلندی کے اوپر بنی ہوئی
میرے خیال میں یہ ساری تفصیلات اگر چشم تصور سے دیکھی جانی ممکن ہوں۔ تو پھر اس
نظارہ پُر کیف کا کچھ اندازہ ہو سکے۔ جو انچ متھ گلن میں پہنچ کر سب سے پہلے میں نے دیکھا
مگر اس کے متعلق کچھ تفصیلات اور بھی ہیں۔ جن کو میں آگے چل کر بیان کر دینا چاہتا
ہوں۔ پیشتر لکھ چکا ہے کہ اس جھیل کا سب سے چوڑا پاٹ جو میری نظروں کے سامنے

تھا۔ دو میل کے قریب ہوگا۔ مگر اس سلسلہ میں یہ بھی لکھنا چاہتا ہوں کہ بالمقابل ساحل پر ایک جزیرہ نما۔ قریباً گول ساخت کا جسے ایک تنگ خاکنائے ساحل کے ساتھ ملاتی تھی جھیل کی چوڑائی میں قریباً نصف فاصلہ تک آگے کی طرف نکلا ہوا تھا۔ اور اس جزیرہ نما کی آخری حد اور اس ساحل کے درمیان جہاں گاڑی نے قیام کیا۔ قریباً پون میل کا آبی قطعہ حائل تھا۔ جزیرہ نما کا قطر اندازاً ایک میل ہوگا۔ اور خاکنائے کی لمبائی قریباً پاؤ میل۔ اسی جزیرہ نما کے وسط میں جس کے بارہ میں معلوم ہوا کہ عموماً اطراف میں انچ کہا جاتا ہے۔ وہ اونچی قلعہ نما عالیشان عمارت تھی۔ جیسے والے اونچ منتظمین کا مسکن کہنا چاہئے۔ پختہ اینٹوں اور پتھروں کی بنی ہوئی وہ حیرت انگیز عمارت بظاہر مختلف زمانوں کی تعمیر کا مرکب تھی۔ اس لئے اس میں ہر زمانہ کی تعمیر کے نمونے پائے جاتے تھے۔ اور گو مرمت اور توسیع کے اس سلسلہ میں جس کا عمل مختلف زمانوں میں جاری رہا تھا کوئی خاص کوشش ہم آہنگی پیدا کرنے کی نہ کی گئی تھی۔ تاہم میں چونکہ اس فن کا ماہر نہ تھا۔ اس لئے زیادہ غور بین نظروں سے کام نہ لیتے ہوئے بحیثیت مجموعی یہ تسلیم کرنے کیلئے آمادہ ہو گیا کہ فن تعمیر کے مختلف نمونوں کا یہ حیرت انگیز مجموعہ جس میں عمارت کے پہلو کسی ایک طرز کے بنے ہوئے تھے۔ اور مینار کسی دوسری طرز کے۔ جس میں وضع جدید کی کھڑکیاں ایک حصہ میں موجود تھیں۔ اور بھاری پھاٹک کسی دوسرے مقام پر۔ ایک سایہ دار خوشنما برآمدہ ایک طرف دکھائی دیتا تھا۔ اور تکونی ساخت کا دروازہ کسی دوسرے حصہ میں جس میں قلعہ نما فصیلیں ایک طرف بنی ہوئی تھیں۔ اور چپٹی کانس کی نئی ساخت کی چھت کسی دوسرے مقام پر ان مختلف اور متضاد چیزوں کا حیرت ناک مجموعہ اس میں شک نہیں پُر عظمت اور دلفریب تھا۔

گاڑی جیسا کہ میں نے پیشتر بیان کیا ہے جھیل کے ساحل پر پہنچ کر ایک چھوٹے سے خوش قطع مکان کے دروازہ پر ٹھیری تھی جس کی ظاہری شکل وصورت بالکل

ویسی تھی جیسی امرائے انگلستان کی جاگیروں میں دربان کی جائے سکونت کی ہوا کرتی ہے۔ اس مکان کے دوسری جانب جھیل کی سمت میں ایک چھوٹا سا گھاٹ پانی کے اندر بنا ہوا تھا۔ اور پانچ چھ بڑی چھوٹی کشتیاں اس گھاٹ کے ساتھ بندھی ہوئی تھیں۔ گاڑی کی آواز سن کر ایک خوش پوش پلا ہوا۔ سرد چہرہ اور کسرتی بدن کا آدمی مکان سے باہر نکلا۔ وہ مجھے دیکھ کر کچھ کہنا چاہتا تھا۔ لیکن پھر کسی خیال سے رک گیا۔ میں فوراً سمجھ گیا کہ اس کے دل میں کیا خیالات پیدا ہوئے ہیں۔ بظاہر اُسے نئے نوکر کی آمد کی اطلاع دی جا چکی تھی۔ اور اُسے اس کا انتظار بھی تھا۔ مگر جب اُس نے میری شکل و صورت دیکھی۔ اور جب اُس کی نگاہ اُس خوش قطع سوٹ کی طرف گئی۔ جو میرے دوست ولندیزی کپتان نے مجھ کو دیا تھا۔ تو اس کو یہ سوچ کر تامل ہوا کہ یہ آدمی وہ نوکر نہیں ہو سکتا جس کا انتظار تھا۔ بہرحال میں نے اُسے بہت عرصہ کشمکش دپیچ میں رکھنا غیر ضروری سمجھا۔ میں نے اُس کو بتایا کہ میں کون ہوں جس کے بعد اس نے میرا پُرتپاک خیر مقدم کیا۔ رخصت ہونے سے پہلے میں نے گاڑی بان کو اپنی طرف سے کچھ انعام پیش کرنے کی کوشش کی۔ مگر اس نے جواب دیا۔ کہ میں آپ سے ایک پائی بھی لینا منظور نہیں کر سکتا۔ کیونکہ مسٹر ڈنکنسی نے صرف میرا حق پوری طرح ادا کر دیا تھا۔ بلکہ ساتھ ہی یہ بھی کہا تھا۔ کہ اگر تم ان سے کچھ لو گے تو مجھے سخت ناراضگی ہوگی۔ تاہم اُس نے میرا شکریہ ادا کیا۔ اور اُس کے بعد گھوڑوں کو چابک لگا کے موضع متصلکن کی طرف چل دیا۔ جس کے بارہ میں معلوم ہوا کہ ایک چھوٹا سا پُرفضا گاؤں ہے۔ اور جھیل کے اُسی ساحل پر جہاں میں اس وقت کھڑا تھا قریباً پاؤ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

ملاح سنے جو مسٹر دیناچر کا ویسا ہی تنخواہ دار آدمی تھا۔ جیسے امرائے انگلستان کی اراضی کے دربان عموماً ہوتے ہیں۔ ایک چھوٹی سی ڈونگی کھول کر میرا اٹرنک اس

میں رکھ دیا۔ اور جب میں خود بھی اُس میں بیٹھ چکا۔ تو وہ اُسے کھیتا جزیرہ نما کی طرف لے چلا۔ وسط مارچ کی پُر فضا سہانی شام تھی۔ اور سورج مغربی پہاڑیوں کی چوٹی پر آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ اطراف کوہستان میں چھائے ہوئے چند بادل جھیل کے شفاف پانی میں عکس افگن ہو کر عجیب و غریب سائے پیدا کرتے تھے۔ ہوا میں بھی وہ سردی نہ تھی۔ جس کی بجھے اس موسم میں سکاٹ لینڈ کے کوہی علاقہ میں امید ہو سکتی تھی۔ البتہ ایک طرح کی راحت افزا خنکی صحت بخش اور جاں پرور اس میں باقی تھی۔ ہماری کشتی جب اونچ کے ساحل کی طرف بڑھی۔ تو اس کے وسط میں اونچے مقام پر بنی ہوئی عالیشان عمارت نیلگوں آسمان کے مقابلہ میں زیادہ پُر عظمت دکھائی دینے لگی۔ پودوں میں ہری ہری کونپلیں نکلنے لگی تھیں۔ اور گرچہ درخت ایسے بھی تھے۔ جن کی بے برگ شاخوں میں سرمائی سختی کے آثار اب تک باقی تھے۔ تاہم وہ برہنہ شاخیں بھی نظارہ کی سنسانی پیدا نہ کرتی تھیں۔ اور ان کے مقابلہ میں حدنگاہ تک پھیلا ہوا سبزہ جو ڈھلوان مقاموں پر عمارت کے سامنے اور اس کے اطراف میں جھیل کی سطح تک پہنچا ہوا تھا۔ بڑا پر کیف نظارہ پیش کرتا تھا۔ کشتی آخر کار ایک اور گھاٹ کے پاس جا کر رُکی۔ جو عین اس گھاٹ کے بالمقابل واقع تھا۔ جس سے ہم چلے تھے۔ اور اس وقت میں نے دیکھا کہ ایک ویسا ہی خوشنما چھوٹا سا مکان جیسا جھیل کے دوسری جانب تھا۔ اس جگہ بھی موجود تھا۔ قریباً ایک درجن کشتیاں چوبی چھت کے نیچے جس کے استادے سطح آب سے اوپر کی طرف اُٹھتے تھے بندھی ہوئی تھیں۔ بعض اتنی وسیع اور عالیشان کہ میرے خیال میں اُن کو چلانے کے لئے کم از کم ایک درجن ملاحوں کی حاجت ہوتی تھی۔ گھاٹ پر اتر کر میں نے اپنا صندوق شانہ پر رکھ لیا۔ اور عمارت کی طرف چلا۔ جس کا بڑا پھاٹک اُس گھاٹ والے مکان سے جس کے پاس میں جا کر اُترا تھا۔ قریباً پاؤ میل کے فاصلہ پر دکھائی دیتا تھا۔

باب ۲۴

اینچ متھگن

طرز جدید کی ڈیوڑھی میں بنا ہوا سامنے کی طرف کا پھاٹک چونکہ بند تھا۔ اس لئے میں نے اس کو کھٹکھٹانا غیر ضروری سمجھا۔ اور عمارت کے پہلو میں چلتا ہوا شاگرد پیشے کی طرف ہو لیا۔ چند منٹ کے عرصہ میں ہی ایک پُرانی وضع کے دروازہ کے پاس جا پہنچا جس کے بھاری پھاٹک میں ایک چھوٹی سی کھڑکی کھلی تھی۔ مجھ کو آتا دیکھ کر ایک دراز قد نوکر جس نے خوشنما وردی پہنی ہوئی تھی۔ باہر نکلا اور اس نے مجھ سے پوچھا کیا تم ہی وہ نوجوان ہو جس کی آمد کا انتظار تھا؟ میرے ہاں کہنے پر ملاح کی طرح اس نے بھی میرا پُرتپاک خیر مقدم کیا۔ اور مجھے اپنے ساتھ لیکر ایک فراخ اور اونچی ڈیوڑھی میں لے گیا جس کی دیواروں پر جنگ اور شکار کی لاتعداد یادگاریں آویزاں تھیں۔ مثلاً پرانی وضع کی ڈھالیں دو دستے برچھے اور باریک پھل کی تلواریں اور خنجر بارہ سنگوں اور سؤروں کے کٹے ہوئے سر اور ایسی ہی لاتعداد چیزیں۔ ایک شکیل وجیہ آدمی جس کا قد چھ فٹ دو انچ سے کسی طرح کم نہ ہوگا۔ سکاٹ لینڈ کے کوہی علاقہ کی پوری وردی پہنے جس کی ٹوپی میں لگے ہوئے سیاہ پر اس کے بائیں شانہ پر لہرا رہے تھے۔ بنچ پر بیٹھا بین ہاتھ میں لئے اس کو ٹھیک ٹھاک کر رہا تھا۔ بعد ازاں معلوم ہوا کہ وہ والئے اینچ متھگن کا تنخواہ دار ملازم تھا۔ اور اس کا کام مختلف اوقات میں بین بجا کر سنانا تھا۔

نوکر جو میرے ساتھ آیا تھا۔ ڈیوڑھی کے وسط میں تھوڑی دیر کے لئے کھڑا ہو گیا۔ اور تعریفی نظروں سے چاروں طرف دیکھنے کے بعد میری طرف دیکھنے لگا گویا یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اس نظارہ نے میرے دل پر کیا اثر پیدا کیا ہے۔ میں نے جیسا کہ

لازم تھا۔ تعریف و خوشامد کے چند الفاظ کہے۔ جس پر نوکر انداز قدرے مسکرایا۔ میرا خیال ہے اُسے اُس خاندان کی عظمت و عزت کا جس میں وہ نوکر تھا۔ کچھ کم تکبر نہ ہوگا۔ غالباً اسی نے اُس کو یہ جان کر بہت خوشی ہوئی۔ کہ میں اس نظارہ سے بیحد متاثر ہُوا ہوں۔ بعدازاں وہ مجھے ساتھ لئے کئی لمبے رستوں اور غلام گردشوں سے گذر کر مکان کے اُس حصہ میں پہنچا۔ جہاں نوکر لوگ رہتے تھے۔ اور جس کی کھڑکیاں عمارت کی پشت پر ایک نہایت وسیع صحن کی طرف کھلتی تھیں۔ ایک بہت لمبی میز اس جگہ بچھی ہوئی تھی۔ جس کو دیکھ کر میں نے اندازہ کیا کہ کم از کم تیس نوکر اس کے ارد گرد بیٹھ سکتے ہوں گے۔ چنانچہ اب بھی دس بارہ لڑکے اور نوکرانیاں اس جگہ بیٹھی آپس میں گفتگو کر رہی تھیں۔ پھر جب اُس آدمی نے جو مجھے اپنے ساتھ یہاں تک لایا تھا۔ اُن سے میرا تعارف کرایا۔ تو وہ سب اس قدر محبت اور بے تکلفی سے پیش آئے۔ کہ مجھے کسی طرح کی اجنبیت محسوس نہ ہوئی۔ اتنے میں ایک اور نوکر مسٹر وینا جر کو میری آمد کی خبر دینے چلا گیا۔ اور راسی نے چند منٹ بعد واپس آکر اطلاع دی کہ آقا نے اسی وقت تم کو یاد کیا ہے۔ اس پر میں اُس دوسرے آدمی کے ساتھ فراخ صحن سے گذر کر عمارت کے پچھلے حصہ میں بنے ہوئے ایک برآمدہ میں پہنچا جہاں سے ہم ایک اور رستہ سے گذر کر بہت بڑے ہال میں جا پہنچے۔ اس کا فرش اور استادے ایک ڈال سنگ مرمر کے بنے ہوئے تھے۔ ایک چوڑا اور خوشنما زینہ اس جگہ سے اوپر کی طرف جاتا تھا۔ ہم اُس پر چڑھنے لگے۔ اور آخرکار ایک ایسے مقام پر پہنچے۔ جہاں سے کئی رستے مکان کے مختلف حصوں کی طرف جاتے تھے۔ یہیں سے ایک رستہ کمرہ نشست کی طرف بھی گیا تھا۔ یہ کمرہ بجائے خود بہت وسیع اور خوشنما طریقہ پر آراستہ تھا۔ گو اس سامان آرائش کو دیکھ کر مجھے بے اختیار اس نتیجہ پر پہنچنا پڑا۔ کہ زمانہ حال کی دلچسپیاں رکھتے ہوئے بھی اس گھر کے مالک کو عہد گذشتہ

کی یادگاریں جمع کرنے کا خاص شوق ہے۔ کمرہ میں جا بجا شیشہ کی الماریوں میں رکھے ہوئے سکاٹ لینڈ کے کوہستانی جنگجوؤں کے کئی کئی طرح کے بت تھے۔ جن کا باس باشندگان ہائی لینڈس کی مشہور قومی طرز پر تھا حتیٰ کہ آتشدان پر رکھے ہوئے ٹائم پیسوں کے گرد بھی اسی طرح کے بت کھڑے دکھائے گئے تھے۔ لباس کی اس طرز خاص کی کثرت کو دیکھ کر پہلے میرا خیال تھا کہ خود والئے انج منصف گلن بھی اسی طرح کا لباس پہننے کا عادی ہوگا۔ لیکن مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی۔ کہ اس نے بالکل اس قسم کا لباس پہنا ہوا تھا۔ جیسا صدر مقام برطانیہ کے کسی ذی استطاعت باشندہ کا ہو سکتا ہے۔

مسٹر ویناچر کی عمر ساٹھ سال کے قریب تھی۔ مگر اُس کی کاٹھی اتنی مضبوط قامت اتنی سیدھی۔ رنگت اتنی سُرخ۔ دانت ایسے مضبوط اور سیاہ آنکھیں اتنی روشن تھیں۔ کہ کوئی شخص اس کو دیکھ کر بڑی آسانی سے یہ کہہ سکتا تھا کہ وہ پچاس سال یا اس سے بھی کم عمر کا آدمی ہے۔ سر کے بال جو عہد شباب میں سیاہ تھے بقدر نصف سپیدی قبول کر چکے تھے۔ دوسرے لفظوں میں اُن کی رنگت لوہے کی ملگجی رنگت سے ملتی تھی۔ مگر نہ اُن کی گنجانی میں فرق آیا۔ اور نہ کسی مقام پر ان کے اڑنے کا نشان تھا۔ اس کے شکیل و وجیہ چہرہ پر گو اس قسم کے آثار تکبر موجود تھے جن سے پایا جاتا تھا کہ اسے اپنی دولت عزت اور شوکت پر ناز ہے۔ تاہم ان کے ساتھ ملے ہوئے فیاضی اور رحمدلی کے اثرات ان کی سختی کو بڑی حد تک کم کرتے تھے۔ علاوہ بریں وہ آثار ذہانت جو اس کی کشادہ پیشانی پر موجود تھے۔ وہ اس کے چہرہ کو اور بھی زیادہ دلکش بناتے تھے۔ اس کے انداز خالص امیرانہ ہوتے ہوئے بھی ناجائز رعونت سے پاک تھے۔ اُس کی ہر بات سے وقار ظاہر ہوتا تھا تاہم بحیثیت مجموعی وہ ایک مسلم صاحب اخلاق اور پورا ایک طینت آدمی تھا

اس کا لہجہ ہر چند اُس آدمی سے ملتا تھا۔ جو عمر بھر حکم صادر کرنے۔ اور اپنے احکام کی تعمیل کرانے کا عادی رہا ہو۔ تاہم انصافاً کہنا پڑتا ہے۔ کہ کسی طرح کی سختی یا سخت گیری نہ اُس کے لہجہ اور نہ انداز میں پائی جاتی تھی۔ اور مطلق العنانی کی خو تو اس میں قطعاً موجود نہ تھی۔ اس کے برعکس وہ بڑا حلیم اور منکسر المزاج آدمی تھا۔ چنانچہ جب اُس نے مجھے مخاطب کیا۔ تو گو اس کا لہجہ اس آدمی سے ملتا تھا۔ جو سمجھتا اور محسوس کرتا ہو کہ وہ شخص ثانی سے بدرجہا افضل و برتر ہے۔ تاہم کیا مجال اس کی گفتگو میں کوئی ایک لفظ بھی ایسا ہو جو مجھ پر میری کم حیثیتی ظاہر کر کے میرے دل میں ذلت یا شرم کا احساس پیدا کرتا۔ مختصر اس کی گفتگو اس طرح کی تھی جس سے پایا جاتا تھا۔ کہ اپنے آپ کو میرا افسر و حاکم سمجھتے ہیں۔ مگر پھر بھی وہ مجھ سے پدرانہ شفقت کا برتاؤ کرنا چاہتا ہے۔ اور گو اُس کو معلوم ہے کہ اس کی جائے سکونت کمرہ نشست میں ہے۔ اور میری شاگرد پیشے کی ادنیٰ کوٹھڑی میں۔ تاہم اُس کی طرف سے نوکروں کو قدر و منزلت کے ساتھ رکھنے اور انہیں ہر طرح کا آرام بہم پہنچانے کے معاملہ میں کوئی کوتاہی عمل میں نہیں آسکتی۔ یہ وہ سرسری اندازہ تھا۔ جو میں نے والئے اینج سٹنگلن سے روبرو جا کر تھوڑی سی دیر میں اس کی سیرت کے متعلق قائم کیا۔ اور گو اس کے بعد اُس کی ملازمت کے دوران میں مجھے اس کے متعلق کئی باتیں اور بھی معلوم ہوئیں۔ تاہم اس کی وہ عزت جو یوم اول کو میرے دل میں قائم ہوئی تھی۔ وہ دم آخر تک کم نہ ہو سکی۔ نہ مجھے اس اندازہ میں، جو میں نے اس کی خصلت کے متعلق شروع میں قائم کیا تھا۔ کسی تبدیلی کی ضرورت محسوس ہوئی۔

مگر سلسلہ داستان جاری رکھنے سے پہلے میں ان تین شخصوں کے بارہ میں چند الفاظ بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ جو اس وقت والئے اینج سٹنگلن کے ساتھ بیٹھے تھے۔ جب میں اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جیسا کہ بعد ازاں معلوم ہوا

وہ تین شخص یہ تھے۔ ایک اس کا بیٹا۔ ایک اس کی بھتیجی اور ایک وہ عجیب الوضع بڈھا جس کا پورا نام ڈامنی کلیک مین تھا۔ مگر جسے سب لوگ ڈامنی کہکر بلایا کرتے تھے میں ان تینوں کا ذکر باری باری کرتا ہوں۔

والیئے اینج منٹگمری کے بیٹے کا نام لیناکس . . . لیناکس دیناچ تھا۔ اور اس کی صورت اپنے باپ کی شکل وصورت سے اتنی ہی مشابہ تھی جتنی ایک سالخوردہ آدمی کی تصویر اُس کی عہد شباب کی تصویر سے مشابہ ہوسکتی ہے۔ عمر اس کی تیس سال کے قریب تھی۔ وہ اپنی عمر میں جتنے خوبصورت نوجوان میری نظروں سے گذرے ہیں میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ ان سب سے افضل و بہتر تھا۔ قامت دراز۔ چھ فٹ کے قریب۔ خط و خال مردانہ مگر اعضا کا تناسب اتنا نفیس جتنا صنف نازک ہی میں پایا جا سکتا ہے۔ میرے خیال میں وہ اپنی جنس کا بہترین اور اعلیٰ ترین نمونہ تھا۔ نہ صرف اُس کے چہرہ کی ساخت اپنے باپ کے چہرے سے ملتی تھی۔ بلکہ اس کے بشرہ کے انداز بھی وہی تھے۔ یعنی تکبر و فیاضی انکسار و عالی حوصلگی اپنی مرکب صورت میں اُس کے چہرہ پر موجود تھے۔ سر کے بال پر زاغ کی مانند سیاہ اور قدرتی طور پر بل کھائے ہوئے۔ پیشانی اونچی اور فراخ آنکھیں گہری سیاہ۔ جن کی تہ میں جوش شباب کی آتش جھنڈی پائی جاتی تھی۔ چمکیلے سیاہ گلمچھے ٹھوڑی کے نیچے اس طرح ملے ہوئے تھے۔ کہ سامنے سے دیکھیں تو اس کا چہرہ مکمل بیضوی دکھائی دیتا تھا۔ دانت گو کسی قدر چوڑے تھے۔ تاہم اُن کی رنگت عاج سے بڑھکر سپید تھی۔ اور جلد بدن کا سرخ و سپید رنگ جو رخساروں کے پاس خصوصیت سے نمایاں تھا۔ ظاہر کرتا تھا۔ کہ یہ شخص گول کمرہ میں بیٹھکر وقت ضائع کرنا نہیں جانتا۔ بلکہ جھیل پر کشتی چلانے یا وادی اور کہسار میں شکار کا پیچھا کرنے کے مردانہ کھیلوں کا شائق و دلدادہ ہے۔

مگر میں نہیں جانتا وہ کونسے الفاظ ہیں جن میں اس
نازنین کے حسن گلوسوز کی تعریف کی جائے۔ جو ایک صوفے پر [illegible] کی ساخت میں عمدگی
میں کھنچی ہوئی تھی۔ یہ والئے دینج ستھکلن کی بھتیجی ایملین دنیا بھر کی دیکھی ہوئی عورتوں
کی چچازاد بہن۔ دنیا کے سب سے زیادہ خوشنما چہروں میں ایملی اور حلم میں ایملی پایا جاتا
اول پر تھی۔ تاہم اگر انصاف کوئی چیز ہے۔ تو میں یہ کہنے پر مجبور ہوں اس کی ذات سے گہری
بڑی آسانی سے اس کے بعد دوسرا درجہ دیا جا سکتا تھا۔ رنگت [illegible]
اتنی شفافت۔ اس جگہ کوہستان سکاٹ لینڈ میں ابھی جہاں معمولی [illegible] سے
اور گری اس قدر عام سمجھی گئی ہے۔ اس کی پاکیزگی مکمل ترین صورت میں [illegible]
تھی۔ پھولوں میں کمیلیا کا رنگ اپنی دلکش سپیدی کی وجہ سے کسی معصوم دوشیزہ
کے حسن سے مشابہہ سمجھا گیا ہے۔ مگر میں کہہ سکتا ہوں کہ ایملین کے چہرہ کی سپیدی
اس ہلکے گلابی نشان کے سوا جو رخساروں کے وسط میں قائم تھا۔ اس پر بھی
فائق اور غالب تھی۔ گہرے نیلے رنگ کی موٹی آنکھیں جن کی تہ میں خیال انگیز
سکون کی گہری جھلک موجود تھی۔ اور وہ جھلک ان آثار ذہانت کے عین حسب
حال تھی۔ جو اس کی فراخ سپید پیشانی پر موجود تھے۔ لیکن وہ آثار ذہانت جنہیں
قدرت صرف منتخب اشخاص کو عطا کرتی ہے۔ اس کے اندر کسی طرح کی مردانہ
جھلک پیدا نہ کرتے تھے۔ بلکہ اس سے محض اس طرح کا وقار نسوانی پیدا ہوتا تھا
جسے چہرہ کی نرمی اور معصومیت کم کرتی اور پاک بناتی تھی۔ سر کے بال گہرے
بھورے رنگ کے جن میں ایک دلفریب قدرتی چمک پائی جاتی تھی۔ اور وہ اس
کے خوشنما چہرہ کے اطراف میں اس کے پُرکیف ولا سے شانوں اور گردن کے
پاس جس کی سپیدی بدن کے دوسرے حصوں سے زیادہ واضح اور صاف تھی
بے باکانہ لٹکے ہوئے تھے۔ اس کے تریاقی ہونٹ اپنے اندر اس کی نمی رکھتے تھے

ہونٹوں کے اندر موتیوں کی دو لڑیاں بے داغ اور ہموار جن کی چمک
رہاتی تھی موجود تھیں۔ پلکیں لمبی اور آبنوس کی مانند کالی جس
ون کی گہری نیلی رنگت حقیقت سے زیادہ سیاہ نظر آتی تھی
ی مانند سیاہ تھیں آنکھوں کے اوپر اس طرح صورت کمان
ملریں اُن میں کوئی نقص دریافت نہ کر سکتی تھیں۔ اس دلکش
ر تفصیل بیان کرنے کے بعد میں صرف یہ الفاظ اس پر اضافہ
نہ کہ اُس کے خط وخال نمایاں تھے۔ تاہم اُن میں اس قسم کی نرمی
لائی پائی جاتی تھی جیسے عہد قدیم کے نامی مصوروں نے اپنی شاہکار تصویروں
میں پیش کیا ہے پھر اُن خط وخال سے زنانہ نزاکت اور دوشیزگی کی معصومیت
اس حد تک ظاہر ہوتی تھی کہ ان کی موجودگی سے وہ اثر وقار جو اُس کی
چوڑی پیشانی پر نمایاں تھا۔ اگر بالکل دبا ہوا نہیں تو کسی حد تک مدھم ضرور تھا
پہلی بار اُس کی صورت دیکھنے سے اُس کے حسن تازہ کی یہ چند خصوصیات ہی نظر آتی
تھیں لیکن بعد ازاں جب اُس کے خوشنما پاک چہرہ کو مختلف اوقات میں
کا موقعہ ملے۔ تو وہ قدرتی ذہانت بھی جو اُس کی فراخ پیشانی پر قائم تھی پوری طرح
دکھائی دیتی تھی۔ اُس کا چہرہ جب سامنے سے دیکھا گیا ابھرے ہوئے رخساروں
کی وجہ سے گداز معلوم ہوتا تھا۔ تاہم اُس کی دودھیا سپید رنگت اور اس رنگت
میں ملی ہوئی ہلکی گلابی جھلک کو مد نظر رکھ کر یہ خیال بھولے سے بھی دل میں نہ لایا جا
سکتا تھا۔ کہ خوبی کے آثار اُس کے حسن کی دلفریبی کو کسی طرح کم کرنے کے لئے موجود
ہیں۔ اس کی قامت درجہ اوسط سے زیادہ بدنی ساخت مکمل اور ان اوصاف
سے پُر تھی۔ جن کی موجودگی میں مناسب وقت گذر جانے کے بعد اس شگوفہ کے
دلفریب کلی کی صورت اختیار کرنے کی پوری امید قائم ہوتی تھی۔ بحیثیت مجموعی

اس کا بدن ہلکا پھلکا چال لچکیلی گردن مثل راج ہنس کی گردن سے ملتی ہوئی اور سر کی ساخت میں بلندی اور وقار کی دلفریب آمیزش تھی۔ القصہ انہیں سے دوسرے درجہ پر وہ میری دیکھی ہوئی عورتوں میں سب سے زیادہ نازک اور حسین تھی۔ اور اس قدر نیکی نیک اطواری اور حلم اس میں پایا جاتا تھا کہ روئے زمین پر ایسا کوئی آدمی نہ ہوگا۔ جو ہیلین ویناچر کو دیکھے اور اس کی ذات سے گہری دلچسپی محسوس نہ کرے۔

اس ذکر کو چھوڑنے سے پہلے میں یہ بھی لکھ دینا چاہتا ہوں کہ یہ نوجوان خاتون کمسنی سے یتیم تھی۔ یہاں تک کہ اسے اپنے والدین کے بارے میں کوئی حال قطعاً معلوم نہ تھا۔ کیونکہ اس کی ماں اس کی ولادت کے چند ماہ بعد ہی مر گئی۔ اور باپ جو شرق الہند میں فوجی افسر تھا اس وقت انتقال کر گیا تھا۔ جب اس کی عمر چھوٹی تھی۔ مشرق کی دور افتادہ سرزمین میں وہ اس مہم میں کام آیا۔ جو بعض دیسی سرداروں کے برخلاف اختیار کی گئی تھی اور اس طرح اپنی اکلوتی بیٹی کو شیرخوارگی میں ہی اپنے بھائی والئے ایچ منتگلن کے زیر سایہ چھوڑ گیا۔ صرف چند ہزار پونڈ کا چھوٹا سا ترکہ اس کی واحد میراث تھا۔ گویا ہیلین کی پرورش شروع سے ہی والئے رچ منتگلن کے زیر نگرانی ہوئی اور یہ بیان کرنا لاحاصل ہے کہ اس نے اس فرض کو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیا۔ مسٹر ویناچر کو ہر طرح کے سکولوں سے سخت نفرت تھی۔ خواہ وہ لڑکوں کے لئے ہوں یا لڑکیوں کے۔ پس سولہ سال کی عمر تک ہیلین کی تعلیم ایک استانی کے سپرد رہی۔ تاہم اس کی عمر کا تمام تر حصہ جھیل کے وسط میں بنے ہوئے اس محل میں ہی بسر نہ ہوا تھا۔ وہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ ایڈنبرگ اور سکاٹ لینڈ کے بعض دوسرے بڑے شہروں کی سیاحت کر چکی تھی اور تعلیم مکمل ہونے کے بعد قریباً ایک سال سکاٹ لینڈ کے صدر مقام میں رہی تھی۔ اس جگہ بہترین سوسائٹی کے میل جول نے اس کے اطوار میں وہ حرکت اور صفائی پیدا کر دی تھی۔ جو بہترین تربیت کے باوجود شاید اس صورت میں کبھی حاصل نہ ہوتی۔ اگر اس کو عمر بھر سکاٹ لینڈ کے کوہستانی علاقہ کی کم مہذب سوسائٹی میں زندگی بسر کرنے پر مجبور رہنا پڑتا۔

تیسرا آدمی جسے میں نے اپنے آقائے نامدار کے پاس بیٹھے ہوئے دیکھا۔ ڈاہمی کلیک بینن تھا عمر اس کی والٹے ارچ متھگلن سے دو یا تین سال زیادہ یعنی ساٹھ سال سے اوپر تھی مگر اپنی طرز پر وہ بھی اس سن و سال کے باوجود اتنا ہی مضبوط و توانا تھا۔ جتنا مسٹر دینا۔ چہ ایک عجیب طرح کی بلوط کی بنی ہوئی ٹوپی جس کی رنگت سن کی ہلکی رنگت سے ملتی تھی۔ مگر نہایت بھدی ساخت کی اور انتہا درجے مضحکہ انگیز اس کے سر پر تھی۔ اس کے چوڑے چپٹے چہرے پر جو اس قدر فربہ تھا کہ ٹھوڑی کے بل گلے میں منہ سے ہوئے رومال کو بالکل چھپاتے تھے۔ گلچھوں کا نشان تک نہ تھا۔ قد پستہ لیکن بدن انتہا درجے فربہ اور اس کی قدرتی لڑکھڑاتی ہوئی چال کو دیکھ کر بارہا ایسا معلوم ہوتا کہ گویا وہ بے حد شراب پیئے ہوئے ہے۔ حالانکہ واقعہ میں وہ بسیار نوش ہرگز نہ تھا۔ عمدہ کھانوں کو وافر مقدار میں نوش کرنے کا گو اس کو شوق تھا۔ تاہم شراب کے استعمال میں وہ کبھی حد اعتدال سے آگے نہ بڑھتا تھا۔ وہ صاف و سادہ مزاج کا نیک دل نیک خو آدمی تھا علم دنیاوی حالات سے ناعلم اور برائی کے وجود سے اس قدر بے بہرہ کہ اگر کبھی یہ بات اس کے سننے میں آتی کہ فلاں شخص والٹے ریخ متھگلن کے خلاف منشا کوئی کام کر کے اس کو رنجیدہ کر رہا ہے۔ تو وہ لگاتار گھنٹوں احمقانہ حیرت کے آثار منہ پر لئے پُر خیال انداز سے چپ چاپ بیٹھا رہتا اس قسم کی حماقت آمیز سنجیدگی کے آثار قریباً ہر وقت اس کے چہرہ پر موجود رہتے تھے۔ صحیح معنوں میں وہ کسی وقت بھی گفتگو نہ کرتا تھا۔ مگر اس کی عادت تھی۔ کہ جو کچھ اس کی موجودگی میں کہا جائے۔ وہ اس کے سلسلہ میں سست انداز سے چند مختصر بے جوڑ جملے اظہار رائے کے طور پر کہہ دیتا۔ خصوصیت سے اس طرح کے موقعوں پر جب والٹے ریخ متھگلن کے منہ سے کوئی حکم صادر ہو۔ اس وقت وہ اس حکم کی نوعیت سے قطع نظر ضرور اپنے طور پر اس حکم کی تصدیق کر دیتا تھا مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے۔ کہ مسٹر کلیک بینن ٹوڈی یا خوشامدی تھا نہیں وہ اپنے طور پر بڑا آزاد خیال آدمی تھا۔ اور جیسا کہ عنقریب واضح ہوگا۔ اپنے آپ کو ارچ متھگلن کے حلقہ خاندانی کا جز لازم سمجھا کرتا تھا۔ پھر اس کی گفتگو کے متعلق اگر اس کے منہ سے نکلے ہوئے بے جوڑ

لفظوں کو اس نام سے موسوم کرنا ممکن ہو میں یہ بھی کہہ دینا چاہتا ہوں کہ وہ عادتاً اظہار رائے کے طور پر ضرور کوئی قصہ بیان کرنا شروع کرتا لیکن ہر حال میں اس کو ناتمام ہی چھوڑ دیتا تھا۔ کیفیت جہاں تک مجھکو یاد ہے۔ اس نے کبھی کسی موقعہ پر بھی لپنے بیان کردہ قصے کو تکمیل تک نہیں پہنچایا۔ یا تو اپنے ہی خیالات کے انہماک میں اس کا سلسلہ بھول جاتا۔ یا کسی دوسرے آدمی کے گفتگو میں حصہ لینے سے مجبوراً رک جاتا۔ قدیم لاطینی کتابوں یا درسی کتب کے سوا اسے مطالعہ کا شوق بالکل نہ تھا۔ اور اب کچھ عرصے سے تو اس نے ان چیزوں کو دیکھنا بھی بالکل ترک کر دیا تھا۔ یعنی آرام و آسائش کی حالت میں چپ چاپ بیٹھے اونگھا کرتا۔ اس کا دستور تھا۔ سوائے ان حالتوں کے جب کھانے کی میز پر بیٹھا ہو۔ اور اس طرح کی حالتوں میں وہ بڑا تیز طرار اور چالاک و چوکنا رہا کرتا تھا) موسم سرما میں جلتی آگ کے پاس آرام کرسی پر یا گرمیوں میں جھیل کے ساحل پر بنچ پر بیٹھکر اطمینان سے آنکھیں بند کر لیتا میں نے ہمیشہ اس کے گلے میں سیاہ رنگ کا سوٹ دیکھا۔ یعنی درزی کا سلا ہوا ڈریس کوٹ بڑی بڑی جیبوں کی واسکٹ جن میں سے ایک کے اندر ناس کی ڈبیہ اور دوسری میں تمباکو کا بکس موجود رہتا تھا۔ کیونکہ اسے تمباکو پینے کا بہت شوق تھا۔ اور بدن کے زیریں حصہ میں آدھی برجس اور گیٹر بحیثیت مجموعی اس کی صورت کسی پادری یا ادیب سے ملتی تھی۔ چاندی کی ایک بہت بڑی گھڑی ہر وقت اس کی جیب میں رہتی تھی۔ اور اس کے ساتھ لگی ہوئی سونے کی زنجیر میں لا تعداد کنجیاں اودھر میں آویزاں رہا کرتی تھیں۔

سلسلہ داستان شروع کرنے سے پہلے میں یہ بھی بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ مسٹر دینا جیہ کی دو بار شادی ہوئی تھی پہلی بی بی سے بیناکس جو ریاست کا وارث تھا پیدا ہوا اور جیسا کہ اس سے پہلے بیان ہوا ہے۔ اس کی ماں اس کی ولادت کے تھوڑا ہی عرصہ بعد مرگئی۔ اس کے بعد کئی سال گذر گئے اور اس عرصہ میں والئے ریخ فنگلن نے دوسری شادی نہ کی لیکن بعد ازاں عرصہ دراز گذر جانے پر اس نے پھر شادی کر لی۔ اس سے دو بیٹے پیدا ہوئے۔ مگر دوسرے بیٹے کی ولادت کے تھوڑا عرصہ بعد اس بی بی کا بھی انتقال ہو گیا چنانچہ جس زمانہ

میں اپنے سلسلہ ملازمت ارچ ہتھگلن پہنچا۔ تو ان دو لڑکوں کی عمر جن کے نام آئیور اور لوکیل تھے
بارہ اور دس برس کی تھی۔ معلوم ہوا ڈامنی کلیک مینن کی آمد سے پہلے بڑے لڑکے بیناکس
کی تعلیم کے سلسلہ میں ہوئی تھی۔ ذہین اور روشن دماغ نہ ہوتے ہوئے بھی ڈامنی قدیم ادبیات
تاریخ، جغرافیہ اور ریاضی کی تعلیم بوجہ احسن دے سکتا تھا۔ اور انہی چیزوں کی واسئے ارچ ہتھگلن
کی رائے میں ایک کوہستانی امیر کے بیٹے کو ضرورت تھی (سلسلہ تعلیم مکمل ہونے کے بعد اگر اس طرح
کی سرسری تعلیم کو کسی پہلو سے مکمل سمجھا جا سکتا ہے) گو ڈامنی کلیک مینن کی خدمات کی ضرورت
باقی نہ رہی تھی۔ تاہم واسئے ارچ ہتھگلن نے پاس وضعداری سے اسکو اپنے ہی پاس رہنے پر
مجبور کیا اور عذر یہ رکھا کہ اب آپ آئیور اور لوکیل کی تعلیم کا فرض اپنے ذمہ لیں چند سال ڈامنی بیچارہ
جس طرح بھی ممکن تھا۔ ان دو لڑکوں کے ساتھ نباہ کرتا رہا۔ لیکن اس طرف کچھ عرصہ سے اس کا
بدن اتنا فربہ اور دماغ ایسا کند ہو گیا تھا کہ اس کے لئے ان فرائض کو پورا کرنا کم و بیش محال
ہو گیا۔ مسٹر ونیا چرنے یہ حالت دیکھی۔ تو دونوں چھوٹے لڑکوں کے تعلیم کے لئے ایک اور نوجوان
اور قابل استاد کی خدمات حاصل کرلیں مگر ڈامنی کلیک مینن کو پھر بھی اپنے ہی مکان پر رکھا اب
گویا وہ ہمیشہ کے لئے اس خاندان کا ایک جزو لازم بن چکا تھا اور ارچ ہتھگلن نے واقعہ
میں ہائی لینڈ کے صحیح آداب میزبانی سے کام لیکر لیکن ظاہرا ڈامنی کی موجودگی کو چھوٹے بچوں
کی حفاظت و نگرانی کے لئے ضروری قرار دے کے اسے اپنے ہی پاس رہنے پر مجبور کیا۔
اس نے بڈھے معلم پر یہ بات اشارتاً بھی ظاہر نہ ہونے دی کہ وہ جو کچھ اس کے لئے کر رہا
ہے وہ محض از راہ فیاضی ہے بلکہ نمائش یہ کی کہ گھر میں اس کی موجودگی اس قدر ضروری
ہے کہ اسے رخصت کی اجازت دی ہی نہیں جا سکتی۔ کلیک مینن بیچارہ کچھ تو طبعاً کند
ذہن تھا۔ کچھ اس جگہ رہتے ہوئے عمدہ کھانے اور آرام کی زندگی بسر کرنے سے اور بھی زیادہ
کند دماغ ہو گیا۔ پس اس نے بھولے پن سے یہی سمجھا کہ ارچ ہتھگلن کی بیان کردہ وجوہات
صحیح ہیں۔ اور اسی خیال کے اثر میں وہ خوشی خوشی اس جگہ رہنے لگا۔ فی الحال اس قیام کے معاوضہ

میں نہ صرف اس کو رہنے کے لئے اچھی جگہ اور کھانے کو عمدہ اور نفیس غذا مفت ملتی تھی۔ بلکہ ڈیڑھ سو پونڈ سالانہ جیب خرچ کے لئے اس کے علاوہ دیئے جاتے تھے۔ مگر اضافاً مسٹر کلیک مین کے بارہ میں بھی یہ بات کہنی پڑتی ہے کہ اس لمبے قیام میں اسے اس خاندان سے گہری محبت ہو گئی تھی۔ اس کی رائے میں ارچ متھگلن روئے زمین کا سب سے بڑا آدمی تھا۔ لیاکس بیروشکار میں سب سے بڑھکر بے خوف اور مردوں کی صف میں سب سے زیادہ شکیل و وجیہ تھا اسی طرح امیلین کے بارہ میں اس کا خیال تھا کہ جو نوتر وا اور دنیں کی روائتی اشکال خوبصورتی اور خوشنمائی میں کبھی اس کی ہم پلہ نہیں ہو سکیں رہ گئے چھوٹے لڑکے تو ان کے بارہ میں بھی اس کی رائے اتنی ہی بلند وارفع تھی جتنی اس کنبہ کے اور لوگوں کے بارہ میں ان سب باتوں کے علاوہ لائق ڈامنی ارچ متھگلن کے دسترخوان کو بہترین تصور کرتا تھا اور اس کی رائے میں وہ بڑا ہی بدنصیب انسان ہو گا جسے اس دسترخوان سے ذلہ چینی کا فخر حاصل نہ ہوا ہو۔

یہ سارے حالات جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے۔ ایک ہی وقت میں ارچ متھگلن سے حضور میں پیش ہونے کے موقعہ پر مجھکو معلوم نہ ہوئے تھے بلکہ ان کے بارہ میں میری واقفیت نے رفتہ رفتہ ترقی کی تھی۔ تاہم میں نے ان سب کا یکجائی ذکر اس لئے ضروری سمجھا ہے کہ آگے چلکر سلسلہ داستان کو ان تفصیلات کی خاطر روکنے کی حاجت نہ ہو۔ خیر تو میں جب وقت مسٹر دنیا چر کے روبرو پہنچا۔ تو اس نے گہری توجہ سے ملی ہوئی اس قسم کی بلند نظری سے جس کا وہ عادی تھا میری طرف دیکھنا شروع کیا۔ اپنے جی میں میں یہ بات اچھی طرح سمجھے ہوئے تھا کہ گو اول آف منیڈی ول نے اپنی بیٹی میلنتھ کے اس عشق کے بارہ میں جو اس غریب کو مجھ سے تھا اشارتاً بھی کوئی بات مسٹر دنیا چر سے بیان نہیں کی۔ تاہم اس کا مجھ کو یقین تھا کہ اپنے خط میں ضرور اس نے میری پرزور سفارش کی ہو گی۔ چنانچہ اس کا حوالہ اس خط میں بھی درج تھا۔ جو اس نے ایڈمبرا میرے نام بھیجا تھا۔ پس میں نے جان لیا کہ یہ ان سفارشات کا [illegible] نتیجہ ہے کہ ارچ متھگلن جیسے نامی اور طاقتور سردار کو میری ذات

سے اتنی گہری دلچسپی ہے۔ ورنہ میں بھی دوسرے نوکروں کی طرح ایک نہایت معمولی نوکر تھا اور مجھ میں کوئی خصوصیت ایسی نہ تھی۔ جو والئے اریج ستھ کلن کے لئے دلچسپی کشش ثابت ہوتی۔

تھوڑی دیر چپ چاپ میری طرف دیکھتے رہنے کے بعد آخر کار مسٹر ونیا چر نے یہ کہکر پھر سکوت توڑی: "نوجوان آدمی۔ مجھے کئی دن پہلے تمہارے آنے کی امید تھی"

"جناب مجھکو افسوس ہے کہ میں اس سے پہلے حاضر نہ ہوسکا" میں نے مودبانہ جواب دیا۔ "بہرحال میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میری طرف سے کوئی بے جا تساہل نہیں ہوا بلکہ میں جس قدر جلد حالات نے مہلت دی حاضر ہو گیا"

"خیر میں تمہارے جواب سے مطمئن ہوں" مسٹر ونیا چر نے کہا "اور اب میں چاہتا ہوں کہ آئندہ تم مسٹر لیناکس کے ساتھ رہکر اسی کی خدمت کیا کرو" یہ کہتے ہوئے اس نے اس مقام کی طرف دیکھا جہاں اس کا بیٹا صوفے پر بیٹھا تھا "عام طور پر میں اپنے نوکروں سے یہ بیان کرنا ضروری نہیں سمجھا کرتا کہ اگر وہ اپنے کام کو خوش اسلوبی سے کرتے ہیں۔ تو انہیں اس جگہ رہکر کسی تکلیف کی شکایت نہیں ہوسکتی۔ اس صورت میں وہ آرام و اطمینان کی زندگی بسر کر سکتے ہیں لیکن اگر وہ قصداً کوئی ایسا فعل کریں جو میری ناراضگی کا موجب ہو۔ تو پھر وہ اس کے نتیجہ کے لئے آپ ذمہ دار ہیں۔ بہرحال تمہاری بابت چونکہ خاص طور پر سفارش کی گئی ہے اس لئے میں یہ بات خصوصیت سے تم پر واضح کر دینا چاہتا ہوں" اور یہ کہتے ہوئے اس نے اس انداز سے میری طرف دیکھا گویا وہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ میں تمہارے معاملہ میں خاص رعایت سے کام لے رہا ہوں" یاد رکھو" اس نے سلسلہ تقریر جاری رکھکر کہا کہ اپنے ہی طرز عمل سے تم مجھے اپنا بہترین دوست یا بدترین دشمن بنا سکتے ہو۔ ورنہ جو لوگ ایک بار اس گھر میں داخل ہوں۔ انہیں اس بات کا اطمینان ہونا چاہئے۔ کہ اس حالت کے سوا کہ کوئی ناقابل معافی خطا ان کی طرف سے سرزد ہو کبھی کوئی موقعہ ان کی علیحدگی یا موقوفی کا پیش نہیں آسکتا

"بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک" ڈامی فلیک مین نے ملاس کی ایک چٹکی لینے کے بعد آہستگی سے اپنی کرسی پر سیدھا ہوتے ہوئے کہا۔

"جناب مجھکو پوری امید اور یقین ہے" میں نے براہ راست والئے رچ متھگلن کو جواب دیتے ہوئے کہا "کہ آپ مجھے ہر طرح اپنی عنایت اور فیاضی کا مستحق پائیں گے۔ میرے پاس بہترین سندات موجود ہیں . . ." مگر الفاظ منہ سے نکلے ہی تھے۔ کہ میں ٹھہر گیا کیونکہ یاد آگیا میرے سب کاغذات اس صندوق میں بند ہیں۔ جو لندن کے شراب خانہ کے اس کینر میں رکھا تھا اور جس کے فی الحال کئی روز تک اس جگہ آنے کی امید نہ تھی۔

"خیر میں تمہاری سندات دیکھنا نہیں چاہتا" نامی سٹار نے ایک ہاتھ لاپرواہی سے ہلاتے ہوئے کہا "میرے ایک بہت پرانے اور صادق دوست نے چونکہ تمہاری سفارش کی ہے۔ بس میرے لئے اسی قدر کافی ہے۔"

"بالکل ٹھیک" ڈامی نے پھر ایک بار کرسی میں حرکت کرتے ہوئے ملاس کی ڈبیا ہاتھ میں لیکر کہا "مجھے ایک قصہ یاد ہے جیکہ . . ."

"جو بات اب میرے لئے اسی قدر بیان کرنا باقی ہے" رچ متھگلن نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا "کہ مجھے بڑی خوشی ہوگی۔ اگر تم اپنے آپ کو ان سفارشات کے لائق ثابت کروگے۔ جو تمہاری نسبت کی گئی ہیں۔ یعنی تم اپنے آپ کو اس بھروسہ اور اعتماد کا مستحق ثابت کرو جو تم پر کیا جاتا ہے۔"

"والد میرے خیال میں" اس موقعہ پر لیاکس نے کہنا شروع کیا "یہ لڑکا ہر طرح ان خدمات کے اہل ثابت ہوگا۔ جو اس کے سپرد کی جاتی ہیں اور چونکہ یہ ہر وقت میرے ہی ساتھ رہتا ہے۔ اس لئے میں کہہ سکتا ہوں کہ اگر اس کی صورت سے سیرت کا صحیح اندازہ ممکن ہوسکتا ہے۔ تو مجھے اس کی طرف سے کبھی کسی طرح کی شکایت کا موقعہ پیش نہ آئے گا۔"

"بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک" ڈامی نے پھر ایک بار ملاس کی چٹکی لیتے ہوئے کہا۔

"آدمی کی صورت اکثر حالتوں میں اس کی سیرت کی مظہر ہوتی ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں مجھے ایک اور چھوٹا سا قصہ یاد آیا ہے۔۔۔"

اس وقت والئے ارچ منتھگلس نے مجھے ہاتھ کے اشارہ سے رخصت ہونے کے لئے کہا اور میں اس نوکر کے ساتھ جو دروازہ کے باہر میری واپسی کا منتظر کھڑا تھا۔ پھر ایک بار شاگرد پیشے کی طرف چلا گیا۔ اتنے میں ساڑھے چھ بج گئے تھے۔ اور رات کا کھانا کمرہ طعام میں رکھا جانے لگا تھا چنانچہ میں جس وقت نوکروں کے کمرہ کی طرف جا رہا تھا تو چھ سات خاصہ بردار نظر آئے۔ جن میں سے ہر ایک ہاتھوں میں بھاری خوان پوش تھے۔ اس سے میں نے اندازہ کیا شاید رات کے کھانے پر کچھ مہمان شریک طعام ہوں گے۔ لیکن بعد ازاں معلوم ہوا۔ یہ خیال غلط تھا۔ دراصل اس قدر کھانا محض گھر کے لوگوں کے لئے تیار کیا گیا تھا جس سے قدرتی طور پر مجھے اس نتیجہ پر پہنچنا پڑا کہ ارچ منتھگلس کے دسترخوان پر ہمیشہ اسی کثرت سے عمدہ اور نفیس کھانا پروسا جاتا ہے۔ یہ بات کہ نوکروں کو بھی کھانے کی مقدار اور عمدگی کے بارہ میں کسی طرح کی شکایت نہ تھی جلدی ہی واضح ہو گئی کیونکہ نو بجے کے قریب نوکروں کے کمرہ میں دسترخوان بچھا تو معلوم ہوا کہ اچھی سے اچھی نعمتیں اس میں شامل تھیں میز کے گرد نشستوں کا انتظام تھا اور کئی طرح کا گوشت مرغ و ماہی کے بنے ہوئے سنبوسے اور لاتعداد ناقابل بیان نفاستیں اس کھانے میں شامل تھیں جنہیں کہ دیکھ کر مجھے دل ہی دل میں تسلیم کرنا پڑا کہ وہ عمدہ کھانا بھی جو لارڈ ریولس ہل کے مکان پر نوکروں کو ملتا تھا اس کے مقابلہ میں ہیچ اور بے حقیقت تھا۔ میرے سمیت نوکروں کی کل تعداد سولہ تھی۔ ان کے علاوہ بارہ کشتی بان جو ملاحوں کی طرز کی وردی پہنا کرتے اور باشندگان ہائی لینڈس کی صحت اور درازی قامت کا بہترین نمونہ تھے اسی میز پر بیٹھا کرتے تھے۔ چودہ آدمی ایک طرف اور چودہ ان کے سامنے۔ اور میز کے دونوں سروں پر ایک جانب داروغہ اور دوسری طرف خوان سالار کی نشستیں تھیں۔ ایک اور بات جو میں نے اس جگہ رہ کر دیکھی یہ تھی کہ برتن ملنے والے یا دوسرے

اصنا نوکروں کے لئے بھی کھانے کا علیحدہ انتظام نہ تھا۔ سب آدمی ایک ہی مائدہ پر بیٹھا کرتے اور ان میں بہترین برادرانہ تعلقات پائے جاتے تھے۔ القصہ میں جب اس رات اپنے کمرہ میں سونے کے لئے گیا جو مسٹر بینا کس ونیا جہ کے کمرہ سے بالکل ملحق تھا۔ تو اس نئی ملازمت کے بارہ میں بہترین اثرات میرے دل میں پیدا ہو چکے تھے۔ خوابگاہ میں پہنچکر یہ بھی میں نے دیکھا کہ ایک چھوٹا سا گھنٹہ اس جگہ لٹکا ہوا تھا تاکہ جس وقت مالک کو میری خدمات کی ضرورت ہو۔ تو مجھے فوراً طلب کر لیا جا سکے۔

میری گھڑی چونکہ لندن میں مسٹر لنیبو ورا اور اس کے شیطان سیرت ساتھیوں کی عنایت سے غائب ہو چکی تھی۔ اس لئے بستر پر لیٹتے وقت یہ خیال جی پریشان کر رہا تھا کہ ایسا نہ ہو صبح کے وقت اٹھنے میں دیر ہو جائے۔ لیکن مجھے اس کمرہ میں آئے بہت دیر نہ گذری تھی کہ معلوم ہوا کمرہ کے باہر کسی مقام پر ایک دیوار گیر گھڑی لگی ہوئی ہے اور اس کے گھنٹے کی آواز میرے کمرہ میں سنائی دیتی ہے اس سے وہ تشویش جو پہلے دل کو ہوئی تھی رفع ہو گئی میں ٹھیک چھ بجے اٹھا اور اپنے کمرہ کی کھڑکی سے جو عمارت کی پشت پر بنی ہوئی تھی گرد و نواح کا منظر دیکھنے لگا۔ چونکہ وائی لینچ منتھگلس کا عالیشان محل ایک اونچے مقام پر واقع تھا اس لئے یہاں سے جزیرہ نما کے اکثر حصہ کا نظارہ بخوبی دیکھا جا سکتا تھا۔ چنانچہ جس طرف میں نے دیکھا خوشحالی اور فراوانی کے آثار نظر آئے۔ وہ خاکنائے جو عمارت کی پشت پر اس جزیرہ نما کو تعیل کے درستکر ساحل سے ملاتی تھی۔ گو بہت چوڑی نہ تھی تاہم اتنی وسیع ضرور تھی کہ گاڑیاں بڑی آسانی سے اس پر آ جا سکتی تھیں اس مطلب کے لئے ایک پختہ اور ہموار سڑک اس پر بنی ہوئی تھی اور وہی سڑک چھوٹے سے مکان کا طواف کرتی ہوئی عمارت کے پاروں طرف گذرتی تھی جس سے یہ سہولت تھی۔ اگر کوئی آدمی گاڑی پر سوار ہو کر مکان کے پچھلی طرف سے آئے تو وہ اترے بغیر صدر دروازہ تک بآسانی پہنچ سکتا تھا۔ اپنے کمرہ کی کھڑکی میں کھڑے ہو کر میں نے دیکھا کہ چھوٹے سے کی زمین حد نگاہ تک زیر کاشت اور عمدہ حالت میں تھی۔ مگر دو ملا فتادہ مقامات پر جنگلوں یا جھونپڑیوں ما

نظر آئیں وہ بھی آسودگی اور خوشحالی کا نمونہ تھیں۔ اس کے مقابلہ میں جب مجھے کیرنڈیل کی خستہ حال تباہ شدہ اراضی یاد آئی۔ تو میرے سینہ سے بے اختیار افسوس کی سرد آہ نکل گئی چاروں طرف جہاں تک نظر کام کرتی تھی لیچ تھنگلن کی وسیع جاگیر پھیلی ہوئی تھی اور اس کی وسعت اور زرخیزی دیکھکر یہ معلوم کرنا مشکل نہ تھا کہ گو اس جایداد کا مالک لارڈ یا بیرونٹ نہیں حتیٰ کہ وہ نائٹ کا خطاب بھی نہیں رکھتا بلکہ نہایت معمولی مسٹر کا لفظ اس کے نام کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے۔ تاہم دولت سطوت اور اثر کے لحاظ سے اس کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ علاوہ بریں وہ اپنے قبیلہ کا سردار اور ایک نامی وارث، ریاست تھا۔ لاتعداد رشتہ دار اور ملازم جس کے حلقۂ اثر میں تھے پس صحیح معنوں میں وہ ایک غیر معمولی اثر و رسوخ کا آدمی تھا وہ ایک ذی وجاہت باحیثیت سردار تھا جس کی جاگیر اس کی ریاست تھی اور جس کا گھر اس کا قلعہ۔

اس جگہ رہتے ہوئے یہ بات جلدی ہی واضح ہو گئی کہ کام تھوڑا تنخواہ معقول اور رفع صحت بحال میں زیادہ تھی۔ فی الحقیقت مسٹر لیناکس دنیا بھر کی خدمات بجالانے کے جو فرائض میرے سپرد تھے وہ محض برائے نام تھے ہیں ایک طرح پر اس کا خادم خاص صاحب کی موجودگی کام سے بہت زیادہ محض زینت کے لئے تھی۔ کیونکہ مسٹر لیناکس آخر ایک نامی سردار کا بیٹا تھا اور مناسب عمر کو پہنچ جانے کے بعد خود اس کو بھی اس درجہ سرداری تک پہنچنا تھا۔ مجھے وردی تو بے شک پہننی پڑتی تھی تاہم خدمات جو میرے سپرد ہوئیں وہ ایسی تھیں جو کسی معمولی نوکر کو انجام دینی پڑتی ہیں۔ مثلاً میرا فرض یہ تھا کہ اپنے نوجوان آقا کے کپڑوں کا شکن رکھا کروں جب وہ لباس تبدیل کرے تو اسے اس کام میں مدد دوں لیں یہ میرے خاص کام تھے۔ ان کے علاوہ حاضری گو دینی پڑتی تھی۔ تاہم کام عملی طور پر کچھ نہ تھا۔ نہ مجھے دسترخوان پر حاضر ہونا پڑتا تھا نہ دروازہ کھولنے کے لئے جانیکی حاجت ہوتی۔ تھی صرف لیناکس ہی مجھکو اپنے کام کے لئے بلاتا تھا اور وہ کام بھی جیسا کہ کہا جا چکا ہے بہت کم اور بالکل برائے نام تھے جیسا کہ رفتہ رفتہ معلوم ہوا اس گھر میں نوکروں کی کثرت کی وجہ سے کئی آدمی میرے علاوہ اور بھی تھے جو اسی طرح کاہلی اور آسایش کی زندگی بسر کرتے تھے۔ مثلاً والے

پنج متھگلن کا خادم خاص مس ایلیین کی دو کنیزیں اگرچہ گو ان میں سے ایک کے لئے بھی کافی کام نہ تھا تاہم مسٹر ڈنیا چر کو اصرار تھا کہ دو سے کم کنیزوں کی موجودگی شان ریاست سے بعید ہے۔ دو دربان جن میں سے ایک ایک دو نو ڈیوڑھیوں میں متعین تھا اور یہ دونوں ڈیوڑھیاں نوالی اور سنگ مرمری ڈیوڑھیوں کے نام سے موسوم تھیں۔ نیز ان کے علاوہ وہ وردی پوش جوان جسے مختلف موقعوں پر صرف بین بجانے کا فرض ادا کرنا پڑتا تھا۔

والئے پنج متھگلن کا خادم خاص جو میرے اس جگہ پہنچنے کے بعد جلدی ہی میرا گہرا دوست بن گیا قریباً چالیس سال عمر کا آدمی تھا۔ بڑا نیک طینت مگر باتونی جسے اپنے مالک کی ذات پر بے حد فخر تھا اور جو اجنبی شخصوں کو اس جھیل یا اس کے وسط میں بنے ہوئے جزیرہ نما اور اس کے اطراف کا نظارہ دکھا کر خاص طور پر خوش ہوتا تھا۔ اس جگہ میں یہ بھی بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ جتنے زن و مرد اس گھر میں نوکر تھے ان میں ایک میں ہی ایسا تھا جس کی سکونت انگلستان کی تھی۔ ورنہ سب کے سب سکاٹ لینڈ کے رہنے والے تھے لیکن گو عام حالات میں اس بات کا احتمال ہو سکتا تھا کہ وہ لوگ ایک ہی ملک کے باشندے ہونے کی وجہ سے مجھ اکیلے کو نفرت یا کم از کم سرد مہری کی نظروں سے دیکھتے۔ تاہم عملی طور پر ایسا نہ تھا۔ وہ سب مجھ سے گہری محبت کرتے تھے۔ اور میں جلدی ہی ان میں ہر دلعزیز ہو گیا۔ انہیں اپنی سست لہجہ کی گفتگو کے مقابلہ میں میرے الفاظ کی روانی سے ایک حیرت اور خوشی ہوتی تھی اور چونکہ ان میں کوئی آدمی ایسا نہ تھا جسے ہائی لینڈس کی حدود سے باہر جانے یا انگلستان کا سفر کرنے کا اتفاق ہوا ہو۔ اس لئے جب میں ان کے روبرو شہر لندن اور انگلستان کے دوسرے مقامات کا ذکر کرتا تو وہ میرے بیان کو بڑی دلچسپی کے ساتھ سنتے تھے۔ والئے پنج متھگلن کے خاص نوکر کا نام کیمرن تھا اور وہ میرے اس جگہ پہنچنے کے دوسرے دن اپنے ساتھ مجھے سیر کرانے لے گیا۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ اس جزیرہ نما کا ہر ایک حصہ جس کی گولائی تین میل کے قریب تھی۔ پر فضا باغات سے ڈھکا ہوا تھا۔ جا بجا رنگا رنگ کے پھول کھلے ہوئے اور ہر قسم کے پودے موجود تھے۔ عمارت بجائے خود بہت وسیع تھی۔ کیونکہ سکونتی مکان کے علاوہ

کسی متعلقہ عمارات بھی اس کے گرد و نواح میں بنی ہوئی تھیں کہیں زری فارم تھا کہیں مال خانہ اور گودام اور اصطبل میں چھ سات طرح کی گاڑیاں بھاری بند گاڑی سے لیکر ہلکی ٹمٹم تک اور قریبًا ایک درجن گھوڑے کئی رنگوں اور نسلوں کے نہایت اچھی حالت میں موجود تھے۔

"اتفاق کی بات ہے کہ تم ایک ایسے دن اس جگہ آئے" کیمرن نے اس وقت مجھ سے کہا جب ہم جھیل کے ساحل پر ان لاتعداد آبی پودوں کے پاس سیر کرتے پھر رہے تھے جن میں موسم بہار کے جنگلی پھول ابھی سے جابجا خندہ زن ہونے لگے تھے " جب اس محل میں کوئی جلسہ دعوت نہ تھا۔ حالانکہ جیسا تم دیکھو گے۔ عام طور پر ہفتہ میں قریبًا پانچ روز اس جگہ دعوتی جلسے منعقد ہوتے رہتے ہیں۔ اور سال کا کوئی حصہ ایسا نہیں جب یہاں مہمان آکر نہ ٹھہرتے ہوں۔ ان میں سے بعض دنوں اور بعض ہفتوں اس جگہ قیام کرتے ہیں۔"

"اس صورت میں میرا خیال ہے" میں نے جواب دیا "کہ اس جگہ رہتے ہوئے بہت کم کسی آدمی کو اداسی کا سامنا ہوتا ہوگا اور سچ پوچھو تو اداسی ہو بھی کیوں۔ جبکہ یہاں سال کے مختلف حصوں میں نظارہ کی مختلف دلفریبیاں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔"

"اداسی!" کیمرن نے حیرت سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا "کیا تم خیال کرتے ہو کہ سچ مچ کسی آدمی کو اداسی کی شکایت ہو سکتی ہے جبکہ ہمارے مالک مہمان نوازی کے مجسمہ ہیں اور قلعہ میں ہر وقت عیش و طرب کے سامان مہیا رہتے ہیں۔ دیکھنا مسٹر بیناکس کشتیوں میں سے ایک پر سوار ہو کر سیر کرنے جا رہے ہیں یقین نہیں ... ان کے پاس مچھلی پکڑنے کی بنسی ہے اور تم دیکھو گے کہ وہ اس چھوٹی سی کھاڑی میں جھک کر جو گاؤں کے اس طرف واقع ہے۔ گھنٹوں ماہی گیری کا شوق کرتے رہیں گے۔"

"بہت اچھے نیک دل اور شریف آدمی ہیں" میں نے کیمرن کی نگاہ کا پیچھا کرتے ہوئے اس مقام کی طرف دیکھ کر کہا جہاں بیناکس دنیا چرکی دراز قد صورت، مکان سے نکل کر کشتی خانہ کی طرف جاتی نظر آتی تھی۔

"بیشک" کیمرن نے جواب دیا" اسی لئے مالک کو ان کی ذات پر فخر ہے اور ہم سب لوگ یہ سوچکر بہت خوش ہوتے ہیں کہ زمانہ آئندہ میں وہی ہمارے مالک کے جانشین ہوں گے کیوں جوزف تمہاری رائے میں ان کی اور مس ایملین کی جوڑی کیسی اچھی رہے گی؟"

"کیا ان دونوں میں نسبت قرار پاچکی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"یقیناً" کیمرن نے اس طرح کے لہجہ میں جواب دیا گویا اسے حیرت تھی کہ لیخ متھگلن کے مختصر قیام میں کس لئے مجھے اس حقیقت سے اب تک آگاہی حاصل نہیں ہوئی" بچپن ہی سے ان کی پرورش اور تربیت اکٹھی ہوتی رہی ہے اور یہ خیال ہر شخص کے دل میں جاگزین ہو چکا ہے کہ قدرت نے ان کو ایک دوسرے کے لئے بنایا ہے میرے خیال میں وہ وقت دور نہیں جب ان کی شادی دھوم دھام سے ہوگی۔ مالک کو مس ایملین سے اتنی ہی محبت ہے گویا وہ ان کی بیٹی ہو اور انہیں اس کی ذات پر فخر بھی ہے کیونکہ خاندان دنیا چرکا پاک لہو اس کی رگوں میں بہتا ہے۔ غالباً تم کو معلوم ہوگا کہ وہ ہمارے مالک کے چھوٹے بھائی کی لڑکی ہے جس کا شرق الہند میں انتقال ہوا تھا۔ سچ کہنا کیا ایسی خوبصورت مخلوق کبھی تمہارے دیکھنے میں آئی ہے؟"

"بہت کم" میں نے اس بے مبہم لفظوں میں جواب دیا۔ میری اپنی نظروں میں ایملی سے بڑھکر خوبصورت مخلوق اور کوئی نہ تھی۔

"نہیں بالکل نہیں" کیمرن نے فخریہ لہجہ میں کہا" مگر جیسا کہ تم دیکھ سکتے ہو اس جگہ لیخ متھگلن میں ہر ایک چیز اعلےٰ ارفع اور خوبصورت ہے مالک کو دیکھو ان کے پلہ کا کوئی دوسرا سردار ہائی لینڈ میں نہیں۔ ان کا قلعہ سب سے زیادہ خوش نما اراضی سب سے بڑھکر زرخیز اور ریاست لامحدود ہے پھر ان کا بیٹا کتنا شکیل و وجیہہ اور ان کی بھتیجی روئے زمین کی عورتوں سے زیادہ خوبصورت ہے آہ" اس نے اطمینان کی آہ بھرتے ہوئے کہا" لیخ متھگلن کے زیر سایہ رہنا بجائے خود فخر و عزت کا باعث ہے۔"

ہر چند میری نظروں میں کیمرن کا یہ اظہار مسرت بڑی حد تک مبالغہ آمیز

اور تعریف کی جائز حدود سے آگے بڑھا ہوا تھا۔ تاہم میں چونکہ اس کے جذبات کو مجروح کرنا نہ چاہتا تھا اس لئے میں نے اختلاف رائے کے طور پر کوئی لفظ نہ کہا۔ علاوہ بریں عین اس وقت میری نگاہ ایک اور واقعہ کی طرف گئی جس نے نادانستہ گفتگو کی رو پھیر دی۔ کیونکہ میں نے دیکھا ایک چھوٹی سی کشتی دوسرے ساحل سے چلکر محل کے سامنے والے گھاٹ پر ٹھہری اور ایک شریف آدمی گھاٹ پر چڑھکر لیناکس وینا چر کے پاس پہنچا۔ چند منٹ ان دونوں میں گفتگو ہوتی رہی۔ اس کے بعد وہ آدمی لیناکس کو سلام کرکے جس کا جواب آخرالذکر نے ایک ہلکے تکبر آمیز اشارہ کے ساتھ دیا تیز قدموں سے قلعہ کی طرف چلنے لگا۔ چونکہ اس موقعہ پر میں اور کیمرن صرف ایک سو گز کے فاصلہ پر کھڑے تھے۔ اس لئے میں نے دیکھا کہ وہ آدمی جو کشتی سے اترا نہ صرف لیناکس کے برابر دراز قد بلکہ شکل و صورت کے اعتبار سے اتنا ہی شکیل تھا۔ گو فاصلہ کی زیادتی کی وجہ سے میں اس کے چہرہ کو اچھی طرح نہ دیکھ سکا۔

"ابھی تم نے کہا تھا" میں نے کیمرن سے مخاطب ہوکر کہا "کہ آج مہمان آنے والے ہیں شائد یہ صاحب ان میں سے ایک ہیں۔"

"اُوہ بالکل نہیں" کیمرن نے کسی قدر حقارت اور لاپروائی سے جواب دیا "یہ تو مسٹر سٹوارٹ ہے جو چھوٹے صاحبزادوں کو تعلیم دیا کرتا ہے۔ بات یہ ہے گذشتہ ایک دو سال سے ڈامنی چونکہ اس فرض سے سبکدوش ہوچکا ہے۔ اس لئے یہ کام مسٹر سٹوارٹ کے سپرد کردیا گیا ہے۔ وہ ہر روز گیارہ بجے کے قریب آتا ہے اور تین چار بجے رخصت ہوجاتا ہے۔ آدمی بیشک اچھا ہے اور اس سے مالک کا سلوک بھی عنایت آمیز ہے تاہم... آخر وہ ایک معمولی استاد ہے۔"

میں نے کیمرن کے اس لہجہ کو جس میں اس نے مسٹر سٹوارٹ کا ذکر کیا تھا ناپسند کیا۔ فی الحقیقت اس کے بارہ میں کیمرن کا انداز بڑی حد تک حقارت آمیز تھا۔ پس میں یہ کہے بغیر نہ رہ سکا "میرے خیال میں مسٹر سٹوارٹ کوئی بڑا ہوشیار آدمی ہوگا اور اگر واقعی ایسا ہے۔ تو تسلیم کرنا پڑیگا کہ لطافت ذہانت کے مقابلہ میں خاندان کی بلندی یا دولت و عظمت کوئی اہمیت

نہیں رکھتے۔ علاوہ بریں میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے ملک ڈامنی کلیک مین سے ایک دوست اور مساوی حیثیت کے آدمی کی طرح سلوک کرتے ہیں . . .!"

"آہ مگر اس کی وجہ یہ ہے کہ ڈامنی کا تعلق کلیک مین آکنش کے نامی خاندان کلیک مین سے ہے" کیمرن نے فخریہ لہجہ میں کہا اور مجھے اس کے منہ سے نکلے ہوئے اس لمبے اور عجیب وغریب لفظ کو سن کر جس کا تلفظ ادا کرنا ہی میرے لئے سخت مشکل تھا۔ بے اختیار ہنسی آگئی مگر اس نے اپنی دھن میں سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا "بیشک یہ صحیح ہے۔ کہ کلیک مین آکنش کا خاندان کلیک مین اب کچھ عرصہ سے غریب ہو گیا ہے اور اس سلسلہ میں یہ بھی کہہ دینا چاہتا ہوں کہ ڈامنی اپنے رشتہ دار دل سے ہمیشہ فیاضی کا سلوک کرتا ہے تاہم اس خاندان کی رگوں میں قدیم اور خالص خون بہتا ہے اس لئے ڈامنی اور مسٹر سٹوارٹ کا کیا مقابلہ ہے۔ فی الحقیقت اگر کوئی پوچھے کہ ڈونالڈ سٹوارٹ کون ہے؟ تو اس کا جواب یہی ہوگا کہ ایک نہایت معمولی آدمی معمولی ڈونالڈ سٹوارٹ۔ کیونکہ علاقہ ہائی لینڈ میں اس کا کوئی پرانا خاندان ایسا نہیں ہے جس سے وہ اپنا شجرہ نسب ملا سکے"

"خیر یہ تو معلوم ہوگا کہ وہ کس جگہ رہتا ہے" میں نے گفتگو کا پہلو بدلنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"رہتا ہے!" کیمرن نے اندازِ حقارت سے کہا "اوہ وہ اس گاؤں میں پڑا رہتا ہے" کیمرن نے سمت مقابل میں جھیل کے ساحل پر بنے ہوئے متفرق مکانوں کے چھوٹے سے خوشنما گاؤں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"میرے خیال میں رہنے اور پڑے رہنے میں کوئی بڑا فرق نہیں" میں نے مسکراتے ہوئے کہا "کیونکہ مفہوم دونوں کا ایک ہے..."

"غلط بالکل غلط!" ڈامنی کلیک مین نے جو ناگاہ ہماری بے خبری میں پیچھے سے چلتا قریب آگیا تھا اس موقعہ پر کہا اور اس کے بعد اپنی نسوار کی ڈبیہ نکال کر حقارت آمیز

سنجیدگی کے آثار چہرے پر لئے ہوئے سلسلہ تقریر جاری رکھ کر کہنے لگا: "مجھے یاد ہے ایک دفعہ... شاید گلاسگو کا ذکر ہے... یا نہیں یہ ڈن ایڈن کا واقعہ ہے میرے دوست سانٹ کوٹ نے مجھ سے پوچھا تھا کہ آپ کہاں رہتے ہیں تو میں نے جواب دیا کہ گھاس منڈی میں ہوگلین کیٹ کے مکان پر پڑا رہتا ہوں اس پر سالٹ کوسٹ کہنے لگا... لیکن یاد نہیں وہ کیا الفاظ تھے جو سالٹ کوسٹ نے کہے وہ میرے حافظے سے اتر گئے ہیں پھر کسی وقت یاد کرکے بتلاؤں گا۔" اور یہ کہکر وہ اپنی بھدی لڑکھڑاتی چال سے جھیل کے کنارہ پر بچھی ہوئی ایک بنچ پر جا بیٹھ گیا اور عجیب طرح کی حماقت آمیز صورت بنائے اس بیل کی مانند جو کسی خاص چیز کی طرف نہ دیکھتا ہو سامنے کی طرف منہ اٹھائے خیالات کی الجھن میں پڑ گیا۔

"واقعی" کیمرن نے میرے ساتھ چلتے ہوئے کہا "وہ بڑا مبارک دن ہوگا جب مسٹر لیناکس کی شادی مس ایبلین سے ہوگی۔ کیونکہ ہر شخص کو مالک کے بڑے صاحبزادہ کی ذات پر فخر ہے اور ہر ایک آدمی ان کی بھتیجی سے دلی محبت رکھتا ہے میرے خیال میں تم خود ہی دیکھ چکے ہو کہ وہ کتنی خوبصورت ہے۔ مگر اس میں خوبصورتی کے علاوہ نیک سیرتی کا وصف بھی موجود ہے چنانچہ اچھے موسم میں جب مطلع صاف ہو تو شاید ہی کوئی دن ایسا گذرتا ہوگا جب وہ کوئی نہ کوئی نیکی یا بھلائی کا کام نہ کرتی ہو۔ اگر اس کو معلوم ہو کہ کوئی غریب آدمی بیمار ہے تو وہ ضرور اس کی جھونپڑی میں جاکر اس کو روپیہ سے مدد دیتی ہے۔ اور اس کے علاوہ اور بھی جو آسائشیں ممکن ہوں بہم پہنچانے سے دریغ نہیں کرتی۔ غریبوں سے اس کا سلوک بہت ہمدردانہ ہے اور اگر کبھی ان کاموں سے فرصت ہو تو پھر وہ دیہاتی مدرسہ میں جاکر چھوٹے بچوں کو نیک بننے اور اپنے فرض سمجھنے کی تلقین کرتی ہے۔"

"بیشک اس کی یہ خوبیاں قابل تعریف ہیں" میں نے دل ہی دل میں کیمرن کے اس بیان کا مقابلہ ان سابقہ تعریفی الفاظ سے کرتے ہوئے کہا جو اس نے اس کی خوبصورتی خاندانی بلندی اور خون کی پاکیزگی کے بارہ میں کہے تھے۔ پھر اس کے بعد میں امید کرتا ہوں کہ مسٹر لیناکس اور

مس ایلین کی ایک دوست سے بہت گہری محبت ہوگی

اس میں پوچھنے کی کیا بات ہے؟" کیمرن نے کہا "میں پہلے ہی بیان نہیں کرچکا کہ انکی بچپن سے اکٹھی پرورش ہوئی ہے۔"

"مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان میں اس طرح کی محبت ہو۔ جو مرد عورت کے رشتہ کے لئے ضروری ہے۔" میں نے رائے زنی کرتے ہوئے کہا "ہو سکتا ہے کہ وہ محض اس قسم کی محبت ہو جیسی بھائی بہن یا دو دوستوں میں ہوتی ہے۔"

"لیکن نہیں" کیمرن نے لہجہ اصرار میں کہا "ان کی محبت میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں چنانچہ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ ہمارے مالک تقریب شادی کے سلسلہ میں چند الفاظ مذاقیہ لہجہ میں کہتے ہیں۔ تو اسی وقت جس طرح مس ایلین جھجکتی اور شرماتی ہے۔ اور جس طرح اس کی چہرہ کی رنگت پیلی پڑ جاتی ہے۔ وہ حالت دیکھنے کے لائق ہوتی ہے"۔ اور اس کے بعد پر یقین لہجہ میں تقریر جاری رکھتے ہوئے "نہیں" اس نے کہا "اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ مسٹر نیاکس کو جتنی محبت اس سے ہے اتنی ہی وہ بھی اس سے کرتی ہے۔ اس کے علاوہ ہر شخص جانتا ہے کہ ان کی جوڑی ایک دوسرے کے لئے بنی ہے۔ ان کی شادی نہایت مبارک شادی ہوگی۔ چنانچہ آج تک کسی نے اس کے برخلاف کوئی کلمہ اعتراض نہیں کہا"

میرے خیال میں ان حالات سے جو اس داستان کے سلسلہ میں پیشتر قلمبند ہو چکے ہیں۔ ناظرین اس حقیقت کو پوری طرح سمجھ گئے ہوں گے کہ ملہنڈی خاندان کا جو تکبر والے رنچ تھکلن میں پایا جاتا تھا اس کی وجہ سے اس کے خادم خاص کیمرن کے دل میں رعب و تعریف کا مشترکہ احساس موجود تھا اور یہ اس پر کیا موقوف ہے گھر کے سبھی نوکر اور ان نوکروں کے علاوہ جاگیر کے سارے مزارعین حتیٰ کہ گرد و نواح کے دیہات اور بستیوں کے لوگ بھی یہی خیالات رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ رنچ تھکلن کی ریاست کا کوئی ادنےٰ سے ادنےٰ مزدور بھی اس احساس تکبر سے خالی نہ تھا۔ بظاہر یہ احساس بے ضرر تھا تاہم یہ بات سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ یہ محض اس تکبر ہی کا نتیجہ تھا کہ ایک

فردِ خاص کو نہایت اونچے درجہ پر سمجھ کر اس کے متعلقین بت کی مانند اس کی پرستش کرتے تھے مگر اس کے مقابلہ میں بعض فائدوں کو بھی نظر انداز نہ کیا جا سکتا تھا۔ مثلاً یہ کہ والئے ارچ متھگلن اپنے آپ کو ساری رعیت کا آقا اور ولی نعمت سمجھ کر جہاں تک اس کے بس میں تھا ان کی حالت کو روبہ اصلاح لانے کی کوشش کیا کرتا تھا۔ اور ان اصلاحات سے ریاست میں خوشحالی پیدا ہوتی تھی۔ اس جگہ میں والئے ارچ متھگلن کے حق میں انصافاً یہ بھی لکھ دینا چاہتا ہوں کہ ایک مالک اراضی کی حیثیت میں اس کی طرف سے کبھی کوئی ایسا فعل سرزد نہ ہوا تھا جو اس کے نام نیک پر حرف لانے والا ہو اور گو سکاٹ لینڈ کے اراضی داروں میں عیب عموماً پایا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنی بھیڑوں کے گلوں کے لئے مزید سبزہ تیار کرنے کی غرض سے لاتعداد زرخیز زمینیں ویران تباہ کر دیں۔ تاہم اس طرح کا نقص والئے ارچ متھگلن کی ذات میں بالکل موجود نہ تھا۔ یعنی اس نے کبھی کوئی ایسا فعل نہ کیا تھا۔ جو اس کو بدنام کرنے والا ہو۔

کئی دن گذر گئے لندن سے میرا بکس آ پہنچا اور اس کے ساتھ ایک چٹھی بھی جس میں میرے اخراجات کا بل شامل تھا۔ چونکہ بل کی رقم معمولی تھی۔ اس لئے شراب خانہ کراس کیز کے مالک نے مجھ پر بھروسہ کر کے میرا بکس روانہ کرنے میں تامل نہ کیا تھا۔ لیکن اب مجھے یہ فکر لاحق ہوئی کہ اس بل کی رقم ادا کیونکر کی جائے؟ میں نے اس بارہ میں کیمرن سے مشورہ لیا اور اس سے بل کی رقم ادا کئے بغیر چلے آنے کے متعلق کوئی بہانہ کر دیا۔ اس نے بتایا کہ تم موضع متھگلن میں جا کر اس ساہوکار سے ملو۔ جس سے مالک کا لین دین ہے۔ اس کا لندن کی بعض کوٹھیوں سے حساب ہے۔ ان کے ذریعہ سے تمہاری اس رقم کی ادائیگی ممکن ہوگی۔ اس کی نصیحت پر عمل کر کے میں نے کشتی پر سوار ہو کے جھیل کو عبور کیا اور پہلی مرتبہ متھگلن کے چھوٹے سے خوشنما گاؤں میں پہنچا۔ اس جگہ پچاس ساٹھ گھر آباد تھے مگر سب کے سب نہایت صاف ستھرے اور آرام دہ جن کے مقابلہ میں کیرن ڈیل کی برباد شدہ بستیاں حسرت ناک ویرانی کا منظر پیش کرتی تھیں۔ مکانوں کے سامنے چھوٹے چھوٹے باغ تھے۔ دیواروں پر سپیدی پھری ہوئی اور باشندے آسودہ و خوش حال تھے۔ یہیں ایک گرجا تھا جس کی چوٹی پر عشق پیچے کی بیلیں چڑھی ہوئی تھیں یہ اس گاؤں کی سب سے پرانی عمارت تھی۔ گرجا سے ملحق

ایک مدرسہ تھا جس کی تعمیر زمانہ حال کی تھی پادری صاحب کے بیٹے کا مکان کسی معمولی کاشتکار کی جھونپڑی سے ملتا تھا اور اس کے صحن میں گائیں، سور اور مرغیاں ایک ہی جگہ نظر آتی تھیں۔ گاؤں سے تھوڑے فاصلے پر اس ساہوکار کا مکان تھا جس کی مجھ کو تلاش تھی۔ یہ جگہ آبادی سے دور ایک پر فضا باغ کے وسط میں بنی ہوئی تھی۔ گاؤں سے نکل کر میں اس طرف روانہ ہوا۔ آدمی سن رسیدہ نیک دل اور شریف تھا اور وہ اس کام کے لئے جو میں نے بیان کیا۔ فوراً آمادہ ہو گیا۔ ادھر سے فارغ ہو کر میں پھر ایک بار گاؤں سے ہوتا ہوا جھیل کے ساحل پر پہنچا۔ جہاں سے کشتی پر سوار ہو کر محل کی طرف جانا چاہتا تھا۔ اتنے میں ساڑھے تین کا عمل ہو گیا تھا۔ گھاٹ کے پاس پہنچ کر میں نے دیکھا کہ مسٹر سٹوارٹ بچوں کی پڑھائی سے فارغ ہو کر محل سے رخصت ہو رہے ہیں۔

اس جگہ میں یہ بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ گو کیرن نے مسٹر سٹوارٹ کی مجلسی حیثیت کے بارہ میں بہت کچھ اظہار حقارت کیا تھا۔ تاہم اس کی صورت دیکھ کر میں اپنے دل میں اچھی رائے قائم کئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس کے انداز ظاہر کرتے تھے۔ کہ وہ ہر لحاظ سے نیک سیرت انسان ہے میں نے پیشتر بیان کیا تھا۔ کہ وہ لیناکس دنیاچر کی طرح دراز قد اور شکیل تھا اور اس کی عمر بھی کم و بیش اتنی ہی تھی۔ جتنی وادلے ایچ متھگلن کے بڑے صاحبزادہ کی۔ مگر اس کے چہرہ پر مسٹر لیناکس کے چہرہ کی طرح آثار تکبر موجود نہ تھے۔ اس کے خط و خال زیادہ نازک بالوں کی رنگت سیاہی مائل بھوری۔ آنکھیں شفاف نیلی اور نگاہ میں عزم و استقلال کے علاوہ کشادہ دلی کے آثار پائے جاتے تھے۔ مگر اس کے ساتھ ہی کچھ اس طرح کی افسردگی اس کی آنکھوں کی تہ میں نظر آتی تھی۔ جو اوقات بعید میں انتہائی اداسی کی صورت اختیار کر لیتی تھی۔ جب سے میں نے اس شخص کو پہلی مرتبہ دیکھا میں اپنے جی میں پوری طرح سمجھ چکا تھا کہ آدمی گو بالطبع فیاض اور بلند خواہشات رکھنے والا ہے تاہم اپنی محتاجی کی زندگی کی وجہ سے اس کے جی کو سخت پریشانی لاحق رہتی ہے۔ غالباً وہ اس سطحی اخلاق کو جس سے وادلے ایچ متھگلن اس سے پیش آتا تھا۔ ناپسند کرتا تھا۔ کیونکہ گو مسٹر دنیاچر کی طرف سے کتنی ہی عنایت کا اظہار

جو تاہم مسٹر سٹوارٹ کے لئے یہ محسوس کرنا قدرتی تھا کہ اس کو ایک ادنےٰ آدمی تصور کیا جاتا ہے اس نے گلاسگو یونیورسٹی میں تعلیم پائی تھی۔ اور چونکہ نہ اس کے پاس دولت تھی اور نہ ایسے دوست جو اس کے مددگار ثابت ہو سکتے۔ اس لئے مجبوراً اس کو ہائی لینڈز کے سب سے مغرور سرداروں کے بچوں کو تعلیم دینے کا ذلت بخش اور بے منت فرض ادا کرنے پر مجبور ہونا پڑتا تھا۔

غرض اس طرح کا آدمی مسٹر سٹوارٹ تھا جس سے اس روز شام کے تین اور چار بجے کے درمیان اس وقت میری ملاقات ہوئی جب وہ لڑکوں کی تعلیم سے فارغ ہو کر اپنے مکان کی طرف واپس جانے کے لئے جھیل سے گزر کر ساحل کے پاس اتر رہا تھا۔ میں نے یہ بات غور کر کے دیکھی تھی کہ لیچ متھگلن کے نوکر کبھی اس کو سلام نہ کرتے تھے۔ ان کی نظروں میں کم دبیش اس کی وہی حیثیت تھی۔ جو خود ان کی تھی۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ وہ شاید اسے اپنے مقابلہ میں اس سے بھی حقیر تصور کرتے تھے۔ کہ وہ تو ایک متھگلن کے عالیشان محل کی چار دیواری میں رہتے تھے۔ اور یہ بیچارہ کیمرن کے لفظوں میں متھگلن کے گاؤں میں پڑا رہتا تھا۔ لیکن چونکہ میرا دل کبھی اس طرح کے خیالات سے متاثر نہ ہوتا تھا۔ اس لئے میری عادت تھی۔ کہ جب کبھی اس سے ملنے کا اتفاق ہوتا۔ تو ضرور اس کو سلام کر چھوڑا کرتا۔ کیونکہ میری نظروں میں ذہانت اور طبعی شرافت دو ایسی چیزیں تھیں جنہیں دولت اور پڑھنے کی ادنےٰ پابندیوں سے بالاتر سمجھا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اب بھی جس وقت میں نے اسے کشتی سے اترتے دیکھا۔ تو حسب معمول سلام کیا اس پر وہ چلتا چلتا ٹھہر گیا اور اپنے خوشنما ہونٹوں پر آثار تبسم پیدا کر کے جس سے اس کے چمکیلے دانت واضح اور صاف دکھائی دینے۔ عنایت آمیز لہجہ میں کہنے لگا۔

"میں نے سنا تھا تم انگلستان سے نوکری کرنے آئے ہو۔ کیا یہ ملک تم کو پسند ہے؟"

"جی ہاں مجھے اس بارہ میں کسی طرح کی شکایت نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "اس جگہ کا نظارہ پہلے ہی بے حد دلکش ہے۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ موسم گرما کے آغاز پر وہ اور بھی دل فریب ہو جائے گا۔"

"معلوم ہوتا ہے تمہیں اچھے نظاروں کا شوق ہے" اس نے گہری توجہ سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا اور اس کے بعد اس کی نگاہ رفتہ رفتہ جزیرہ نما کے اطراف کا جائزہ لیتی ہوئی ان کوہستانی بلندیوں کی طرف گئی۔ جو محل کی پشت پر جھیل کے اس پار نظر آتی تھیں

"جی بیشک میں نظارہ قدرت کی دلفریبیوں کا دلدادہ ہوں" میں نے جواب دیا "بہر حال اس دلربا منظر کو دیکھنے سے پہلے مجھے بالکل معلوم نہ تھا کہ اس سنگلاخ زمین میں بھی ایسی دلچسپیاں پائی جاتی ہیں بلکہ اس کے برعکس والٹر سکاٹ کی نظمیں پڑھ کر یہ خیال میرے جی میں بیٹھ چکا تھا کہ اس ملک کے سبھی حصے ویران و ناہموار ہیں"۔

"آہ" ڈونالڈ سٹوارٹ نے حیرت آمیز نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا "کیا تم نے سکاٹ کی نظمیں پڑھی ہیں؟"

"جی ہاں۔ پورے طور پر" میں نے جواب دیا "حتیٰ کہ ان کی ایک ایک سطر اور ایک ایک لفظ مجھکو یاد ہے۔ چنانچہ مارمین کی نظم میں معرکہ فلاڈن کی جو کیفیت شاعر نے بیان کی ہے۔ اسکی پرشکوہ اور ولولہ انگیز تفصیل ازبر مجھکو یاد ہے اور میرا ارادہ کبھی دن اس میدان کو دیکھنے کے لئے جانے کا ہے۔"

"مگر اس سے پایا جاتا ہے کہ تم نے اچھی تعلیم حاصل کی ہے" مسٹر سٹوارٹ نے جس کی دلچسپی اب رفتہ رفتہ دوستی میں بدلنے لگی تھی۔ مجھ سے کہا "اور اگر ایسا ہے تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کس لئے تم نے ... " وہ کہتا کہتا رک گیا کیونکہ اس نے سوچا یہ ایک ایسا سوال ہے جس سے شاید میرے جذبات کو ٹھیس پہنچے۔

"غالباً آپ یہ کہنا چاہتے ہیں۔ کہ کس لئے میں نے اس طرح کی ادنےٰ ملازمت اختیار کی؟ مگر مجھے قسمت کی نامہربانی کا شکوہ نہیں ہے۔ مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ میں اپنی محنت کی روزی خود کما کر کھاتا ہوں۔"

"سچ ہے" مسٹر سٹوارٹ نے ہمدردانہ انداز سے کہا "اور میں تمہارے ان خیالات کی

قدر کرتا ہوں، جس کے بعد وہ اپنے سر کو حرکت دیکر مسکراتا ہوا گاؤں کی طرف چلا گیا

ایک عجیب طرح کی اداسی اس کے تبسم میں پائی جاتی تھی اور کسی وجہ نامعلوم سے مجھے اس کی ذات سے غیر معمولی دلچسپی ہو گئی۔ فی الحقیقت جب سے میں نے اس کا نام اور کام سنا تھا یعنی اس سے بہت پہلے کہ مجھے اس کے صاف اور ایماندار چہرہ کو پوری طرح دیکھنے کا اتفاق ہوا میں دل سے اس سے غائبانہ ہمدردی کرنے لگا تھا کہ ایچ متھوگلن کے گھر میں رہتے ہوئے ہر شخص اس سے کم و بیش نفرت کا سلوک کرتا تھا اور اس نفرت کی صحیح وجہ کیا تھی؟ یہ نہیں کہ وہ غریب تھا اور اسے اپنی روزی کمانے کے لئے محنت کرنی پڑتی تھی۔ بلکہ محض اس لئے کہ اس کا تعلق کسی قدیم اور بڑے خاندان سے نہ تھا یعنی وہ کوئی ایسا شجرہ نسب پیش نہ کر سکتا تھا جس کی الجھنوں کو صاف کرنے کے لئے کسی نامی محقق کی ضرورت ہو۔ محض اس بے حقیقت وجہ سے بڈسے خمار آلود بیوقوف ذہنی کو مسٹر ڈینیاچر کی صحبت کے لائق سمجھا جاتا تھا اور گھر کے سب لوگ اس کی عزت کرتے تھے کہ اس کا تعلق کلیک مین آکنش کے نامی خاندان کلیک مین سے ہے لیکن مقابلہ میں ذہین شریف الطبع اور خوش اطوار ڈونالڈ سوارنش کو محض اس لئے حقیر تصور کیا جاتا تھا کہ وہ اپنا اندر خاندانی بزرگی کا کوئی نشان ثابت نہ کر سکتا تھا۔ سرزمین سکاٹ لینڈ میں رہتے ہوئے میں نے اس ملک کے باشندوں کے چال چلن کو جہاں تک دیکھا پسند کیا صرف ایک بات البتہ میرے جی کو رنج پہنچاتی تھی یعنی یہ کہ ان میں اس طرح کا بے جا خاندانی تکبر موجود تھا اور وہ اس کے سلسلہ میں سخت ناانصافی سے کام لیتے تھے۔

مگر مجھے سلسلہ داستان جاری رکھنا چاہیے۔ عین اس وقت جب میں مکان کی طرف جانے کے لئے کشتی پر سوار ہو رہا تھا تو یاد آیا کہ موضع متھوگلن کی طرف جاتے ہوئے میں نے دو کاموں کا ارادہ کیا تھا ایک تو متھوگلن کے ساہوکار سے ملنے اور دوسرے بعض روزانہ ضرورت کی چیزیں خریدنے کا لیکن جب ایک ہی کام کر کے واپس آگیا اور چیزیں خریدنا یاد نہ رہا اس کے ساتھ ہی خیال آیا کہ مکان پر میری موجودگی کی ضرورت شام کے چھ بجے سے پہلے نہ ہوگی جب مجھے مسٹر ملیناگس کو کھانے سے پہلے لباس تبدیل کرانا تھا اور

چونکہ ابھی چار کا عمل ہوا تھا۔ اس لئے مجھے دو گھنٹے کی فرصت حاصل تھی پس میں پھر ایکبار گاؤں کی طرف لوٹا۔ مدرسہ کے پاس ایک چھوٹی سی دوکان تھی میں سامان خریدنے کی غرض سے اس کی طرف بڑھا۔ یکایک کیا دیکھتا ہوں کہ مس ایملین مدرسہ کے پھاٹک سے باہر آ رہی ہے کیمرن کی زبانی مجھے یہ بات پہلے ہی معلوم ہو چکی تھی کہ وہ مختلف اوقات میں بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں مدرسہ جایا کرتی ہے پس میں یقیناً اس واقعہ کو سرسری سمجھ کے نظر انداز کر دیتا اگر عین اس وقت مجھے ایک مرد کی صورت تھوڑے فاصلہ پر بازار کے موڑ کے پاس دفعتاً نظر آ کے غائب ہوتی دکھائی نہ دیتی۔ اس کا ایک بار آگے آنا اور پھر غائب ہو جانا اتنا فوری اور تیز تھا کہ اگر میں اس آدمی سے واقف بھی ہوتا تو شائد اس کی صورت نہ پہچان سکتا لیکن یہی ایک واقعہ ایسا نہ تھا جس نے مجھے حیرت زدہ کیا کیونکہ میں نے دیکھا کہ اس صورت کے نمودار ہونے اور چھپنے کے ساتھ ہی مس ایملین نے ایک تیز گھومتی ہوئی نظر اس آدمی کی طرح چاروں طرف ڈالی جو کسی مصلحت سے دوسروں کی نظروں سے پوشیدہ رہنا چاہتا ہو۔ زیادہ صاف لفظوں میں اس نے یہ معلوم کرنے کے لئے ادھر ادھر دیکھا کہ کوئی آدمی اس کی طرف دیکھتا تو نہیں ہے۔ اس کے بعد وہ بھی اسی موڑ کی طرف چلی گئی۔ چونکہ میں جس مقام پر کھڑا تھا۔ اس جگہ دوکان کے دروازہ کے باہر برآمدہ کے طور پر لکڑی کی جالی لگی ہوئی تھی اور اس پر بیلیں چڑھی ہوئی تھیں۔ اس لئے وہ میری موجودگی سے واقف نہ ہو سکی۔ بہرحال میں نے اس چوبی برآمدہ میں کھڑے ہو کر اس کو اور اس سے پہلے اس مرد نامعلوم کو گلی کے موڑ کی طرف جاتے دیکھ لیا۔

خیر جو کچھ مجھے خریدنا تھا اسے کر میں پھر ایک بار جھیل کے گھاٹ کی طرف چلا مگر رستہ میں میں اس واقعہ عجیب کے مختلف پہلوؤں کو سوچے بغیر نہ رہ سکا۔ خیال آیا۔ شائد یہ آدمی اپنا کس دنیا میں ہی تھا اور وہ اپنی چچا زاد بہن کو مدرسہ سے باہر آتا دیکھ کر محض اس کو چھیڑنے کی غرض سے گلی کے موڑ پر چھپ گیا لیکن پھر خیال آیا کہ اگر ایسا تھا تو اس خاتون کو مضطربانہ چاروں طرف دیکھنے کی کیا حاجت تھی؟ بہرحال میں نے یہ کہہ کر اپنے جی کو سمجھایا کہ ممکن ہے وہ

دوشیزگی کی غرم سے گاؤں والوں کی نظروں سے پوشیدہ اپنے عاشق سے ملنا چاہتی ہو مگر ان سارے خیالات کے باوجود میں جب کشتی پر سوار رہنے لگا تو ایک عجیب طرح کی بے چینی میرے جی کو لگی ہوئی تھی۔ یعنی دل کسی پہلو سے بہلائے نہ بہلتا تھا۔ اور گو میرے شبہات معزز رواتیے بیچ سمھکلن کی حسین بھتیجی کی عزت و حرمت پر حرف لانے والے نہ تھے۔ تو بھی ایک دھندلا سا خیال مبہم اور غیر واضح جس کی نوعیت کو میں بالکل نہ سمجھ سکتا تھا۔ خانہ دل میں پیدا ہو چکا تھا۔

سامنے والے گھاٹ پر پہنچکر میں جس وقت خشکی پر اترا تو کشتی خانہ کا محافظ اپنے مکان کے دروازہ پر کھڑا تھا وہ مجھے دیکھکر کہنے لگا "کیسی دلکش سہانی شام ہے"

"واقعی" میں نے خوش ہو کر جواب دیا "بہار اپنے جوبن کو خوشنما رنگوں سے آراستہ کرنے لگی ہے"

"بالکل صحیح! بالکل ٹھیک!" ڈاہنی کلیک مین نے جو کشتی خانہ کے سامنے ایک بنچ پر بیٹھا تھا دفعتہً گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا "مجھے یاد ہے انہی لفظوں سے میں نے بیوہ گلن بکٹ کو اس وقت مخاطب کیا تھا جب اس نے لیرڈ آف ٹن ٹوس کویش ڈیل کے یہاں شریک دعوت ہونے پر نئی پوشاک پہنی تھی اس وقت اس نے مجھ سے کہا تھا۔۔ مگر وہ کیا الفاظ تھے جو اس نے مجھ سے کہے تھے۔۔۔ فی الحال مجھ کو یاد نہیں۔۔ میں پھر کسی وقت یاد کر کے بتاؤں گا"

اور یہ کہکر لائق ڈاہنی نے ملاس کی ایک بڑی سی چٹکی اپنے نتھنوں میں ٹھونس لی اور چہرہ حماقت آمیز سنجیدگی کے آثار پیدا کر کے داستان کے اس حصہ کو سوچنے لگا جو اس کے ذہن سے اتر چکا تھا۔

ساتویں جلد ختم ہوئی

دور اول ختم ہوا

عالم ہمہ افسانہ ما دارد و ما ہیچ

جناب مسٹر محمد احسن حیدرآباد دکن - گردش آفاق کے انتظار میں چشم براہ ہوں - بے حد دلچسپ کتاب ہے

جناب پرنس بلند جاہ مرزا محمد عسکری کلکتہ :- یہ جو ناول گردش آفاق آپ نے چھاپا ہے میں نے کل اس کو تھوڑا سا پڑھا واقعی خوب لکھا ہے اس عمدہ طور سے مضمون ادا کیا ہے کہ دل بے چین ہو گیا - آنسو نکل آئے - منشی صاحب کی کون تعریف کر سکتا ہے اس وقت ان کے ترجمے میں خدا نے وہ بات عطا کی ہے کہ کسی کو ان کے مقابلہ میں مثال کے طور پر بھی پیش نہیں کیا جا سکتا -

جناب غفور احمد صاحب حیدرآباد دکن - گردش آفاق کا سلسلہ اس قدر دلچسپ اور پرلطف ہے کہ ایک جلد کے بعد دوسری کا انتظار کرنا نہایت دشوار ہے - گردش آفاق کی کس قدر جلدیں ہیں - اگر سب اور سب نہیں تو جسقدر آپ کے یہاں چھپی ہوئی موجود ہوں ایک ساتھ روانہ کر دی جائیں تو میری ممنونیت کا باعث ہوگا -

جناب محمد نجیب الدین خان صاحب حیدرآباد (دکن) ترجمہ جوزف ولمٹ دیکھکر بے حد مسرت ہوئی - میں نے اس سے قبل ہی جناب کو اس کے ترجمہ کی طرف توجہ دلائی تھی الحمد للہ کہ آج وہی ترجمہ جس کی مدت سے تلاش تھی پیش نظر ہے - وہ کون ہے جو رینالڈس کے ناولوں کو قدر کی نظر سے نہیں دیکھتا - جس قدر ناولوں کے تراجم جناب نے کئے ہیں سب چوٹی کے ناول ہیں - ناول کا انتخاب اور جناب کا ترجمہ کیا کہنے اگر سچ پوچھا جائے تو جناب نے اردو دان پبلک پر بے حد احسان کیا ہے - خصوصاً میں تو جناب کا بے حد احسان مند ہوں میرے یہ الفاظ خوشامدانہ نہیں بلکہ سچے دل سے نکلے ہوئے ہیں کہ اردو زبان جو مر رہی تھی اس کو جناب نے اپنی توجہ اور محنت کے آبحیات سے زندہ کیا ہے -

جناب ... از تھانہ چیردلی ضلع میرٹھ - تین حصے ناول گردش آفاق کے آ چکے ہیں -

درصل یہ ناول ہے جس سے مصنف اور مترجم کی قابلیت کا اظہار ہوتا ہے جن صاحب نے رینالڈس کی تصانیف کے ترجمہ کی طرف جناب کو توجہ دلائی ہے میں ان کا ہی شکریہ ادا کرتا ہوں لیکن جناب اس قدر اختصار اور کنجوسی سے کام لے رہے ہیں کہ چند اوراق کے حصے ارسال فرماتے ہیں براہ مہربانی بقیہ حصے جلد روانہ فرمائیں تاکہ انتظار دور ہو۔

جناب شیخ محمد سعید صاحب قیصر دہلی منشی تیرتھ رام صاحب فیروز پوری کے ترجمہ کئے ہوئے کئی ناول میں نے پڑھے ہیں۔ اور اب ان کے ایک ناول کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ مجھے یقین ہے۔۔ پختہ یقین ہے کہ ان سے بہتر آج تک کسی مترجم کی کتابیں میری نظر سے نہیں گذریں ادبی دنیا میں واحد مصنف مانے جا چکے ہیں لیکن منشی تیرتھ رام صاحب کو اگر بہترین مترجم نہ کہا جائے تو سراسر ناانصافی میں داخل ہوگا۔ آپ کے ترجمہ کی خاص خوبی یہ ہے کہ الفاظ پاکیزہ اور زبان بے حد سلیس ہوتی ہے۔ میرے خیال میں اگر آپ اپنے ترجمہ کئے ہوئے ناولوں کو خود اپنی تصانیف ظاہر کریں تو ناممکن ہے کہ کوئی شخص ایک ایک کتاب کو بار بار پڑھنے کے بعد بھی ترجمہ او تصنیف میں فرق پیدا کر سکے وہ بلا سوچے سمجھے یہی کہہ دیگا کہ یہ کتاب منشی صاحب کی خود اپنی ہی تصنیف کردہ ہے۔

جناب پیارا لال صاحب وثیقہ نویس شہر پٹیا در سخت انتظار کے بعد بے حد اشتیاق کے ساتھ وی پی کھول کر سب سے پہلے ناول مقدس چور تا پڑھا اور ابھی ختم کرکے اٹھا ہوں یہ ناول تو سنہری پیچھے سے بھی بڑھ چڑھ کر نکلا۔ ہر ایک باب میں نئے سے نیا راز کھلتا ہے پرماتما منشی صاحب لالہ تیرتھ رام کی عمر دراز کرے کہ ان کے ہاتھوں ایسے نایاب گوہر تاریکی سے روشنی میں آرہے ہیں۔ جو ظلمات کے اخیر میں گردش آفاق کا اشتہار دیکھکر آج تک اس کا ہی سخت انتظار رہتا۔ بارے خدا خدا کر کے اس کی شکل دیکھنی ہی نصیب ہوئی۔ میرا نام اس سلسلہ کے مستقل خریداروں میں درج کرلیں۔ کیا ہی اچھا ہو کہ منشی صاحب نازک نثار سے مصنف کا کوئی اور ناول ترجمہ کریں۔

جناب فضل الٰہی خان صاحب پشاور شہر۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ میں آپ کے اس سلسلہ ناول کو بہت پسند کرتا ہوں۔ خاصکر منشی تیرتھ رام صاحب کے ترجمہ کو اور اسی لئے سالہا سال سے میں آپ کے اس سلسلہ کا خریدار ہوں اور جہاں تک مجھ سے ہو سکا میں اپنے دوستوں کو بھی آپ کے ناولوں کی خریداری کی ترغیب دیتا اور آپ کے لئے خریدار پیدا کرتا رہا ہوں۔

جناب محمد نجیب اللہ خان صاحب ریاست بھوپال۔ آپ کے ترجمہ کردہ سبھی ناولوں کے دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے اور بشرط زندگی آئندہ بھی اس کی امید ہے۔ میں بلا مبالغہ عرض کرتا ہوں کہ جب سے ان ناولوں کو دیکھا۔ دنیا کے تمام ناول میری نظروں میں ہیچ ہو گئے۔ فن ترجمہ کے آپ بادشاہ ہیں۔ حیران ہوں کہ کس ناول کو کس پر ترجیح دوں۔ میں ان کی عام مقبولیت کے لئے جناب کو تہ دل سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

جناب اقبال احمد علوی مقام کرار (الہ آباد) آجکل کاروبار میں کمی ہونے کی وجہ سے روپیہ کی قلت ہو گئی ہے اس لئے آپ کا سلسلہ بند کرنا پڑا رہا ہے۔ اگر اردو ناولوں میں کسی کو پسند کیا تو وہ آپ ہی کے تراجم تھے۔ خاصکر میری مرحومہ شریک زندگی کو جن کا انتقال گذشتہ ستمبر میں ہو گیا یہ سلسلہ بہت پسند تھا۔ اگر میں بند کرنیوالا بھی ہوتا تو شاید میں اس کی خاطر بند نہ کرتا۔ ابھی امید ہے کہ جس وقت میں اس قابل ہوا فوراً جناب سے جاری کرنے کی درخواست کروں گا۔

جناب سید عابد شاہ صاحب تحصیلدار بلوچستان۔ منشی تیرتھ رام صاحب افسانہ گوئی کے میدان میں گوئے سبقت لیگئے ہیں۔

جناب مسٹر حیدر صاحب مگرای ضلع الہ آباد۔ بیحد خوشی ہوئی کہ میری عرصہ کی خواہش پوری ہو گئی یعنی رینالڈس کے ناولوں کا ترجمہ کا انتظام آپ نے پھر سے شروع کیا۔ میں نے فوراً ہی پارسل چھڑا لیا ہے۔

مولوی عبدالحلیم صاحب شرر

جنید بغدادی	عمہ	ابوبکر شبلی	عہ	خواجہ معین الدین	۶ر
عزیزہ مصر	[illegible]	حروب صلیبیہ	ع	قرۃ العین	۲۔۰ر
ملکہ زنوبیہ	۳ر	سکینہ بنت حسین	۶ر	درگیش نندنی	عہ
حسن بن صباح	۶ر	دلچسپ	عہ	حسن انجلینا	عہ
قیس و لبنیٰ	[illegible]	افسانہ قیس	۳ر	مقدس نازنین	[illegible]
میوۂ تلخ	۴ر	شہید وفا	۵ر	دلکش	عہ
شوقین ملکہ	[illegible]	ملک العزیز ورجنا	[illegible]	رومۃ الکبریٰ	[illegible]
فلورا فلورنڈا	[illegible]	زمانہ اور اسلام	۳ر	فردوس بریں	عہ
آغا صادق کی شادی	۱۰ر	بدر النسا کی مصیبت	۳ر	حسن کا ڈاکو	[illegible]
دربار حرام پور کے اسرار	۱۰ر	خوفناک محبت	[illegible]	الفانسو	۱۲ر
فاتح مفتوح	[illegible]	جویائے حق	[illegible]	بابک خرمی	[illegible]
تذکرہ مشاہیر عالم	[illegible]	مخدرات	[illegible]	ایام عرب	[illegible]
فتح اندلس	ع	ماہ ملک	ع	فلپانا	[illegible]
زوال بغداد	[illegible]	لعبت چین	عہ	نیکی کا پھل	عہ
طاہرہ	[illegible]	یوسف و نجمہ	[illegible]	گذشتہ لکھنؤ	[illegible]
شاعرانہ مضامین	۵ہ	آغاز و ختم سال	[illegible]	سیر رجال	[illegible]
تاریخی مضامین	[illegible]	مینا بازار	عہ	ادب و تحقیق	[illegible]
سیر نسواں	[illegible]	منصور موہنا	عہ	اصلاح قوم	عہ

حکیم محمد علی خاں مرحوم

رام پیاری ۵ہ عبرت [illegible] حسن سرور [illegible] اختر حسینہ [illegible] دیول دیوی [illegible]

جعفر و عباسہ [illegible] نیل کا سانپ [illegible] گورا [illegible]

ہم سے طلب کرو

رائے بہادر بنکم چندر چٹرجی

نام کتاب	اصلی نام	مترجم	صفحات	قیمت
راج سنگھ	راج سنگھ	مہاشہ سدرشن	۲۱۶	عہ
کپال کنڈلا	کپال کنڈلا	منشی گوری شنکر لال اختر	۷۹	۱۲ار
زہریلا آبحیات	سیتا رام	مہاشہ سدرشن	۲۰۸	عہ
آنند مٹھ	آنند مٹھ	مہتہ آنند کشور صاحب	۲۱۷	۱۲ر
مار آستین	لش پرکش	منشی جوالا پرشاد برق بی اے	۱۳۱	۱۲ار
بنگالی دلہن	دیوی چودھرانی	"	۲۰۷	۱۲ار
پرتاپ	چندرشکھر	"	۲۰۸	عہ
ردھنی	ردھنی	"	۱۴۳	۸ر
سندرا اندرا	اندرا	مہرشی شیو برت لال درمن	۰۰۰	۱۲ار
درگیش نندنی	درگیش نندنی	مولوی عبدالحلیم شرر لکھنوی	۱۰۶	عہ
رادھا رانی	رادھا رانی	منشی احمد علی کامل	۴۸	۴ر
قدرت کے کھیل	رجنی	مہاشہ سدرشن	۱۱۴	۱۲ار
مرنالنی	مرنالنی	منشی جوالا پرشاد برق بی اے	۱۶۷	۱۲ار
سندر چوڑی	جوگلانگری	مہرشی شیو برت لال درمن	۸۰	۶ر

بابو رمیش چندر دت سی آئی ای

نام کتاب	اصلی نام	مترجم	صفحات	قیمت
فاتح بنگال	بنگ وجیتا	لالہ سندر داس بی ماد ایل	۰۰۰	عہ
صبح زندگی	جیون پربھات	منشی بودھراج ورما	۱۳۶	۱۰ار
راجپوت جیون سندھیا	جیون سندھیا	سردار بلدیو سنگھ	۱۲۴	۱۲ار
تاج عصمت	لیک آف پامز	بابو ایشور چند	۲۲۹	۱ر

ہم سے طلب فرمایئے

پنڈت رتن ناتھ صاحب سرشار

فسانۂ آزاد [illegible] سیر کہسار ۱۰ر بچھڑی دلہن ۶ر

کڑم دھم ۶ر پی کہاں ۶ر مشو ۶ر کامنی [illegible]

خدائی فوجدار ۱۰ر جام سرشار عا الف لیلیٰ بطرز ناول) ۵ر

منشی سجاد حسین صاحب مرحوم

احمق الذین ۶ر حاجی بغلول ۸ر پیاری دنیا ۱۰ر وہ کایا طلسمی فانوس عا

طرحدار لونڈی عہ میٹھی چھری ۶ر کایا پلٹ ۱۰ر نوابی دربار ۸ر

منشی جوالا پرشاد برق بی اے

مرزانی ۱۲ر مار آستین ۱۲ر بنگالی دلہن ۱۲ر

معشوقہ فرنگ ۱۲ر پرتاپ عہ روہنی ۸ر

منشی نرائن پرشاد بیتاب دہلوی

حسن فرنگ ۱۲ر دھرم کا پتلہ ۸ر پتنی پرتاپ ۱۰ر

کرشن سداما ۱۰ر رامائن عہ مہابھارت ۱۰ر

ٹھنکھ کی شرارت ۵ر زہری سانپ ۵ر قتل نظیر ۵ر

آغا حشر کاشمیری

سور داس ۱۲ر سفید خون ۸ر خوبصورت بلا ۸ر

یہودی کی لڑکی ۱۲ر خواب ہستی ۸ر بن دیوی ۱۰ر

سلور کنگ ۶ر صید ہوس ۸ر اسیر حرص ۸ر

شکریہ یورپ (نظم) ۳ر ... موج زمزم (نظم) ۱۰ر

منشی بنایک پرشاد طالب بنارسی

نیل و نہار ۵ر ہرش چندر ۸ر رام لیلا ۱۲ر گوپی چند ۶ر

ہم سے طلب فرمائیے

منشی پریم چند بی اے

مکمل ناول

چوگان ہستی ے — بازار حسن ے — گوشۂ عافیت صہ

نرملا ؎ — سوزِ وطن ۱۲ار — رام چرچا ؎

مختصر افسانے

پریم پچیسی ۷ر — پریم بتیسی ۱۲ار — پریم چالیسی صہ

خواب و خیال ؎ — فردوس خیال ؎ — خاکِ پروانہ عہ

حماسۂ سدرشن

چشم و چراغ ؎ — بنگال بتیسی ۱۲ار — صبح وطن عہ

چندن ؎ — قوس قزح ۱۲ار — سدابہار کے پھول ۱۲ار

بہارستان ۱۲ار — قدرت کے کھیل ۱۲ار — زہریلا آبِ حیات عہ

راج سنگھ عہ — عورت کی محبت عہ — من کی موج ۱۲ار

آنریری مجسٹریٹ ۸ر — پارس ۱۰ار — طائر خیال ؎ — کنج عافیت ۶ر

بیگناہ مجرم عہ — چٹکیاں ۸ر — وجے سنگھ عہ

گلدستۂ سخن ؎ — محبت کا انتقام عہ — ترانۂ قوم ؎

مولوی خلیل الرحمٰن

افسانہ الاندلس عہ — مولدین ؎ — خلافت راشدہ ۹ر

عذرا ۶ر — خون ناحق ۱۰ار — طلسمات ؎

مسٹر ظفر عمر بی اے

نیلی چھتری ؎ — لال کشور ؎ — چوروں کا کلب ۹ر — بہرام کی گرفتاری عہ

منشی شمیم الدین ملہوری

باپ کا قاتل ؎ — انتہائے آرزو عہ

ہم سے طلب فرمایئے

قواعد دفتری

۵۔ (بقیہ صفحہ ۴) بعض صاحبان کی حالت میں دیکھا گیا ہے کہ چار پانچ ماہ کے بعد دفعتاً اطلاع دیتے ہیں کہ ہمیں اس دوران میں ایک بھی پرچہ نہیں ملا۔ ایسی شکایتیں کسی حالت میں بھی قابل غور نہیں سمجھی جا سکتیں کیونکہ اتنی مدت کے بعد شکایت کی جانچ کسی طرح نہیں ہو سکتی۔ اس قسم کے موقعوں پر زیادہ سے زیادہ یہ بات کر سکتے ہیں کہ جو پرچے زیر شکایت ہوں اگر دفتر میں موجود ہوں تو تمام یا ان کی بقیہ پورے یا ادھورے مہیا کر دیئے جائیں لیکن یہ ایک اختیاری رعایت ہے جو بغیر کوئی وجہ ظاہر کرنے کے واپس لی جا سکتی ہے

۶۔ کچھ احباب ایسا غافل رہتے ہیں خطوں کا تانتا باندھ دیتے ہیں جن کا فرداً فرداً جواب دینا مشکل ہے اس لئے گزارش ہے کہ عدم رسید کے خط مہینہ کی ۲۰ تاریخ تک انتظار کرکے ہی لکھے جائیں۔ اس سے پہلے کے ہوئے خطوں کو قابل التفات نہ سمجھا جائے گا۔

۷۔ ماہوار ضخامت اس سائز کے ایک سو سے لیکر ڈیڑھ سو صفحوں تک مقرر ہے اور بعض حالتوں میں اس سے بھی زیادہ ہو سکتی ہے مگر اس کی کمی بیشی کا اختیار کلی بحق دفتر محفوظ ہے

۸۔ قابل ترجمہ کتابوں کے انتخاب کا حق رئیس التحریر منشی تیرتھ رام صاحب کو حاصل ہے۔ خریداروں کے مشورے ہر وقت شکریہ کے ساتھ سنے جا سکتے ہیں لیکن یہ دفتر ان پر عمل کرنے کے لئے پابند نہیں اور نہ کوئی صاحب اس بنا پر اعتراض کر سکتے ہیں کہ فلاں کتاب کا ترجمہ کیوں شائع نہیں کیا گیا

۹۔ ان قواعد سے لاعلمی داخل عذر نہ سمجھی جائے گی۔

جارج ڈبلیو ایم رینالڈس کے ناول

[illegible]

کتاب کا نام	انگریزی نام	مترجم	صفحات	قیمت
اسرار لندن (۱۰ حصے)	مسٹریز آف لندن (حصہ اول)	منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری	۱۸۰۰	[illegible]
" (۲۵ حصے)	" (حصہ ثانی)	"	۲۹۳۱	[illegible]
[illegible] (۲۰ حصے)	مسٹریز آف دی کورٹ آف لندن	"	۴۳۱۰	[illegible]
[illegible] (۲ جلدیں)	[illegible]		۵۵۰	[illegible]
[illegible]	[illegible]	منشی [illegible] صاحب [illegible]	۵۱۲	[illegible]
[illegible]	[illegible]	منشی [illegible] صاحب [illegible]	۱۰۰۰	[illegible]
[illegible]	فاسٹ	[illegible] صاحب	۵۵۰	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible] صاحب [illegible]	۴۲۹	[illegible]
[illegible]	سیمسٹرس	[illegible] صاحب [illegible]	۵۲۰	[illegible]
[illegible]	[illegible]	منشی [illegible] صاحب [illegible] مرحوم	۲۰۰	[illegible]
[illegible]	[illegible]	منشی [illegible] صاحب	۴۲۰	[illegible]
[illegible]	[illegible]	منشی [illegible] صاحب [illegible]	۱۳۱	[illegible]
[illegible]	[illegible]	منشی [illegible] صاحب	۱۰۴۷	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible] صاحب [illegible]	۱۳۳	[illegible]
[illegible] (۲ حصے)	[illegible]	منشی [illegible]	۴۵۷	[illegible]
[illegible]	[illegible]	منشی صدیق احمد صاحب	۳۴۲	[illegible]
[illegible]	[illegible]	منشی [illegible] صاحب مرحوم	۵۲۳	[illegible]
[illegible]	[illegible]	منشی [illegible] صاحب	۲۱۰	[illegible]
[illegible]	[illegible]		۲۰۵	[illegible]
[illegible]	[illegible]	منشی [illegible] مرحوم	۲۱۰	[illegible]
[illegible]	[illegible]	منشی [illegible] صاحب	۶۳۲	[illegible]
[illegible] (۲ حصے)	[illegible]	"	۳۱۲	[illegible]
جیل کی معشوقہ	[illegible]	لالہ [illegible] صاحب	۵۰	[illegible]

لال برادرس، پبلشرز [illegible] لاہور

جلد ۸

گردش آفاق

حیرت انگیز سوشل ناول

اس سلسلہ میں حسب ذیل بھی ملاحظہ فرمایئے

فسانۂ لندن (سلسلہ اول و دوم) نظارۂ پرستان خونی لوانیو

مترجم	مصنف
تیرتھ رام فیروزپوری	جارج ڈبلیو ایم رینالڈس

لال برادرس

۱۱ - پبلشرز روڈ نولکھا لاہور

[illegible] سٹیم پریس چنگڑ محلہ [illegible] روڈ لاہور میں باہتمام ملک دین محمد پرنٹر چھپا

قواعد خریداری

۱۔ اس رسالہ کی مستقل خریداری کی سالانہ قیمت چھ روپے جو بذریعہ منی آرڈر یا وی پی پیشگی آنی چاہیے۔ ماہوار اشتہارات کا کوئی حساب نہیں۔ جو صاحب ہمارے سلسلہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں یعنی مستقل خریدار ہیں ان سے بطور رعایت صرف ... سالانہ لیا جائیگا۔ وصول شدہ روپیہ کسی حالت میں واپس نہ ہوگا۔

۲۔ خریداری کسی ایک مہینے سے شروع ہو سکتی ہے لیکن قیمت بہر حال ایک سال کی پیشگی وصول کی جائیگی اور اس کے عوض بارہ ماہوار پرچے (یا ان پرچوں کے ...) دیے جائیں گے۔

۳۔ سالانہ ادا کردہ قیمت کا حساب ختم ہونے پر اگر نئی قیمت کے آغاز سے پہلے خریدار کی طرف سے اطلاع وصول نہ ہو کہ وہ آئندہ اس رسالہ کی خریداری جاری رکھنا نہیں چاہتا تو اس کو ہماری اجازت سمجھ کر نیا پرچہ مع زر سالانہ قیمت کے وی پی روانہ ہوگا جس کو وصول کرنا ہر ایک خریدار کا اخلاقی فرض سمجھا جائیگا۔

۴۔ ہر ایک پرچہ بالعموم مہینے کے وسط تک شائع ہو جاتا ہے اور تمام خریداروں کے نام باقاعدہ اور پوری احتیاط کے ساتھ روانہ ہوتا ہے لیکن چند پرچے رستہ میں ضائع ہو جاتے ہیں لیکن اس صورت میں صرف اسی کی اطلاع اسی مہینے کے اندر اندر چاہیے۔ بہترین صورت یہ ہے کہ مہینے کی ۲۰ تاریخ تک انتظار کریں اگر اس وقت تک پرچہ وصول نہ ہو تو ایک اطلاعی خط اس دفتر کے نام روانہ کر دیا جائے۔ اس کے بعد گزر جانے پر عدم رسیدگی کی شکایت قابل قبول نہ ہوگی سوائے غیر ملکی خریداروں کے جو آئندہ ماہ کی ۱۵ تاریخ تک شکایت روانہ کر سکتے ہیں۔

باقی دیکھو ورق ۳

حیرت انگیز سوشل ناول

گردش آفاق

آٹھویں جلد

جارج ڈبلیو۔ ایم رینالڈس کی زبردست تصنیف

جوزف ولمٹ

کا دلکش ترجمہ

تیرتھ رام فیروزپوری

مترجم فسانہ لندن۔ نظارہ پرستان۔ انصاف وغیرہ

لال برادرس

۷۔ پارسنز روڈ۔ نولکھا۔ لاہور

انقلاب سٹیم پریس لاہور میں باہتمام ملک دین محمد پرنٹر چھپا

گردش آفاق

دور ثانی

آٹھویں جلد

باب - ۴۴

منزل عشق

واقعات مذکورہ کو ایک ماہ سے زائد عرصہ گذر گیا۔

اواخر اپریل کے ایام تھے اور آمد بہار کے ساتھ نظارہ تابناک اور فرحت بخش ہونے لگا تھا جھیل کا نیلگوں پانی اب زیادہ شفاف ۔ فضا اور سبزہ کی محویت زیادہ خیال انگیز اور ہریالی کو بیلوں کی کثرت سے منظر کی کیفیت زیادہ شگفتہ و دلفریب تھی جھیل کی کنکریلی تہ میں خودرو آبی پودے ترتیب و تدوین کے بغیر اُگنے لگے تھے۔ اور سطح آب پر درختوں کی لرزاں پتیاں اور متحرک شاخیں قدرت کو محو رقص ظاہر کرتی تھیں ۔ کناروں پر جنگلی پھولوں کی افراط تھی ۔ درختوں کی ٹہنیوں میں خوش گلو پرندے نغمہ سرائی کرتے تھے ۔ اور شہد کی مکھیوں کے بھنبھنانے سے ایک عجیب طرح کا کیف انگیز راگ پیدا ہو رہا تھا۔

مجھے اونچ متھگلن میں آئے قریباً ڈیڑھ مہینہ گذر چکا تھا اور جہاں تک آسائش و آرام کا تعلق ہے مجھے اس ملازمت کے بارہ میں کوئی شکایت نہ تھی ۔ بہت کم کام میرے ذمہ تھا ۔ اور چونکہ میں بے روک والے اونچ متھگلن کے کتب خانہ سے ہر قسم کی کتابیں حاصل کر سکتا تھا - اس لئے میرے اوقات فرصت کا بیشتر حصہ مطالعہ میں بسر ہوتا تھا

حیرت انگیز جاسوسی ناولوں کا سلسلہ

اس دفتر سے رینالڈس کے ناولوں کے علاوہ ایک اور سلسلہ بہترین جاسوسی ناولوں کے تراجم کا بھی شائع ہوتا ہے۔ اس مطلب کیلئے دنیا کے بہترین مصنفوں کی بہترین کتابیں انتخاب کی جاتی ہیں۔ اور ان کا ترجمہ خاص اہتمام سے کیا جاتا ہے۔ اس صیغہ کے مترجم بھی منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری مترجم گردش آفاق وغیرہ ہیں۔ پس اگر آپکو عہد حال کے بہترین جاسوسی ناول دیکھنے کا شوق ہو تو ہمارے اس سلسلہ کی بھی مستقل خریداری قبول فرمایئے۔ اس وقت تک اس سلسلہ میں حسب ذیل ناول شائع ہوئے ہیں۔ جو طلب کئے جا سکتے ہیں۔

خونی ہیرا	بحر فنا	گمنام مسافر	مطلبی دنیا	حور ظلمات
انقلاب یورپ	سراب زندگی	لعل شب چراغ	نازک کنار	تبدیل قسمت
شریف بدمعاش	انمول ہیرا	خنجر بیداد	قاتل ہار	کارنامجات شرلک ہومز
چلتا پرزہ	نولکھا ہار	مصری جادوگر	مہر خموشی	سنہری لاش
خونی چراغ	ہیروں کا بادشاہ	مقدس جوتا	آزادی	کارنامجات آرسین لوپن
نقلی نواب	آتشی کتا	سنہری بچھو	ڈاکٹر نکولا	خونی چکر
منزل مقصود	انصاف	شاہی خزانہ	تلاش اکسیر	کرنی کا پھل

اس سلسلہ کا اگلا ناول زہری بان خصوصیت سے قابل دید ہوگا۔ اور اس کے بعد سلسلہ وار کئی اور دلکش ناول پیلا ہیرا۔ خونی پتلا۔ ستارہ یورپ۔ چڑیا کی ٹکی وغیرہ شائع ہونگے۔ مخفی نہ رہے کہ یہ ادنیٰ قسم کے ایک یا دو پیسے قیمت کے لچر ناولوں کے ترجمے نہیں۔ بلکہ دنیا کے بہترین مصنفوں کی بہترین تصنیفوں کا نچوڑ ہیں۔

ضرور آپ اس سلسلہ کی قدردانی کریں

گردش آفاق

دور ثانی

آٹھویں جلد

باب - ۴۴

منزل عشق

واقعات مذکورہ کو ایک ماہ سے زائد عرصہ گذر گیا۔

اواخر اپریل کے ایام تھے اور آمد بہار کے ساتھ نظارہ تابناک اور فرحت بخش ہونے لگا تھا جھیل کا نیلگوں پانی اب زیادہ شفاف۔ فضا اور سبزہ کی محویت زیادہ خیال انگیز اور ہریالی کو بیلوں کی کثرت سے منظر کی کیفیت زیادہ شگفتہ و دلفریب تھی جھیل کی کنکریلی تہ میں خود رو آبی پودے ترتیب و تدوین کے بغیر اُگنے لگے تھے۔ اور سطح آب پر درختوں کی لرزاں پتیاں اور متحرک شاخیں قدرت کو محو رقص ظاہر کرتی تھیں۔ کناروں پر جنگلی پھولوں کی افراط تھی۔ درختوں کی ٹہنیوں میں خوش گلو پرندے نغمہ سرائی کرتے تھے۔ اور شہد کی مکھیوں کے بھنبھنانے سے ایک عجیب طرح کا کیف انگیز راگ پیدا ہو رہا تھا۔

مجھے ریخ متھگلن میں آئے قریباً ڈیڑھ مہینہ گذر چکا تھا اور جہاں تک آسائش و آرام کا تعلق ہے مجھے اس ملازمت کے بارہ میں کوئی شکایت نہ تھی۔ بہت کم کام میرے ذمہ تھا۔ اور چونکہ میں بے روک والئے ریخ متھگلن کے کتب خانہ سے ہر قسم کی کتابیں حاصل کر سکتا تھا۔ اس لئے میرے اوقات فرصت کا بیشتر حصہ مطالعہ میں بسر ہوتا تھا

لائبریری میں کتابوں کا ذخیرہ بے شمار تھا۔ مگر خود متھگلن یا اس کا بیٹا لینا کس ان سے مطالعہ سے بہت ہی کم فائدہ اٹھاتے تھے۔ میرا اپنا خیال یہ ہے کہ وہ اخبارات کے سوا کبھی کوئی چیز نہ پڑھتے تھے۔ فی الحقیقت ان کے وقت کا بڑا حصہ مہمانوں کی خاطر مدارات میں یا اچھا کھانے۔ سیر کرنے، سواری یا کشتی رانی کے مقابلوں اور ایسی ہی دوسری تفریحوں میں بسر ہوتا تھا۔ اور پچھلے چند ہفتوں سے تو اتنی کثرت مہمانوں کی رہی تھی۔ کہ مس ایمیلین کو کمسن طلبا کی بہتری کا اس قدر خواہشمند ہونے کے باوجود صرف دو یا تین موقعے مدرسہ تک جانے کے ملتے تھے۔ رہ گیا سامان اکل و شرب کی کثرت اور نفاست کا سوال۔ تو اس کے بارہ میں میں قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ اپنی عمر میں آج تک میں نے کبھی کسی گھر میں اس کی نظیر نہ دیکھی تھی۔ ادھر ناشتہ کا سامان اٹھتا۔ ادھر لنچ کی تیاریاں شروع ہو جاتیں۔ اور اتنی متنوع اور نفیس چیزیں دسترخوان پر لائی جاتیں۔ کہ خوان یغما کا نظارہ آنکھوں میں پھر جاتا۔ رات کا کھانا من و سلویٰ کے مترادف ہوتا تھا اور اسی پر قناعت نہ کر کے گیارہ بجے کے قریب آدھی رات کا کھانا پھر ایک بار پرسا جاتا۔ خود انچ متھگلن کو عمدہ اور نفیس کھانوں کا شوق تھا۔ اور بسیار نوش نہ ہونے کے باوجود وہ بوتل کا شوق بھی خوب کرتا تھا۔ تو امنی کلیکس مین کی پُرخوری کا حال کیا کہنا۔ اگر کسی موقعہ پر مہمانوں کی کثرت کی وجہ سے دوپہر کا کھانا دو یا تین بار پرسا جاتا تو وہ (مہمانوں کے دل بہلاؤ کے بہانہ سے) ہر موقعہ پر ان کے ساتھ شامل ہو جاتا۔ اور اس پُرشوق انداز سے چھری کانٹا چلاتا۔ گویا اس نے صبح سے ایک لقمہ تک نہ کھایا تھا۔

لیکن رفتہ رفتہ وہ وقت آ گیا۔ جب دنیا کی ہر ایک چیز کی طرح انچ متھگلن کے اس جشن طرب کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ حتیٰ کہ جب مئی کا مہینہ شروع ہوا۔ تو قصر شفیلم میں کنبہ کے آدمیوں اور ملازموں کے سوا کوئی اجنبی شخص موجود نہ تھا۔

ایکدن کا ذکر ہے سہ پہر کے قریب مسٹر لیناکس نے مجھے گاؤں جا کر مچھلی پکڑنے کے کانٹے خریدنے کا حکم دیا۔ کیونکہ اس کا موجودہ ذخیرہ ختم ہو چکا تھا۔ اس وقت تین پر چند منٹ گذر رہے تھے۔ اور جب میں جھیل کو عبور کرنے کے لئے گھاٹ کے پاس پہنچا۔ تو معلوم ہوا کہ مسٹر سٹوارٹ دو نوجوان صاحبزادوں کی تعلیم سے فارغ ہو کر کشتی پر سوار ہو رہا ہے۔ مجھے آتا دیکھ کر اس نے کشتی رکوا لی اور جیسا اس کی عادت تھی خوش طبعی اور اخلاق کے ساتھ مسکراتے ہوئے کہا: "جوزف میں امید کرتا ہوں۔ اب تمہیں اس ملک کے نظاروں کو ان کی بہترین خوشنما حالت میں دیکھنے کا موقع ملے گا۔ ایک مہینہ کے عرصہ میں سبزہ نوخیز کی رنگت زیادہ شوخ ہونے لگے گی۔ اور جب وقت پہاڑوں کے اطراف میں سبز گھاس اگنے لگی تو مجھ کو یقین ہے تم اس منظر کو دیکھ کر بہت ہی خوش ہو گے"

"جی اس میں شک نہیں۔ یہ ایک بڑا ہی فرحت بخش مقام ہے" میں نے جواب دیا بلکہ یوں کہنا چاہئے۔ کہ سارا علاقہ ہی زرخیز ہے۔ نہ صرف انچ کے اطراف میں۔ بلکہ اس سے پرے بھی جہاں تک ریاست کے حدود ہیں۔ ہر طرف خوشحالی اور فراوانی کے آثار دکھائی دیتے ہیں۔ کم از کم جو نظارے میں نے اس جگہ آتے ہوئے رستے میں دیکھے تھے۔ اُن کی بنا پر میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں۔ کہ یہ ایک بڑی ہی خوشحال ریاست ہے۔"

"اور کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم کس رستہ سے آئے تھے؟" مسٹر سٹوارٹ نے دریافت کیا۔

"جی میں پرتھ سے ہوتا ہوا آیا تھا" میں نے جواب دیا۔ "رستہ میں گیسرنڈیل کی ریاست بھی دیکھی تھی لیکن . . . کیا عرض کروں۔ کتنا بھاری صدمہ میرے دل کو اُس کی زار حالت دیکھ کر ہوا . . . "

"ایسا ہونا قدرتی تھا" مسٹر سٹوارٹ نے اپنے دستانہ کو اُٹھانے کے لئے جھکتے ہوئے کہا۔ جو اس کے ہاتھ سے کشتی کے پیندے پر گر گیا تھا۔ "مجھے بھی ان اطراف

سے گذرنے کا اتفاق ہوا ہے۔ اور میرے اپنے دل کو اس ریاست کی بگڑی ہوئی حالت دیکھ کر اسی طرح سخت صدمہ ہوا تھا۔"

"اے صاحب کس قدر افسوس کا مقام ہے۔" میں نے لہجہ حسرت میں کہنا شروع کیا۔ "کہ ایک ایسی اچھی جائیداد جو اتنی زرخیز ثابت ہو سکتی تھی۔ محض اس لئے۔۔۔"

"میری اپنی رائے میں ریاست کیرنڈیل کی بگڑی ہوئی حالت دیکھ کر اس کے بدنصیب مالک کو بھی سخت صدمہ ہوتا ہوگا" مسٹر سٹوارٹ نے جلدی سے کہا۔ "میرے کہنے کا مطلب یہ ہے۔ کہ اس شخص کو جو اس حالت میں بھی اپنے آپ کو اس جائیداد کا مالک سمجھتا ہے۔"

"میری دلی تمنا یہ ہے۔" میں نے دعائیہ لہجہ میں کہا۔ "کہ اس مقدمہ میں جو ریاست کے برخلاف چل رہا ہے۔ خدا مسز ایگنز ہنڈرسن کیرنڈیل کو دشمنوں پر فتح نصیب کرے۔"

"آہ یہ تمہاری آرزو ہے۔" مسٹر سٹوارٹ نے حیرت سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اور پھر مسکراتے ہوئے "لیکن تمہیں ان سارے حالات کا کیونکر علم ہوا جو اس بدنصیب ریاست سے تعلق رکھتے ہیں؟"

"محض حسن اتفاق سے" میں نے جواب دیا۔ "دراصل میں اس گاڑی پر سوار ہو کر آیا تھا۔ جس میں ان اطراف کے نامی وکیل مسٹر ڈنکنسی سفر کر رہے تھے۔۔۔"

"آہ میں سمجھا۔" سٹوارٹ نے کچھ اس طرح کی لاپروائی سے کہا۔ جس سے مجھ کو خیال پیدا ہوا۔ کہ شاید وہ اس گفتگو کو جاری رکھنا نہیں چاہتا۔ یا اس بارہ میں باتیں کرتے کرتے تھک گیا ہے۔

چنانچہ اس خیال سے میں بھی چپ ہو گیا۔ اس نے مجھ سے کوئی اور سوال نہ پوچھا۔ بلکہ کشتی کے دوسرے گھاٹ پر پہنچنے کے وقت تک وہ تین منٹ اپنے ہی خیالات میں غرق رہا۔ کشتی جس وقت کنارہ پر جا لگی۔ تو وہ کود کر ساحل پر اترا۔

اور جیسا اس کا معمول تھا۔ لہجہ اخلاق میں الوداعی سلام کر کے تیز چلتا گاؤں کی طرف ہو لیا۔ مگر گاؤں کے اندر داخل ہونے کی بجائے وہ بائیں طرف مڑا۔ گویا موضع متصل سے گرد چکر کاٹنا چاہتا تھا۔ جس سے میں نے خیال کیا کہ وہ اس پُر فضا سہ پہر کو تھوڑی دیر کے لئے سیر کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ بہر حال میں سیدھے رستے گاؤں میں داخل ہو گیا۔ جو سامان مجھ کو خریدنا تھا لیا۔ اور اس قریبی رستہ سے جو جھیل کے کنارہ کے ساتھ ساتھ آتا تھا۔ واپسی کا ارادہ کر رہا تھا کہ یہ خیال آیا۔ مسٹر لیناکس کو ان کاغذوں کی ضرورت کل صبح سے پہلے نہ ہو گی۔ اس لئے میرے پاس فرصت کا وقت کافی ہے۔ پس کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ میں بھی اسے گاؤں کے باہر ادھر ادھر چلنے سیر و تفریح میں گذار دوں۔ گاؤں کا صرف ایک چھوٹا سا نیم آباد بازار تھا۔ اس کو طے کر کے میں مدرسہ اور گرجا کے پاس سے ہوتا ہوا اس گلی کی طرف مڑا۔ جو شاہراہ سے ایک طرف کو ہٹتی تھی۔ اور اب دفعتاً یاد آیا کہ اسی گلی کے موڑ پر میں نے ایک مرد نامعلوم کو اس عجیب و غریب طریقہ پر جس کا ذکر باب گذشتہ کے آخری حصہ میں کیا گیا ہے نمودار اور غائب ہوتے دیکھا تھا۔ اس معمولی واقعہ کی یاد جو اس سے پہلے میرے ذہن سے اتر چکا تھا۔ اب پھر اس مقام کو دیکھ کر تازہ ہو گئی اور میں اس کے متعلق اپنے دل میں سوچ ہی رہا تھا کہ گلی میں تھوڑی دور آگے ایک مرد شریف اور خاتون ساتھ ساتھ چلتے نظر آئے۔ میرے لئے ان کو صرف ایک نظر دیکھنا کافی تھا۔ معلوم ہوا وہ ڈونالڈ سٹوارٹ اور ایمیلین وینیاچر ہیں!

میں چلتا چلتا ٹھہر گیا۔ فرط حیرت سے نہیں بلکہ ایک فوری خیال کے اثر سے جو روشنی کی تیز شعاع کی مانند میرے دل میں پیدا ہوا۔ اور اس وقت آن واحد میں سارا حال واضح ہو گیا۔ وہ بات جو پیشتر میرے لئے بمنزلہ راز تھی۔ اب بالکل صاف ہو گئی یقیناً مس ایمیلین اور نوجوان معلم کو ایک دوسرے سے عشق تھا۔ نہیں اس بارہ میں

کسی شک وشبہ کی گنجائش نہ تھی۔ کم از کم ان کی یہ ملاقات محض اتفاقیہ نہ تھی۔ اور اس کے ساتھ یہ بات بھی واضح ہو گئی۔ کہ وہ شخص جسے چند ہفتے پیشتر میں نے گلی کے موڑ پر ظاہر و غائب ہوتے دیکھا تھا در اصل مسٹر سٹوارٹ ہی تھا۔ علاوہ بریں میں کیا اس نگاہ کو بھول سکتا تھا جو اس موقعہ پر مس ایبلین نے گلی کے موڑ پر چاروں طرف ڈالی تھی؟ پھر اس کے علاوہ آج بھی مسٹر سٹوارٹ کا سیدھا گاؤں میں داخل ہونے کی بجائے۔ اس کے گرد چکر کاٹنے کیلئے جانا خالی از اہمیت نہ تھا۔ غرض یہ ساری باتیں اس ایک خیال کی تصدیق کرنے والی تھیں کہ وہ دونو پہلے سے ایک دوسرے کو جانتے ہیں اور اسی طرح ملا کرتے ہیں۔ لیکن اگر ان سابقہ واقعات کے بارہ میں کوئی شبہ میرے دل میں باقی بھی ہوتا۔ تو وہ ان کی موجودہ حالت دیکھ کر بآسانی رفع ہو سکتا تھا۔ کیونکہ نہ صرف وہ دونو پہلو بہ پہلو چل رہے تھے بلکہ دفعتاً سٹوارٹ نے اس کا نازک ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر ہونٹوں سے لگایا۔ اور اپنا دوسرا ہاتھ اس کی کمر میں ڈال کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ یہ حالت دیکھ کر میں جلدی سے ایک درخت کے پیچھے چھپ گیا۔ کیونکہ میں نہ چاہتا تھا۔ کہ وہ مجھے دیکھ لیں۔ اور خیال کریں کہ میں ان کی جاسوسی کرتا پھر رہا ہوں نہ یہ بات ہی مجھ کو منظور تھی۔ کہ وہ میری موجودگی سے واقف ہو کر مجھ سے درخواست کریں کہ میں ان کے راز کو پوشیدہ رکھوں بہرحال اپنے دل میں میں اس بات کا پہلے ہی سے پختہ ارادہ کر چکا تھا۔ کہ اس واقعہ کو بالکل پوشیدہ رکھوں گا۔ کیونکہ مغرور و متکبر لیناکس دیناچرسے مقابلہ میں نادانستہ مجھ کو خلیق و ملنسار مسٹر سٹوارٹ سے اُنس ہو گیا تھا۔ علاوہ بریں میں اس حقیقت سے بھی ناآشنا نہ تھا۔ کہ عشق کسے کہتے ہیں اور اس میں کتنی زبردست کشش ہوتی ہے۔ پس گو میں غائبانہ ان سے ہمدردی کرتا اور ان کی حالت پر دل ہی دل میں رحم کرنا چاہتا تھا ہم ان کے راز کو فاش کرنا کسی حال میں مجھ کو منظور نہ تھا۔

میں اس وقت تک درخت کی اوجھل میں کھڑا رہا جتیٰ کہ گلی کے دوسرے موڑ

کے پاس وہ میری نظروں سے غائب ہوگئے اور اس کے بعد پھر ایک بار گاؤں سے ہوتا ہوا گھاٹ کی طرف چلا آیا میں ایک ایسے راز سے آگاہ ہو چکا تھا۔ جس کے بارہ میں مجھ کو پورا یقین تھا کہ والئے اوبچ متھنگلن کو اس کے متعلق ذرا بھی شبہ نہیں ہے۔ اور گو میں بدنصیب عشاق کی امداد کے لئے کچھ نہ کر سکتا تھا۔ تاہم یہ سوچکر کہ اُن کی محبت بے ثمر اور لاحاصل ہے۔ میں اُن کی حالت پر رحم محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔ کیونکہ کوئی امید اس عشق کی کامیابی کی نظر نہ آتی تھی۔ اور بالفرض وہ دونو فرار ہوکر درپردہ شادی کر لیتے تو اس صورت میں بھی یہ ایک فیصلہ شدہ امر تھا۔ کہ ایبلین کے مغرور رشتہ دار بلا تامل اس کو اپنے خاندان سے علیحدہ کر دیں گے۔ اور کسی حال میں اس سے ملنا گوارا نہ کریں گے اور گو یہ صحیح ہے کہ اس خاتون کو چند ہزار پونڈ کا ذاتی ورثہ حاصل تھا۔ تاہم مقابلہ میں مسٹر سٹوارٹ کے پاس اپنے ذہنی اوصاف کے سوا اور کوئی چیز نہ تھی اور ذہنی اوصاف جیسا کہ ہر شخص کو معلوم ہے۔ اس دنیا میں کبھی مالی ضرورتوں کو پورا کرنے کا ذریعہ ثابت نہیں ہو سکتے۔ پھر اس کے علاوہ یہ بھی میں نے سوچا۔ کہ ڈونالڈ سٹوارٹ کے متعلق جس قدر حالات مجھ کو معلوم ہیں۔ ان کی بنا پر وہ نہ صرف نیکدل اور ذکی الحس انسان ہے اور اس کے ساتھ ہی اس قدر جوش مردانگی اپنے اندر رکھتا ہے کہ وہ کسی حال میں اس نوجوان خاتون کے مستقبل کو تباہ کرنے یا اُسے اُس کے خاندان سے علیحدہ کرنے کا ذریعہ ثابت ہونے پر آمادہ نہیں ہوگا۔ یہی باعث تھا۔ کہ ان کی بے ثمر محبت کو دیکھتے ہوئے میں تہ دل سے اُن دونو کے لئے رحم محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔

اس طرح کی جوجھیل کے خارجی ساحل پر رہتا تھا۔ عادت تھی۔ کہ جب مجھ سے ملتا تو صدر مقام لندن کی "عالیشان عمارتوں" اور "ہوشربا نظاروں" کے متعلق کئی کئی طرح کے سوالات پوچھا کرتا تھا۔ چنانچہ اب بھی کشتی کھولنے سے پہلے اس نے آدھ گھنٹہ مجھ کو اسی طرح باتوں میں لگا رکھا۔ آخر کار تنگ آکر میں نے کہا۔ کہ بھائی میرے پاس

فضول گزارنے کو وقت نہیں ہے اور میں جلد از جلد دوسرے ساحل پر پہنچنا چاہتا ہوں لئے میں ایملین ویاچڑہی اس جگہ آپہنچی۔ مگر اس پہلی نظر سے ہی جو میں نے موڈ بانہ سلام کرتے ہوئے اس پر ڈالی۔ معلوم ہوگیا اس کے چہرہ کی رنگت زرد تھی اور ظاہری سکون کے پردہ میں اس کا سینہ جوش انگیز خیالات کا مرکز بنا ہوا تھا۔ اس خیال سے کہ وہ مجھ سے پہلے کشتی پر سوار ہو کے محل کی طرف رخصت ہو جائے میں ادب سے چند قدم ایک طرف ہٹ کے کھڑا ہو گیا۔ مگر اس نے اپنے فطری اخلاق سے ترنم خیز آواز میں مجھے بھی اسی کشتی میں بیٹھ جانے کی اجازت دی اور اس کے ساتھ ہی کہا کہ ایک کشتی کے دو پھیر کرانے یا ملاح کو بار بار آنے جانے کی زحمت دینے کی کیا حاجت ہے۔ جبکہ یہ کام ایک ہی پھیرے میں بڑی اچھی طرح ہو سکتا ہے۔

مگر اس کے بعد جب کشتی زبان ڈونگی کو زور سے کھیتا ہوا محل کی طرف لیجا رہا تھا اور سبک سیر کشتی کسی آبی پرندہ کی مانند سطح آب پر تیر رہی تھی۔ تو مس ویاچڑہ نے چھپی ہوئی نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے نرم آواز سے پوچھا "کیوں جوڑ ف کیا تم گاؤں سے واپس آرہے ہو؟" اور میں یہ معلوم کئے بغیر نہ رہ سکا۔ کہ بےچینی کے چھپے ہوئے آثار اس کے چہرہ پر نمودار ہونے کے لئے جدوجہد کر رہے تھے۔

"جی ہاں" میں نے جواب دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی بڑی کوشش کی کہ یہ بات کسی طرح میرے چہرہ سے ظاہر نہ ہونے پائے کہ میں اس کے راز سے کسی حد تک واقف ہو چکا ہوں "میں دراصل چھوٹی مسٹر کار کے لئے مچھلی کے کانٹے لانے گیا تھا۔"

میرا خیال ہے کہ اس جواب سے بڑی حد تک اس کا اطمینان ہو گیا۔ بہرحال اس کے بعد کشتی کے دوسرے گھاٹ پر پہنچنے تک اور کچھ گفتگو نہیں ہوئی۔ اس جگہ محل کے سامنے والے اینج متھگن اور ڈاہنی کلیک مین گھاٹ کے پاس کھڑے تھے۔

اول اللہ کہ اس طرح کی مخزیہ نظروں سے جو کسی مالک کی آنکھوں میں ہی پائی جا سکتی

ہیں۔ گرد و نواح کا منظر دیکھ رہا تھا۔ اور آخر اللہ کر جیسا اس کا معمول تھا۔ چہرہ پر آثار حماقت لئے بے مدعا نظروں سے سامنے کی طرف گھور رہا تھا۔

"میری عزیز ایمیلین" ایچ متھ کلن نے اپنی بھتیجی کو بازو کا سہارا پیش کرتے ہوئے کہا: "مجھے یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی ہے۔ کہ تم نے میری نصیحت پر عمل کر کے مدرسہ جاتے ہوئے عملہ کا ایک آدمی اپنے ساتھ لے لیا"۔ گویا اس نے مجھے ایمیلین کے ساتھ ایک ہی کشتی پر سوار دیکھ کر غلطی سے یہ سمجھا کہ میں اس کے ہمراہ گاؤں تک گیا تھا۔ اور اب وہیں سے واپس آرہا ہوں۔

"اوہ! . . . تیرا بھلا ہو!" ایمیلین نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی آگے جھک کر وہ رومال جو اس کے ہاتھ سے زمین پر گر پڑا تھا۔ میرے آگے بڑھنے سے پیشتر اٹھا لیا۔

تاہم میں نے دیکھا اس کے چہرہ پر شرم کی تیز سرخی پھیلی ہوئی تھی۔ اور اگر میرا اندازہ بالکل ہی غلط نہیں ہے۔ تو اس نے ایک عجیب طرح کی پر معنی۔ انکسار آمیز التجائی نظر میری طرف بھی ڈالی۔ جو یہ خواہش ظاہر کرتی تھی۔ کہ مجھے اس معاملہ میں دیناچہ کی غلط فہمی رفع کرنے کی کوشش نہ کرنی چاہیئے۔ میرا خیال ہے۔ نوجوان خاتون کا دل اس وقت لاتعداد اندیشوں سے پر تھا۔ اور اس کے خیالات کچھ اس طرح کی الجھن میں پڑے ہوئے تھے۔ کہ اسے قطعاً معلوم نہ تھا۔ وہ کیا کر رہی ہے یا اسے کیا کرنا چاہیئے۔

"بس بس۔ یہ طریقہ خوب ہے" ایچ متھ کلن نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "ایمیلین میں بارہا تم سے کہہ چکا ہوں۔ کہ میری بھتیجی اور میرے جانشین یعنی آئندہ ایچ متھ کلن کی ہونے والی بی بی کی حیثیت میں کبھی تم کو کسی مطلب کے لئے بھی خواہ وہ کام فیاضی اور بنی نوع انسان کی بہتری کے متعلق خود اختیاری ہی کیوں نہ ہو۔ تنہا باہر

نہ جانا چاہئے . . . "

"بالکل صحیح! بالکل ٹھیک! اس موقعہ پر ڈامنی کلیک مین نے جو اپنے آقائے نعمت کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا کہا۔

"میں اس بات سے منع نہیں کرتا کہ تم اوقات فرصت میں" ایچ تھنگلن نے اسی سلسلہ میں کہا "مدرسہ جا کر ننھے بچوں کی اخلاقی تربیت کا خیال رکھو اور دیکھو کہ بڑی استانی اپنے فرض کو کس طرح ادا کرتی ہے . . . "

"بالکل صحیح! بالکل ٹھیک! ڈامنی نے ہلاس کی ڈبیہ جیب سے نکالتے ہوئے کہا "اور اب جو میں سوچتا ہوں تو یہی الفاظ تھے جو میرے دوست بل آڈل ہیڈسکنہ گیلو گیٹ ایبرڈین نے اس موقعہ پر کہے تھے۔ جب . . . ٹھیرئیے میں سوچ لوں . . . میرے خیال میں یہ اس زمانہ کا ذکر ہے جب . . . لیکن نہیں میں تو بھول گیا۔ بالکل بھول گیا۔ اور اب پھر کسی وقت یاد کرکے بتاؤں گا۔"

"بہر حال دالئے ایچ تھنگلن کی بھتیجی کو" مسٹر ڈیناچر نے ڈامنی کی اس بے معنی تقریر کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔ "ہمیشہ اپنی موجودہ اور آئندہ حیثیت یاد رکھنی چاہئیے یعنی یہ کہ وہ موجودہ والئے ریاست کی بھتیجی اور اس کے آئندہ جانشین کی ہونے والی بی بی ہے۔ جس کے پہلو میں بیٹھ کر اسے اس عالیشان جاگیر کی حکومت میں حصہ لینا ہے۔" اور یہ کہتے ہوئے مسٹر ڈیناچر نے فخریہ انداز سے ایک گھورتی ہوئی نظر چاروں طرف ڈالی "اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ لاتعداد نوکر ہر وقت اس کی خدمت گذاری کے لئے حاضر ہیں۔ اور اگر کسی موقعہ پر وہ اپنی کنیزوں کو ساتھ لے جانا پسند نہ کرے۔ تو اس صورت میں بھی کسی مرد نوکر کا اس کے ساتھ حاضر رہنا ضروری ہے۔"

"بالکل صحیح! بالکل ٹھیک! ڈامنی نے پھر ایک بار کہا "مجھے یاد ہے۔ ایسے ہی الفاظ میں نے اس موقعہ پر اپنے دوست سالٹ کوٹ سے کہے تھے۔ جب اس نے اڈنبرگ

کی گھاس منڈی میں بیو اگلن بکسٹے کے مکان پر میرے ساتھ مل کر کھانا کھایا تھا۔ یہ اس دن کا فوکر ہے جب میں ایک پایلر پر سوار تھا۔ اور جب اس نے ٹھوکر کھائی۔ تو میں اس کے سر پر سے ہو کر گرا تھا۔ . . . نہ دم پر ہو کر . . . لیکن نہیں میرے خیال میں میں اس کے سر پر ہو کر ہی گرا تھا۔ کیونکہ اس کی دم کی طرف میری پیٹھ تھی . . . یاد نہیں وہ کیا موقعہ تھا۔ بہر حال کچھ اس طرح کے الفاظ میں نے کہے تھے۔ اور انہیں سن کر سائٹ کوٹ نے کہا تھا . . . لیکن یاد نہیں اس نے کیا کہا تھا۔ میں پھر کسی وقت یاد کر کے بتاؤں گا . . .“

”اس لئے میری عزیز ایمیلین۔“ والئے ریج متھگلن نے اپنے معمولی پرشکوہ لہجہ میں جو کسی حد تک عنایت کا پہلو لئے ہوئے تھا تقریر جاری رکھ کر کہا ”تم نے بہت اچھا کیا کہ جوزف کو ساتھ لے گئیں“۔ اور پھر میری طرف مڑ کر ”جوزف“ اس نے کہا ”یاد رکھو جب کبھی اس طرح کے موقعہ پر آپ کو باہر جانے کی حاجت ہو۔ تو ضرور ان کی خدمت میں حاضر رہا کرو۔ سمجھے؟“

اس موقعہ پر ایمیلین نے بھی منہ پھیر کر میری طرف دیکھا۔ مگر اس کے سر کی حرکت مسٹر ڈیناچر کی طرح سست اور پرشکوہ نہ تھی۔ بلکہ اس سے فکر و اضطراب ظاہر ہوتا تھا۔ اس کی خوشنما نیلی آنکھوں میں بے چینی کی تیز چمک پائی جاتی تھی۔ اور اس کے رخساروں پر سرخی کی جھلک اس طرح ظاہر و غائب ہوتی تھی جس طرح بہتی ہوئی ندی کے ساحل پر اُگے ہوئے درخت کی متحرک شاخوں کا سایہ۔ ایک دفعہ پھر میں اس حقیقت کو معلوم کئے بغیر نہ رہ سکا۔ کہ وہ نگاہ جو اس نے میری طرف ڈالی دہشت و التجا کے مشترک آثار لئے ہوئے تھی۔ جس کا اظہار سعی ضبط کے باوجود بے اختیار ہوا جاتا تھا۔ اور جس کا احساس ہی اس کے رخساروں کی رنگت کو باری باری سُرخ و پیلا کرتا تھا۔

"سرکار میں ہر طرح کی خدمت کے لئے ہر وقت حاضر رہوں گا" میں نے دانے ویج تھگلن کو جواب دیا۔" اور مس دینا پر جو حکم صادر کریں گی۔ اس کی بخوشی تعمیل کیا کروں گا۔"

اس اثنا میں ایمیلین نے پھر اپنا منہ دوسری طرف پھیر لیا تھا۔ تاہم میں نے اس عرصہ قلیل میں ہی دیکھ لیا کہ میرے اس جواب کو سن کر اب اس کے چہرہ کے آثار تشویش تشکر و اطمینان میں تبدیل ہو گئے تھے۔ گو میرا خیال ہے کہ اپنے دل میں وہ اس بات پر ضرور حیرت کرتی تھی کہ کس لئے میں نے جھوٹ بولا۔ اور کیوں صاف صاف نہ کہدیا۔ کہ میں اس موقعہ پر گاؤں میں اس کے ہمراہ نہ گیا تھا۔

" ایج تھگلن!" دفعتاً ڈامنی کلیک مین نے جو بہت کم لمبی تقریر کیا کرتا تھا اور کمتر موقعوں پر اپنی طرف سے کسی گفتگو کا آغاز کر سکتا تھا۔ کہا:" میں بارہا یہ سوچ کر حیران ہوا کرتا ہوں۔ فی الحقیقت مجھے اس سوال پر غور کرتے پندرہ سولہ برس . . . یا اس سے زیادہ . . . یا شائد کم ہو گئے ہیں۔ کہ کیوں آپ نے اب تک اپنے ایوان سے لیکر جھیل کے دوسرے ساحل تک پل تعمیر نہیں کرایا . . . ؟"

"کیا پل!" دانے ایج تھگلن نے دفعتاً چلتے چلتے ٹھیر کر انداز حیرت سے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کڑی نظروں سے ڈامنی کی طرف دیکھا:" پل!" اس نے پھر کہا:" مسٹر کلیک مین کیا تم نے کہا تھا پل؟ . . . "

" بالکل صحیح بالکل ٹھیک" حماقت مآب ڈامنی نے جس کے دماغ میں اتنا مادہ نہ تھا کہ وہ معلوم کر سکتا دانے ایج تھگلن اس کی تقریر سے کس قدر غصہ اور جوش کی حالت میں ہے۔ اپنے معمولی انداز سے جواب دیا:" واقعی اگر اس مقام پر ایک پل تیار ہو جائے۔ تو ہر شخص کے لئے آمد و رفت میں بڑی آسانی ہو اور ان کشتیوں کی روز روز کی زحمت سے ہمیشہ کے لئے نجات حاصل ہو جائے۔ اگلے دن کی بات ہے

. . . ہاں اگلے ہی دن کی بات ہے۔ میں اپنے دوست بیلی آڈل ہیڈ سکنڈ گیلوگریٹ ایبرڈین کے نام ایک خط ڈالنے جا رہا تھا۔ اور ہلاس کی ڈبیا میرے ہاتھ میں تھی کہ ہوا کا ایک تیز جھونکا آیا۔ اور جتنی ہلاس ڈبیہ میں تھی اڑ کر آنکھوں میں جا رہی . . . میرا خیال ہے وہ آنکھوں میں ہی گری تھی . . . یا شاید منہ میں گری ہو . . . بہرحال مجھے اچھی طرح یاد نہیں۔ میں عنقریب یاد کر کے بتاؤں گا . . . "

"لیکن پل! . . . پل مسٹر کلیک مینن!" مسٹر دیناچر نے تیز تر سخت لہجہ میں کہا "یہ کیا الفاظ ہیں۔ جو میں خاندان کلیک مینن آکنش کے رکن عظیم کلیک مینن کے منہ سے سنتا ہوں!"

"بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک"۔ بڈھے ڈامنی نے احمقانہ سنجیدگی سے کہا۔ اور اس بات سے قطعاً لاعلم کہ اس کے الفاظ والئے انچ مقگلن کے لئے کتنے مرچ انگیز ثابت ہوئے تھے۔ ہلاس کی ایک بڑی سی چٹکی نتھنوں میں ٹھونس لی۔

"پل! . . . مسٹر کلیک مینن!" مسٹر دیناچر نے اس شخص کے انداز سے غصہ میں بھر کر کہا۔ جس کے وقار کو بھاری صدمہ پہنچا ہو۔ "اس قطعہ آب پر پل کی تعمیر ایک ایسی بدعت ہو گی۔ جسے کوئی شخص ہائی لینڈرز کے طول و عرض میں گوارا نہیں کر سکتا۔ یاد رکھئے مسٹر کلیک مینن اگر ایسا واقعہ پیش آئے۔ تو سارا قبیلہ میرے برخلاف علم بغاوت بلند کر کے مقابلہ کے لئے آمادہ ہو جائے۔ پل۔ آپ کہتے ہیں! اس سے بہتر تھا کہ یہ کہہ دیا ہوتا ایک غبارہ لا کے رکھا جائے۔ جس میں ہر شخص سوار ہو کے جھیل کے آر پار جاتا رہے۔ یقین جانیے اس جگہ پل کی تیاری انچ کی دیرینہ روایات کو تباہ کرنے والی ثابت ہو گی۔ فی الحقیقت اسے انچ کہنا ہی غلط ہو جائے گا کیونکہ اگر ان گھاٹوں کو مسمار کر دیا۔ اور ان کشتیوں کی آمد و رفت ہٹا دی جائے۔ تو ایک سڑک . . . کھلی سڑک جھیل کے آر پار تیار ہو جائے۔ جس کے بعد میں نہیں

جانتا کہ میری عالیشان کشتی اور اُسے کھینے والے بارہ ملاحوں کا کیا حشر ہو۔"

"بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک!" ناوان ڈامنی نے اپنی بات پر اڑتے ہوئے جواب دیا۔ "تاہم خیال فرمائیے کہ اس صورت میں آپ کے اخراجات میں کتنی کمی ہو اور کس قدر زحمت سے نجات ملے مجھے یاد ہے۔ ایک دفعہ میں جب بیوہ گلن بکٹ کے مکان پر گھاس منڈی میں رہتا تھا۔ تو میں نے اس سے کہا تھا کہ اگر تم مکھن اور چار پونڈ کے حساب سے خریدا کرو۔ تو چوتھائی پونڈ خریدنے کے مقابلہ میں بڑی کفایت ہو جائے۔ . . میرا خیال ہے میں نے پونڈ ہی کہا تھا . . . یا ممکن ہے اونس کہا ہو . . ."

"اخراجات۔ مسٹر کلیک مین!" والے انچ تھگلن نے شاہانہ انداز سے جواب دیا۔ "کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ مجھے اخراجات کی ذرا بھی پرواہ ہے؟ میں والئے انچ تھگلن روپیہ کو ہاتھ کی میل اور ہر طرح کے اخراجات کو ہیچ تصور کرتا ہوں"۔ اور اس کے بعد اس بحث کو جو اس کی شان امارت سے بعید تھی۔ طول نہ دینے کے خیال سے اس نے اپنا بازو پھر ایک بار ایملین کو پیش کیا۔ اور اس طرح کے انداز شکوہ سے گویا وہ محض ایک جاگیر نہیں بلکہ سارے سکاٹ لینڈ کا مالک ہو۔ نفرت سے بالائی ہونٹ کو خم دے کر چپ چاپ اپنے محل کی طرف چلنے لگا۔

"حالانکہ میری اپنی رائے میں"۔ سادہ لوح ڈامنی نے جس کا کند دماغ ہر طرح کی فہمائش و سرزنش کے اثرات قبول کرنے سے عاجز تھا۔ سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا: "اس طرح کے پل کی تیاری آپ کی ریاست کی شان کو اور دوبالا کر دیگی دیکھئے انچ تھگلن!" اس نے مسٹر وینا چر کی سٹی ہوئی صورت کو مخاطب کرکے کہا۔ "اگر اس جگہ پل بنا ہوا ہوتا تو میں اس دن . . . اگلے روز . . . پندرہ برس پیشتر جھیل کے پانی میں غوطے کھانے سے بچ جاتا۔ جبکہ پہلے میرے ہاتھ سے ہلاس کی ڈبیہ گری اور اس کے بعد اُسے پانے کے لئے میں بھی اس میں کود گیا۔ لیکن نہیں . . .

میرے خیال میں وہ تصور کشتی یا چلانیوالے ملاح کا بھی نہیں تھا... کیونکہ یہ واقعہ جھیل کے دوسرے ساحل کے پاس پیش آیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ میں وہ لمبی چھٹی پڑھ رہا تھا جو میرے دوست لیرڈ آف ٹن ٹومس کویش ڈیل کی طرف سے آئی تھی... شائد اس کی طرف سے... یا ہیلی آوٗل ہیڈ کی طرف سے... یا ہیوہ گلن کیٹ کی طرف سے... مجھے ٹھیک یاد نہیں ہیں یاد کر کے بتاؤں گا۔ تاہم ذکر اس پل کا تھا...“

مگر دالئے ریخ متھگلن اس اثنا میں کافی دور جا چکا تھا اور جب ڈامنی کلیک مینن نے دیکھا کہ کوئی اس کی گفتگو سننے والا موجود نہیں تو اس نے بھی ملاس کی ایک بڑی سی چٹکی لیکر احمقانہ انداز سے بے مدعا سامنے کی طرف دیکھنا شروع کر دیا۔

”جوزف“ دالئے ریخ متھگلن نے تھوڑی دور جا کر میری طرف کو پیچھے مڑتے ہوئے شاہانہ انداز سے کہنا شروع کیا ”میں امید کرتا ہوں آیندہ تم اس بات کو ہمیشہ یاد رکھو گے کہ جب کبھی مس دینا چرچ گاؤں کی طرف جانا ہو تو جس طرح آج سہ پہر تم اس کے ساتھ گئے تھے اسی طرح آیندہ بھی ضرور ان کے ہمراہ جانا...“

”جی میں اس خدمت کے لئے ہر وقت تیار رہوں گا“ میں نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی میں نے ایک چھپی ہوئی نظر نوجوان خاتون کے چہرہ کی طرف ڈالی جس سے معلوم ہوا کہ اس کی بے چینی کے آثار رفتہ رفتہ حیرت میں تبدیل ہونے لگے تھے۔ اسے اس بات کا تعجب تھا کہ کیوں میں نے اس طرح کے پرسکون لہجہ میں اس کے ساتھ رہنے کے غلط واقعہ کو صحیح تسلیم کیا کیونکہ جیسا ناظرین کو یاد ہے میں گاؤں میں ہرگز ہرگز اس کے ساتھ نہ تھا بلکہ اس جگہ پہنچ کر جھیل کے ساحل پر اس کا اشارہ پا کر اس کشتی پر سوار ہوا تھا جس میں وہ بیٹھی تھی۔

”مگر اس پل کے بارہ میں“ ڈامنی کلیک مینن کی آواز پھر ایک بار سنائی دی اور جب میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ بھی ہمارے ساتھ ساتھ لڑھکتا چلا آتا تھا

”اس پل کے بارہ میں“ دالئے ریخ متھگلن نے غصہ میں بھر کر کہا ”میرا آخری فیصلہ یہ ہے کہ خواہ دنیا ادھر سے ادھر ہو جائے یا آفتاب مغرب سے نکلنے لگے وہ پل تیار نہ ہوگا۔ اس کی بجائے میں خود جھیل کے پانی کو تیر کر عبور کرنا منظور کر دوں گا اور حکم دوں گا کہ میرے ملازم

جس قدر آدمی ہیں۔ وہ سب تیر کر گذرا کریں۔ مگر پل بنوانا میں کسی حال میں منظور نہ کروں گا۔"

"بالکل صحیح بالکل ٹھیک" ڈامنی نے جلدی سے کہا "لیکن اپنے باقی ملکوکوں کو آپ ایسا کرنے پر مجبور کریں۔ تاہم مجھکو نہیں کر سکتے۔ کیونکہ مجھ میں تیرنے کی قوت اتنی ہی کم ہے جتنی۔۔ جتنی کسی پتھر میں اور اس سلسلہ میں یاد آگیا کہ ایک دفعہ میں نے جیوہ گلس مکبٹ سے کیا بات کہی تھی اس وقت سینڈی میک وہیل بھی موجود تھا۔۔۔"

لیکن میں چونکہ تیز چیتا مکان کی پشت کی طرف جا رہا تھا۔ اس لئے لائق ڈامنی کی حکائت کا باقی حصہ مجھکو سنائی نہ دے سکا گو میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ وہ اسے ہرگز مکمل نہ کر سکا ہوگا۔

اس کے بعد کئی دن گذر گئے اور مس ایمیلین گھر پر ہی رہی۔ موسم خوشگوار تھا اور ظاہرا کوئی وجہ مانع سیر و سیاحت نہ ہو سکتی تھی۔ تاہم ایمیلین کو میں نے دیکھا کہ وہ ہر وقت گھر پر ہی رہتی اور کبھی جھیل کے اس پار نہ جاتی تھی۔ میرا خیال ہے وہ اس کشمکش پیچ میں تھی کہ کیا کرے اور کہاں کرے شائد بڈ رویناچرنے سابق کی نسبت بہت زیادہ سختی سے تاکید کر دی تھی کہ وہ کبھی اکیلی باہر نہ جائے اور وہ اس حکم کی خلاف ورزی کی جرات نہ کر سکتی تھی یہی بات تھا کہ وہ ہمیشہ اندرونی جزیرہ نما کی کھلی زمین پر سیر کر چھوڑا کرتی اور گو اس جگہ بھی تقریباً تمام جھیل کی گولائی میں وہ بڑی آسانی سے کسی ایسے مقام پر ڈونالڈ سٹوارٹ سے مل سکتی تھی جہاں کوئی ان کی ملاقات دیکھنے والا نہ ہو تاہم واقعہ مذکور کے بعد ایک ہفتہ گذر گیا اور اس قسم کی کوئی ملاقات دوبارہ ان میں نہ ہوئی بعض اوقات پائیں باغ کی سیر کرتے ہوئے لینا کس اس کے پہلو میں چلتا نظر آتا لیکن الغ کی یہ صحبت ہمیشہ عارضی ہوا کرتی تھی چونکہ انہوں نے بچپن سے ایک ہی جگہ رہکر پرورش پائی تھی۔ اس لئے گو یہ ممکن ہے کہ لینا کس کے سینہ میں اس کے لئے اس طرح کی محبت ہو جو بھائی بہن میں ہوتی ہو تاہم اس کی صحبت میں اس کے لئے کسی طرح کی خاص کشش یا جدت بالکل نہ تھی۔ علاوہ بریں مجھے اس بات کا

پورا یقین ہے کہ وہ اس کی اعلیٰ خوبیوں کو سمجھنے اور ان کی قدر کرنے کا ملکہ ہی نہ رکھتا تھا۔ کیونکہ اس کی ذہانت اتنی بلند نہ تھی کہ وہ اس نازک خاتون کے اوصاف کی قدر کرتا اس ایک ہفتہ کے عرصہ میں دو تین بار مس دینا چر کے پاس سے گزرتے ہوئے میں نے اسکے انداز سے معلوم کیا کہ وہ مجھ کو مخاطب کرنا چاہتی ہے مگر وہ ایسا کرنے کی جرات نہیں کر سکی۔ پھر اس کے علاوہ یہ بھی میں نے دیکھا کہ ان ایام میں وہ عموماً افسردہ دل گرفتہ نظر آتی تھی مگر اس کی اداسی اس طرح کی نہ تھی جسے لیناکس یا مسٹر دینا چر یا بڈھا احمق ڈاسی معلوم کر سکتا تاہم وہ اداس اتنی مین اور صاف تھی۔ جسے کوئی ایسا شخص بآسانی معلوم کر سکتا تھا جو دل کی اس حالت سے واقف ہو جب اسے امید کا سہارا نہیں ہوتا اور وہ یاس میں گھر کر ملول و محزون رہتا ہے اور شائد یہی وجہ تھی کہ کم از کم میں اس اداسی کو محسوس اور معلوم کر سکتا تھا

خیر جیسا بیان کیا گیا ہے ایک ہفتہ کا عرصہ گزر گیا اور اس کے بعد ایک روز سہ پہر کو مجھے اس گول کمرہ میں حاضر ہونے کا حکم ملا جہاں والٹر رچ متھگلن اور مس دینا چر پاس ہی پاس بیٹھے تھے اور ڈاسی جیسا اس کا معمول تھا ایک کھلی کھڑکی کے پاس بیٹھا اونگھ رہا تھا مجھے دیکھکر رچ متھگلن نے کہا "جوزف مس دینا چر ایک کام کے لئے گاؤں جانا چاہتی ہیں پس میں حکم دیتا ہوں کہ تم بھی آپ کے ساتھ جاؤ کل نئی درسی کتابوں کا ایک پارسل پرتھ سے آیا تھا تم نے اسے آپ کے ساتھ لے جانا"

میں آداب بجا لا کر واپس آ گیا۔ داروغہ نے کتابوں کا ایک بنڈل میرے حوالے کر دیا اور میں مس دینا چر کی آمد کے انتظار میں ڈیوڑھی میں ٹھہر گیا۔ اس کے تھوڑی دیر بعد وہ آ پہنچی اور گھاٹ کے پاس جا کر ہم دونوں آگے پیچھے کشتی پر سوار ہوئے کسی طرح کا بے جا تکبر اس خاتون میں بالکل نہ تھا چنانچہ اب بھی کشتی پر سوار ہونے کے بعد اپنے معمولی پر اخلاق لہجہ میں اس نے منظر کی دلفریبی اور موسم کی عمدگی کے بارہ میں چند الفاظ کہے جن کے میں نے رسمی جوابات دیئے تاہم ایسا کرتے ہوئے جب مجھے اس سے چار آنکھیں کرنے کا اتفاق ہوا۔ تو میں نے دیکھا

غیر ضرور ہے کہ گذشتہ بات کی طرح اس موقعہ پر بھی وہ مجھ سے کچھ کہنے کی خواہش رکھتی تھی مگر الفاظ ہر دفعہ نوکِ زبان پر آکر رہ جاتے تھے۔ اس سے کم از کم یہ بات معلوم ہو گئی کہ وہ کسی نا معلوم وجہ سے مضطرب اور بے چین ہے اس کی اداسی رنج کی حالت تک پہنچی ہوئی تھی جس کا باعث میرے لئے جو اس کے رازِ عظیم سے واقف تھا معلوم کر لینا بہت مشکل نہ تھا یہی وجہ تھی کہ میں اس کی نگاہ کے ان گہرے اسرار کو باسانی سمجھ سکتا تھا جن کو دریافت کرنا کسی دوسرے آدمی کے لئے غیر ممکن ہوتا۔

خیر ہم دریا کے گھاٹ پر پہنچکر کشتی سے اترے اور گاؤں کی طرف روانہ ہوئے مس ایمیلین آگے آگے چل رہی تھی اور میں اس کے پیچھے مودبانہ فاصلہ پر کتابوں کا پارسل بغل میں دابے چلا جاتا تھا۔ ایک بار میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک اور کشتی محل کے گھاٹ سے رخصت ہو کر خشکی کی طرف آرہی تھی میں نے دور سے پہچانا کہ نوجوان معظم ڈونالڈ سٹوارٹ اس میں سوار تھا۔ ایمیلین نے بھی پیچھے کی طرف نظر ڈالی مگر فوراً منہ پھیر لیا اور شدت اضطراب میں آگے کی طرف تیز تر چلنے لگی۔ غریب لڑکی میں بخوبی سمجھ سکتا تھا کہ اس کے دل میں کیا خیالات گذر رہے ہیں۔ یقیناً وہ یہ سوچتی تھی کہ اگر میں اس وقت تنہا ہوتی تو اپنے عاشق جانباز سے باسانی مل لیتی لیکن میں اس کے ساتھ تھا اور وہ اپنے جی میں شاید یہ سوچکر ڈر رہی تھی کہ ممکن ہے اس کے اشارتاً کچھ کہنے کے باوجود میں اس کا ساتھ چھوڑنا منظور نہ کروں۔

ہم جب مدرسہ کے پاس پہنچے تو طالب العلم لڑکیوں میں سے ایک دوڑتی ہوئی آئی اور کتابوں کا بنڈل میرے ہاتھ سے لیکر پھر مدرسہ کے اندر چلی گئی۔ اس وقت میں نے ادب سے سلام کرتے ہوئے بڑی پُرسکون آواز میں مس دینا چرسٹ کہا "بانو اب آپ حکم دیں کہ مجھے کس وقت واپسی کے لئے گھاٹ پر حاضر رہنا چاہئے؟"

ان الفاظ کو سنکر ایمیلین کے چہرہ پر حیرت کے آثار پیدا ہو گئے اس کے رخسار

پر سرخی کی چمک پھیل گئی اور میرا خیال ہے کہ وہ اپنے دل میں اچھی طرح سمجھ گئی کہ میں جانتا ہوں۔ اس کی اپنی خواہش مجھے واپس بھیج دینے کی ہے۔ اس کے بعد دفعتاً اس کے چہرہ کی رنگت پیلی پڑ گئی اور وہ نمایاں طور پر کانپ کر تھرائی ہوئی آواز سے بولی۔

"جوزف کیوں تم یہ سوال پوچھتے ہو؟"

"محض اس لئے بانو" میں نے چہرہ کے آثار سے کوئی بات ظاہر نہ کرتے ہوئے جواب دیا "کہ میرا خیال ہے شائد آپ تھوڑی دیر کے لئے بیماروں اور محتاجوں سے ملنے کے لئے جانا چاہتی ہوں۔ اس طرح کے موقعہ پر یقیناً آپ کو میری حفاظت کی ضرورت نہ ہوگی"

اس نے تھوڑی دیر گھورتی ہوئی نظروں سے میری طرف دیکھا اور اس کی خوشنما نیلی آنکھوں میں ایک نئی طرح کی چمک پیدا ہوگئی۔ اس کے بعد اس نے نمایاں کوشش سے کام لیکر کہا "جوزف تم کو یاد ہوگا کہ اس روز مسٹر دیناچرنے تین چار دفعہ اس قسم کے الفاظ تم سے کہے تھے جن سے پایا جاتا تھا کہ تم اس دن میرے ساتھ ہی ساتھ رہے تھے حالانکہ ایسا نہیں تھا پس کیا وجہ تھی کہ تم نے . . ." وہ کہتے کہتے رکی اور شرما گئی . . . کیوں تم نے صاف صاف نہ کہہ دیا کہ میں ان کے ساتھ نہیں تھا؟

"بانو محض اس لئے" میں نے بلا تامل جواب دیا "کہ آقا کی اپنی خواہش یہ تھی کہ میں آپ کے ساتھ رہوں اور میں کوئی ایسی بات کہنا نہ چاہتا تھا جو ان کے خلاف منشا ہو کر باعث رنج ثابت ہو"

ایک مرتبہ پھر اس نے تیز متجسس نظروں سے میری طرف دیکھا پھر دفعتاً شرمائی اور کانپنے لگی شائد وہ اس خیال سے ڈرتی تھی کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں یا میرے جوابات فرضی ہیں لیکن اس کے بعد یکایک تمکنت و وقار کا لہجہ اختیار کر کے اس نے کہا "بہت اچھا تم ایک گھنٹہ کے لئے جا سکتے ہو اس کے بعد گھاٹ پر میرا انتظار کرنا"

میں نے جھک کر سلام کیا اور ظاہرا بے پروائی سے ایک طرف کو چلنے لگا۔ جس کے بعد

مس دینا چرچ مدرسہ میں داخل ہوگئی اور میں احتیاطاً ایک ایسے مقام کی طرف ہو لیا۔ جو اس گلی سے دور تھا۔ جہاں عشاق ایک دوسرے سے ملا کرتے تھے کیونکہ ان کی ملاقات کو خفیہ طور پر دیکھنا کسی حال میں مجھکو منظور نہ تھا۔ بعد ازاں گاؤں کے بازار سے ہوتا ہوا میں جھیل کی طرف چل دیا اور اس کے ساحل پر تفریحاً ٹہلتا قریباً ایک میل آگے نکل گیا اس کے بعد جب میرے خیال میں کافی وقت گذر گیا تھا۔ تو میں پھر گھاٹ کی طرف مڑا لیکن قریب جاکر دیکھا تو معلوم ہوا کہ کوئی شخص تیز چلتا میری طرف کو آرہا ہے اور جب وہ بالکل پاس آگیا تو دیکھا کہ لینا کس دینا چرچ ہے! "آہ جوزف" اس نے مجھے دیکھکر بیتابانہ پوچھا "تم کدھر پھر رہے ہو اور مس دینا چرچ کہاں ہے؟"

"سرکار وہ مدرسہ میں ہیں" میں نے دلیری سے جواب دیا گو اپنے جی میں میں اس حقیقت سے پوری طرح واقف تھا کہ وہ اپنے عاشق جانباز کے ہمراہ کسی اور ہی مقام پر سیر کرتی پھر رہی ہے۔

"اچھا تو دوڑ کے جاؤ" لینا کس نے حکم دیا "اور مس دینا چرچ سے کہو کہ ان کی عدم حاضری میں بہت سے مہمان گھر میں آئے ہیں۔۔ یا ٹھہرو میں خود جاتا ہوں میں اس کام کو تم سے بہتر کر سکوں گا"

اور اس سے پہلے کہ میں کچھ کہتا وہ تیزی رفتار سے گاؤں کی طرف چلنے لگا میں حیران و ششدر کھڑا سوچ رہا تھا کہ اب کیا کرنا چاہیئے ایک بار جی میں آئی کہ گلی میں جاکر ایملین کو خطرہ سے آگاہ کر دوں لیکن پھر سوچا کہ اس سے انکو اور مسٹر سٹوارٹ دونوں کو معلوم ہو جائیگا کہ میں ان کی خفیہ ملاقاتوں کے راز سے واقف ہوں جس کے بعد ممکن ہے وہ مجھے جاسوس تصور کریں لیکن دوسری جانب یہ خیال بھی سوہان روح تھا کہ اگر لینا کس ایملین کو تلاش کرتا اس جگہ جا پہنچا اور اس نے ان دونوں کو یکجا دیکھ لیا تو پھر۔۔ خدا کو ہی بہتر معلوم تھا کہ کیا ہوگا۔ تھوڑی دیر میں اسی شش و پنج میں کھڑا رہا اس کے بعد کوئی چارہ کار نہ دیکھکر

محض اس امید پر کہ شاید واقعات خود بخود روبہ اصلاح ہو جائیں اس خیال سے گاؤں کی طرف ہو لیا کہ ممکن ہے میری موجودگی کسی طریقے پرس ایملین کے لئے فائدہ مند ثابت ہو جس وقت مدرسہ کے پاس پہنچا تو لیناکس تیز چلتا باہر آرہا تھا اور گو اس وقت تک کسی طرح کا شبہ اپنی چچا زاد بہن کے برخلاف اس کے دل میں نہیں تھا تاہم مجھے دیکھ کر اس نے مضطربانہ کہا "جوزف مس دیاچراس جگہ نہیں ہیں اور مجھ کو بتایا گیا ہے کہ وہ صرف چند منٹ اس جگہ ٹھہری تھیں انہیں اس جگہ سے رخصت ہوئے قریباً پون گھنٹہ گذر چکا ہے"۔

"سرکار ان کا ارادہ خیرات کے سلسلہ میں بعض محتاجوں کے مکانوں پر جانے کا تھا" میں نے جواب دیا "اور میں ان کی واپسی کے انتظار میں گھاٹ پہ کھڑا تھا"

"اوہ کتنی پریشانی!" لیناکس نے بے چین ہو کر کہا "گھر میں مہمان آئے بیٹھے ہیں اور ایملین کا کچھ پتہ نہیں آہ... وہ سامنے سے آتی ہے"۔

اور اس وقت میں نے بھی دیکھا کہ سچ مچ ایملین گلی سے نکل کر مدرسہ کی طرف آرہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی یہ سوچ کر خوف کی تھرتھری میرے بدن میں پیدا ہوگئی کہ اگر مسٹر سٹوارٹ بھی اس کے ساتھ ہو تو... کیا ہوگا؟ لیناکس تیز چلتا اس کے پاس گیا لیکن میں جس جگہ کھڑا تھا وہیں انتظار کرتا رہا۔ ایملین نے بھائی کے بازو کا سہارا لے لیا اور لیناکس نے پرزور اشارہ کے ساتھ اس سے کچھ کہنا شروع کیا۔ ابتدائی الفاظ تو فاصلہ کی دوری سے میرے کانوں میں نہ آسکے تاہم وہ جب پاس آگئے تو میں نے لیناکس کی تقریر کا آخری حصہ سنا وہ کہہ رہا تھا۔

"کوئی تیرہ چودہ آدمی گراہم اور کیمبل والوں کے سب کے سب آئے بیٹھے ہیں اور وہ بھی اس وقت جب تم گھر سے باہر تھیں۔ میرے خدا کس قدر حیرانی!... لیکن ایملین یہ بتاؤ تم اس وقت کہاں سے آئی ہو اور اس گلی میں کیا کرنے گئی تھیں؛ جہاں تک مجھکو معلوم ہے اس سمت میں قریباً دو میل فاصلہ تک کوئی ایک بھی گھر آباد نہیں"۔

"آہ تم کہتے ہو گراہم اور کیمبل والوں کے تیرہ چودہ آدمی آگئے!" ایملین نے سخت

پریشانی کے عالم میں بدحواس ہو کر کہا حالانکہ اس بدحواسی اور اضطراب کی اصلی وجہ ان لوگوں کی آمد نہیں بلکہ کچھ اور تھی جس کو گو میں بہتر سمجھ سکتا تھا تاہم اس کا صحیح حال اس کے ہمزاد بھائی کو بالکل معلوم نہ تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے ایک اس طرح کی نظر میری طرف ڈالی جو زبان حال سے کہہ رہی تھی کہ میں تمہاری باتوں اور طریقوں کو بالکل نہیں سمجھ سکتی۔

"ہاں۔ ہاں۔ وہ سب اس وقت قلعہ میں موجود ہیں"۔ لیناکس نے جو اپنی دھن میں مست تھا کہا "اور جیسا کہ میں نے ابھی تم سے بیان کیا ہے۔ جب سے مجھے اس لڑکے جوزف کی زبانی معلوم ہوا کہ تم مدرسہ سے رخصت ہو کر بعض شخصوں سے ملنے گئی ہو تو میں سخت بے چین ہو گیا کیونکہ اندیشہ تھا شاید تمہاری تلاش میں دقت کا سامنا ہو تاہم اچھا ہوا تم مل گئیں ... لیکن پیاری ایمیلین یہ بتاؤ تم اس وقت کہاں سے آئی ہو؟"

"مگر ہم اور کیمبل والوں کا ہر ایک آدمی ..." خاتون نے لیناکس کے آخری استفسار کو قصداً نظر انداز کرتے کہا "خدا کرے عمو خفا نہ ہوں ... لیکن نہیں میں امید کرتی ہوں وہ ناراض نہ ہونگے کیونکہ انہی کے حکم سے میں آج سہ پہر مدرسہ میں آئی تھی"

گھاٹ کی طرف چلتے ہوئے ان دونوں میں اسی طرح باتیں ہوتی رہیں۔ میں قصداً چند قدم پیچھے رہ گیا تھا۔ گو اس حالت میں بھی ان کی گفتگو کی آواز برابر میرے کانوں میں آ رہی تھی لیناکس نے اس کے بعد بھی تین چار بار ایمیلین سے پوچھا کہ وہ مدرسہ سے رخصت ہو کر کہاں گئی تھی لیکن وہ ہر بار اس ذکر کو ٹالتی رہی۔ اس خاموشی کی مصلحت کو میں اچھی طرح سمجھتا تھا یعنی ایک طرف وہ جھوٹ بولنا بھی نہ چاہتی تھی اور دوسری جانب اظہار حقیقت بھی غیر ممکن تھا۔ بارے ہم لوگ ملاح کی جھونپڑی کے پاس پہنچ گئے اس کے بعد جب لیناکس اس خاتون کو سہارا دیکر کشتی پر سوار کرا رہا تھا اور میں ان دونوں کے آخر میں سوار ہونے کے لئے پاس کھڑا تھا تو اول الذکر نے کسی فوری خیال کے زیر اثر جلدی سے پھر ایکبار کہا "ایمیلین میں کئی بار پوچھ چکا ہوں کہ تم کہاں گئی ہوئی تھیں مگر افسوس تم نے اب تک میرے اس سوال کا جواب

نہیں دیا۔"

"میں ... سیر کرنے گئی تھی۔" ایسلین نے رومال ہاتھ سے گراتے اور اس کو پکڑنے کے لئے آگے کی طرف جھکتے ہوئے کہا جو (میرے خیال میں بیان کرنے کی حاجت نہیں) مبتلائے عشق یا الجھن میں پھنسی ہوئی نوجوان عورتوں کے لئے اپنا اضطراب چھپانے کا سہل ترین طریقہ ہے۔

"لیکن آپ اگر سیر کرنے گئی تھیں تو او مردک میں تجھ سے دریافت کرنا چاہتا ہوں" اب دفعتاً اس نے جھنجھلا کر میری طرف مڑتے ہوئے کہا "تو کیوں پیچھے رہ گیا تھا؟ کیا تجھکو حکم نہ دیا گیا تھا کہ ہر وقت آپ کے ساتھ رہنا؟ کیا والد کی طرف سے اس بارہ میں سخت ترین احکام صادر نہ کئے گئے تھے؟"

"سرکار میں اپنی خطا ماننے پر مجبور ہوں" میں نے انداز ندامت سے گردن جھکا کر جواب دیا "سہو بے شک میرا ہے میں رستہ میں ایک دکان کے سامنے ٹھہر گیا تھا اور جب اس کے بعد دیکھا تو آپ چونکہ آس پاس نظر نہ آئیں اس لئے میں یہ نہ جانتے ہوئے کہ آپ کدھر جانا چاہتی ہیں ..."

"بس خاموش! میں اس بکواس کو سننے کے لئے تیار نہیں ہوں" لیناکس نے کڑی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا "آج کی خطا سے میں درگذر کرتا ہوں لیکن آیندہ کے لئے یاد رکھ اگر کبھی تو نے آپ کی خدمت سے غفلت کی یا دکانوں کے سامنے کھڑے ہو کر وقت ضائع کیا تو میں بلا تنبیہ فوراً موقوف کر دوں گا۔"

"لیناکس ... !" ایسلین نے حیرت آمیز نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا اور میں نے اس کے چہرہ کے آثار سے معلوم کیا کہ وہ نہ صرف میرے ناقابل فہم طرز عمل سے متعجب ہے بلکہ اس کے ساتھ اس لحاظ سے شکر گذار بھی ہے کہ میں نے اپنے آپ کو سرزنش کے لئے پیش کر کے اس کو ہر طرح کی مشکلات سے نجات دلا دی۔ "لیناکس کتنی سختی تم غریب

جو لوٹ پاکر رہے ہو۔۔۔!"

"سختی، ہیلین!" اس کے منگیتر نے تکبر آمیز حیرت کے ساتھ کہا "کیا اس رذیل نوکر کو جو احکام کی خلاف ورزی کرے فہمائش کرنا سختی ہے؟" اور اس کے بعد اس نے اپنے ہاتھ سے کچھ اس طرح کا اشارہ کیا گویا اس نوکر کو طول دینا شان امارت سے بعید تصور کرتا تھا۔

پار کے کشتی دوسرے گھاٹ پر پہنچی اور وہ دونوں آگے میں بیٹھے۔ اس طرح ہم بڑی ڈیوڑھی کی طرف روانہ ہوئے مگر جس وقت مس دینا چراندر جانے کے لیے سیڑھیوں پر چڑھ رہی تھی تو اس نے ایک بار پیچھے مڑ کر میری طرف دیکھا اور آنکھوں ہی آنکھوں میں اظہار ممنونیت کیا۔ بہر حال وہ ایک اس طرح کا رسمی اشارہ تھا جس کا صحیح مطلب میں ہی بہتر سمجھ سکتا تھا اور جس شخص کو اصل حقیقت معلوم نہ ہو اس کی نظروں میں وہ ایک اس طرح کا معمولی اشارہ تھا جس کی تہ میں کوئی خاص معنی پوشیدہ نہ ہو سکتے تھے یعنی ایک ایسا اشارہ جس کے ذریعے وہ محض اس نے میرا شکریہ ادا کرتی تھی کہ میں اس کے ساتھ گاؤں تک گیا تھا۔

پھر آیندہ مہمان جمع ہوئے اور پھر وہی عیش و طرب کے جلسے منعقد ہونے لگے۔ اس سلسلہ میں کچھ مس ہیلین کو کئی دن تک گاؤں کے مدرسے میں جانے کی فرصت نہ مل سکی۔ ان ایام میں ہر طرف عیش و نشاط کا دور تھا۔ کچھ لوگ گھوڑوں پر سوار ہو کر سیر کرنے چلے جاتے اور کچھ ماہی گیری کرتے تھے کشتیوں کی دوڑیں ہوتیں اور رات کو حسب قاعدہ پرتکلف کھانوں کے بعد رقص کے جلسے منعقد ہوا کرتے تھے۔ نئے دن نئے نئے مہمان وارد ہوتے رہتے تھے۔ حتیٰ کہ ایک روز تو ان کی تعداد دو درجن کے قریب ہو گئی تھی۔ ظاہر ہے کہ یہ لوگ چونکہ اپنے ساتھ اپنے ذاتی نوکر لایا کرتے تھے اس لیے ہم لوگوں کو جو ایج منٹگمن کے ملازم تھے مہمانوں کی کثرت سے کسی طرح کی دقت کا سامنا نہ ہوتا تھا اور شاگرد پیشے میں سب لوگ اتنے ہی مطمئن اور مسرور تھے جتنے عالی قدر مہمان مذہب کمروں میں۔ آخر کار مہمانوں کی رخصت کے ایام

قریب آئے اور کوئی پندرہ دن کے عرصہ میں پھر ایک بار ایچ منھگلن میں وہی دور سکون قائم ہوگیا۔ اس جگہ یہ بات قابل ذکر ہے کہ کشتی کے اس واقعہ خوشگوار کے بعد جس کا ذکر پیشتر کیا جا چکا ہے شروع میں چند روز مسٹر لینیاکس کا سلوک اسی طرح کی سختی اور تکبر کا پہلو لئے ہوئے تھا۔ جسے کسی حال میں نظر انداز نہ کیا جا سکتا تھا چنانچہ ان ایام میں جب کبھی اس کو مجھے کسی کام کے لئے کہنا یا کسی اور سلسلہ میں مجکو مخاطب کرنا ہو تو اس کا انداز وہی ہوتا تھا جیسا کسی مالک کا اپنے زرخرید غلام سے ہوسکتا ہے اور میں سچ عرض کرتا ہوں کہ یہ محض ان حالات مخصوص کی وجہ سے تھا جن میں مجھے اس کا نشانہ عتاب بننا پڑا کہ میں نے اس کی ہر ایک سختی کو سرسری سمجھ کے نظر انداز کردیا ورنہ اگر معاملہ فقط میری ذات کے لئے ہوتا تو میں کبھی ترک ملازمت سے دریغ نہ کرتا لیکن بعض خاص باتیں تھیں جن کو پیش نظر رکھکر میں ایسا کرنے سے باز رہا۔ ایک تو یہ کہ میں اپنے کسی فعل سے مسٹر لینیاکس کے ذہن میں اس سہپہر کے واقعات کی یاد تازہ کرنا نہ چاہتا تھا جو غریب ایملین کے لئے اسقدر آزمایش طلب تھی۔ دوسرے یہ بھی مجکو معلوم تھا کہ اس کی سختی عارضی اور وقتی ہے ورنہ اس کے دل میں کوئی برائی بالکل نہیں اور واقعی عملی طور پر اس کی یہ سختی رفتہ رفتہ زائل ہوتی گئی۔ تیسری بڑی بات جو مجھے ترک ملازمت سے روکنے کا باعث ثابت ہوئی یہ تھی کہ میں اس نوکری سے ہر طرح مطمئن تھا نیز میں اس بازی عشق کا انجام دیکھنے کی خواہش رکھتا تھا جس میں حالات نے نادانستہ مجکو شریک کیا تھا چنانچہ بارہا میں سوچا کرتا کہ ممکن ہے کبھی اس طرح کے واقعات پیش آئیں جب میری موجودگی عاشق و معشوق کی امداد کا ذریعہ ثابت ہو۔ ڈونالڈ سٹوارٹ کے لئے میرے دل میں گہری عقیدت پیدا ہوچکی تھی اور وہ بھی جب کبھی مجھ سے ملتا تو بڑی نرمی سے پیش آتا تھا۔ کشتی کے آخری واقعہ کے بعد بارہا میں نے دیکھا کہ ایملین کی طرح وہ بھی اپنے طور پر کوئی بات مجھسے کہنا چاہتا ہے مگر کہنے کی جرات نہیں کرسکتا۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ میں والئے ایچ منھگلن کے خادم خاص کیمرن سے باتیں کررہا تھا کہ دفعتاً اس نے پراسرار لہجہ میں مجھ سے کہا " اس گفتگو سے جو میں نے آج صبح مالک کی

ربانی سنی تھی پایا جاتا ہے کہ مسٹر لیناکس اور مس ایملین کی شادی کی رسم عنقریب ادا ہو جائیگی"۔

"کیا واقعی؟" میں نے اس معاملہ کو جس سے باطن میں مجھے گہری دلچسپی تھی۔ سرسری ظاہر کر کے نظر انداز کرتے ہوئے کہا اور کیا یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ یہ رسم کب تک ادا ہونے والی ہے؟"

"بڑے دنوں سے پہلے" کیمرن نے جواب دیا۔

" اوہ۔ بڑے دنوں کی آمد میں ابھی کئی مہینے باقی ہیں!" میں نے اس اطلاع سے دل ہی دل میں کسی قدر خوش ہو کر کہا کیونکہ مجھکو خیال آیا کہ اس سات ماہ کے عرصہ میں جو بڑے دنوں میں باقی تھا کئی واقعات ایسے پیش آ سکتے ہیں جن سے ممکن ہے حالات میں انقلاب پیدا ہو جائے۔ گو اس کے ساتھ میں اس حقیقت کو بھی نظر انداز نہ کر سکتا تھا کہ مسٹر سٹوارٹ اور ایملین کی ظاہری حیثیتوں کے اختلاف کو دیکھتے ہوئے ان کے تعلقات کے بہتر صورت اختیار کرنے کی بہت ہی کم امید ہے۔

" ہاں یاد آ گیا" کیمرن نے ایک اور ذکر چھیڑتے ہوئے کہا " آج میں نے پرقد شا ہر کے ایک اخبار میں یہ خبر پڑھی تھی کہ کیمرن ڈیل والے مقدمہ کی پیشی اس سال پھر ہو گی اور مرتہنوں کو اس بات کا پورا یقین ہے کہ وہ جیت جائیں گے سچ کہنا یہ فتح کتنی مبارک ہو گی؟"

" مبارک!" میں نے دبے ہوئے جوش کی حالت میں کہا "کیا مطلب ۔ ۔ ۔ ؟"

"مطلب یہ ہے کہ اگر وہ لوگ جن کے پاس کیمرن ڈیل کی جاگیر گرو رکھی گئی تھی۔ واقعی کامیاب ہو گئے اور انہیں ریاست کا قبضہ مل گیا تو پھر وہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے فروخت کر دیں گے اور اس موقعہ پر ہمارے مالک بھی چند ہزار ایکڑ اراضی اپنی جائداد میں شامل کرنے کے موقعہ کو ہاتھ سے نہ دیں گے خیال کرو جوزف" کیمرن نے جو ہر چند ارچ متھگلن کا ایک معمولی ملازم تھا تاہم اپنے دل میں اتنا ہی جوش طرفداری رکھتا تھا جتنا کسی برابر کے حصہ دار کو ہو سکتا ہے "خیال کرو ہمارے مالک کو اس سرزمین پر قدم رکھکر کتنی خوشی ہو گی جو لا تعداد صدیوں سے ان کے دشمن جانی کے قبضہ میں چلی آتی تھی"۔

"کیمرن اگر انصاف کی پوچھتے ہو" میں نے اس موقعہ پر صدق دل سے جواب دیا " تو مجھے

اس معاملہ میں مسرت و اطمینان کا کوئی پہلو نظر نہیں آتا۔ اس طرح کی نسلی عداوتیں میرے لئے بعید از فہم ہیں فرض کرو تمہارے باپ کا میرے باپ سے کوئی جھگڑا ہوتا تو کیا اس سے یہ لازم آتا ہے کہ ہم بھی ایک دوسرے کے دشمن بنے رہیں اور اس دیرینہ عداوت کو جاری رکھیں "!

شروع میں میرے الفاظ سے کیمرن کے چہرہ پر غصہ اور جوش کی سرخی پھیلی تھی لیکن اس کا جوش رفتہ رفتہ زائل ہونے لگی اور اس نے کسی قدر اضطراب اور کسی قدر حقارت کے لہجہ میں کہا۔

"میں بھول گیا تھا کہ تم انگریز ہو اور ہمارے ملک کے رسم و رواج کو بالکل نہیں سمجھ سکتے "!

" معاف کرنا کیمرن میں اس ملک کے رسم و رواج کو اچھی طرح سمجھتا ہوں اور بعض پہلوؤں سے ان کی قدر بھی کرتا ہوں" میں نے جواب دیا " تاہم میں اس حد انتہا تک جانا منظور نہیں کر سکتا ۔ ۔ ۔"

اس موقعہ پر میں نے دیکھا کہ خود والئے ارچ متھگلن اس مقام کی طرف آرہے تھے جہاں میں اور کیمرن سے باتیں کرتا تھا اور جہاں سے ایوان بالکل قریب تھا۔ سن رسیدہ ڈامنی حسب معمول ان کے ساتھ تھا اور اپنے آقائے نعمت کی پشت پر دھری لڑھکتی ہوئی چال سے چل رہا تھا میں نے کبھی اس کو ارچ متھگلن کے پہلو میں برابر کھڑا ہو کر چلتے نہیں دیکھا چنانچہ اب بھی مسٹر دینا چہر کی دراز قد وجیہہ صورت کی پشت پر ڈامنی کی ٹھگنی فربہ قامت اور سرخ چہرہ کو دیکھ کر عجیب طرح کا مضحک نظارہ پیدا ہوتا تھا۔

" جوزف" ارچ متھگلن نے مجھ سے کہا " ادھر آؤ میں ایک بات تم سے کہنا چاہتا ہوں "! اور یہ کہتے ہوئے اس نے مجھے اشارہ سے اپنی طرف بلایا اور کیمرن تیز تیز مکان کی طرف رخصت ہو گیا والئے ارچ متھگلن تھوڑی دیر چپ چاپ گہری فکر میں آگے آگے چلتا رہا ڈامنی اس سے دو قدم پیچھے گیند کی طرح لڑھکتا چلا جاتا تھا اور میں ان دونوں کے آخر میں مودبانہ فاصلہ پر چلتا تھا۔

یکایک ارچ متھگلن چلتے چلتے ٹھہر گیا معلوم ہوتا تھا وہ جس سوال کے مختلف پہلوؤں کو سوچ رہا تھا اس کے بارہ میں کوئی خاص فیصلہ اس نے اپنے جی میں قائم کر لیا ہے۔ چنانچہ " جوزف" اس نے کہنا شروع کیا " میں ایک ایسا فرض تمہارے سپرد کرتا ہوں جس میں تھوڑی سی تدبیر اور حکمت عملی

کی ضرورت ہے تاہم میرا خیال ہے کہ تم اس کو بوجہ احسن پورا کر لوگے اول اس لئے کہ تم میرے خیال میں ایک حد تک ذہین ہو۔" مسٹر ڈیاچر کی عادت تھی۔ وہ کبھی کسی شخص یا کسی چیز کی پوری تعریف نہ کرتا تھا بجز اپنی ذاتی شان و شوکت یا اپنے متعلقین کے اوصاف کے باقی ہر ایک چیز کے متعلق اس کی تعریف ہمیشہ جزوی ہوا کرتی تھی" "دوم اس لئے بھی" اس نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا "کہ تم انگریز ہو اور جو حالات میں تحقیق کرانا چاہتا ہوں تم اگر ان کے متعلق استفسار کرو تو کسی کے دل میں شبہ پیدا نہ ہوگا کہ تم میری طرف سے کوئی بات پوچھ رہے ہو۔"

"بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک!" ڈاسی نے ہاتھ کی بڑی سی چٹکی لیتے ہوئے کہا "مجھ کو اچھی طرح یاد ہے کہ ایک بار ... میرے خیال میں بیس سال کا عرصہ گزرا ... میں کاک برنزپاتھ میں اپنے دوست پادری مکل لوز کے ہاں ٹھہرا ہوا تھا کہ ..."

"غرض جو میں تمہارے ذمہ ڈالنا چاہتا ہوں یہ ہے" وائے ارچ مینگلن نے ڈاسی کی شخصیت اور اس کی حکایت کو یکساں نظر انداز کرتے ہوئے کہا "کہ تم سادہ کپڑے پہنکر اصطبل سے ایک گھوڑا لو اور اب چپ چاپ سیدھے کیبرن ڈیل جاؤ ..."

"یہ جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں ٹھیک ہے" ڈاسی نے پہلی مرتبہ اپنے تکیہ کلام کو نظر انداز کر کے کہا "لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس لڑکے کو کیبرن ڈیل کا راستہ بھی معلوم ہے؟"

"جی ہاں مجھ کو معلوم ہے" میں نے جواب دیا "پرسوں اس طرف کو آتے ہوئے میں اسی راہ سے گزرا تھا۔"

"بہت خوب" وائے ارچ مینگلن نے کہا "پس میں چاہتا ہوں تم موضع کیبرن ڈیل جا کر چھوٹی سی سرائے میں جو کیبرن ڈیل آرمز کے نام سے مشہور ہے قیام کرو اور ہاں ... اس سلسلہ میں ایک بات اور بھی تم سے کہہ دینا چاہتا ہوں جو یہ ہے کہ گاؤں میں داخل ہونے سے پہلے تم اگر اس کے گرد آدھا چکر کاٹ کر اس سڑک پر چلنے لگو جو پرتھ شائر سے آتی ہے تو زیادہ بہتر ہوگا کیونکہ اس صورت میں سراغرساں یا اس کے آدمی یہ سمجھیں گے کہ تم اس طرف سے آئے ہو اپنے

بارہ میں اگر کوئی تم سے پوچھے تو کہہ دینا کہ میں اس ملک میں سیر و تفریح کے لئے آیا ہوں اور ان اطراف کے مناظر دیکھنے کے لئے ایک دو روز یہاں ٹھہروں گا . . . خیر تو سرائے میں قیام کرنے کے بعد جب موقعہ تم نے ایوان کیرنڈیل میں جانا اور جو لوگ اس کے محافظ ہیں ان سے مکر یہ معلوم کرنے کی کوشش کرنا کہ اس جائیداد کے متعلق ان لوگوں کا کیا ارادہ ہے جو عنقریب اس پر قبضہ کرنے والے ہیں شاید تم کو معلوم نہ ہو لیکن واقعہ ہیں ریاست کیرن ڈیل کے متعلق ایک مدت سے مقدمہ چل رہا ہے . . .''

''سرکار اس کا حال بھی میں پیشتر سن چکا ہوں'' میں نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا گو میں نے یہ بیان کرنے کی حاجت نہ سمجھی کہ وہ حالات کیونکر مجھ کو معلوم ہوئے تھے۔

''بس یہ اور بھی اچھا ہے'' والٹے ایچ متھکلسن نے خوش ہو کر کہا اور اس کے بعد انداز تکبر سے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا ''مجھکو پورا یقین ہے کہ جس قدر آدمی میرے ہاں ملازم ہیں وہ ضرور اس مقدمہ کی رفتار سے دلچسپی لیتے ہوں گے کیونکہ مرتہنوں کی کامیابی کی صورت میں میرے لئے چند ہزار ایکڑ اراضی اپنی ریاست میں شامل کر لینا سہل ہوگا۔''

''بالکل صحیح بالکل ٹھیک'' ڈامنی نے اس موقعہ پر پھر کہا ''مجھکو اچھی طرح یاد ہے جب لینگ بنیر قصاب کا مکان جو بیوہ گلن بکٹ کے مکان سے ملحق تھا برسات میں گر گیا تو میں نے اسکو . . . میرا مطلب ہے بیوہ گلن بکٹ کو مشورہ دیا تھا کہ تمہارے لئے اپنی عمارت کی توسیع کا یہ نہایت اچھا موقعہ ہے لیکن میرے دوست سالٹ کوٹ نے . . . غالباً وہ سالٹ کوٹ ہی تھا . . . تاہم میں اس کے متعلق صحیح کیفیت یاد کر کے بتاؤں گا'' اور یہ کہکر اس نے پے در پے دو تین چٹکیاں ہلاس کی غالباً اپنی بھولی ہوئی یاد کو تازہ کرنے کے لئے چڑھائیں۔

''بہرحال جیسا میں بیان کر رہا تھا'' مسٹر دیا چرنے جو ڈامنی کی اس نہ ختم ہونے والی بکواس کا عادی ہو چکا تھا تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا ''پرتھ شائر کے اخبارات میں یہ اطلاع شائع ہوئی ہے کہ وہ لوگ جن کے پاس کیرن ڈیل کی ریاست گرو رکھی گئی تھی حال میں اس جگہ کا معائنہ

کرنے گئے تھے اور چونکہ انہیں مقدمہ کی آخری کامیابی کا پورا یقین ہے اس لئے انہوں نے ریاست کے مستقبل کے بارہ میں بعض خاص تجویزیں سوچی ہیں مگر مجھکو پوری امید ہے کہ اپنی قدرتے قلیل ذہانت کی وجہ سے تم اس بات کو اچھی طرح سمجھ گئے ہوگے کہ میرے لئے براہ راست ان تجویزوں کی صحیح کیفیت معلوم کرنا غیر ممکن ہے کیونکہ میں براہ راست مرہٹن لوگوں سے خط و کتابت نہیں کرسکتا۔ دو پیشہ ور سود خوار ہیں اور ممکن ہے میری چٹھی پاکر اپنے جی میں یہ سمجھیں کہ میں بجائے خود ان سے روپیہ قرض لینا چاہتا ہوں حالانکہ واسئے ارچ تھنکلن" اس نے فاخرانہ انداز سے گردن اٹھا کر کہا "کبھی کسی سے قرض نہیں لیتا!"

" بالکل صحیح بالکل ٹھیک!" ڈامنی نے پھر کہا "میں نے خود اپنی عمر میں صرف ایک بار قرض لیا تھا اور وہ بھی نقد نہیں بلکہ ایک گدھے کی صورت میں جس کے بارہ میں آپ کو یاد ہوگا کہ اس نے مجھے لپیٹ کے کر اوپر سے زمین پر گرا دیا تھا... یا شاید دم کے اوپر سے... مجھے صحیح طور پر یاد نہیں... تاہم میں..."

" جوزف" مسٹر دیناچرنے مجھ کو مخاطب کر کے کہا "مجھے پختہ امید ہے کہ اس قدر حالات سننے کے بعد تم جان گئے ہوگے کہ میں تم سے کیا خدمت لینا چاہتا ہوں پرتھ کے اخبارات نے لکھا تھا کہ مرہٹن لوگ دو روز ایران کیرنڈل میں رہے اور مجھے پورا یقین ہے کہ ان بڈھے محافظوں نے جو اس مکان میں رہتے ہیں ضرور ان کی گفتگو کا کچھ نہ کچھ حصہ سنا ہوگا پس میری خواہش یہ ہے کہ تم ان محافظوں سے یا گاؤں کا گشت کرتے ہوئے کسی اور ممکن ذریعہ سے وہ معلومات فراہم کرو جنہیں میں حاصل کرنا چاہتا ہوں یہ لو اخراجات کے لئے کچھ روپیہ میں دیتا ہوں۔ گھوڑا اصطبل سے لے لو اور جاؤ۔"

یہ کہتے ہوئے مسٹر دیناچرنے تین چار پونڈ میرے ہاتھ پر رکھ دیئے میں نے وردی کے کپڑے اتارے اور سادہ لباس پہن کے گھوڑے پر سوار کیرنڈیل کی طرف چل دیا۔

باب ۴۵

کیرن ڈیل

اپنے سبک رفتار گھوڑے کا رخ محل کی پشت کی طرف پھیر کر میں خاکنائے کو عبور کر کے خشکی پر پہنچ گیا اور وہاں سے جھیل کے کنارے کنارے چلنے لگا۔ قریباً تین میل فاصلہ طے کرنے کے بعد میں اس مقام پر جا پہنچا جہاں اس جھیل کا پانی ختم ہوتا تھا اور اس کے بعد اس کی چوڑائی کا طواف کر کے تھوڑی دور دوسرے ساحل پر پیچھے کی طرف مڑا اور بعد ازاں اس راہ کی طرف ہو لیا جو موضع کیرن ڈیل کی طرف جاتی تھی۔

تاہم اپنے جی میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ یہ کتنا عجیب واقعہ ہے کہ تقدیر نے مجھی کو جسے سرانیگز نیڈر کیرنڈیل اور مرتہنوں کی مقدمہ بازی سے اتنی دلچسپی تھی اس فرض کی ادائیگی کے لئے منتخب کیا لیکن جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے والئے ارچ متھگلن کو کوئی شبہ اس بارہ میں بالکل نہ تھا کہ مجھے بدنصیب بیرونٹ والئے کیرن ڈیل سے کسی طرح کی ہمدردی ہے یا میں سودخواروں کے مطالبات کو ناجائز تصور کرتا ہوں پھر بھی یہ ایک نہایت عجیب اتفاق تھا کہ اس نے اس طرح کی جاسوسی کا فرض میرے ذمہ ڈالا۔ کیونکہ حقیقت میں وہ کام جسے میں کرنا چاہتا تھا ایک طرح کی جاسوسی ہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی مجھے یہ سوچ کر حیرت بھی ہوئی کہ ایک ایسے مرد متکبر نے ایک اس طرح کے فعل پر آمادگی ظاہر کی جو واقعہ میں بہت ادنےٰ تھا اور یہ ظاہر ہونے دیا کہ وہ اپنے خاندانی دشمن سرانیگز نیڈر کیرن ڈیل کی تباہی سے فائدہ حاصل کر کے اس کی ریاست کا کچھ حصہ اپنی جائداد میں شامل کرنا چاہتا ہے لیکن پھر یہ بھی خیال آیا کہ ذہن انسانی کی قدرتی بلندی اور عالی حوصلگی۔ جو دونو صفات والئے ارچ متھگلن میں بوجہ احسن پائی جاتی تھیں اس طرح کی خاندانی عداوتوں کے موقعہ پر عموماً دب جایا کرتی ہیں۔ ناظرین کو یہ بتانے کی میرے خیال میں کوئی حاجت نہیں کہ گو ارچ متھگلن کے روبرو میں نے اس فرض کو اپنے ذمہ لینے سے انکار نہ کیا تھا تاہم

اپنے دل میں اس بات کا مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ جہاں تک ممکن ہو گا میں سر اینگز میڈ کیرن ڈیل کے معاملات کی گہری چھان بین سے احتراز کروں گا اور اگر مجھے اس کے برخلاف کسی طرح کے حالات معلوم بھی ہوئے تو انہیں واپس آکر ایچ متھگلن کے روبرو ظاہر نہ کروں گا۔ بہرحال یہ سفر تو اس سے میرے دل کو ایک طرح کی خوشی تھی کیونکہ ایک تو اس ذریعہ سے مجھے سیر و تفریح کا موقعہ مل گیا اور دوسرے چونکہ مجھے سر انگز میڈ کیرن ڈیل کے معاملات سے دلچسپی تھی اس لئے یہ خیال بھی آیا کہ مجھے کیرنڈیل کے والیان ریاست کے اس آبائی مکان کو دیکھنے کا موقعہ ملیگا جس کے بارہ میں میری دلی آرزو تھی کہ وہ جس قدر جلد ممکن ہو پھر اسکے اپنے جائز مالک کے قبضہ میں چلا جائے۔ البتہ ایک خبر ایسی تھی جس نے میرے حوصلہ کو کسی قدر پست کر دیا تھا یعنی یہ کہ مرتہنان جائداد مقدمہ میں کامیابی حاصل کرنے کی امید پر ابھی سے اس کی نیلام ربائش کا فیصلہ کرنے لگے تھے۔

بہرحال جیسا بیان کیا گیا ہے میں ایک خوش رنگ اصیل گھوڑے پر سوار تبدیل لباس کے ضروری کپڑے اور روزانہ ضرورت کی چند چیزوں کا پارسل نترک سے باندھے کیرنڈیل کی طرف چلا۔ جون کے ابتدائی ایام تھے۔ موسم خوشگوار تھا اور کوہستان سے ٹھنڈی فرحت بخش ہوا تمازت آفتاب کو کم کرتی ہوئی چلتی تھی۔ کیرنڈیل کا فاصلہ ایچ متھگلن سے اندازاً بیس میل تھا۔ کم بیش تین گھنٹے کی زین سواری کرکے جب میں نے ایک گذریئے سے پوچھا کہ کیرنڈیل کتنی دور ہے تو اس نے ایک بجر کمان کے قریب فاصلہ بیان کیا۔ یہ معلوم کرنے کے بعد میں نے شاہراہ کو چھوڑ اور ایچ متھگلن کی ہدایت کے مطابق کیرنڈیل میں دوسری طرف سے داخل ہونے کے لئے آدھا چکر کاٹ کے سمت مقابل میں جا پہنچا۔ اپنے جی میں میں نے اس بات کا فیصلہ کر لیا تھا کہ ایک جاسوس کا فرض ادا کرتے ہوئے بھی کوشش کروں گا کہ کوئی مجھے جاسوس تصور نہ کرے۔ اور اس مقصد کو پیش نظر رکھکر میں اپنے آپ کو جہاں تک ممکن ہو عوام کی نظروں سے چھپائے رکھنا چاہتا تھا۔ لیکن جب دفعتہً میں کیرنڈیل آرمز کی سرائے کے دروازہ پر پہنچکر گھوڑے سے اترا۔ تو ایک پہچانی ہوئی آواز کا مسرور قہقہہ کانوں

میں پہنچا اور اس کے ٹھہر بعد میرا ہاتھ مسٹر ڈنکنبی نے بڑی مضبوطی سے پکڑ لیا۔ یہ وہی نامی وکیل تھا جس کے ہمراہ میں نے ایج منگلن کی طرف آتے ہوئے گاڑی میں سفر کیا تھا اور جس کے سرخ و سپید چہرہ پر اب پھر ایک بار مجھ سے ملکر راحت و اطمینان کا تبسم پیدا ہو چکا تھا۔

"آہ میرے دوست" اس نے خوش ہو کر کہا "کیا آپ اب تک سکاٹ لینڈ ہی میں ہیں میرا خیال تھا واپس چلے گئے ہوں گے۔ کہئے کب تک ان اطراف میں ٹھہرنے کا ارادہ ہے؟ ... ایک یا دو دن ؟ اور؟ .. خوب۔ مجھے یہ سنکر بہت خوشی ہوئی ہے میں بھی اتفاق سے ابھی ابھی ایڈنبرگ سے آیا ہوں بہرحال اندر آجائیے۔ مرغ پک رہا ہے اور سادہ گوشت بھی تیار ہے۔ چند منٹ کے عرصہ میں کھانا پرسا جائے گا ... آپ یقیناً کھانا کھا کر نہیں آئے ؟ ... تو بس آئیے مل کر کھائیں گے۔"

اس طرح کی گفتگو کرتے ہوئے ڈنکنبی مجھے اپنے ساتھ سرائے کے چھوٹے سے کمرہ میں لے گیا جس کی اندرونی حالت سرائے کی بیرونی حیثیت کے مقابلہ میں ہر لحاظ سے عمدہ تھی۔ علاوہ بریں مجھے یہ دیکھکر خاص طور پر خوشی حاصل ہوئی کہ اس میں صفائی کا پورا اہتمام تھا میز پر بے داغ سپید چادر بچھی ہوئی اور برتن صاف اور چمکدار فوراً ہی میرے لئے زائد چھری کانٹے کا انتظام کر دیا گیا اور اس کے تھوڑی ہی دیر بعد کھانے کا دور شروع ہوا تین گھنٹے کے سفر نے میری بھوک خوب چمکا دی تھی اور مسٹر ڈنکنبی کے بالمقابل بیٹھکر میں نے خوب ہی پیٹ بھر کر کھایا۔

"تاہم یہ فرمائیے آج آپ کا اس جگہ کیرنڈیل کیونکر آنا ہوا ؟" اس نے تیسری یا چوتھی بار مجھ سے پوچھا کیونکہ اس سے پہلے میں اس کے سوال کو قصداً ان سنا کرتا رہا تھا" آہ۔ یاد آگیا ہمارے اس پہلے سفر کے موقعہ پر آپ نے اس مقدمہ میں جو اس ریاست کے برخلاف چل رہا ہے بہت دلچسپی لی تھی اور اس لئے مجھے آپ سے غیر معمولی انس ہو گیا تھا میرے خیال میں آپ اس وقت ان اضلاع کو بچشم خود دیکھنے آئے ہیں ؟"

"جی ہاں۔یہی میرا ارادہ ہے" میں نے جواب دیا" تاہم اس مقدمہ کا حال کہئے۔وہ اب کس منزل میں ہے؟"

"آہ! میرے عزیز دوست" مسٹر ڈنکنبی نے کہا" قانون اپنی غیر معین رفتار کے لئے مشہور ہے اس لئے اس بارہ میں کوئی خاص رائے ظاہر کرنا دور اندیشی سے بعید ہوگا۔تاہم جیسا میں نے ایک بار پیشتر آپ سے کہا تھا اگر مجھے اس مقدمہ کی کامیابی کا پورا یقین نہ ہوتا تو یقین جانئے بمسر الیگزینڈر کینڈیل کی دوستی کے باوجود میں دس بارہ ہزار روپیہ اس پر صرف کرنا منظور نہ کرتا اب اس مقدمہ کی اگلی پیشی بڑے دنوں سے پہلے ہوگی اور گو خدا کو ہی بہتر معلوم ہے کہ عدالت کا فیصلہ کیا ہو تاہم ایک بات میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں اور وہ یہ کہ اس پیشی میں عدالت اپنا آخری فیصلہ سنا دے گی۔"

"اور اس طرح یہ معاملہ خواہ آپ کے حق میں یا برخلاف طے ضرور ہو جائے گا" میں نے کہا۔

"ہاں۔خواہ ہمارے حق میں۔یا ہمارے برخلاف" ڈنکنبی نے جواب دیا" لیکن یاد آگیا آپ اس اگلی ملاقات کے موقع پر اپنے متعلقین جا رہے تھے میرا خیال ہے اس جگہ رہتے ہوئے آپ نے اس دیرینہ عداوت کا حال سنا ہوگا جو دو خاندانوں میں چلی آتی ہے؟"

"بے شک میں نے اس بارہ میں بعض حالات سنے تھے" میں نے تسلیم کیا" تاہم میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ان حالات کو سننے کے بعد گو میں نے الفاظ یا اشارہ سے کوئی بات ایسی ظاہر نہیں کی جو فریق ثانی کے جذبات کو ٹھیس لگانے والی ہوتی تاہم والئے کینڈیل سے میری ہمدردی میں ذرا فرق نہیں آیا۔"

"شاباش میرے نوجوان دوست شاباش!" مسٹر ڈنکنبی نے خوش ہو کر کہا" میں اس پہلے سفر کے موقعہ پر ہی جان گیا تھا کہ آپ ایک صاف دل منصف مزاج آدمی ہیں لیکن ... اب جو میں سوچتا ہوں تو یاد آتا ہے کہ مجھے اس وقت تک آپ کا نام معلوم نہیں ہوا شاید

اس پہلے موقع پر مجھی کو پوچھنا یاد نہیں رہا۔ یا آپ ہی بتانا بھول گئے"!

"جوزف ولسٹ میرا نام ہے" میں نے جواب دیا اور اپنے جی میں سوچ لیا کہ مسٹر ڈنکنسی کو محض میرے نام سے یہ بات ہرگز معلوم نہ ہو سکے گی کہ میں ارچ متھکلن کے ہاں ادنیٰ ملازم ہوں۔ اپنے طور پر میں اس حقیقت کو اس خیال سے واضح کرنا نہ چاہتا تھا کہ پھر وہ یقیناً مجھ کو جاسوس سمجھنے لگے گا اور اس کو پورا یقین ہو جائے گا کہ خاندان کیرنڈل سے میری ہمدردی محض ظاہری اور لفظی ہے۔ علاوہ بریں خود مجھے اس شخص مسٹر ڈنکنسی سے ایک طرح کا انس ہو گیا تھا اور اب جبکہ حالات نے پھر ایک بار ہمیں ایک دوسرے سے ملا دیا تو میں ہرگز اس کی نظروں میں حقیر ثابت نہ ہونا چاہتا تھا۔

"اچھا تو مسٹر ولسٹ آپ کا ارادہ ایک یا دو دن اور اس جگہ ٹھہرنے کا ہے"؟ اس نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا "میں خود کل سہ پہر رخصت ہونے کا ارادہ رکھتا ہوں اور میری خواہش ہے کہ اگر آپ انگلستان واپس جاتے ہوئے ایڈنبرگ کی راہ سے گزریں۔ تو ضرور غریب خانہ پر قدم رنجہ فرمائیں۔ مجھ کو پورا یقین ہے کہ ارچ متھکلن میں رہتے ہوئے آپ نے خوب دعوتیں اڑائی ہوں گی کیونکہ والئے ارچ متھکلن کی مہمان نوازی مشہور ہے۔ یہ بھی میں نے سنا ہے کہ اس کا بیٹا بہت خوبصورت شکیل جوان ہے۔ اور اس کی بھتیجی ایلین بہت ہی خوبصورت ہے۔ پھر اس کے دو چھوٹے لڑکے۔۔۔"

"جی ہاں۔ وہ بھی بہت اچھے ہیں" میں نے اپنی طرف سے اضافہ کیا "یعنی خوش اخلاق اور پر جوش ان کے علاوہ وہ بہت دل چسپ ہیں۔۔۔ لیکن شاید کی وجہ ہو" میں نے رکتے ہوئے کہا "کہ وہ ایک بڑے قابل شخص مسٹر ستوارٹ کے زیر تعلیم ہیں۔۔۔"

"اوہ۔ کیا مسٹر ستوارٹ ان کا معلم ہے!۔۔۔ میں نے سنا تھا ایک صاحب ڈامنی اس فرض کو ادا کرتے ہیں"۔

"ہاں مسٹر کلیک مین۔۔ جن کا تعلق مشہور خاندان کلیک مین آف کنش سے ہے"

"اوہ - کتنے عجیب نام ان باشندگان ہائی لینڈس کے ہوتے ہیں" مسٹر ڈنکنسی
نے کہا "جنہیں ہم نشیبی مقامات کے رہنے والے صحیح طور پر ادا بھی نہیں کر سکتے - خیر
میں امید کرتا ہوں لخ میتھگلن میں آپ کا وقت بڑی خوشی سے گزرا ہوگا لیکن ہاں یہ تو کہئے"
اس نے ہنستے ہوئے پوچھا "کہیں آپ کو بھی تو لخ میتھگلن کی خوبصورت بھتیجی سے عشق
نہیں ہو گیا؟ اگر ایسا ہو تو پھر یقیناً آپ کو مایوس ہونا پڑے گا کیونکہ جہاں تک میں نے سنا
ہے یہ بات طے کر دی جا چکی ہے کہ اس کی شادی والئے لخ کے صاحبزادہ لیناکس کے ساتھ
ہو گی گو مجھے ذاتی طور پر کبھی لخ جانے کا اتفاق نہیں ہوا تاہم میں نے سنا ہے کہ لخ میتھگلن کا
محل تراشا ندا ہے۔ کل میں آپ کو کیرینڈیل کا محل دکھانے لے جاؤں گا گو مجھ کو افسوس ہے"
اس نے بڑھتی ہوئی افسردگی کے ساتھ کہا کہ آپ اس جگہ کو اس کی موجودہ حالت میں ویسا دلکش
نہ پائیں گے جیسا والئے لخ میتھگلن کا محل تھا میری اپنی آمد کی وجہ اس موقعہ پر محض یہ تھی
کہ وہ سوداگر لوگ جن سے قبضہ ریاست کے بارہ میں مقدمہ بازی ہو رہی ہے اس جگہ آکر
طرح طرح کے احکام صادر کرتے رہے ہیں شاید اپنے زعم میں وہ یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ ان کو ابھی
سے پوری ریاست کا قبضہ حاصل ہو گیا ہے۔ چنانچہ وہ بعض پیمائش کنندوں کو اپنے ہمراہ لائے
تھے تاکہ ان سے مشورہ لیں کہ فروخت سے پہلے ریاست کو کس قدر حصوں میں تقسیم کرنا چاہئے
گاؤں والوں کو جو کیرینڈیل کے نام پر جان دینے کو تیار ہیں جس وقت معلوم ہوا کہ یہی وہ
لوگ ہیں جن سے تنازعہ جاری ہے تو وہ ان کے مقابلہ میں مرنے مارنے کو تیار ہو گئے چنانچہ
یہی وجہ تھی کہ ان لوگوں کو اس جگہ سے رخصت ہوتے ہی بنی دراصل ان شخصوں کو یہاں آنا
ہی نہ چاہئے تھا محل کی حفاظت کا فرض ایک بڈھے میاں بی بی کے سپرد ہے جنہیں سرکاری
طور پر اس جگہ کا نگراں مقرر کیا گیا تھا اور اتفاق سے جس شخص نے ان کو مقرر کیا وہ میرا دوست
ہے اور اس کی طرف سے مجھے اس بات کا اختیار حاصل ہے کہ ان کو جو ہدایت میں چاہوں
دیتا رہوں اور بھی خاص وجہ میرے گاہ بگاہ اس جگہ آتے رہنے کی ہے گو اس کے علاوہ"

اتنا کہکر مسٹر ڈکنبسی دفعتاً رک گیا شاید اس کو خیال آیا کہ معاملہ صاف گوئی کی حد انتہا تک نہ پہنچنا چاہئے بہرحال میرے لئے یہ معلوم کرنا مشکل ثابت ہوا کہ وہ اس سے آگے کیا کہنا چاہتا تھا۔ آخرکار جب وہ وہسکی کے تین چار گلاس ختم کرچکا اور سونے کا وقت ہو گیا تو ہم رات بھر کے لئے ایک دوسرے سے جدا ہوئے لیکن اس سے پیشتر ہمارے درمیان یہ بات طے پا گئی کہ علی الصبح اٹھکر ناشتہ کرتے ہی ایوان کیرنڈیل کا معائنہ کرنے چلیں گے۔

دوسرے دن نو کا عمل تھا کہ ہم اس طرف روانہ ہوئے میں پیشتر کسی موقعہ پر بیان کر چکا ہوں کہ یہ عمارت گاؤں سے تقریباً ایک میل فاصلہ پر ایک بلند مقام پر واقع تھی گو اس کے باغ کی حد گاؤں کے بالکل قریب یعنی تقریباً دو سو گز کے فاصلہ تک پہنچتی تھی دربان کے رہنے کے لئے جو مکان بنا ہوا تھا وہ سالہا سال سے خالی پڑا تھا اور اس میں شکست و ریخت کے آثار نمایاں تھے ایوان کی طرف جانے کے لئے جو پختہ سڑک بنی ہوئی تھی وہ اب گھاس سے ڈھکی ہوئی اور وسیع سبزہ زار میں اہل دیہہ کی بھیڑیں گھاس چرتی پھر رہی تھیں آگے گئے تو ایک چھوٹا سا تالاب نظر آیا جو کسی زمانہ میں اس منظر کی دلفریبی میں اضافہ کیا کرتا ہوگا مگر اب اس کے کنارہ پر لمبی گھاس اُگی ہوئی تھی اور تالاب کی سطح پر سبز رنگ کی چیپچپی کائی کا تختہ جما تھا۔ تاہم میں نے دیکھا کہ وہ درخت جو اس باغ میں جا بجا اُگے ہوئے تھے اور جن میں بعض صدیوں کے پرانے معلوم ہوتے تھے خوش نما اور سرسبز تھے اور جس وقت ہم اس بلندی کی طرف چڑھ رہے تھے جس پر عمارت واقع تھی تو درختوں میں چھپا ہوا عالیشان محل بڑا ہی پرشکوہ نظر آیا آخرکار ہم پھاٹک کے پاس پہنچ گئے۔ سامنے ایک بہت کشادہ ڈیوڑھی تھی اور وہاں تک پہنچنے کے لئے فراخ سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں مگر اب ان میں سے ہر ایک پر وقت کے نہ مٹنے والے اثرات سبز رسیدگی کی صورت میں دکھائی دیتے تھے اس وقت پہلی مرتبہ میں نے اس عمارت کو پوری طرح دیکھا جو نہایت وسیع اور کشادہ تھی اور مجھے یہ دیکھکر خوشی ہوئی کہ اندرون عمارت کی صفائی پر امید سے بہت زیادہ توجہ دی گئی تھی۔ کھڑکیوں کے شیشے صاف تھے البتہ تختوں پر مدت سے تازہ رنگ نہ پھیر

"مجھے آپ کے منہ سے یہ الفاظ سنکر بہت خوشی ہوئی ہے" میں نے اس پر کہا "یہی سوال میں کل رات آپ سے پوچھنا چاہتا تھا مگر اس لئے رکگیا کہ شاید آپ مجھے گستاخ تصور کریں یا میرے استفسار کو رفع حیرت کی ادنیٰ خواہش پر محمول فرمائیں"

"اوہ یہ آپ کیا کہتے ہیں" میرے دوست وکیل نے جواب دیا "آپ کے بارہ میں اس طرح کے خیالات کو دل میں جگہ دینا غیر ممکن ہے۔ علاوہ بریں میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ اس معاملہ میں آپ کی سچی ہمدردی کس کے ساتھ ہے۔ آہ مسٹر ولسٹ کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ تھوڑی دیر پیشتر جب ہم خالی کمروں سے گزر رہے تھے جن کی ہوا اس وقت بھی جب باہر آفتاب پوری آب و تاب سے چمکتا تھا میرے سینہ میں سردی پیدا کر رہی تھی تو میں نے آپکی پلکوں پر آنسو کا ایک قطرہ نہ دیکھا تھا؟ نہیں میرے دوست عرصہ قلیل کی واقفیت کے باوجود میں آپ پر پورا بھروسہ رکھتا ہوں اور میں آپ کے وہ الفاظ بھی نہیں بھولا جو کل اس بارے میں آپ نے کہے تھے کہ ایج منھگن میں بطور مہمان رہتے ہوئے بھی آپ نے کسی طرح کے حالات کو اپنی آرزوؤں اور خواہشوں پر سایہ افگن ہونے نہیں دیا"

"صاحب میں آپ کو پورا یقین دلاتا ہوں" میں نے جوش میں بھر کر کہا کہ "گو میں سر انگیز نڈر کیر نڈیل کو نہیں جانتا اور میں اتنا ہی ان سے ناواقف ہوں جتنا وہ مجھ سے ہیں حتیٰ کہ اپنے علم کے مطابق کبھی مجھکو ان کی صورت دیکھنے کا بھی اتفاق نہیں ہوا۔۔۔"

"خوب بہت خوب" مسٹر ڈنکنسی نے کہا "اپنے خیالات کو مشروط بیان کرنا ہر حال میں محفوظ ہوتا ہے تاہم کہئے۔۔۔ اپنے علم کے مطابق کبھی آپ کو ان کی صورت دیکھنے کا بھی اتفاق نہیں ہوا"

"جی ہاں۔ تاہم جس قدر حالات آپ کی زبانی سننے میں آئے ہیں ان کی بنا پر سر انگیز نڈر کو دیکھے یا ان سے ملاقات کئے بغیر بھی میں ان کی کامیابی کے لئے دست بدعا ہوں"

" اور خدا کرے آپ کی یہ آرزو بر آئے" مسٹر ڈنکنبی نے پرجوش لہجہ میں کہا" لیکن یاد آگیا کل رات میں جس وقت آپ سے باتیں کر رہا تھا تو چند الفاظ میری نوک زبان پر آکر رہ گئے تھے جس سے ممکن ہے یہ خیال آپ کے دل میں پیدا ہوا ہو کہ مجھے آپ پر بھروسہ نہیں ہے خیر اب میں آپ کو بتاتا ہوں کہ وہ کیا الفاظ تھے جو میں اس وقت کہنے لگا تھا۔ آپ کو یاد ہوگا کہ ذکر میرے گاہ بگاہ کینڈل آنے کا تھا اور اس وقت میں نے آپ سے بیان کیا تھا کہ میری آمد دو وجوہ سے ہوتی ہے ایک اس شہر کے محافظوں کو ضروری ہدایات دینے کے لئے اور دوسرے۔۔۔" اس نے ذرا سا رک کے پر معنی انداز سے کہا" سرانگز بیڈر کینڈل سے ملنے کے لئے"

"کیا! ۔۔۔ سرانگز بیڈر کینڈل کیا ان نواحات میں آس پاس ہی کسی جگہ رہتے ہیں؟" میں نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا

" جی۔ وہ اس جگہ سے ایک سو میل کے دائرہ کے اندر اندر موجود ہیں" مسٹر ڈنکنبی نے جواب دیا" اور میں گاہ بگاہ ان سے خط و کتابت کے ذریعہ اوقات مقرر کر کے گاؤں کی سرائے میں ملاقات کرتا ہوں"

" حالانکہ میرے خیال میں" میں نے رکتے ہوئے کہا" ہمارے اگلے سفر کے موقعہ پر آپ نے کہا تھا۔۔۔"

" بے شک" مسٹر ڈنکنبی نے تسلیم کیا" اس وقت میں نے کہا تھا کہ سرانگز بیڈر کینڈل کا صحیح پتہ میرے سوا کسی کو معلوم نہیں اور یہی امر واقعہ ہے کیونکہ فی الحال وہ ایک فرضی نام اختیار کر کے زندگی بسر کر رہے ہیں اور اپنا صحیح نام اس وقت تک اختیار نہ کریں گے جب تک وہ اس مقدمہ میں فتح پا کر پھر ایک بار دنیا کے روبرو ظاہر نہ ہوں۔ آہ مسٹر ولمٹ۔ موجودہ سرانگز بیڈر کی عمر بہت چھوٹی تھی جب ان کے والد نے انتقال کیا اور یہ جائداد قانونی مخمصوں میں پڑ گئی۔ اپنی کم سنی کی وجہ سے اس زمانہ میں ان کو دیس نکالا ملنے کا بہت رنج نہیں ہوا اور گو سب رشتہ دار ایک ایک کر کے ان کا ساتھ چھوڑ گئے تاہم کچھ دوست ایسے تھے جنہوں نے اس حال میں بھی

ان کی امداد کو اپنا فرض سمجھا اس کے بعد سالہا سال کا عرصہ گزر گیا اور جب آخر کار سر انگز بیڈر کو دوبارہ اپنی ریاست میں آنے کا اتفاق ہوا تو عہد شباب کا آغاز ہو چکا تھا ان حالات میں یہ کس طرح ممکن تھا کہ کوئی شخص بدلی ہوئی صورت اور بدلے ہوئے نام کی تہ میں ریاست کیرنڈیل کے مالک کی شخصیت پہچان سکتا اور گو وہ وقت دور نہیں جب خدا کے فضل و کرم سے یہ ریاست پھر اپنے جائز مالک کے قبضہ میں چلی جائیگی۔ تاہم سردست انگز بیڈر کی آمد اس گاؤں کی سرائے میں محض اجنبی کی حیثیت میں ہوتی ہے اور کوئی شخص نہیں جان سکتا کہ ایک فرضی اور معمولی نام کی تہ میں ایک اتنی عالی قدر شخصیت چھپی ہوئی ہے مسٹر ولمٹ یہ راز آج تک میرے ہی سینہ میں محفوظ تھا آج آپ کے روبرو محض اس لئے ذکر کیا ہے کہ اس سے ثابت ہوگا مجھے آپ پر کتنا اعتماد اور بھروسہ ہے اور میں سر انگز بیڈر کیرنڈیل سے آپ کی ہمدردی کی کتنی قدر کرتا ہوں۔"

میں نے اس عنایت کے لئے مسٹر ڈنکنبی کا شکریہ ادا کیا اور چونکہ اس اثنا میں ہم گاؤں کی سرائے کے قریب پہنچ چکے تھے اس لئے یہ گفتگو یہیں رہ گئی۔ ایوان کیرنڈیل کے معائنہ میں کافی وقت صرف ہو چکا تھا اور چونکہ مسٹر ڈنکنبی کا ارادہ اسی دن سہ پہر کو رخصت ہو جانے کا تھا اس لئے فوراً ہی کھانا منگا لیا گیا اس کے بعد ہمارے درمیان محض رسمی باتیں ہوئیں اور چونکہ جیسا پیشتر بیان کیا جا چکا ہے مسٹر ڈنکنبی کو دوسروں کی باتیں سننے سے بہت زیادہ خود گفتگو کرنے کا شوق تھا اس لئے اس نے مجھ سے یہ بھی نہیں پوچھا کہ کیا تم سیدھے ایج متھگلن سے اس جگہ آئے ہو یا کسی دوسرے مقام سے؟ نہ یہی اس نے دریافت کیا کہ کیوں تم سمت مقابل سے گاؤں میں داخل ہوئے تھے؟ اور نہ یہ کہ کب تمہارا ارادہ اس جگہ سے رخصت ہونے کا ہے؟ البتہ روانہ ہونے سے پہلے اس نے پھر ایکبار زور دے کر کہا کہ جب آپ واپس جاتے ہوئے ایڈنبرگ سے گزریں تو ضرور مجھ سے ملیں اور اس کے بعد وہ گاڑی پر سوار ہو کے رخصت ہو گیا۔

اس کے دوسرے دن صبح کو میں بھی اپنے گھوڑے پر سوار ہو کے ایج متھگلن کی

طرف لوٹا اور دوپہر کے قریب اس جگہ جا پہنچا۔ دالے متھگلن کے بارہ میں دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ میری عدم حاضری میں کچھ اور مہمان آئے تھے اور اس وقت سب لوگ جھیل پر تفریحاً کشتی چلاتے ہیں۔ میں نے اپنے کمرہ میں جا کر سادہ کپڑے اتار دیئے اور وردی پہنکر گھاٹ کی طرف چلا۔ اس جگہ پہنچکر دیکھا کہ دو کشتیاں تھوڑے فاصلہ پر پاس ہی پاس جھیل میں چل رہی ہیں ایک میں دالے اینج متھگلن مسٹر لینا کس اور چھ سات مرد عورتیں سوار ہیں اور دوسری میں مس ایملین دالے اینج متھگلن کے دو چھوٹے لڑکے آیورلادر لوکیل اور چار پانچ مہمان ہیں۔ دونوں کشتیوں کو سواریاں ہی کھیتی تھیں کیونکہ محض تفریح کا سوال تھا اور اسی لئے دالے اینج متھگلن نے اپنے وردی پوش ملاحوں کو ساتھ نہ لیا تھا۔ بڈھے ڈاکٹر کلیک منین کو چونکہ پانی سے ایک طرح کی نفرت تھی اس لئے وہ گھاٹ کے قریب ایک بنچ پر بیٹھا دھوپ سینکتا اور غالباً اپنی آخری نا تمام حکایت کا نتیجہ یاد کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

میں جس جگہ گھاٹ پر کھڑا ہو کر دیکھ رہا تھا وہاں سے ایک نہایت خوشگوار منظر دکھائی دیا جھیل کا شفاف پانی دھوپ میں جھلل جھلل کرتا تھا اور دونوں کشتیاں تیزی رفتار میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے لئے پہلو بہ پہلو چل رہی تھیں یہیں مسٹر سٹوارٹ بھی مجھ سے آملا اور اس نے حسب معمول اخلاق آمیز لہجہ میں مجھ سے کہا "میرے شاگردوں کو آج کے لئے چھٹی ہے اس لئے میں بیکار ہوں تم شائد کہیں باہر گئے ہوئے تھے کیونکہ میں نے کل اور پرسوں تمہیں نہیں دیکھا!"

"جی ہیں اینج متھگلن کے ایک کام پر باہر گیا ہوا تھا" میں نے جواب دیا گو اس کام کی نوعیت مصلحتاً بیان نہیں کی کیونکہ میرا خیال تھا کہ دالے اینج متھگلن کی اپنی خواہش یہ ہے کہ اس کام کی نوعیت کسی کو معلوم نہ ہو۔ علاوہ بریں مسٹر سٹوارٹ کی نیک طبعی کو جانتے ہوئے مجھے اس بات کا بھی یقین تھا کہ وہ کیمرنڈل کی مصیبتوں کو تفنن و تجسس کا ذریعہ بنائے جانے یا اینج متھگلن سے ان سے فائدہ اٹھانے کے سوال کو لازمی طور پر ناپسند کرے گا

"دیکھنا میرے شاگرد کس زور سے کشتی چلاتے ہیں" یکایک ڈونالڈ سٹوارٹ نے مجھ سے کہا "اپنی عمر کے لحاظ سے وہ دونوں بہت اچھی صحت رکھتے ہیں۔ آیور کی عمر ۱۲ سال کے قریب اور لوکیل کی دس سے صرف چند مہینے اوپر ہے۔"

"میرے خیال میں آپ کو اپنے شاگردوں کی ذات پر بڑا فخر ہے" میں نے کہا۔

"اس لئے کہ وہ نہ صرف ذہین ہیں بلکہ مجھ سے گہری محبت بھی کرتے ہیں" مسٹر سٹوارٹ نے جواب دیا "لیکن دیکھا۔ اب دوڑ ختم ہو گئی اسی کشتی نے فتح حاصل کی ہے جسے میرے شاگرد چلاتے تھے اور اب دونوں کشتیاں گھاٹ کی طرف پلٹیں گی۔"

اور واقعی ایسا ہوا دونوں کشتیاں گھاٹ کی طرف لوٹنی شروع ہوئیں اور وہ جو دوسری سے پیچھے رہ گئی تھی یعنی وہ جس میں والئے اینج متھگلن سوار تھا۔ سب سے پہلے گھاٹ پر پہنچی۔ دوسری نسبتاً آہستہ چلتی پیچھے پیچھے آ رہی تھی۔ کیونکہ کامیابی کی مسرت ہمیشہ طبع انسان میں کسل پیدا کر دیتی ہے۔ پہلی کشتی کے گھاٹ پر پہنچ جانے کے بعد والئے اینج متھگلن مسٹر لیناکس اور مہمان خشکی پر اترے اور اس جگہ کھڑے ہو کر دوسری کشتی کی آمد کا انتظار کرنے لگے اتنے میں وہ بھی گھاٹ کے پاس آگئی اور قریب تھا کہ وہ لوگ جو اس پر سوار تھے بحفاظت خشکی پر اتر جاتے کہ دفعتاً آیور اور لوکیل نے اپنی طفلانہ عادات سے مجبور ہو کر کشتی کے چپو اس زور سے چلائے کہ وہ گھاٹ کی طرف آ کر بڑے زور سے ایک چوبی بلم کے ساتھ ٹکرائی اس صدمے کے اثر سے عورتوں نے دہشت زدہ ہو کر چیخیں ماریں اور مضطربانہ اٹھ کر کھڑی ہو گئیں۔ اسی جگہ میں کشتی الٹ گئی!

ایک لمحہ کے عرصہ میں امیلیں اینج متھگلن کے دونوں چھوٹے لڑکے۔ اور وہ سب مہمان جو اس کشتی میں سوار تھے پانی میں گر پڑے۔ دہشت و اضطراب کی تیز چیخیں حاضرین میں سے ہر شخص کے منہ سے نکلیں اور اس کے ساتھ ہی ڈونالڈ سٹوارٹ جو میرے پہلو میں کھڑا تھا بجلی کی تیزی رفتار سے جھپٹ۔ پانی میں کود پڑا اس کے لمحہ بھر بعد میں نے بھی اس کی تقلید کی کیونکہ مجھے تیرنا خوب آتا تھا۔ میرے بعد لیناکس اور مہمانوں میں سے ایک صاحب اسی طرح پانی میں

کو رے نیکن والئے ایچ متھگلن وہیں خشکی پر کھڑا شور مچا تا رہا "میرے بیٹے! میرے عزیز بیٹے! میری بھتیجی! خدا کے لئے ان کو بچاؤ کسی طرح ان کو بچاؤ"

اس جوش کا حال جو اس سانحہ کے بعد حاضرین میں چھپا لفظوں کی صورت میں بیان کرنا غیر ممکن ہے۔ گھاٹ پر کھڑا ہوا ایچ متھگلس اپنے عزیزوں کے لئے دیوانہ وار آہ و بکا کرتا تھا۔ عورتیں جو پہلی کشتی سے اتر کر اس کے پہلو میں کھڑی تھیں زور زور سے چیخیں مار رہی تھیں اور مرد ان کو چپ کرانے کی کوشش میں مشغول تھے۔ گھاٹ سے تھوڑی دور یعنی تیس گز کے فاصلہ پر جہاں جھیل کا پانی بہت گہرا تھا اس طرح ہاتھ پیر مارنے اور جد وجہد کرنے کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ گویا کئی بہت بڑی مچھلیاں پانی کے اندر کلیلیں کر رہی ہوں۔ مگر وہ زچیخوں کی آواز ان آوازوں سے ملی ہوئی جو خشکی پر کھڑے ہوئے آدمیوں کے منہ سے نکلتی تھیں ڈوبنے والوں کی چیخوں سے مل کر سنائی دیتی تھیں۔

سب سے پہلے بینا کس ایک خاتون کو سہارا دیئے ساحل کے پاس پہنچا اس کے ایک لمحہ بعد ڈونلڈ سٹوارٹ اپنی جان سے پیاری ایمیلین کی نیم مردہ جان صورت کو پانی میں کھینچتا ہوا گھاٹ تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ میرے ہاتھیں خوش قسمتی سے آیو رکا بازو آ گیا اور میں بھی اسے خشکی پر نکال لایا اس کے بعد باری باری کچھ لوگ اور بھی غرق ہوتی ہوئی خاتونوں کو بچا کر کنارے پر لے آئے یہ سب کام جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے۔ صرف چند لمحوں کے عرصہ میں ہو گیا لیکن جب اس کے بعد والئے ایچ متھگلن نے گھاٹ پر کھڑے ہو کر ان لوگوں پر ایک گھومتی ہوئی نظر ڈالی جنہیں غرقابی سے بچا کر ساحل عافیت پر لایا جا چکا تھا اور اسے ان میں اپنا سب سے چھوٹا بیٹا لوکیل نظر نہ آیا تو ایک تیز چیخ درد اذیت سے بھری ہوئی اس کے منہ سے نکلی۔ "لوکیل، میرا عزیز بچہ لوکیل، افسوس وہ کہیں نظر نہیں آتا" اس نے دیوانہ وار کہا اور اس سے پہلے کہ کوئی اس کے ارادہ سے واقف ہو سکتا دھڑام سے جھیل کے پانی میں کود گیا۔

لیکن اسے تیرنا نہ آتا تھا اور یہ بات اس کے بیٹے بینا کس سے پوشیدہ نہ تھی لیکن

باپ کو پانی میں کودتا دیکھ کر وہ بھی فوراً اس کے پیچھے کود گیا اور اس کے پیچھے ڈونالڈ سٹوارٹ بھی۔ اس کے تھوڑی دیر بعد لیناکس اپنے باپ کو پانی سے نکال کر ساحل پر لے آیا مگر ڈونالڈ غرق شدہ بچہ کی تلاش میں پانی کو کھوندتا پھرتا رہا ساحل پر پہنچنے کے بعد تھوڑی دیر وائنے لیچ تھگلن نیم بے ہوشی کی حالت میں رہا لیکن جونہی اس کے حواس بجا ہوئے اس نے اپنا بازو بیٹے کی گرفت سے چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے پھر ایک بار دیوانہ وار چلانا شروع کیا۔

"مجھے جانے دو! لیناکس مجھے چھوڑ دو! میں تمہیں حکم دیتا ہوں... ہائے میرا عزیز بچہ لوکیل ڈوب گیا۔ میں بھی اس کے بغیر زندہ نہ رہوں گا خدا کے لئے کوئی اسے بچائے میں اسے منہ مانگی مراد دوں گا!" اس وقت یاس سے گھبرایا ہوا باپ اپنا سارا تکبر نظرانداز کر چکا تھا اور اس کے چہرہ پر رحم و التجا کے آثار نمودار تھے۔ لیناکس نے اپنے دونوں بازو باپ کی کمر کے گرد ڈالے ہوئے تھے لیکن وہ آنکھ بچا کر پھر ایکبار پانی میں کود جانا چاہتا تھا۔

دفعتاً خشکی پر کھڑے ہوئے کسی شخص کے منہ سے آواز سنائی دی" وہ بچ گیا! خدا کا شکر ہے کہ وہ بچ گیا!" اور جب اس کے ایک لمحہ بعد متعجب نگاہیں پانی کی طرف گئیں تو دیکھا کہ ڈونالڈ سٹوارٹ خورد سال لوکیل کا سر پانی کی سطح سے اوپر نکالے اس کو سہارا دیئے خشکی کی طرف لا رہا ہے۔

"افسوس وہ مر چکا! وہ اب زندہ نہیں ہے!" لیچ تھگلن نے لوکیل کی ظاہرا بے جان صورت دیکھ کر اب ایک نئی دہشت کے زیر اثر فریاد کرنا شروع کیا۔

"نہیں وہ زندہ ہے!" سٹوارٹ نے ساحل پر آکر ہانپتے ہوئے کہا اور اس کے ایک لمحہ بعد لوکیل اپنے باپ کے بازوؤں میں لپٹا ہوا تھا۔

لیکن گو ڈونالڈ سٹوارٹ جان پر کھیل کر خورد سال بچہ کو جھیل کی گہرائی سے نکال لایا تاہم یکے بعد دیگرے دو بار پانی میں کودنے غوطہ لگانے اور تیرنے کی کوشش سے

یہ عالم اس کے ضعف نقاہت کا ہو گیا تھا کہ وہ خشکی پر قدم رکھتے ہی بیہوش ہو کر گر گیا۔ یہ حالت دیکھتے ہی ایمیلین جو اس اثنا میں ہوش میں آ چکی تھی۔ زرد رو، رعشہ براندام دوڑتی ہوئی اس جگہ کی طرف گئی جہاں عاشق جانباز فرش زمین پر بے ہوش پڑا تھا۔ دہشت و یاس کی شدت سے اس کے اپنے اعضا اکڑے ہوئے اور ہونٹ نیم باز تھے۔ بیخودی کے عالم میں اس نے پاس جا کر ڈونالڈ کے سر کو سہارا دیکر اٹھایا اور چھاتی سے لگا لیا مگر کوئی لفظ اس کے منہ سے نہیں نکلا۔ اس کا دل اس مضبوطی سے یاس کی اذیت دہ گرفت میں آ چکا تھا کہ اظہار جذبات کی طاقت بالکل ہی اس سے خارج ہو چکی تھی۔ مگر عین اس وقت سٹوارٹ نے جو محض بیہوش تھا مگر جس کو ہیبت اپنے پڑھے ہوئے اندیشوں کی وجہ سے مردہ سمجھ چکی تھی آنکھیں کھول دیں اور ان خوش نما آنکھوں سے جو اس کے اوپر جھکی ہوئی تھیں آنکھیں چار کرتے ہی میٹھا تبسم اس کے ہونٹوں پر پیدا ہو گیا۔ گھاٹ پر کھڑے ہوئے لوگوں میں چونکہ واقعات حال کی وجہ سے سخت جوش پھیلا ہوا تھا اس لیے کسی کی نظر اس واقعہ کی طرف نہ گئی تاہم دو شخص ایسے تھے۔ جنہوں نے اس واقعہ کو دیکھا ایک میں اور ایک . . . لیناکس دیناچر۔ خوف کی تھرتھری بے اختیار میرے بدن میں پھر گئی جب میں نے سوچا کہ اس واقعہ عجیب کو دیکھ کر نہ معلوم لیناکس دیناچر کے دل میں کیا خیالات پیدا ہوں گے اور دہشت کا احساس میرے دل میں اور بھی تیز ہو گیا جب میں نے سایہ تاریک اس کے چہرہ پر پھیلتے ہوئے دیکھا اس کے فوراً بعد ایک بالکل ہی نئی کیفیت لیناکس کے چہرہ پر نمودار ہوئی۔ جس سے پایا جاتا تھا کہ یا تو اصل حقیقت یا اس حقیقت کا شبہ اس کے دل میں پیدا ہو گیا ہے یا اس کا جوش تکبر اس خیال سے بھڑک اٹھا ہے کہ اس کی منگیتر خاتون اکیلی اس طرح کے کم حیثیت معلم کی ذات سے جیسا کہ ڈونلڈ سٹوارٹ تھا اتنی گہری دلچسپی لیتی ہے چند ثانیوں کے عرصہ تک وہ کچھ اس طرح کی حالت میں چپ چاپ کھڑا رہا گویا نہیں جانتا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے اور کیا نہیں اس کے بعد آگے آ کر سختی سے گستاخانہ لہجہ میں کہنے لگا "ایمیلین جاؤ میں اس شخص کی حالت دیکھنے کے لئے موجود ہوں جاؤ میں جا کے بھیگے ہوئے کپڑے بدل لے ورنہ سردی لگنے کا اندیشہ ہے"

ان الفاظ کو سنکر مسٹر سٹوارٹ جھٹ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی حالت اس شخص سے ملتی تھی

جو دفعتاً خطرہ کی صحیح نوعیت سے واقف ہو یا جس کی آنکھ یکایک خواب راحت دیکھنے کے بعد کھل جائے جلدی سے اٹھکر کھڑا ہوتے ہوئے اس نے شکریہ کے چند الفاظ میں دینا چاہتے تھے لیکن اس کے ساتھ ہی ایبلین کی آواز دبے ہوئے لہجہ میں کہتے ہوئے سنائی دی۔

"آپ میرے محسن ہیں۔ آپ ہی نے میری جان بچائی ہے اس لئے شکریہ کے الفاظ آپکو نہیں بلکہ مجھے کہنے چاہئیں!" اس کے بعد اس خیال سے کہ مبادا لینا کس اس کے صحیح جذبات سے واقف ہو جائے وہ جلدی سے ایک طرف کو مڑی اور ان سب لوگوں کی طرح جو پانی میں گرنے کے بعد تبدیل لباس کیلئے محل کی طرف جا رہے تھے وہ بھی اسی طرف کو چل دی۔

لوکیل اس اثنا میں پوری طرح ہوش میں آ چکا تھا اور مسرور باپ اپنے دونوں چہیتے بچوں کو باری باری سینے سے لپٹا رہا تھا اس کے بعد دفعتاً اس کی نگاہ سٹوارٹ کی طرف گئی اور اس نے جوش سے بھرے ہوئے لہجہ میں کہا۔

"او مسٹر سٹوارٹ الفاظ میں طاقت نہیں کہ میرے احساس شکر گذاری کو ظاہر کرسکیں۔ آپ نے میری عزیز بھتیجی اور میرے عزیز بچے کی جانیں بچائی ہیں۔ لینا کس جاؤ مسٹر سٹوارٹ کو اپنے ساتھ محل میں لے جا کر لباس تبدیل کراؤ۔ تمہارا بھی جوزف" پھر اس نے میری طرف مڑ کر کہا "میں آج واقعہ کے لئے کچھ کم شکر گذار نہیں ہوں"

میرا اپنا خیال یہ ہے کہ ارچ ڈیوک متھگلن نے اس سے پہلے اپنی عمر میں کبھی اس قدر جوش ظاہر نہ کیا ہوگا جتنا اس وقت اس کے لفظوں میں پایا جاتا تھا۔ تاہم نہ اس نے میرا اور نہ غریب ڈونلڈ سٹوارٹ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لینے کی پرواکی بہرحال وہ اپنے طور پر ہم دونوں کا شکر گذار تھا یعنی اتنا ہی جس قدر اس کی مغرور طبیعت اجازت دے سکتی تھی اور اس سلسلہ میں ازروئے انصاف یہ بھی لکھ دینا چاہتا ہوں کہ جس وقت وہ اپنے دونوں چہیتے بچوں کو ساتھ لئے ایوان کی طرف جا رہا تھا تو ایک لحظہ کے لئے ٹھہر کر اس نے کہا "مسٹر سٹوارٹ۔ میں نے اس شخص کو جو لوکیل کی جان بچائے منہ مانگی مراد دینے کا وعدہ کیا تھا وہ وعدہ اب بھی مجھکو یاد ہے اور ضرور پورا کیا جائیگا"

"آیئے آیئے مسٹر سٹوارٹ" لیناکس نے کچھ اس طرح کج اخلاق ہو کر کہا کہ ایک مرد کی حیثیت میں میں اپنے جی میں آزردگی محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔ "میرے ساتھ آیئے جس چیز کی ضرورت ہوگی مہیا کر دی جائے گی۔"

یہ بیان کرنا لاحاصل ہے کہ سارا واقعہ کشتی کے الٹنے سے لیکر اس وقت تک جس کا ذکر اب کیا جا رہا ہے صرف چند ثانیوں کے عرصہ میں ختم ہو گیا تھا۔ اور میں کہہ سکتا ہوں کہ کبھی کسی موقعہ پر حتیٰ کہ کسی معرکہ جنگ کے گھمسان میں بھی اس قدر عجیب اور اتنے متضاد و متنوع جذبات کا اظہار قلیل عرصہ میں نہ ہوا ہوگا۔ جتنا اس موقعہ پر ہوا۔ اس جگہ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ بیچارے ڈامنی سے اور تو کچھ نہ ہوسکا اس نے وہیں ساحل پر کھڑے ہو کر اس قدر جوش ظاہر کرنا شروع کیا جس کی عام حالات میں اس سے بہت کم توقع ہوسکتی تھی چنانچہ جس وقت ڈوبنے والوں کی امداد و حفاظت کے سلسلہ میں ساحل پر کھڑے ہوئے لوگوں میں بھگدڑ مچی ہوئی تھی۔ تو وہ کسی دیوانی بطخ کی مانند بھدی چال سے ادھر ادھر دوڑتا پھرتا تھا۔ ایک دو بار اس نے خورد سال بچوں کی طرح رونا بھی شروع کر دیا اور آخر اپنی طرف سے امداد کا اور کوئی ذریعہ پیش کرسکتے ہوئے اس نے اپنی ہلاس کی ڈبیا ندی میں پھینک دی۔ گویا حالات پیش آمدہ میں وہ اس کی ذات کی بوچھا حسن قائمقامی کر سکتی تھی۔ جب بعد ازاں اس کو معلوم ہوا کہ ہر شخص کو زندہ اور صحیح سلامت بچا لیا گیا ہے تو اس کی خوشی کا بھی عجیب طریقہ پر ہوا یعنی اس نے ساحل کے پاس بیٹھ کر اپنی ہیٹ ایک طرف کو پھینک دی سے بالوں کی ٹوپی اتار کے اس نے چہرہ کا پسینہ اور آنسو پونچھنے شروع کر دیئے۔

باقی ہر شخص کی طرح میں بھی گیلے کپڑے اتارنے اور دوسرا لباس پہننے کے خیال سے جلدی اپنے کمرہ کی طرف جا رہا تھا کہ ڈامنی نے آگے بڑھ کر مجھے بازو سے پکڑ لیا اور بالوں کی ٹوپی سر پر رکھتے ہوئے کہنے لگا۔" جوزف۔ آج ٹھیک تم نے بہادری کا ثبوت دیا۔ آہ۔ کتنا خوفناک اور بھیانک نظارہ تھا جس کو دیکھ کر میرے دل میں ایک ایسے ہی اور واقعہ کی تازہ ہوتی ہے۔ جو کئی سال پہلے اس زمانہ میں پیش آیا تھا۔ جب میں بیوہ گلن کیٹ کے مکان پر

تھا اور میرا دوست سالٹ کوٹ غسل خانہ کے ٹب میں گرا تھا۔ ۔ ۔ "

"صاحب معاف کیجئے" میں نے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "میرے کپڑے چونکہ تر ہیں پاس کھڑے ہیں۔ ۔ ۔"

"بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک" ڈامی نے اپنے چہرہ پر اس طرح کے آثار حماقت نمودار کرتے ہوئے کہا گویا اسکو تعجب تھا کہ جھیل میں گرنے سے اس کے کپڑے کیوں بھیگ گئے "تاہم جیسا میں کہہ رہا تھا۔ ۔ لیکن بہتر ہے میں اس وقت بھول گیا۔ ۔ ۔ میں پھر کسی وقت یاد کرکے بتاؤں گا"

میرے پاس فی الحال اس کی بیہودہ حکایات سننے کے لئے وقت نہ تھا پس میں جس قدر تیزی رفتار سے ممکن تھا۔ لباس تبدیل کرنے محل کی طرف چلا۔

واقعات مذکورہ کے قریبا ایک گھنٹہ بعد کیمرن مجھ سے ملا اور اس نے لاتعداد سوالات مجھ سے اس بارہ میں دریافت کرنے شروع کئے۔ اسکی ہر بات کا جواب دینے کے بعد آخرکار میں نے پوچھا۔

"کیا گھر کے لوگ لنچ کھا کے فارغ ہو چکے؟"

"ہاں وہ ابھی کھانے سے اٹھے ہیں" اس نے جواب دیا "اور میرا خیال ہے کہ اس موقعہ پر نہایت نازک مزاج خاتونوں نے بھی سردی سے محفوظ رہنے کو تھوڑی سی چیری یا برانڈی ضرور نوش کی ہوگی"

"غالبا" میں نے تسلیم کیا "مگر مسٹر سٹوارٹ۔ ۔ ۔ کیا وہ بھی لنچ کھانے کے لئے ٹھہرے تھے؟"

"کیا! ۔ ۔ ۔ اہل خانہ کے ساتھ؟" کیمرن نے غضبناک ہو کر حیرت آمیز نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا "یقیناً نہیں! بھلا یہ کس طرح ممکن ہے کہ وہ لیڈی ٹمنگٹن ایک ایسے کم حیثیت شخص کو اپنے دسترخوان پر جگہ دیں؟ البتہ انہوں نے ازراہ عنایت میری زبانی مسٹر سٹوارٹ کو کہلا بھیجا تھا کہ تمہارے لئے لنچ کا سامان لائبریری کے کمرہ میں رکھوا دیا جائے گا"

"ازراہ عنایت!" میں نے طنز کے ساتھ کہا۔

"ہاں ہاں" کیمرن نے میرے الفاظ اور لہجہ کی اہمیت کو محسوس نہ کرتے ہوئے کہا "مگر مسٹر سٹوارٹ نے انکار کیا۔"

"اور اسے ایسا ہی کرنا چاہئے تھا" میں نے اس بے عزتی کو سوچ کر جو غریب معلم سے روا رکھی گئی تھی۔ غصہ میں بھر کر کہا۔

"کیا! ایسا ہی کرنا چاہئے تھا!" کیمرن نے بڑی ہی حیرت کے ساتھ پوچھا۔ "کیوں کس لئے؟ میری اپنی رائے میں وہ چونکہ بھوکا نہ تھا اس لئے اس نے انکار کر دیا ہوگا کیونکہ اس قدر جوش اور تھکن کے بعد اس کی بھوک زائل ہو جانا قدرتی تھا۔"

"لیکن اگر مسٹر سٹوارٹ کی جگہ میں ہوتا" میں نے جوش کے ساتھ کہا "اور بھوک سے میری جان لبوں پر ہوتی تو میں اس حالت میں اپنی جان سلامت رکھنے کے لئے بھی ایک لقمہ تک زہر مار کرنے کے لئے تیار نہ ہوتا۔"

سکتہ کی سی حالت کیمرن پر طاری ہو گئی۔ اس کے چہرہ کے آثار سے پایا جاتا تھا کہ وہ یہ بات سمجھنے سے قاصر ہے کہ کیوں میں اس طرح کے منویانہ خیالات کا اظہار دا سے لیج متھگنس کی فیاضی اور مہمان نوازی کے برخلاف کر رہا ہوں جو اس کی رائے میں نہ صرف ہالینڈس میں بلکہ سارے عالم کے طول و عرض میں سب سے بڑا رئیس تھا۔ خیر اس بیہودہ گفتگو کو لمبا نہ کرنے کے خیال سے میں جلدی سے ایک طرف کو مڑا لیکن جس وقت میں کیمرن کو حیران و ششدر چھوڑ کر رخصت ہو رہا تھا تو بڑبڑاتی ہوئی آواز میں اس کے الفاظ میرے کانوں میں آئے "یہ بیچارہ انگریز ہے۔ اور اس ملک کے حالات کو بالکل نہیں جان سکتا۔ تاہم اس طرح کے خیالات۔ ایج متھگنس کے برخلاف ظاہر کرنا . . . کیا میرے کان صحیح سنتے ہیں؟ یا میری آنکھوں کو دھوکا ہوا ہے؟"

باب ۴۶

ڈاسی کلیک سٹین کی باتیں

اس روز دامیے لیڈی متھنگلن نے میرے سفر کیرنڈیل کا حال پوچھنے کے لئے مجھے طلب نہیں کیا میرا اپنا خیال یہ ہے کہ جھیل کے ساحل پر جو پر جوش واقعات پیش آئے تھے ان کی وجہ سے میرے سفر کا حال بالکل ہی اس کے ذہن سے اتر گیا تھا۔ نہ مجھے اس روز پھر امیلین سے ملنے کا اتفاق ہوا البتہ قریب عصر کے سارے آدمی اور مہمان لڑکیاں کھوئے کمرۂ نشست میں بیٹھے جھیل کے پانی سے بھیگی ہوئی سرد ہوا کے جھونکوں کا مزا لے رہے تھے جس میں لیڈی متھنگلن کے وسیع باغات کے پھولوں کی خوشبو ملی ہوئی تھی۔ تو میں نے دیکھا کہ مسٹر لینا کس دنیا چرتہنا محل کے بغلی دروازہ سے نکلکر پریشانی کی حالت اضطراب میں باغ کے ایک دور افتادہ سایہ دار مقام کی طرف ہولیا میں خود اس وقت باغ کے ایک حصہ میں ٹہلتا پھر رہا تھا لیکن یا تو اس نے مجھے دیکھا ہی نہیں یا اگر دیکھا تو میری موجودگی نظرانداز کر دیا اور اس سے یہ خیال میرے دل میں اور بھی مضبوطی کے ساتھ جم گیا کہ کسی طرح کا بوجھ ضرور اس کے دل پر پڑا ہوا ہے جس کی وجہ سے وہ گرد و نواح کے حالات کو دیکھنے یا ان کی اہمیت کو سمجھنے سے ناقابل ہے کیونکہ اگر یہ حالت نہ ہوتی تو میرا خیال تھا وہ میری اس خدمت کے صلہ میں جو میں نے اس کے ننھے بھائیوں میں سے ایک کو غرقابی سے بچانے میں سرانجام دی تھی ضرور گرمجوشی اور ملائمت سے ایک دو لفظ کہتا۔

خیر میں قصداً اس سے ہٹ کر باغ کے دوسرے حصہ کی طرف چلا گیا اور اس طرح ٹہلتے ہوئے لاتعداد خیالات میرے دل میں پیدا ہونے شروع ہوئے جن میں اینبل کا تصور سب پر غالب تھا ایک سایہ دار کنج میں پہنچکر میں ایک بنچ پر بیٹھ گیا۔ اور اپنے خیالات پر غور کرنے لگا۔ تھوڑی دیر اسی طرح گذری تھی اس کے بعد کسی کے پیروں کی چاپ میری طرف کو آتی سنائی دی ایک دفعہ رک کر ختم ہو گئی اس کے بعد پھر سنائی دینی شروع ہوئی تھی کہ میں نے معلوم کیا کہ وہ شخص نامعلوم

جو چل رہا تھا۔ کنج کے پاس پہنچکر ایک درخت کے سہارے کھڑا ہو گیا ہے۔ باغ کے اس حصہ میں کئی اونچے درخت تھے اور ان کے درمیان گلاب اور یاسمن کے تھلے اور خوش نما پودے اور بیلیں اس کثرت سے موجود تھیں کہ سبزہ و گلزار کا ایک پردہ سا تنا ہوا تھا جس کے ایک طرف کھڑا ہوا آدمی دوسری سمت کے حالات سے بالکل واقف نہ ہو سکتا تھا۔ علاوہ بریں درختوں کی جھکی ہوئی ٹہنیاں اس پردہ کو اور بھی زیادہ مکمل اور محفوظ بنا ئی تھیں۔ اس خیال سے کہ شاید یہ آواز مسٹر لیناکس ویناچر کے سیر دل کی ہو اور وہ سیر کرتے کرتے اس طرف آ گیا ہو میں اس جگہ سے اٹھکر رخصت کی تیاری کرنے لگا لیکن شخص نامعلوم درخت کے تنے کے ساتھ اس طرح لگ کر کھڑا تھا کہ میں اگر اس کے پاس سے گذرتا تو وہ یقیناً میری موجودگی سے خبردار ہو جاتا مجبور رہوکر میں اسی جگہ ٹھہر گیا تاہم اس درخت کی شاخوں کے سہارے سے میں نے معلوم کیا کہ شخص مذکور سخت جوش کی حالت میں اس کا سہارا لئے کھڑا ہے

"آہ۔ وہ نظریں جو میں نے دیکھی تھیں" ایک آواز جسے میں نے خوراً ہی پہچان لیا کہ مسٹر لیناکس کی ہے کہتے سنائی دی "کیا وہ سچ مچ کوئی خاص معنی رکھتی تھیں یا مجھکو دھوکا ہوا ہے؟ تاہم کتنا جوش انگیز دیوانگی پیدا کرنیوالا خیال ہے۔ رحم خدا۔ اگر وہ یہ نہ معلوم وہ صرف حقیر حسب کا نہ خاندان ہے اور نہ دولت۔ اگر واقعی اس نے اپنی امید دل کو اس قدر اونچا کیا ہے... لیکن نہیں یہ خیال ہی مضحکہ انگیز ہے۔ شاید یہ میرا وہم ہو کہ میں اس نگاہ کو اتنی اہمیت دے رہا ہوں نہیں یہ میری شان آثار سے بعید ہے کہ میں اس معاملہ پر سنجیدگی سے غور کروں میرے لئے اس بارہ میں والد سے کچھ کہنا میری اپنی کم ظرفی کا ثبوت ہوگا اس لئے یہ خیال ہی دل سے نکال دینا چاہئے تاہم میں نگرانی جاری رکھوں گا میں ضرور نگرانی رکھوں گا حالانکہ... یہ بھی ایک فعل معیوب ہے لیکن خدا کرے اس جوش رقابت کا ستیاناس ہو۔ کاش وہ میرے سینے میں پیدا نہ ہوتا!"

اتنا کہکر لیناکس ویناچر (کیونکہ شخص نامعلوم یقیناً وہی تھا) تیز تیز ایک طرف کو رخصت ہو گیا اور جلدی ہی اس کے ہٹتے ہوئے سیر دل کی آواز فاصلہ پر سنائی دینی بند ہو گئی۔ تاہم اتفاقیہ طور پر بغیر کسی کوشش یا ارادہ کے مجھے اس کے خیالات سے واقف ہونے کا موقعہ مل گیا تھا یعنی

مجھکو معلوم ہوگیا تھا کہ جبل کے ساحل کے اس نظارہ کو دیکھ کر جس میں ڈونالڈ سٹوارٹ فرش زمین پر بے ہوش پڑا تھا اور امیلین اس کا سر اپنی گود میں لے بیٹھی تھی۔ لیناکس کے سینہ میں حسد و جوش کی تیز آگ شعلہ زن ہو چکی ہے اس میں شک نہیں ایک طرف وہ اپنے جذبات تکبر کی وجہ سے اس خیال کو بھی دل میں لانا قابل نفرت سمجھتا تھا لیکن دوسری جانب کوئی نہ جانی ہوئی طاقت اسے اپنی چچازاد بہن اور مسٹر سٹوارٹ کی حرکات کی جاسوسی پر اکسا رہی تھی۔ آہ۔ اے عاشقان ناکام کتنی رنجیدہ اور افسوسناک تمہاری حالت تھی! میں یہ سوچ رہا تھا کہ لیناکس کی مشکلات ہر لحظہ نمایاں طور پر بڑھتی جا رہی ہیں تاہم اپنے جی میں میں نے اس بات کا مصمم ارادہ کر لیا کہ اگر میری خدمات کسی لائق ہوں تو میں ان کے ذریعہ سے مسٹر سٹوارٹ اور مس ڈینا چر کی امداد سے کبھی دریغ نہ کروں گا۔

اس سے دوسرے دن صبح کو میں جب لیناکس ڈینا چر کے تبدیل لباس کے کپڑے رکھنے اس کے کمرہ میں داخل ہوا تو اس کا چہرہ ستا ہوا اور زرد تھا اور شب گزشتہ کی بے تابی اور اضطراب کے آثار اس پر اب تک موجود تھے وہ میری آمد سے پہلے ہی بیدار ہو چکا تھا اور ابھی ابھی ہاتھ منہ دھو کر فارغ ہوا تھا۔

"آہ۔ جوزف" اس نے مجھے دیکھ کر اس طرح کے لہجہ اضطراب میں جو اس کی ذہنی بے تابی کا مظہر تھا کہا "کل تم نے بڑی ہمت کی کہ آیڈر کو بچا لیا اس کے لئے میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں"۔

"حضور میں خود آپ کی ذرہ نوازی کا ممنون ہوں" میں نے جواب دیا "حادثہ اس میں شک نہیں بڑا دہشتناک تھا تاہم خدا نے بڑی عنایت کی کہ کسی جان کا نقصان نہیں ہوا"۔

اس کے بعد تھوڑی دیر سکوت رہا۔ لیناکس کے چہرہ سے پایا جاتا تھا کہ وہ گہری فکر میں ہے اس کے بعد دفعتاً ایک فوری خیال کے اثر سے اس نے پھر کہا "جوزف میرے خیال میں والدہ نے تم کو سختی سے حکم دیا تھا کہ مس ڈینا چر کی خدمتگاری بھی تن دہی سے کرنا جس طرح میری لیکن اگر اس حکم کی تعمیل نہ کرنے کی وجہ سے میں تم سے ناراض ہوا تو ایسا ہونا قدرتی تھا۔ بہرحال اس وقت میں اس واقعہ کا ذکر اس لئے نہیں کرتا کہ مجھے اس کی یاد ناخوشگوار کو تازہ کرنا منظور ہے بلکہ . . . محض اس لئے . . ."

وہ کہتا کہتا رک گیا اور میں نے دیکھا ایک عجیب طرح کی ذہنی کشمکش اس کے سینہ میں

جاری تھی۔ ایک طرف جوشِ رقابت اس کو بعض ہدایات جاری کرنے پر اکساتا تھا دوسری جانب طبعی فیاضی اور احساس تکبر اس فعل رذالت کی راہ میں مزاحم تھے افسوس طبع انسانی کی کمزوریاں بسا اوقات آدمی کے ذہنی اوصاف پر غالب آجاتی ہیں جب عشق کا جذبہ تیز قلب انسانی میں جاگزین ہوتا ہے تو پھر تکبر کا احساس بھی جوشِ رقابت میں دب جاتا ہے۔

"درحقیقت میں یہ کہنا چاہتا تھا" لینا کس نے اس طرح جلد جلد بولتے ہوئے کہا گویا ایک فرض ناخوشگوار کو جس سے وہ واقعی میں شرمسار تھا جلد تر ادا کرنا چاہتا ہے "کہ تم والد کی ہدایت کے مطابق ان اوقات میں جب مس دینا چر کسی کام کے لئے گاؤں جائے اور مجھے اس کے ہمراہ جانے کی فرصت نہ ہو ضرور اس کے ساتھ جایا کرو اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم گاؤں تک جا کر واپس آجاؤ۔ بلکہ مس دینا چر کو جہاں کہیں جانا ہو اس کے ساتھ ساتھ جاؤ۔ کیا تم میرا مطلب سمجھ گئے؟ میں امید کرتا ہوں آئندہ تم اس موقعہ کی نسبت جب میں نے تمہیں آوارہ پھرتے دیکھا تھا اور تم مس دینا چر کو چھوڑ کر ایک دکان کے پاس ٹھہر گئے تھے زیادہ احتیاط سے کام کرو گے۔"

"جی سرکار میں ہمیشہ تعمیل ارشاد کرتا رہوں گا" میں نے جواب دیا۔

اس روز دن کے گیارہ بجے کیمرن نے مجھ سے کہا کہ بڑی سرکار نے ایک اشد ضروری کام کے لئے فوراً تم کو یاد کیا ہے اور وہ لائبریری میں تمہارا انتظار کر رہے ہیں چنانچہ میں سیدھا اس طرف کو گیا لیکن دروازہ کھولا تو معلوم ہوا کہ مسٹر دینا چر ڈونالڈ سٹوارٹ سے باتیں کر رہے ہیں مجھے دیکھ کر فوراً پیچھے ہٹ آنا چاہتا تھا مگر انہوں نے اپنے مستحکم لہجے سے کہا "ٹھہرو۔ درحقیقت مسٹر سٹوارٹ سے میری گفتگو قریباً ختم ہو چکی ہے۔"

میں نے دروازہ پھیر دیا اور خود اس گفتگو کے خاتمہ کے انتظار میں اس کے پاس کھڑا ہو گیا مسٹر دینا چر وسطی میز کے پاس بیٹھے تھے اور مسٹر سٹوارٹ اس میز کے دوسری جانب کھڑا تھا معلوم ہوتا تھا اول الذکر نے نوجوان معلم سے بیٹھنے کے لئے نہیں کہا حالت اس طرح کی تھی گویا مسٹر سٹوارٹ ایک تعلیم یافتہ مرد شریف ہونے کی بجائے گھر کا معمولی نوکر تھا یا یہ ایک اسی طرح کا سین تھا

میں میں دو شخص۔ ایک جن میں سے دوسرے کا مربی تھا اپنے اپنے پارٹ کو اس طریقہ پر ادا کر رہے تھے مگر اول الذکر آخرالذکر کے مقابلہ میں اپنی وجاہت اور اہمیت کو بالارادہ اس کے جذبات کو ٹھیس لگانے کے لئے نہیں بلکہ عادتاً واضح کر رہا ہے۔ تاہم میں نے دیکھا کہ گو ڈونالڈ سٹوارٹ کے انداز مودبانہ تھے تاہم اس کے بشرہ سے اس طرح کے آثار تمکنت و وقار ظاہر تھے جو کسی مرد شریف کے چہرے پر ہی پائے جا سکتے ہیں۔ زیادہ صاف لفظوں میں مسٹر سٹوارٹ کی حالت ظاہر کرتی تھی کہ اگر والٹر ایرنج تھگلن کو اپنی دولت کا غرہ ہے تو اسے اپنے ذہنی اوصاف پر ناز ہے اور اپنے جی میں وہ اچھی طرح سمجھتا ہے کہ اس پہلو سے وہ اگر اس پر فائق نہیں تو اس کا ہم پلہ ضرور ہے۔

"مسٹر سٹوارٹ" والٹر ایرنج تھگلن نے مجھے دروازہ کے پاس ٹھہرنے کا حکم صادر کرنے کے بعد سلسلہ تقریر جاری رکھ کر کہا" جو وعدہ میں نے کیا تھا میں ہر وقت اس کا پابند ہوں۔ آپ نے میری بھتیجی اور سب سے چھوٹے بچے کو غرقابی سے بچا کر جو احسان مجھ پر کیا ہے میں کبھی اس کو فراموش نہیں کر سکتا اور اس کے لئے پھر ایک بار شکریہ ادا کرتا ہوں لیکن میری رائے میں خالی شکریہ کے الفاظ اس مطلب کے لئے کافی نہیں ہیں میں نے اس شخص کو جو میرے بچے لوکیل کو بچائے منہ مانگی مراد دینے کا وعدہ کیا تھا۔ مانگئے آپ کیا مانگنا چاہتے ہیں کیونکہ میری خواہش اس قرضہ اخلاقی کے بوجھ سے جلد تر سبکدوش ہونے کی ہے فی الحال میں ایک طرح پر آپ کا مقروض ہوں حالانکہ ایرنج تھگلن" اس نے فخریہ لہجہ میں کہا "کبھی کسی کا مقروض بن کے رہنا منظور نہیں کر سکتا۔"

"بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک" دفعتاً ڈامنی کی آواز کمرہ کے دور افتادہ حصہ سے آتی سنائی دی چونکہ وہ ایک کھڑکی کے پاس صوفے پر دبکا سمٹا بیٹھا تھا اس لئے میں نے پیشتر اس کو نہ دیکھا تھا" ہر ایک شریف آدمی کو چاہئے کہ مقروض بنکر نہ رہے۔ چنانچہ یہی الفاظ میں نے اس شخص سے کہے تھے جو میرے قریب بیوہ گلن ملٹ کے مکان پر رہتا تھا اور جس پر دھوبن کے تین شلنگ چڑھ میں آتے تھے ... میرا خیال ہے دھوبن ہی کے تھے ... یا شاید نہال کے

ہوں... مگر صحیح حال میں سوچکر آپ کو بتاؤں گا۔"

"اس نے مسٹر سٹوارٹ" والئے ایچ متھگلن نے ڈامنی کلیک منین کی بکواس کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا: "جوکچھ آپ اس سلسلہ میں طلب کرنا چاہتے ہوں کیجئے۔ مجھے اس کو پورا کرنے سے قطعاً دریغ نہ ہوگا۔"

"لیکن مسٹر دیناچر" سٹوارٹ نے جواب دیا" فی الحال کوئی خاص چیز ایسی نہیں ہے جو میں آپ سے طلب کرنا چاہوں..."

"مہربانی سے مجھے ایچ متھگلن کہکر مخاطب کیجئے" مسٹر دیناچر نے اپنا سر نخوت سے اٹھاتے ہوئے کہا۔

"بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک"۔ ڈامنی نے پھر کہا" میرا اپنا قریبی رشتہ دار ترکس میں ڈاؤن آرڈر اگر آج جہلت کر جائے تو پھر لوگوں کا فرض ہوگا کہ وہ مجھے کلیک منین آگذینش کہکر مخاطب کریں۔ چنانچہ یہی بات میں نے ایک روز سالٹ کوٹ سے کہی تھی جب..."

"تاہم کہئے آپ کیا کہنا چاہتے تھے" ایچ متھگلن نے سٹوارٹ کو مخاطب کرکے پوچھا۔

"جی میں فقط یہ عرض کرنا چاہتا تھا" نوجوان معلم نے لہجہ تجارت سے جواب دیا" کہ فی الحال چونکہ کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو میں آپ سے طلب کرنا چاہوں اس لئے اگر آپ مجھے اس بات کی اجازت دیں کہ زمانہ آئندہ میں کسی موقعہ پر میں جب کوئی چیز اس سلسلہ میں مانگوں..."

"میں سمجھا" ایچ متھگلن نے سنجیدگی سے کہا" آپ میرے وعدہ کی مہلت بڑھانا چاہتے ہیں بہت اچھا۔ اگر آپ کو اصرار ہے تو مجھے انکار نہیں۔ کیونکہ کل کے واقعہ کے بعد میرے نے اس بات پر زور دینا کہ آپ اپنا سوال فوراً ہی پیش کریں۔ یقیناً فیاضی سے بعید ہوگا۔ مجھے آپ کی خاطر منظور ہے اور میں اپنے وعدہ کی مہلت بڑھاتا ہوں اس شرط کے ساتھ قبول کرسکے کہ وہ غیر معمولی لمبی نہ ہونی چاہئے۔ یہ کہہ دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ میرا یہ وعدہ بعض شرطوں سے محدود ہے مثلاً یہ کہ آپ کا سوال اس قسم کا ہونا چاہئے کہ میرے لئے اسکو معقولیت کے ساتھ پورا کرنا ممکن ہو..."

"اطمینان فرمایئے اسی طرح ہوگا" سٹوارٹ نے جواب دیا" میں وہی چیز آپ سے مانگونگا
جس کا دینا جائز طور پر آپ کے اختیار میں ہو"

"بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک" ڈامنی نے جلدی سے کہا" یہ بات شروع میں ہی طے ہو جانی چاہئے
کہ آپ کا سوال حد معقولیت سے باہر نہ ہوگا مثلاً آپ ارچ متھگلن سے آپ کے بیٹے کا محل نہ مانگیں
گے نہ ان کی جاگیر۔ نہ آپ ان کی بھتیجی سے شادی کی درخواست پیش کریں گے۔ نہ یہ کہیں گے کہ ان کے
دو چھوٹے صاحبزادے آپ کی خدمات بجالایا کریں۔ نہ یہ کہ میں آپ کو کشتی پر سوار کر کے جھیل کے
پار لیجاؤں۔ کیونکہ اگر ایسا ہو۔ تو پھر ہم دونوں کا تہ نشین ہو جانا یقینی ہے۔ چنانچہ یاد آگیا اسی طرح
ایک دفعہ سالٹ کو شنے . . ."

"مسٹر کلیک منین نے اپنی عمر میں پہلی بار خدا لگتی بات کہی ہے" دانے ارچ متھگلن نے
اپنے درمیانی الفاظ پر زور دیکر کہا" یقیناً مسٹر سٹوارٹ میرا وعدہ اس طرح کے خارج از معقولیت
سوالات کے متعلق نہیں ہے۔ جو مسٹر کلیک منین آف کلیک منین نے کنش نے بیان کئے ہیں"

حماقت مآب ڈامنی کے بے خبری میں مسٹر سٹوارٹ کے ایمیلین سے شادی کرنے کا ذکر
چھیڑنے سے نوجوان مسلم کے رخسار دل پر تیز سرخی پھیل گئی تھی کیونکہ الفاظ گو بغیر کسی ارادہ کے
کہے گئے تھے۔ تاہم وہ اپنے اندر واضح اہمیت رکھتے تھے۔ گو اس اہمیت کا خیال اس وقت نہ بڈھے
ڈامنی اور نہ دانے ارچ متھگلن کو معلوم تھا چنانچہ مسٹر سٹوارٹ نے سرسری طور پر پھر ایک بار کہا"جی
بے شک میں سمجھ گیا" اور اس کے بعد چپ ہو گیا۔ رہ گئی اس کے چہرہ کی سرخی تو اسے یا تو
ارچ متھگلن نے دیکھا ہی نہیں یا اگر دیکھا تو اس کا مطلب کچھ اور سمجھ کے اسکو نظر انداز کر دیا چنانچہ
اس کے بعد مسٹر سٹوارٹ مودبانہ سلام کر کے لائبریری سے رخصت ہو گیا مگر جانے سے پہلے جیسا
اس کا معمول تھا اس نے میری طرف دیکھ کر اپنے چہرہ پر آثار تبسم پیدا کئے اور اس کے ساتھ ہی سر
کو ذرا سا خم دیا۔

"اب جو دن" دانے ارچ متھگلن نے مجھ کو تمغے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا"تم

اپنے سفر کیرنڈیل کے حالات بیان کرو۔"

"سرکار اس بارے میں میرا بیان نہایت مختصر ہے" میں نے جواب دیا۔" جہاں تک میں نے دیکھا اور معلوم کیا مقامی رائے عامہ جیسا کہ پہلے ہی شائر کے اخباروں نے ظاہر کیا تھا مرتہن لوگوں کے حق میں نہیں بلکہ خود کیرنڈیل کی حمایت میں ہے چنانچہ حال ہی میں جب مرتہن لوگ موضع کیرنڈیل گئے تو اہل دیہہ کی مخالفت کی وجہ سے ان کو فوراً ہی رخصت ہو جانا پڑا۔"

"گویا اس کا مطلب یہ ہے کہ تم مرتہن لوگوں کے ارادوں کا حال جاننے میں بالکل کامیاب نہ ہو سکے" ارچ ڈیکن عبس کے چہرے پر آثار اضطراب نمودار ہو چکے تھے "کہا" یعنی اس صورت میں کہ مقدمہ ان کے حق میں فیصل ہو۔"

"میرے آقا نامدار جیسا خود خیال فرما سکتے ہیں" میں نے ادب کے ساتھ جواب دیا۔ "اہل دیہہ کی اس علانیہ مخالفت کے بعد مرتہن لوگ اپنے ارادوں کے اظہار پر کمتر آمادہ ہو سکتے تھے"

"میں سمجھا" وائے ارچ ڈیکن نے بڑھتی ہوئی پریشانی کے ساتھ کہا "بہرحال تم سے کوئی شکایت نہیں۔ تم نے جہاں تک ممکن تھا اپنی طرف سے پوری کوشش کی . . ."

"بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک" ڈاسی نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا "اور اب اگر مسٹر الگزینڈر کیرنڈیل اپنے حقوق حاصل کرنے میں واقعی کامیاب ہو گیا . . ."

"حقوق، مسٹر کلیک مینن!" وائے ارچ ڈیکن نے غصے میں بھر کر ڈاسی کی طرف مڑتے ہوئے کہا "آپ کن حقوق کا ذکر کرتے ہیں؟ اس شخص کو کوئی حقوق قطعاً حاصل نہیں ہیں۔"

"بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک!" ڈاسی نے ازراہ حماقت وہی دہرایا الاپتے ہوئے کہا۔ "حقوق نہیں میرے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ اگر وہ اپنے فرائض حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا تو پھر اس میں جوزف بیچارے کا کوئی قصور نہ ہوگا۔"

جوزف وائے ارچ ڈیکن نے جسے ڈاسی کلیک مینن کے سابقہ فقرہ کی وجہ سے سخت غصہ آگیا تھا بدستور جوش میں بھر کر کہا "کل تم نے میرے عزیز بیٹا کی جان بچائی تھی۔ اس لئے

میں۔ والیئے اپنج متھگلن فی الحال تمہارا مقروض ہوں۔"

"عالی جاہ۔ یہ آپ کیا فرماتے ہیں؟" میں نے اس واقعہ کو یاد کرکے جلدی سے کہا کہ والیئے اپنج متھگلن کو لفظ مقروض سے کتنی سخت نفرت ہے "میں نے جو کچھ کیا۔ وہ آپ کے ادنے نمک خوار کی حیثیت میں اپنا فرض سمجھ کے کیا تھا۔۔۔"

"بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک" ڈامنی نے قطع کلام کرکے کہا "جس طرح میرے دوست بیلی آڈل مبیڈ کا یہ فرض تھا کہ وہ چلتے چلتے تالاب میں گر گیا۔۔۔ لیکن نہیں میرا مطلب یہ ہے کہ جس طرح اس کا فرض تھا کہ اس نے بدمعاش ڈیل بنگی کو اس جرم میں جیل خانہ بھجوایا کہ اس نے ٹھوکر مار کر بیلی آڈل مبیڈ کو تالاب میں گرایا تھا۔۔ میرے خیال میں وہ تالاب ہی تھا۔۔۔ یا شاید سمندر ہو بہرحال میں سارا واقعہ یاد کرکے بتاؤں گا" اور وہ حافظہ کی تقویت کے خیال سے سلسل دو منٹ ملاس چڑھاتا رہا۔

"سنو جوزف" اپنج متھگلن نے تھکا شروع کیا "تم خواہ مانو یا نہ مانو میں بہرحال اپنے آپ کو تمہارا مقروض سمجھتا ہوں۔ اور اس قرضہ کو ادا کرنا میرا فرض ہے پس یہ لو اس تھیلی میں پچاس پونڈ ہیں۔ انہیں اس قرضہ کی بے باقی میں وصول کر دو۔ بس۔ میں اس بارہ میں کسی طرح کا اعتراض سننا نہیں چاہتا۔ یہ اپنج متھگلن کا حکم ہے اور ضرور تم کو اس کی تعمیل کرنی پڑے گی۔"

اس کے بعد میرے لئے کچھ کہنا غیر ممکن ہو گیا اور گو یہ صحیح ہے کہ میرے نقطۂ خیال سے ایک بنی نوع انسان کی جان بچانا اس طرح کا مقدس فرض تھا جس کا معاوضہ زر وجواہر کی صورت میں ہرگز ادا نہیں ہو سکتا تاہم والیئے اپنج متھگلن کی ناراضگی کے خوف سے میں نے وہ تھیلی چپکے سے اپنے ہاتھ میں لے لی اور اس کے بعد شکریہ ادا کرکے رخصت کی تیاری کر رہا تھا کہ اپنج متھگلن نے کوئی بات یاد کرکے پھر مجھکو بلایا۔

"جوزف" اس نے کہا "حال کے واقعات کے بعد میں تم کو ملامت کرنا نہیں چاہتا تاہم اس ہدایت کی یاد تمہارے ذہن میں تازہ کرنا میرا فرض ہے جو پیشتر میں نے اس بارہ میں تم کو

دی تھی۔ کہ جب کبھی میری بھتیجی مس دیناچر گاؤں کو جانا چاہے تو ضرور تم نے
اس کے ساتھ جایا کرنا۔ مگر ان حالات سے جو میرے سننے میں آئے ہیں پایا جاتا ہے
کہ آخری مرتبہ جب تم اس کے ساتھ گئے تھے تو تم نے اس فرض کی ادائیگی
میں بڑی غفلت کی تھی۔ یاد رکھو میں اس غفلت کے لئے تم کو ملامت نہیں
کرتا۔ صرف یاد دہانی کے طور پر کہتا ہوں کہ آئندہ جب کبھی تمہیں اس کے ساتھ
جانے کا اتفاق ہو۔ تو رستے میں دوکانوں کے دروازوں یا کھڑکیوں کے پاس
منہ پھاڑ کر دیکھنے کے لئے کھڑے نہ ہو جانا بلکہ جیسا تمہارا فرض ہے۔ مس دیناچر کے
ساتھ ساتھ رہنا سمجھے؟

اور اس کے بعد میرے جواب کا انتظار کئے بغیر اس نے مجھے ہاتھ کے اشارہ سے رخصت ہونے
کے لئے کہا جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے میں ایک لفظ تک کہے بغیر چپ چاپ باہر آگیا تاہم اس واقعہ
سے ڈونالڈ سٹوارٹ کے برخلاف لیا کہ مس دیناچر کے بڑھتے ہوئے جوش رقابت کا اور بھی مکمل
ثبوت مل گیا کیونکہ ظاہر تھا اسی نے بعض اس طرح کی باتیں شکایت کے طور پر اپنے باپ سے کہی
ہیں جن کی بنا پر والئ ریچ تھکلن نے اس موقعہ پر اپنی سابقہ ہدایات کو بڑی ہی سختی کے
ساتھ دوہرانے کی ضرورت سمجھی ہے۔

ایک دو روز سے موسم کی حالت تبدیل ہونے لگی تھی اور اس دن چونکہ چھاجوں پانی
برس رہا تھا اس لئے سارے مہمان گھر میں ہی رہے۔ موسم کی یہ ناخوشگوار حالت چار پانچ دن
قائم رہی اور جب آخرکار مطلع صاف ہوا تو سب مہمان یکے بعد دیگرے رخصت ہونے لگے اور پھر ایک
بار ریچ تھکلن میں وہ سکون قائم ہو گیا اب [illegible] کہ میرے پاس وافر نقدی جمع تھی اس لئے خیال
آیا کہ جو روپیہ میں نے واٹرڈم کے ولندیزی کپتان سے فوری اخراجات کے لئے دست گردان
لیا تھا وہ اس کو واپس بھیج دینا چاہئے اس مطلب کے لئے پھر ایک بار موضع تھکلن کے قریب
مسٹر دیناچر کے ساہوکار کی کوٹھی پر جانے کی ضرورت پیش آئی اور مطلع صاف ہو جانے اور مہمانوں

سے رخصت ہونے کے بعد میں ایک روز سہ پہر کو اس مطلب کے لئے گاؤں جانے کا ارادہ کر رہا تھا کہ سچ آئی مسٹر دیا چر اور لیناکس دونوں نے چونکہ خاص طور پر اس بات کی تاکید کی تھی کہ جب کبھی ایملین کو گاؤں جانا ہو تو ضرور اس کے ہمراہ جایا کرنا اس لئے ایک دو گھنٹہ کی غیر حاضری سے پہلے لیا یہ دریافت کر لینا واجب نہ ہوگا کہ مس دیا چر کو فی الحال میری خدمات درکار ہیں یا نہیں یہ سوچکر میں گول کمرے میں گیا اور اس جگہ دیکھا کہ مس دیا چر ایک کتاب لئے بیٹھی ہے۔ واسٹے رنچ متھگلن اخبار دیکھ رہا ہے اور دڑاہی ایک کونے میں صوفے پر بیٹھا اونگھتا ہے۔ لیناکس کے بارے میں پہلے ہی مجھکو معلوم تھا کہ گھوڑے پر سوار ہوکے باہر گیا ہوا ہے۔

"یا نو میں یہ دریافت کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں" میں نے مس دیا چر سے مودبانہ کہا۔ "کیا آج سہ پہر آپ کو میری خدمات درکار ہوں گی؟"

الفاظ گو نرم لہجہ میں کہے گئے تھے تاہم وہ واسٹے ارچ متھگلن کے کانوں تک بھی پہنچ گئے اس نے عنایت آمیز نظروں سے میری طرف دیکھا پھر کہنے لگا "جرزیٹ تم بڑے ہی فرض شناس نوکر ہو" اور پھر اپنی بھتیجی کی طرف مڑ کر "ایملین" اس نے کہا "کئی دن سے تم کو باہر جانے کا اتفاق نہیں ہوا۔ اس لئے میرے خیال میں تم اگر گاؤں تک سیر کر آؤ۔ تو خوب ہوگا مجھے لیناکس کی غفلت پر سخت غصہ آتا ہے کہ وہ تمہیں اپنے ساتھ کیوں نہ لے گیا"

"لیناکس نے مجھے اپنے ساتھ چلنے کے لئے کہا تھا" مس دیا چر نے جواب دیا" لیکن میری طبیعت چونکہ ناساز تھی۔ ۔ ۔"

"آہ۔ اگر ایسا ہے تو پھر ضرور تم کو سیر کے لئے باہر جانا چاہئے" ارنچ متھگلن نے کہا "کیونکہ اس سے یقیناً تم کو فائدہ ہوگا۔ علاوہ بریں میں یہ بات واضح کرنا چاہتا ہوں کہ جب اس سے پہلے میں نے ایک موقعہ پر تمہیں تنہا جانے سے روکا تھا۔ تو اس کا مطلب یہ نہ تھا کہ تم گاؤں سکندر میں جانا بالکل ہی ترک کر دو"

"بہت اچھا آپ چونکہ کہتے ہیں اس لئے میں چلی جاتی ہوں" مس دیا چر نے کہا

اور اس کے بعد میری طرف مڑ کر حسب معمول عنایت آمیز لہجہ میں اس نے کہا "جوزف۔ دس منٹ ٹھہرو۔ میں ابھی تمہارے ساتھ چلنے کو تیار ہوتی ہوں۔"

"بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک" ڈامنی نے کہا "اور میں خود بھی اس موقعہ پر مس ایملین کے ساتھ گاؤں تک جاؤں گی۔ کیونکہ وہ ہاس جو میں کچھلی بار خرید کر لایا تھا۔ اچھی ثابت نہیں ہوئی اگر میرا دوست سالٹ کوٹ اس جگہ ہوتا۔ تو میں اسی کی ڈبیا سے ایک آدھ چٹکی لے لیتا۔ اور اس سلسلہ میں یہ بھی یاد آگیا کہ میں۔۔۔"

لیکن اس حکایت کا باقی حصہ مجھکو معلوم نہ ہو سکا۔ کیونکہ مجھے مس دینا چہ کا انتظار کرنے کے لئے ڈیوڑھی میں حاضر ہونا تھا۔ اس کے چند منٹ بعد وہ جب اس جگہ آئی۔ تو میں نے دیکھا کہ ڈامنی عجیب طرح کی صورت بنائے اس کے پیچھے پیچھے چلا آرہا تھا۔ میرا خیال ہے وہ اس حکایت کو یاد کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جو اس نے تھوڑی دیر پہلے بیان کرنی شروع کی تھی خیر ہم تینوں گھاٹ کی طرف گئے اور کشتی پر سوار ہوئے۔ رستہ میں مسٹر کلیک مینن کو اس حکایت کے عوض جو اس نے ناتمام چھوڑی تھی وہ تجویز یاد آگئی۔ جو اس نے جھیل پر پل بندھوائے جانیکے بارہ میں پیش کی تھی۔ چنانچہ مس دینا چہ سے مخاطب ہو کر اس نے کہا۔

"کیوں مس ایملین۔ کیا اگر اس جھیل پر ایک پل تعمیر کرا دیا جائے تو آپ کی رائے میں اس روز روز کی کشتیوں کی زحمت کے مقابلہ میں فائدہ مند نہ ہوگا؟ کم از کم مجھے اس کی تیاری سے بہت خوشی ہوگی اور اسی طرح میرے دوست سالٹ کوٹ کو بھی۔ اگر وہ کبھی مجھ سے ملنے کے لئے اس جگہ آئے۔ لیکن یاد آگیا۔ اس روز جب کشتی کے حادثہ کے موقعہ پر کوئی شخص نے کسی دوسرے شخص کو غرقابی سے بچایا۔ تو مجھے اس بات کی حسرت باقی رہ گئی کہ میں اس وقت کسی کو نہ بچا سکا۔ کاش میں ننھے لڑکیل کو ہی بچا لیتا اور اس سلسلہ میں مجھے ایک حکایت اور یاد آگئی ہے۔۔۔"

"لیکن کیوں مسٹر کلیک مینن" مس دینا چہ نے مسکراتے ہوئے پوچھا "کیوں آپ کو یہ

خواہش پیدا ہوئی ہے کہ آپ بھی کسی کو بچاتے ؟"

" بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک۔" ڈاسن نے جواب دیا۔ "مس ایملین آپ کا سوال بیٹک برمعنی ہے۔ تاہم کیا آپ کو بھول گیا کہ دادے ایچ متھگلن نے وعدہ کیا تھا کہ جو شخص لوکیل کو بچائے گا۔ میں اسے منہ مانگی مراد دوں گا۔ اب اگر میں لوکیل کو بچانے میں کامیاب ہو جاتا۔ تو لازمی طور پر یہی درخواست پیش کرتا کہ اس جھیل پر ایک پل تعمیر کرا دیا جائے۔ لیکن میری بدقسمتی سے لوکیل کو مسٹر سٹوارٹ نے بچا لیا اور ہاں یاد آگیا میں نے اس واقعہ کی اطلاع اپنے دوست مسٹر سالٹ کوٹ کو . . . اور بیلی آذل ہیڈ کو دی تھی۔ اور میں یقیناً بیوہ گلن کیٹ کو بھی دیتا اگر وہ زندہ ہوتی . . . "

اتنا کہہ کر ڈاسن کلیک ہنین ہاس چڑھانے کے لئے ٹھہر گیا اور اس وقفہ میں میں نے دیکھا کہ اس واقعہ کے سلسلہ میں ڈونالڈ سٹوارٹ کا ذکر آنے سے ایملین کے رخساروں پر جوش رحمت کی سرخی پیدا ہو گئی تھی۔

" افسوس مجھ سے کیسی بھول ہوئی" دفعتہً ڈاسن نے پھر اپنا تنگ کلام نظر انداز کر کے کہنا شروع کیا۔ " اس روز عجیب دلیے ایچ متھگلن مسٹر سٹوارٹ سے کہہ رہے تھے کہ جو کچھ آپ کو بطور انعام طلب کرنا ہو مجھ سے کہیئے۔ اور مسٹر سٹوارٹ نے کہا تھا کہ میں فی الحال کوئی چیز طلب کرنا نہیں چاہتا تو کیا ہی اچھا ہوتا اگر میں یاددہانی کے طور پر مسٹر سٹوارٹ سے کہہ دیتا کہ آپ ایچ متھگلن سے پل کی تعمیر کی درخواست کریں۔ میری اپنی رائے میں اگر اس طرح کا موقعہ میرے دوست بیلی آذل ہیڈ سکنہ گیلو گیٹ کو حاصل ہوتا۔ تو وہ ہرگز اسے ہاتھ سے نہ دیتا۔ خیر مجھ سے بھی غلطی ہوئی کہ وقت پر یاددہانی نہ کر سکا۔ میں نے مسٹر سٹوارٹ سے کئی چیزوں کا ذکر کیا تھا۔ جو اسے ایچ متھگلن سے طلب کرنی چاہئیں۔ مگر یہ کہنا بھول گیا کہ اسے کیا طلب کرنا چاہیئے۔ اور ہاں یاد آگیا مس ایملین میں نے مسٹر سٹوارٹ سے یہ بھی کہا تھا کہ آپ کو اس دیدہ دلیری کا مرتکب نہ ہونا چاہیئے کہ مس ایملین سے شادی کی درخواست پیش کریں . . . "

"آہ۔ دیکھیے مسٹر کلنک مینن" مس دیناچر نے شرما کر مضمون بدلنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا: "اس جگہ جھیل کے وسط سے انچ کا نظارہ کتنا دلفریب ہے۔"

"بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک۔" ڈامنی نے تسلیم کیا "لیکن وہ اور بھی زیادہ دلفریب ہو اگر اسے پل پر کھڑا ہو کر دیکھا جائے" اور اس کے بعد از راہ حماقت پھر اسی رنجیدہ مضمون کی طرف آتے ہوئے "میں نے ڈونالڈ سٹوارٹ سے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ وہ آپ سے شادی کی درخواست پیش نہ کرے کیونکہ نہ اس کا خاندان اونچا ہے اور نہ اس کے پاس دولت ہے۔ نیز مجھ کو معلوم ہے کہ آپ کو اپنے منگیتر لیناکس سے اتنی ہی گہری محبت ہے جتنی کسی نوجوان خاتون کو ہونی چاہیے اور اس سلسلہ میں یاد آگیا کہ ایک دفعہ میں نے اپنے دوست سالٹ کورٹ سے کہا تھا..."

لیکن ڈامنی بیچارہ اتنا ہی کہنے پایا تھا کہ ہوا کا ایک تیز جھونکا آیا اور اس کی کھلی ہوئی ڈبیا کی ساری ہاس اڑ کر ڈامنی کے منہ پر جا پڑی کئی منٹ تک وہ اپنے منہ اور آنکھوں کو رومال سے صاف کرنے کی کوشش کرتا رہا اور جب آخرکار اس کام سے فارغ ہوا تو میں نے دیکھا اس کی آنکھیں سرخ اور آبگون تھیں۔ اپنے دل ہی دل میں مس دیناچر کے لیے رحم محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا جسے احمق ڈامنی کی باتوں سے یقیناً ذہنی تکلیف ہوئی ہوگی اور اس پہلو سے مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ ہاس اڑنے کا واقعہ ناخوشگوار کم از کم ایمیلین کے حق میں رحمت ثابت ہوا کیونکہ اس کے بعد یہ مضمون ڈامنی کے ذہن سے بالکل اتر گیا۔

اس کے تھوڑی دیر بعد کشتی ساحل کے پاس جا لگی۔ مسٹر کلنک مینن نے مس دیناچر کو اپنے بازو کا سہارا دے کر اتارا اور میں حسب معمول مودبانہ فاصلہ پر ان کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ گاؤں میں پہنچ کر ڈامنی تمباکو فروش کی دکان پر جانے کیلئے ہم سے علیحدہ ہو گیا۔ اور اس کے تھوڑی دیر بعد جب اس کی صورت نظروں سے اوجھل ہوئی۔ تو میں نے دو قدم بڑھ کر مس ایمیلین سے کہا "بانو اگر آپ اجازت دیں۔ تو

میں آدھ گھنٹہ کے لئے اپنا ایک کام کرنا چاہتا ہوں ۔اس کے بعد آپ جس جگہ حکم دیں حاضر ہو جاؤں گا ۔"

وہ تھوڑی دیر متعجبانہ میری طرف دیکھتی رہی۔اس اثنا میں اس کے چہرہ کی رنگت کبھی سرخ کبھی پیلی ہو جاتی تھی۔تاہم میں نے کسی طرح کے آثار اپنے چہرہ پر نمودار نہ ہونے دیئے کیونکہ میں اپنے کسی فعل کے ذریعے اس خاتون پر یہ بات ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ میں اس کے گھر کا اوسطا نوکر اس کے راز عشق سے واقف ہوں۔اور اپنے کام کا بہانہ پیش کر کے در اصل اسے اپنے دلدار سے ملنے کا موقعہ دینا چاہتا ہوں۔

" جوزف" اس نے ہلکی تھرائی ہوئی آواز سے کہا "کیا تم بھول گئے کہ تمہیں اس بارہ میں سختی سے تاکید کی گئی تھی کہ . . . ."

" جی ہاں ٹھیک میں ان ہدایات کو بھولا نہیں ہوں" میں نے جواب دیا "تاہم اس وقت میں چونکہ آپ کے تابع فرمان ہوں اس لئے آپ ہی کی ہدایات میرے لئے افضل ہیں۔ پس میں درخواست کرتا ہوں کہ از راہ عنایت مجھے آدھ گھنٹہ کی مہلت عطا فرمایئے۔ میں گاؤں کے ساہوکار کی معرفت کچھ روپیہ روانہ کرنا چاہتا ہوں ۔"

" تو بہت اچھا جاؤ" ایمیلین نے جواب دیا "لیکن جب تم اپنے کام سے فارغ ہو جاؤ تو گاؤں کے گرجا کے پاس میرا انتظار کرنا ۔"

اس کے بعد میں رخصت ہو گیا۔اپنے جی میں مجھے اس بات کا پورا یقین تھا کہ مسٹر سٹوارٹ جو ہم سے تھوڑی دیر پہلے تلہ سے رخصت ہوا تھا ضرور اس موقعہ کا منتظر ہوگا اور اس سے فائدہ حاصل کرنے سے دریغ نہ کرے گا ۔ساہوکار کے مکان پر جا کر میں نے اپنی ضرورت اس سے بیان کی اور وہ سابق کی طرح فوراً میری امداد کے لئے آمادہ ہو گیا۔ اس کی نیکی اور شرافت کا اس سے بہتر ثبوت کیا ہو سکتا ہے کہ اس نے یہ بھی نہیں پوچھا کہ کس لئے تم اتنی رقم روپیہ روانہ کر رہے ہو ۔اس کام سے فارغ ہو کر میں پھر ایکبار گاؤں

کی طرف مڑا اور وہ خط جس میں میں نے ولندیزی کپتان کو ترسیل زر کی اطلاع دی تھی
ڈاک خانہ میں ڈالا۔ یہ بیان کرنا لاحاصل ہے کہ اس خط میں میں نے کپتان مذکور کا اس
کی عنایات کے لیے پھر ایک بار تہ دل سے شکریہ ادا کیا تھا لیکن جس وقت ڈاک خانہ
سے باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ مسٹر ڈنکنیسی وکیل سامنے سے چلا آ رہا ہے۔ اس نے جس وقت
مجھے نوکروں کی وردی پہنے ہوئے دیکھا تو اس کی آنکھیں فرط حیرت سے کھل گئیں اور
مجھ کو اس قدر شرم و ندامت محسوس ہوئی کہ جی چاہتا تھا زمین میرے قدموں تلے سے پھٹ جائے
اور میں جھٹ اس میں سما جاؤں۔ خیالات جو اس موقعہ پر میرے دل میں پیدا ہو سکتے تھے یہ تھے
کہ مسٹر ڈنکنیسی کو یہ سوچ کر سخت غصہ آئے گا کہ میں نے جو ایک حقیر واسطے نوکر تھا دو
بار اپنے آپ کو مسٹر شیرلے سینٹ کی صورت میں پیش کر کے مساوی حیثیت سے اپنے آپ کو اس کے
برابر ظاہر کیا۔ علاوہ بریں قدرتی طور پر وہ یہ بھی سمجھے گا کہ واسطے لیڈی منکلن کا نوکر
ایک ادنے جاسوس تنکیر ان ڈیل اور اس کی ریاست کے بارہ میں حالات تحقیق کرنے کی
کوشش کرتا رہا ہے۔ تھوڑی دیر وہ حیرت آمیز نظروں سے میری طرف دیکھتا رہا۔ اس کی
نگاہ سے خوش طبعی کے آثار غائب ہو گئے۔ اور ان کی جگہ سختی کی جھلک نظر آنے لگی
اس کے بعد اس نے کہا " آہ۔ کیا تم وہی جوزف رلمٹ ہو جو ایچ منکلن کے ایوان میں
مہمان بن کے ٹھہرا تھا؟" اور اس نے اپنے فقرہ کے آخری حصہ پر خاص طور سے زور دیا۔
" مسٹر ڈنکنیسی" میں نے مشکل سے اوسان بحال کرتے ہوئے کہا " میں درخواست
کرتا ہوں کہ آپ جلدی سے کوئی رائے میرے برخلاف قائم نہ کریں۔ اس میں شک نہیں کہ
حالات میرے خلاف ہیں۔۔۔"
"بے شک خلاف ہیں" وکیل نے تند نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا " میں خیال کرتا
تھا تم ایک صاف باطن ایماندار نوجوان ہو اور میں چاہتا ہوں کہ اب بھی مجھے اس رائے
میں تبدیلی نہ کرنی پڑے۔۔۔"

"جی نہیں۔ مجھکو پورا یقین ہے کہ ایسا نہ ہوگا" میں نے پرجوش لہجہ میں کہا "میں آپ کی عنایتوں کو بھولا نہیں ہوں اور میری اپنی خواہش یہ ہے کہ وہ نیک رائے جو آپ نے میری نسبت قائم کی تھی۔ آئندہ بھی قائم رہے"

"بس بس میں خود بھی یہی چاہتا ہوں" مسٹر ڈنکنبی نے کہا "تم اگر آج تھکلن کے ذکر بہانے اپنے آپ کو مرد شریف ظاہر کرتے رہے ہو تو مجھے اس کی پروا نہیں لیکن اگر یہ بات ثابت ہوگئی کہ تم نے دھوکے سے میرا اعتماد حاصل کرکے راز کی باتیں دریافت کرنے کی کوشش کی ہے۔ تو اس صورت میں ۔۔۔ تاہم اندر آجاؤ۔ میں پہلے تمہارا بیان سننا چاہتا ہوں"

یہ کہکر وہ تیز چلتا گاؤں کی سرائے میں داخل ہوگیا اور میں بھی اس کے پیچھے پیچھے اندر گیا۔ ایک علیحدہ کمرہ میں بیٹھکر اس نے مجھے کرسی پیش کی اور اس کے بعد اشارہ سے حالات بیان کرنے کے لئے کہا۔

"مسٹر ڈنکنبی آپ کو یاد ہوگا" میں نے کہنا شروع کیا "ہماری پہلی ملاقات پرتھ میں ہوئی تھی۔ اور اس وقت آپ نے تجویز پیش کی تھی کہ میں آپ کے ساتھ ایک ہی گاڑی پر کمبرلینڈ تک سفر کروں۔ اس وقت یہ الفاظ میری زبان پر تھے کہ میں ایک ادنیٰ خدمت گذار آپ کے ساتھ مل کر ۔۔۔"

"اچھا خیر میں سمجھ گیا" ڈنکنبی نے قطع کلام کرکے کہا "تم یہ بات کہنا چاہتے تھے لیکن اس خیال سے رہ گئے کہ تھوڑی دور کا سفر ہے۔ اس کے بعد پھر شاید ایک دوسرے سے ملنا ہو یا نہ ہو۔ بے شک اس میں ہرج کی کوئی بات نہ تھی۔ علاوہ بریں جہاں تک مجھ کو یاد ہے وہ سفر بڑے آرام سے طے ہوا تھا۔ اور تمہاری باتیں ۔۔۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تمہاری باتیں ایسی ہی تھیں جو کسی مرد شریف کی ہونی چاہئیں"

"آہ! مسٹر ڈنکنبی میری تربیت ایک شریف زادہ کی طرح ہوئی تھی" میں نے عہد ماضی کے حالات یاد کرکے حسرت ناک لہجہ میں کہا اور میری آنکھوں میں بے اختیار آنسو

گھبرا گئے۔

"شکر دیں کوئی ایسی بات کہنا نہ چاہتا تھا جو تمہاری دلآزاری کا موجب ہو" نیک دل وکیل نے نرم لہجہ میں کہا "علاوہ بریں اگر کوئی آدمی اپنی روزی محنت سے کماتا ہے۔ تو میں اس کو برا نہیں سمجھتا۔ کیونکہ ہر شخص کو اپنے اپنے طور پر محنت کرکے ہی روزی کمانی پڑتی ہے۔ تاہم میں جو بات پوچھنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ اس روز جب تم کینڈیل میں مجھ سے ملے تھے... تو کیا اس وقت تم ایچ متھگلن کے ہاں ملازم نہ تھے؟"

"جی بے شک اس زمانہ میں میں ایچ متھگلن کا ہی ملازم تھا" میں نے مسٹر ڈنکنبی کی متجسس نگاہ کا مقابلہ کرتے ہوئے جواب دیا "تاہم اصل حقیقت جو کچھ تھی میں اب عرض کرتا ہوں۔ دراصل مسٹر دنیاچ نے مجھے بعض استفسارات کے سلسلے میں کینڈیل بھیجا تھا۔ اور گو مجھے طبعاً اس کام سے نفرت تھی۔ تاہم ایچ متھگلن کے ملازم کی حیثیت میں میں تعمیل حکم سے انکار نہ کرسکا۔ اس کے ساتھ ہی میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ میں نے اپنے جی میں اس بات کا مصمم ارادہ کرلیا تھا کہ واپس جاکر کوئی ایسی بات مسٹر دنیاچ سے بیان نہ کروں گا جو سر الیگزینڈر کینڈیل کے اغراض و مقاصد کے برخلاف ہو۔ فی الحقیقت میرا ہرگز ہرگز یہ ارادہ نہ تھا کہ سر الیگزینڈر کے نجی معاملات میں بیجا دخل اندازی کروں۔ چنانچہ واپس جاکر میں نے ایچ متھگلن سے محض اس قدر بیان کرنا کافی سمجھا کہ سر الیگزینڈر کے مقدمہ میں فتحیاب ہونے کے امکانات واقعی اتنے بعید نہیں جتنا پر تھ شائر کے بعض اخبارات نے ظاہر کیا تھا۔ نیز یہ کہ اتنی سرد لعزیزی سر الیگزینڈر کو اپنی رعیت میں حاصل ہے کہ سب لوگ اس کے نام کی پرستش کرتے ہیں۔"

میرے اس بیان کو سنکر سنگ دل مسٹر ڈنکنبی کی آنکھوں سے شک و شبہ کے آثار بالکل غائب ہو گئے۔ اس نے مسرور نظروں سے میری طرف دیکھا۔ پھر خوش ہوکر کہا "بس بس۔ اب میرا اطمینان ہوگیا میں مانتا ہوں کہ جو کچھ تم بیان کرتے ہو۔ بالکل صحیح ہے"

"اے صاحب میں سچے دل سے آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میرا انگریز نیڈر سے جو ہمدردی غائبانہ طور پر ہو چکی تھی۔ وہ اس واقعہ کے بعد اگر ممکن سمجھا جا سکے۔ تو پہلے کی نسبت زیادہ مضبوط ہو گئی ہے۔ فی الحقیقت مجھے ان خاندانی عداوتوں سے جو سرزمین سکاٹ لینڈ سے مخصوص ہیں سخت نفرت ہے۔ چنانچہ بارہا لارڈ منگلس کے دوسرے نوکروں کے روبرو میرے منہ سے جوش بے اختیاری میں ایسے الفاظ بھی نکلے ہیں۔ جن سے یقیناً ان کے دل کو رنج پہنچا ہوگا۔ تاہم میں مجبور ہوں۔ اس ملک کے باشندوں کے لاتعداد اوصاف کی قدر کرتے ہوئے میں پھر ایک بار کہتا ہوں کہ ان کی دو باتیں مجھے بالکل ناپسند ہیں۔ ایک ان کا خاندانی تکبر۔ دوسرے ان کی خاندانی عداوتیں"

"میرا اپنا یہی خیال ہے" مسٹر ڈنکنبی نے کہا "اس میں شک نہیں ہائی لینڈس کے باشندے بڑے شریف نہایت شجاع اور پورے مہمان نواز ہیں۔ تاہم یہ دو کمزوریاں واقعی ان میں پائی جاتی ہیں۔ بہرحال تمہارے اس بیان سے میرے دل کو پورا اطمینان حاصل ہو گیا۔ اب ہم تم پھر ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اور میں تم سے کہہ دینا چاہتا ہوں کہ میرے اپنے دل میں کسی طرح کا بے جا تکبر بالکل نہیں ہے پس اگر تم ایک گلاس شراب کا مجھ سے مل کر پینا قبول کر و۔۔۔"

"میں اس عنایت کا شکریہ ادا کرتا ہوں" میں نے جواب دیا "تاہم فی الحال مجھے ٹھہرنے کی فرصت نہیں ہے اس کے ساتھ ہی میرے دل کو اس خیال سے بے حد خوشی ہوئی ہے کہ اب میرے برخلاف کوئی بدگمانی آپ کو نہیں اگر ہوتی تو یقین کیجئے میں سخت ہی غمزدہ ہوتا۔"

"میرے نوجوان دوست۔ خدا تم کو برکت دے" مسٹر ڈنکنبی نے پر جوش لہجہ میں کہا "سچ جانو کہ وہ رائے جو میں نے پیشتر تمہاری نسبت قائم کی تھی۔ اس واقعہ کے بعد اور بھی اچھی ہو گئی ہے۔ میرا خیال ہے تمہیں مجھکو اس جگہ مرضع منگلس میں

دیکھ کر ضرور حیرت ہوئی ہوگی۔ تاہم ... ایک کام کے سلسلہ میں میری مدد ضروری تھی
اور میں چاہتا ہوں کہ تم رچ متھلن کے روبرو اس واقعہ کا ذکر بالکل نہ کرو کہ وہ
وکیل جو سر انگیز میڈر کیمبرنڈل کی طرف سے مقدمہ کی پیروی کر رہا ہے اس جگہ آیا تھا؟
" اطمینان رکھئے کہ میں آپ کی اس تاکید کے بغیر بھی ہرگز ہرگز ذکر نہ کرتا"
میں نے جواب دیا" اور اب اگر آپ اجازت دیں تو میں رخصت ہونا چاہتا ہوں..."
"تاہم ٹھہرو" وکیل نے قطع کلام کرکے کہا" میں اس گفتگو کے سلسلہ میں یہ بھی تم
کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ مقدمہ کی موجودہ رفتار کیا ہے۔ مرتھن لوگ اس بات پر اڑے ہوئے
ہیں کہ بس لگے تو سب کچھ لیں گے اور مصالحت کسی حال میں قبول نہ کریں گے۔ خیر ہم ان
کے مقابلے کے لئے تیار ہیں۔ میری امید نہ پہلے کی نسبت کمزور ہے۔ نہ مضبوط۔ بہرحال
چند ماہ کے عرصہ میں بات ایک طرف ہو جائے گی یا ہمارے حق میں یا ہمارے خلاف۔
اور اس کی اطلاع یقیناً تمہارے کانوں تک بھی پہنچ جائے گی۔
" خیر تو میری دعا یہی ہے کہ وہ فیصلہ آپ لوگوں کے حق میں ہو" میں نے صدق دل سے
کہا" کیونکہ یقین کیجئے میرے دل کو اسی صورت میں خوشی حاصل ہوگی"۔
اس کے بعد ہم مصافحہ کرکے جدا ہوئے اور میں گاؤں کی سرائے سے باہر نکل آیا
مجھے مس دینا سے علیحدہ ہوئے ایک گھنٹہ گذر گیا تھا اس لئے سابقہ انتظام کے مطابق میں
سیدھا اکرجا کی طرف ہو لیا۔ مگر وہ اس جگہ نہیں تھی۔ اس خیال سے کہ وہ شاید دوسری
جانب ہو میں نے عمارت کا طواف کیا اور اس وقت دیکھ لیا کہ گس گھوڑے پر سوار
اس سڑک پر چلا آ رہا ہے جس سے وہ گلی ایک طرف کو مڑتی تھی۔ جہاں عشاق ایک دوسرے
سے ملا کرتے تھے اس کو دیکھتے ہی میرا دل اس خیال سے دھک دھک کرنے لگا کہ اگر
وہ ایک دوسرے سے جدا ہو کر اس طرف کو تکتے نظر آئے۔ تو بیناکس یقیناً ان کو دیکھ لے گا
اور اس کے بعد... ایملین اور رونالڈ سیٹواٹ۔ دونوں کا خدا حافظ۔ آن دا

یہ اس جوش رقابت کی یاد میرے دل میں تازہ ہوئی جو لیناکس کے سینہ میں پیدا ہو چکا تھا اور میں اس سوچ میں پڑ گیا کہ اس نازک وقت میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟ کیا میں واقعات کو ان کی رفتار پر چلنے دوں اور لیناکس کو انہیں یکجا دیکھنے کا موقعہ دیدوں یا انہیں وقت پر خبردار کر کے اس شرمناک حقیقت سے آگاہ ہونے دوں کہ میں ان کے راز سے واقف ہوں؟ مگر آخری فیصلہ جس پر میں پہنچا یہی تھا کہ دوسری صورت بہتر ہے۔ پہلی میں کوئی امید عاشقان ناکام کے لئے باقی نہ رہے گی۔ حالانکہ دوسری میں گو ان کو شرم محسوس ہوگی۔ تاہم خطرہ کا امکان بالکل نہ ہوگا مگر وقت نہایت تنگ تھا اس فیصلہ پر پہنچتے ہی میں ایک پگ ڈنڈی سے گذر کر گلی کی طرف دوڑا۔

اندیشے جو میرے دل میں پیدا ہوئے تھے صحیح نکلے۔ ڈونالڈ سٹوارٹ اور ایملین دونیا چہ پاس ہی پاس گلی میں ٹہلتے پھر رہے تھے اور جس مقام پر وہ اس وقت ٹہل رہے تھے وہ سڑک کے موڑ سے صاف دکھائی دیتا تھا۔ خوش قسمتی سے لیناکس اپنے گھوڑے کو بڑی آہستگی سے چلا رہا تھا۔ عاشقان جانباز نے پہلے تو مجھ کو نہیں دیکھا اور نہ اس شور کو ہی سنا جو میں نے ان کو اپنی موجودگی سے واقف کرنے کے لئے جھاڑیوں کی پشت پر قصداً پیدا کیا تھا۔ ایملین صنف جانی سے ڈونالڈ کے بازو کا سہارا لئے چلتی تھی۔ جسے اس نے اس کی نازک کمر کے گرد ڈالا ہوا تھا اور وہ دبے لفظوں میں اس سے کچھ کہہ رہا تھا۔ میرے خیال میں اس طرح کے ہمت افزا الفاظ جو یاس کے اندھیرے میں بھی ذریعہ امید ثابت ہوسکتے ہیں۔ بہرحال یہ نظارہ تھا جو میں نے جھاڑیوں کی پشت پر کھڑے ہو کر دیکھا۔

دفعتاً ایک پہچانی ہوئی آواز قریب ہی کہتے سنائی دی۔ "بالکل صحیح بالکل ٹھیک" اور جب میں چونک کر پیچھے مڑا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ڈامنی کلیک مین سڑک کے موڑ سے گھوم کر گلی میں داخل ہوا ہے!

عین اس وقت عاشق و معشوق نے ہم دونو کو دیکھ لیا۔ خیال کی تیزی کے کے ساتھ ڈونالڈ سٹوارٹ نے ٹوپی اتار کے مس دنیا چر کو سلام کیا اور گلی میں سامنے کی طرف تیز تر چلنے لگا۔ میں فوراً امیلین کے پاس پہنچا۔ اور جوش سے بھرائی ہوئی آواز میں اس سے کہا "بالو مسٹر لیاکس گھوڑے پر سوار سڑک پر چلے آ رہے ہیں!"

گہرے اضطراب کے آثار امیلین کے چہرہ پر نمودار تھے۔ لاتعداد بدگمانیاں گزر برخلاف اس کے دل میں تازہ ہو گئی تھیں۔ لیکن فوراً ہی سنبھل کر اس نے نازانہ انداز سے گردن اٹھائی اور نخوت آمیز غصہ کی تیز نظروں سے میری طرف دیکھا کیونکہ سب سے پہلا خیال جو اس کے دل میں پیدا ہوا قدرتی طور پر یہ تھا کہ مجھے اس کی حرکات کی جاسوسی کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ لیکن اس کے بعد جب وہ الفاظ جو اوپر درج ہوئے ہیں میرے منہ سے نکلے تو اس کے انداز میں ایک فوری تبدیلی واقع ہوئی کیونکہ نہ صرف ان کی معنوی اہمیت واضح اور صاف تھی۔ بلکہ اس کے ساتھ ہی میں نے جو نظر اس کے چہرہ پر ڈالی وہ ظاہر کرتی تھی کہ میں ایک دوست کی حیثیت میں ان کو لیاکس دنیا چر کی موجودگی سے خبردار کرنے آیا ہوں۔ ان دو باتوں سے اسکو پورا الیقین ہو گیا کہ میری آمد جاسوس کے طور پر نہیں بلکہ ایک مددگار کی صورت میں ہے اور اس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اس کے لئے میرا شکریہ ادا کیا۔

یہ سارا واقعہ جو میں نے اس قدر تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ صرف پانچ منٹ کے عرصہ میں پیش آگیا تھا۔ اور اتنے میں لیاکس دنیا چر گھوڑے پر سوار اس مقام کے پاس سے گذر گیا۔ جہاں گلی اور سڑک کا اتصال تھا۔ نہ صرف اس نے اپنے خیالات کی محویت میں گلی کی طرف نہیں دیکھا بلکہ میں نے معلوم کیا کہ اس مقام سے گذرتے ہوئے اس کی نگاہ سمت مقابل کی طرف پھری ہوئی تھی۔ یکفتاً اس نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور پختہ سڑک پر ٹاپوں کی پرشور آواز گاؤں کی سمت میں گونجتی سنائی دی۔ ڈاسنی

کلیک مین اس مقام سے جہاں پنیپٹرز وتا لڈ سٹوارٹ اور امیلین ایک دوسرے کے ساتھ چھر رہے تھے تقریباً بیس گز کے فاصلے پر ٹھہر گیا تھا اور جب میں نے اس کی طرف دیکھا تو وہ اس نظارۂ عجیب سے متاثر ہو کر حیران و ششدر رہا اس کی ڈبیا ہاتھ میں لئے اس کی پے در پے چٹکیاں نتھنوں میں ٹھونس رہا تھا۔

"جوزف" آخرکار مس ونیاچر نے جس کے رخساروں پر اب تک شرم و اضطراب کی سرخی پھیلی ہوئی تھی۔ بے تابانہ کہا "تم میری نسبت کیا خیال کرو گے . . ."

"آپ تو میری نظروں میں آپ نیکی اور شرافت کا مجسمہ ہیں" میں نے ادب سے گردن جھکا کر جواب دیا۔

"جوزف۔ آج تم ایک ایسے راز سے واقف ہوئے ہو . . ." اس نے ڈرتے ہوئے رک رک کر کہنا شروع کیا۔

"جو عرصہ دراز سے مجھ کو معلوم تھا" میں نے جواب دیا

"آہ" یہ الفاظ اس کے منہ سے مری ہوئی آواز میں نکلا اور اس کے ساتھ ہی اس کے چہرہ پر اس طرح کے آثار نمودار ہوئے گویا ایک نئی روشنی اس کے ذہن میں پیدا ہوئی ہو اور کئی باتیں جو پیشتر اس کے پردہ راز میں چھپی ہوئی تھیں، واضح و صاف ہو گئی ہوں کیونکہ اب آن واحد میں وہ میرے سابقہ افعال کی اہمیت کو پوری طرح سمجھ گئی

"مس ونیاچر" میں نے کہا "میری وفاداری کا بہترین ثبوت یہ ہے کہ میں نے آج تک اس بارہ میں ایک حرف تک منہ سے نہیں نکالا اور نہ گھر کے آدمیوں اور نہ نوکروں کو اس بارہ میں کسی طرح کا حال معلوم ہے"

"یہ صحیح ہے" مس ونیاچر نے انداز ممنونیت سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا "میری وجہ سے تم نے ہر طرح کی سختیاں جھیلیں اور ملامتیں برداشت کی ہیں۔ اور اب یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تمہارے طرز عمل کی بعض باتیں جو پر اسرار تھیں، ان کی تہ میں کونسے خیالات کام کر رہے تھے"

ہچکچاتے ہوئے پھر آ گیا۔ اس نے آنکھوں سے میرا شکریہ ادا کیا۔ اور اس کے بعد ڈاہنی کی طرف چھپا ہوا اشارہ کر کے اس نے کہا "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مسٹر کلیک مینن کا اس طرف کیونکر آنا ہوا؟"

"ہاں میں خود اس سے لاعلم ہوں" میں نے جواب دیا "میں جب وقت گرجا کے پاس کھڑا آپ کی آمد کا انتظار کر رہا تھا تو مسٹر لیناکس کو گھوڑے پر سوار گلی کے موڑ کی طرف آتے دیکھا محض اس خیال سے کہ وہ اس طرف نہ آنکلیں میں دوڑا ہوا پگڈنڈی کی راہ سے آپ کو خبردار کرنے چلا آیا۔ ورنہ خواہ کچھ ہوتا میں بعید ترین اشارہ سے بھی یہ بات ظاہر نہ ہونے دیتا کہ آپ کا راز مجھ کو معلوم ہے۔ محض یہ سوچ کر کہ حالات پیش آمدہ میں بہترین صورت یہی ہے کہ آپ کو وقت پر آگاہ کر دیا جائے میں اس طرف آ گیا۔۔۔"

"جو رقت میں سارا حال سمجھ گئی" اس نے کہا "اور اس بروقت امداد کے لئے تہ دل سے تمہارا شکریہ ادا کرتی ہوں لیکن اب مسٹر کلیک مینن کے بارے میں ۔۔۔ میں نہیں جانتی کہ کیا کرنا چاہیے۔ ٹھہرو میں اگر کوئی بہانہ ان کی تسلی کے لئے پیش کر دوں تو اس کی وجہ سے کوئی بری رائے میری نسبت قائم نہ کرنا۔"

میں سمجھ گیا۔ وہ ڈونلڈ سوارٹ کے بازو کے سہارے کے متعلق کوئی بات پیش کرنا چاہتی تھی مگر اس کے ساتھ ہی جھوٹ کہتے ہوئے ڈرتی اور شرماتی تھی۔

مس ڈیناچر سے میری یہ گفتگو جو ان لفظوں میں ہوئی تھی اس سے بہت کم عرصہ میں ختم ہو گئی جتنا مجھے اس کو معرض تحریر میں لاتے ہوئے لگا ہے۔ اس اثنا میں سن رسیدہ ڈاہنی مشکل سے بیس گز کے فاصلہ پر آ گیا۔ ہاتھ میں ناس کی ڈبیا لئے چہرہ پر مضحکہ انگیز احماقت پیدا کئے داہنے ہاتھ میں انگوٹھے اور پہلی انگلی کے درمیان ناس کی چٹکی تھامے حیران و ششدر کھڑا تھا۔ اس گفتگو کے بعد مس ڈیناچر اس کی طرف گئی اور میں بھی آگے ایک قدم اس کی پشت پر چلنے لگا۔

"لائیے مسٹر کلیک مینن" اس نے اس سے نرم لہجہ میں کہا "اپنے بازو کا سہارا مجھ کو

دیجیے کیونکہ میں چلتے چلتے گر پڑی۔۔۔"

"بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک" ڈامنی نے مشکل سے اوسان بحال کر کے اپنی تصویر مناجات کو ترک کرتے ہوئے کہا "میرا پہلے ہی یہ خیال تھا کہ کوئی ایسی بات ہوئی ہوگی۔ کیونکہ یاد آگیا ایک روز جب میں ایڈنبرگ کی گھاس منڈی میں بیوہ گلن نکٹ کے مکان پر گیا تو دیکھا تھا کہ وہ لائق خاتون میرے دوست سالٹ کوٹ کے بازو کے سہارے کھڑی تھی چنانچہ میں جب اندر گیا تو اس نے کہا۔۔۔ یا شاید سالٹ کوٹ نے کہا۔۔۔ مجھے اچھی طرح یاد نہیں بہرحال کسی نے مجھ سے کہا تھا کہ اس کا۔۔۔ بیوہ گلن نکٹ کا پیر فرشی قالین میں اٹکا اور وہ منہ کے بل آتشدان کے پاس گر پڑی۔ چنانچہ میں نے جب اسے دیکھا تو اس کے رخسار بالکل سرخ تھے۔"

میرے خیال میں یہ پہلی لمبی اور مکمل حکایت تھی جو لائق ڈامنی کلیک منن نے بیان کی اور اپنے احمقانہ طریقے پر وہ اس کامیابی پر انتہا خوش ہو کر پھولا نہ سماتا تھا۔ چنانچہ ہلاس کی وہ چٹکی جو اس کے ہاتھ میں تھی ناک میں چڑھانے اور دوسرے ہاتھ سے ڈبیا جیب میں ڈالتے ہوئے اس نے جلدی سے اپنا بازو مس دیناچہ کو پیش کر دیا۔

"آہ، مسٹر کلیک منن" امیلین نے سلسلہ تقریر جاری رکھ کر کہا "فرشی قالین میں پیر اٹک کر گرنا تو ایک بات ہے۔ میرا پاؤں اس جگہ پختہ سڑک پر ٹھوکر کھا گیا اور شاید سخت چوٹ آتی۔۔۔"

"بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک" بڈھے ڈامنی نے تسلیم کیا "آپ کو بے شک چوٹ آتی اگر مسٹر سٹوارٹ اتفاق سے سہارا دینے کو پاس موجود نہ ہوتے"

میں نے دیکھا مس دیناچہ کی نگاہ دزدیدہ طور پر مسٹر کلیک منن کے چہرہ کی طرف گئی شاید وہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ کیا وہ طنزاً ایسا کہتا ہے یا جیسا اس کی عادت تھی۔ از روئے حماقت لیکن میری اپنی رائے میں اسے اتنی زحمت اٹھانے کی بالکل حاجت نہ تھی۔

کیونکہ ڈامنی کا دماغ اتنا کند اور اس کا مزاج اتنا سادہ تھا کہ طنز و تضحیک کی گنجائش اس میں بالکل ہی نہیں تھی۔

"تاہم یہ کس طرح ممکن ہوا" اس نے پر خیال انداز سے پوچھا "کہ مسٹر سٹوارٹ عین موقع پر اس جگہ پہنچا؟"

"بات یہ ہے مسٹر سٹوارٹ اس طرف سیر کرتے پھر رہے تھے"۔ ایملین نے جواب دیا۔

"تاہم کیا یہ بہتر ہوگا" اس نے التجائی نظروں سے ڈامنی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "کہ آپ اس واقعہ کا ذکر قلعہ میں پہنچکر کسی سے نہ کریں۔"

"بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک۔" ڈامنی نے تسلیم کیا "کیونکہ اس صورت میں لیڈی منکلن کو ناحق تشویش ہوگی اور اس سلسلہ میں یہ بھی مجھکو یاد ہے کہ کم و بیش ایسا ہی واقعہ بیوہ گلن بکٹ کی حالت میں پیش آیا تھا۔ شروع میں میرا خیال تھا کہ وہ چوٹ کھا کر نیم مردہ ہوگئی ہے لیکن جب پانچ منٹ کے بعد میں نے دیکھا تو وہ بالکل ایسی تھی کہ گویا کوئی حادثہ پیش ہی نہ آیا ہو۔ پھر میں نے اپنے دوست سالٹ کوٹ سے کہا۔۔ مگر وہ کیا الفاظ تھے جو میں نے سالٹ کوٹ سے کہے تھے۔ فی الحال مجھکو یاد نہیں۔ میں پھر کسی وقت سوچکر بتاؤں گا۔"

اس کے بعد ہم تینوں گاؤں سے گذر کر گھاٹ کی طرف ہولئے لیکن اس جگہ پہنچکر بڈھے ڈامنی کے دماغ میں پھر ایک بار روشنی کی کرن پیدا ہوئی اور اس نے جلدی سے میری طرف مڑتے ہوئے کہا "کیوں جوزف۔ مجھے یہ پوچھنا تو یاد ہی نہ رہا کہ تم اس جگہ جھاڑیوں کی پشت پر کیا کرتے پھر رہے تھے؟"

"میں۔۔۔ میں مسٹر کلیک مین پھول چننے لگا تھا" میں نے جواب دیا "اور مس دیناجب ٹھوکر کھاتے دیکھکر جلدی سے ان کی مدد کے لئے دوڑا لیکن خوش قسمتی سے مسٹر سٹوارٹ جو اس جگہ سیر کرتے پھر رہے تھے۔ مجھ سے پہلے ان کی مدد کے لئے آگئے۔"

"بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک" ڈامنی نے کہا "اور ایک معلم کی حیثیت میں مسٹر سٹوارٹ کا

یہ فرض تھا کہ وہ ایسا کرتا۔ اب تو خیر مس ایملین چونکہ یہ چاہتی ہیں کہ میں اس واقعہ کا ذکر ایچ تھنگلن سے نہ کروں اس لئے میں ان کی تعمیل ضروری سمجھتا ہوں ورنہ میری اپنی خواہش یہ تھی کہ اس معاملہ کو ان کی نظر دل میں لاکر اس بروقت امداد کے لئے مسٹر سٹوارٹ کا شکریہ ادا کرنے کے لئے کہتا۔"

ہم تینوں کشتی پر سوار ہوئے لیکن مس دینا چہ سارا رستہ متفکر اور اداس رہی میرا اپنا خیال یہ تھا کہ اس کے حزن و ملال کی ایک خاص وجہ یہ بھی ہے کہ اسے ڈاکٹر کلیک سفن کے روبرو جھوٹ بولنا پڑا۔ خیر کشتی دوسرے گھاٹ پر پہنچکر ٹھہر گئی اور ہم قلعہ کی طرف روانہ ہوئے معلوم ہوا مسٹر لیناکس دینا چہ اس وقت تک سیر کر کے واپس نہیں آیا جس کی وجہ ممکن ہے یہ ہو کہ وہ چونکہ گھوڑے پر سوار تھا اس لئے اسکو جھیل کا چکر کاٹ کے خاکنائے کی راہ سے آنا پڑتا تھا۔

اس کے دوسرے دن سہپہر کو جب وقت مسٹر سٹوارٹ وقت مقررہ پر تعلیم سے فارغ ہو کر رخصت ہو رہا تھا تو مجھے اس سے ملنے کا اتفاق ہوا اور اس نے بڑے اخلاق کے ساتھ مجھ سے گفتگو کی مجسم شرافت تو وہ اس سے پہلے ہی ثابت ہوا تھا۔ تاہم اس روز میں نے دیکھا کہ اس کے انداز بدرجہ غایت دوستانہ تھے۔ اس سے مجھے بڑی حیرت ہوئی کیونکہ اس کا دن کے وقت تنہائی میں مس دینا چہ سے ملنا اور اس کی زبانی سارے حالات معلوم کرنا ایک غیر ممکن سی بات تھی۔ بہرحال کسی نہ کسی طریقہ پر اس کو معلوم ہو چکا تھا کہ میں دشمن کی طرف سے ان کے فعلوں کی نگرانی کرنے والا جاسوس نہیں ہوں بلکہ ان کی حمایت و امداد کرنے والا دوست ہوں۔ میں نہیں جانتا اس کا ذریعہ معلومات کیا تھا ممکن ہے اس نے اپنے طور پر محض خیال سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہو کیونکہ گذشتہ کے واقعہ کا ذکر قلعہ میں بالکل نہ ہوا تھا۔ میرا اپنا خیال یہی ہے کہ اس نے اس خاموشی کی بنا پر سمجھ لیا تھا کہ میں قصداً چپ رہا ہوں اور ڈاکٹر کو بھلا اور پھسلا کر چپ رہنے کے لئے آمادہ کر لیا گیا ہے۔

بہر حال یہ قیاسات تھے جو میں نے مسٹر سٹوارٹ کے حد سے بڑھے ہوئے دوستانہ رویہ کو دیکھ کر اپنے دل میں قائم کئے

باب - ۴۲

بڑھتی ہوئی اُلجھن

اس کے بعد دو ماہ کا عرصہ گذر گیا اور اس دوران میں کوئی قابل ذکر واقعہ پیش نہ آیا جوش رقابت کے اثر سے لیناکس ونیاچر ان ایام میں اپنی حسین چچازاد بہن کے ساتھ پہلے سے بہت زیادہ میل جول کرنے لگا تھا۔ چنانچہ جب کبھی اس کو گھوڑے پر سوار ہو کر باہر جانے کا اتفاق ہوتا۔ تو وہ ضرور اسے اپنے ہمراہ لے جاتا۔ اسی طرح گاؤں کے مدرسہ میں جانے کے موقعوں پر بھی وہ خود اس کے ہمراہ جایا کرتا اور جہاں تک میرا خیال ہے اس سارے عرصہ میں مس دیناچر کو کوئی ایک موقعہ بھی ایسا نہ ملا جب وہ تنہا یا میرے ساتھ موضع متھنگلس میں گئی ہو۔ اس کے علاوہ یہ بات اب ہر شخص کی زبان پر تھی کہ لیناکس اور سیلین کی شادی یقینی طور پر اوائل ماہ دسمبر میں ہو جائے گی اور چونکہ اب ستمبر کا آغاز تھا۔ اس لئے اس واقعہ کے پیش آنے میں جس نے بدنصیب خاتون کی قسمت پر ہمیشہ کے لئے مہر لگا دینی تھی صرف تین ماہ کا عرصہ باقی تھا۔ بارہا جب میں سوچتا کہ وہ ان ایام میں کتنی بے تاب اور پریشان ہوگی جب میں مسٹر سٹوارٹ سے اس کی سچی محبت کے حالات پر غور کرتا اور جب ان کے مستقبل کی تاریکی میری نظروں کے سامنے پہاڑ بن کر کھڑی ہو جاتی تو خوف کی تھرتھری بے اختیار میرے بدن میں پیدا ہوتی اور میں اس بدنصیب جوڑے کی حالت کو قابل رحم سمجھنے لگتا تھا۔ بارہا میرے دل میں خیال آتا کہ مسٹر سٹوارٹ ان ایام میں سارے حالات سے واقف ہوتا ہوا کیا سوچتا ہوگا وہ کیا امیدیں تھیں جو اس زمانہ میں اس کے دل کو ڈھارس دیتی ہونگی؟ اور وہ کیا ارادے تھے جو اس نے مستقبل کے بارہ میں سوچ

سکے ہونگے؟ پھر یہ بھی میں نے دیکھا کہ جوں جوں دن گزرتے جاتے ایمیلین کی رخساروں کی زردی ترقی کرتی جاتی اور اس کی نگاہوں سے بڑھتی ہوئی پریشانی کا اظہار ہونے لگتا تھا۔ کئی بار ایسا معلوم ہوتا کہ یاس عظیم نے مسٹر سٹوارٹ کی طبیعت پر غلبہ پا لیا ہے کبھی کبھی وہ پرجوش دکھائی دیتا لیکن عام طور پر اسکی حالت اس شخص سے ملتی تھی جس کے حواس باختہ اور خیالات بہت دور پہنچے ہوئے ہوں۔ چونکہ ان ایام میں وہ کئی بار مجھ سے ملا اور ہر موقعہ پر اپنے معمولی پر اخلاق لہجہ میں گفتگو کرنے کے لئے ٹھہر گیا۔ اس لئے مجھے اس کے مزاج کا صحیح اندازہ کرنے کا کافی موقعہ ملتا رہا۔

اس دو ماہ کے عرصہ میں جس کا میں ذکر کر رہا ہوں کئی مہمان آئے ٹھہرے اور رخصت ہوئے لیکن ماہ ستمبر کی آمد کے ساتھ مہمانوں کی آمد و رفت کا سلسلہ بالکل ختم گیا اور ارچ مٹھکلن کے ایوان عظیم میں پھر ایک بار دو سکوت قائم ہوا۔ ایک دن کا ذکر ہے صبح کے وقت جب مطلع صاف اور موسم خلاف معمول عمدہ تھا تو دائے ارچ مٹھکلن نے کشتی پر سوار ہو کر جھیل کی لمبائی میں اس کے آخری سرے تک سیر کرنے کی تجویز پیش کی حکم صادر ہونے کی دیر تھی۔ اسی وقت شاہی بجرا تیار ہوا اور بارہوں وردی پوش کھیوئیے حاضر ہو گئے۔ سارے کنبہ کو حکم دیا گیا کہ سیر کرنے چلو۔ آئیڈا اور لوکیل کو ساتھ لیجانے کا فرض مسٹر سٹوارٹ کے سپرد ہوا اور مجھے اور کیمرن کو اسلئے ساتھ لیلیا گیا کہ جب کشتی جھیل کے ساحل پر پہنچے تو اس خیمہ میں جو پہلے سے اس جگہ نصب کروا گیا تھا کھانا پہنچنے میں مدد دیں۔ ہم جس وقت روانہ ہوئے تو دس کا عمل تھا۔ شاندار بجرے کی گدے دار نشستوں پر دائے ارچ مٹھکلن بن رسیدہ ڈاچی۔ لیناکس اور ایمیلین اور مسٹر سٹوارٹ آئیڈا اور لوکیل کے ہمراہ بیٹھے تھے۔ مجھے اور کیمرن کو کشتی کے سرے کے پاس جگہ دیگئی تھی مگر جس جگہ ہم بیٹھے تھے۔ وہاں سے وہ سب باتیں جو ان لوگوں میں ہوتی تھیں بخوبی ہمارے کانوں میں آ رہی تھیں۔ میرے ارچ مٹھکلن آنے کے بعد یہ پہلا موقعہ تھا کہ تو ونالڈ سٹوارٹ کو سارے کنبے کے ہمراہ بیٹھنے کا موقعہ ملا اور میں بخوبی سمجھ سکتا تھا کہ

عاشق و معشوق کی ذہنی کیفیت اس موقع پر بہت ہی پریشان کن ہو گی۔ وہ ایک دوسرے سے آنکھ ملانے کی جرات نہ کر سکتے تھے۔ انہیں اپنے الفاظ و افعال میں خصوصیت سے محتاط رہنا پڑتا تھا اور معاملہ کا سب سے زیادہ رنجدہ پہلو یہ تھا کہ جس وقت لینا کس ایملین کی دلجوئی کے لئے کچھ کہتا تو نہ وہ کوئی کلمہ اعتراض زبان سے نکال سکتی اور نہ سٹوارٹ کو کسی طریقہ پر اظہار جذبات کا موقعہ ملتا۔ وہ چپ چاپ بیٹھا سب کچھ دیکھنے اور برداشت کرنے پر مجبور رہتا۔

تھوڑی دیر سکوت رہا اس کے بعد وائے ارچ تھگلن نے شاہانہ انداز سے ایک گھومتی ہوئی نظر چاروں طرف ڈال کر اس شخص کی مانند جو محسوس کرتا ہو کہ وہ اس سرزمین کا جو حد نگاہ تک پھیلی ہوئی تھی مالک ہے بھاری پر رعب آواز سے کہنا شروع کیا" آج اس خوشگوار موسم میں گردونواح کا منظر کتنا دلفریب ہے۔ اس سے زیادہ پر فضا نظارہ کبھی میرے خیال میں ہائی لینڈس میں نہ دیکھا گیا ہوگا۔"

" آپ کا فرمانا بالکل صحیح ہے" لینا کس نے اس شخص کے انداز سے جس کو یقینی طور پر معلوم ہو کہ وہ ہر ایک چیز جس پر نگاہ پڑ سکتی ہے جلدی یا دیر میں اسی کے قبضہ میں آنی ہے تسلیم کیا۔ "ہماری ریاست زرخیز اور وسیع ہے اور اگر حالات نے یاوری کی۔ تو وہ اور بھی زیادہ وسعت حاصل کرے گی۔"

" ہماری ریاست یقینی طور پر زیادہ وسعت حاصل کرے گی" وائے ارچ تھگلن نے بیٹے کے الفاظ کو پرمعنی انداز سے دہراتے ہوئے کہا" اگر ہمیں کیرنڈیل کی اراضی کا کچھ حصہ اس میں شامل کرنے کا موقعہ مل گیا" اور اس کے بعد دفعتاً ایک طرف مڑ کر مسٹر سٹوارٹ" اس نے کہا" آپ عموماً اخبارات دیکھا کرتے ہیں۔ کہئے مقدمہ کیرنڈیل کے بارہ میں تازہ ترین حالات کیا شائع ہوئے ہیں؟"

" حضور کوئی خاص طور پر قابل ذکر بات میرے پڑھنے میں نہیں آئی" ڈونالڈ سٹوارٹ

نے جواب دیا اور اس کے بعد ذرا ٹھہر کر "سوائے اس ایک اطلاع کے کہ مقدمہ کی آخری پیشی ماہ اکتوبر میں ہونے والی ہے۔"

"تو اس کا مطلب یہ ہے" ڈیلئی اسیچ متھگلن نے پُر رعب آواز سے کہا "کہ یہ معاملہ چند ہفتوں کے عرصہ میں یقینی طور پر طے ہو جائے گا۔ مگر کیا کسی کو معلوم ہے کہ سرانیگز نیڈ کیرنڈیل ان دنوں کہاں ہے؟"

"بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک" ڈامنی کلیک مینن نے جواب دیا "کسی کو یہ بات یقینی طور پر معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہے بعض کہتے ہیں کہ وہ انگریزی فوج میں کسی فرضی نام سے چھوٹے درجہ کا افسر بن کر کام کرتا ہے۔ اور اس نام کی تبدیلی کے سلسلہ میں مجھے یاد آگیا کہ میرے دوست لیرڈ آف ٹن لوس کمیش ڈیل نے حال میں نیا ورثہ پانے کے بعد اپنا نام شینک سینڈلز رکھ لیا ہے۔ میں نے اس واقعہ کی اطلاع بذریعہ خط اپنے دوست سالٹ کوٹ کو دی تھی۔ جس کے جواب میں اس نے لکھا تھا۔۔ لیکن یاد نہیں کیا لکھا تھا میں تھوڑی دیر تک یاد کر کے بتاؤں گا!"

"لیکن بعض حلقوں میں یہ بھی سنا گیا ہے" اسیچ متھگلن نے کہا "کہ سرانیگز نیڈ کیرنڈیل درحقیقت کہیں باہر نہیں گیا۔ وہ اسی مڈسکاٹ لینڈ میں چھپا ہوا مقدمہ کی رفتار دیکھ رہا ہے چھپے ہوئے سے میرا مطلب یہ ہے کہ اس نے ایک فرضی نام اختیار کر رکھا ہے گو یقینی طور پر اس کا مغرور دل یہ سوچ کر بھر آتا ہوگا کہ اسے اس گمنامی اور افلاس میں جس میں وہ ان دنوں ڈوبا ہوا ہے، زندگی بسر کرنے پر مجبور ہونا پڑتا ہے۔"

"مگر قبلہ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ اب اس کا دل غرور سے بالکل خالی ہو چکا ہو" لیناکس دینا چر نے رائے دی "کیونکہ اس کی پرورش اب تک محض اس روپیہ سے ہوتی رہی ہے۔ جو اس کے دوستوں نے خیرات کے طور پر اکٹھا کر کے دیا تھا۔"

"بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک" ڈامنی نے جواب دیا "جس آدمی کے پاس اپنا روپیہ

باقی نہ رہے اسے دوسروں کی خیرات پر ہی پلنا پڑتا ہے لہذا یہ ایک ویسی ہی بین صداقت ہے جس طرح یہ کہنا کہ جو آدمی جھیل میں گرے اس کا بھیگ جانا ضروری ہے اور اب جو میں سوچتا ہوں تو خیال آتا ہے کہ آپ لوگوں کو" اس نے خصوصیت سے آیور اور لوکیل کو مخاطب کر کے کہا" آج چپوہاتھ میں لینے کا خیال بالکل دل میں نہ لانا چاہئے کیونکہ اگر کیشتی بیچ منجدھار میں الٹ گئی تو بڑی آفت ہوگی میں اس پر جوش نظارہ کو جو تین مہینے گزرے پیش آیا تھا۔ اب تک نہیں بھولا ہوں اور نہ اس واقعہ کو بھولوں گا کہ مسٹر سٹوارٹ نے اس موقعہ پر سب سے پہلے پانی میں کود کر مس ایملین کو اور اس کے بعد ننھے لوکیل کو بچایا تھا۔"

لیناکس ونیا چر کے چہرہ پر غصہ کی شفق نما سرخی پھیل گئی۔ ڈونالڈ سٹوارٹ کے اس کارنامہ شجاعت کا ذکر سنکر وہ آپے میں نہ رہ سکا پیچ و تاب کھاتے ہوئے کہنے لگا۔ "خدا کے لئے مسٹر کلنیک ہنین اس جھک جھک کو چھوڑ دیجئے ناخوشگوار واقعات کی یاد تازہ کرنا ہمیشہ ناخوشگوار ہوتا ہے۔"

"بالکل صحیح بالکل ٹھیک" ڈاہنی نے پھر کہا "لیکن میرے اس ذکر کو تازہ کرنے کا مطلب یہ تھا کہ مسٹر سٹوارٹ کی بدولت اس سانحہ نے مبارک صورت اختیار کر لی۔" اسکلے دن کی بات ہے کہ میں جھیل کے کنارے بیچ پر بیٹھا ہوا کم و بیش تین گھنٹے اس نظارہ کو یاد کرتا رہا مسٹر سٹوارٹ میں آپ کی تعریف منہ پر نہیں کرتا مگر واقعہ یہ ہے کہ آپ نے اس موقعہ پر بڑی بہادری کی تھی اور اس دوڑ دھوپ میں مجھے اپنی ملاس کی ڈبیہ کا نقصان برداشت کرنا پڑا جس کا مجھے اس لئے سخت افسوس ہے کہ وہ میرے دوست ہسکل نوز کی پیش کردہ چیز تھی... یا شاید نہیں وہ میرے عزیز رشتہ دار لزک می ڈاؤن آرڈ نے مجھے دی تھی"

"مسٹر کلنیک ہنین میں پھر آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ اس گفتگو کو چھوڑ دیجئے" لیناکس نے غضبناک ہو کر کہا" مسٹر سٹوارٹ اپنے منہ پر اس طرح کی تعریفیں سنکر خوش نہیں ہو سکتے۔"

"بالکل صحیح بالکل ٹھیک" احمق ڈامی نے پرجوش ہوتے ہوئے کہا "اور اس سلسلہ میں یاد آگیا کہ آپ نے رچ متھگلن ابھی تک وہ وعدہ پورا نہیں کیا جو اس روز آپ نے مسٹر سٹوارٹ کو منہ مانگی مراد دینے کے بارہ میں کیا تھا۔"

"میرے خیال میں مسٹر سٹوارٹ اس معاملہ میں آپ کی سفارش کے محتاج نہیں ہیں" وانس رچ متھگلن نے فاخرانہ لہجہ میں کہا "ان کو اچھی طرح معلوم ہے کہ حد و معقولیت کے اندر وہ جو سوال جس وقت چاہیں پیش کریں میں اسکو ضرور پورا کروں گا۔"

"بالکل صحیح بالکل ٹھیک" ڈامی نے پھر کہا "اور اگر میں مسٹر سٹوارٹ کی جگہ ہوتا تو یقینی طور پر آپ سے جھیل پر پل بنوانے کی درخواست کرتا۔۔"

"مسٹر کنیک مینن" وانس رچ متھگلن نے سخت لہجہ میں کہا "یہ آپ کس طرح کی باتیں کرتے ہیں۔۔۔"

"بالکل صحیح بالکل ٹھیک" ڈامی نے جواب دیا "اسی طرح کی باتیں مجھکو یاد ہیں۔ ایک روز میرے دوست سالٹ سورٹ نے کی تھیں جب۔۔۔ لیکن میں بھول گیا وہ کیا موقعہ تھا۔۔۔ تاہم ذکر مسٹر سٹوارٹ کی خدمات کا ہے جن کے بارہ میں۔۔۔ اب مجھے یاد آگیا انہوں نے ویسی ہی خدمت ایک موقعہ پر بھی انجام دی تھی۔۔۔ کیوں مس امیلین آپ کو یاد ہوگا۔۔"

دہشت کی تھرتھری نوجوان خاتون کے بدن میں پھر گئی اور اس کا خوشنما چہرہ بڑھتے ہوئے اضطراب کی وجہ سے باری باری سرخ و سپید ہونے لگا اس کے ساتھ ہی لینا کس دیناچر کی آنکھوں میں جس کا باصرہ حسد اور جوش رقابت کی وجہ سے عقاب کی مانند تیز ہو چکا تھا حیرت و بدگمانی کے آثار پیدا ہو گئے۔

"تاہم اب چونکہ اس واقعہ کو پیش آئے کافی عرصہ گذر گیا" ڈامی نے گلاس کی ایک بڑی سی چسکی چڑھاتے ہوئے کہا "اور گرنے کے حادثہ کے باوجود کسی طرح کے برے نتائج پیدا نہیں ہو سکے۔۔۔"

"مسٹر کلیک منن" ایلین نے جلدی سے کہا اور میرا خیال ہے کہ اسے اوسان بحال کرنے کے لئے انتہائی کوشش سے کام لینا پڑا ہوگا۔ "آپ اپنی ڈبیہ کو سنبھالئے کیونکہ ہوا تیز چلنے لگی ہے ایسا نہ ہو ساری ہلاس اڑ کر آپ کی آنکھوں میں جا پڑے . . ."

"ایلین کیا کہتی ہو؟" لیناکس نے جس کے چہرہ پر غصہ کے دبے ہوئے آثار پائے جاتے تھے۔ طنز کے ساتھ کہا "کیسی ہوا۔ اس وقت تو پتہ تک ہلتا نظر نہیں آتا۔"

"بالکل صحیح بالکل ٹھیک" ڈامنی نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "تاہم جیسا اب کہہ رہا تھا۔ بڑی خوش نصیبی ہوئی کہ اس وقت جبکہ جو زف جھاڑیوں کے پیچھے پھول چنتا پھر رہا تھا . . . گو میرا اپنا خیال یہ ہے کہ وہ اس جگہ چھپا ہوا کھڑا تھا . . . اور یاد آگیا میں اس وقت آپ بھی مسٹر لیناکس گلی کے سرے کے پاس سے گذر رہے تھے مگر آپ نے ان واقعات کو نہیں دیکھا . . . بہر حال جیسا میں نے اپنے دوست سالٹ سوٹ سے لکھا تھا . . ."

"جہنم میں گیا سالٹ کوٹ" لیناکس نے جھونجھل میں آ کر کہا "یہ کیا الف لیلہ کی سی داستان ہے جو آپ بیان کر رہے ہیں" اور اسکی نگاہ دبے ہوئے غصہ اور جوش کی حالت میں ڈامنی کے چہرہ سے ہٹ کر ایلین کی طرف گئی۔ اور اس کے بعد سٹوارٹ کے چہرہ پر ہوتی ہوئی دوبارہ ایلین کی طرف پھر گئی۔

خدا گواہ ہے اگر میرا بس چلتا تو میں اس وقت اس منحوس ڈامنی کو یا تو گردن سے پکڑ کر جھیل کے سرد پانی میں دو چار غوطے دیتا یا اس کی لعنت زدہ ڈبیہ کو چھین کر ساری ہلاس اس کی آنکھوں میں گرا دیتا۔ اس کی حماقت کا اس سے بڑھ کر ثبوت کیا ہوگا کہ بیٹھے بٹھائے وہ ذکر چھیڑ دیا جس سے خدا معلوم کیا کیا نتیجے پیدا ہو سکتے تھے۔ صاف نظر آتا تھا کہ ایک طوفان عظیم اٹھا چاہتا ہے جس میں لیناکس دنیا بھر کا غصہ قہر و عتاب کے زہر بھرے تیر برسائے گا۔ خود واسٹے رنج منحوس کے چہرہ پر سنجیدگی سے بھرے ہوئے سختی کے آثار نمودار تھے۔ مسٹر سٹوارٹ کے چہرہ کا رنگ پیلا پڑ چکا تھا۔ اور اس کی آنکھوں میں بے چینی کی تیز چمک پائی جاتی تھی

"میرے عزیز لیناکس" ڈاسی نے حیرت آمیز نظروں سے اپنے سابقہ شاگرد کی طرف دیکھتے ہوئے کہا مجھے پورا یقین ہے کہ اگر آپ میرے دوست سالٹ کورٹ سے واقف ہوتے تو کبھی اس کے حق میں اس طرح کے سخت الفاظ استعمال کرتے اگر کبھی موقعہ ہو اور آپ نے اس کے ساتھ مل کر شراب کی ایک بوتل نوش کی تو یقیناً آپ ہمیشہ اسے یاد رکھیں گے لیکن میں بھول گیا وہ کیا ذکر تھا جو ہم اس وقت کر رہے تھے ..."

"کسی جگہ مس ڈینا چر کے گرنے کا" لیناکس نے حسد اور جوش کے ملے ہوئے لہجہ میں کہا" اور آپ میری بابت کہہ رہے تھے کہ جس وقت وہ واقعہ پیش آیا تو میں گھوڑے پر سوار گلی کے پاس سے گزر رہا تھا ..؟"

"بالکل صحیح بالکل ٹھیک" ڈاسی نے جواب دیا "اور میں تسلیم کرتا ہوں کہ جو واقعہ میں نے دیکھا اس سے خود مجھکو بڑی حیرت ہوئی تھی ۔ تاہم جس وقت میں نے گھوڑے کی ٹاپ سنی اور پیچھے مڑ کر دیکھا تو آپ پاس سے گزرے جا رہے تھے ۔ گو آپ کا منہ اس وقت دوسری طرف کو پھرا ہوا تھا ۔ ممکن ہے آپ یہ سوچ رہے ہوں کہ رات کے کھانے پر کیا کچھ کھانا چاہیئے کیونکہ میں خود بھی بارہا اسی طرح سوچا کرتا ہوں ۔ اور میرے دوست سالٹ کورٹ کی بھی یہ عادت ہے ..."

"مسٹر کلنیک مینن خدا کے لئے اس منحوس سالٹ کورٹ کا ذکر چھوڑیئے اور سیدھی طرح بتایئے کہ اس کے بعد کیا ہوا؟" لیناکس نے بگڑ کر پوچھا ۔

"ٹھہریئے میں عرض کرتا ہوں" دفعتاً ڈونالڈ سٹوارٹ نے انداز دتارے دیکھتے ہوئے پرسکون لہجہ میں کہنا شروع کیا" جس واقعہ کا ذکر مسٹر کلنیک مینن کر رہے ہیں اس کی کیفیت مختصر یہ ہے ۔ دراصل مس ڈینا چر گاؤں کے پاس ایک گلی میں سیر کرتی پھر رہی تھیں ۔ کہ ناگاہ ان کے پاؤں میں ٹھوکر لگی اور وہ گر پڑیں حسن اتفاق سے میں اس وقت پاس سے نکلا جا رہا تھا ..."

"خوب! حسن اتفاق ہے!" لیناکس نے منہ چڑاتے ہوئے کہا" اور کیا میں پوچھ سکتا ہوں کمبخت کہاں مر گیا تھا؟"

"بالکل صحیح بالکل ٹھیک" ڈاسی نے کہا" وہ میری نظروں کے سامنے ایک جھاڑی کے پیچھے سے نکلا تھا میں اس واقعہ کا ذکر انہی دنوں آپ سے کرتا لیکن مس ایلین نے یہ کہکر مجھے روک دیا کہ انہیں اس حال سے سنکر فکر لاحق ہو گی تاہم اب چونکہ اس واقعہ کو پیش آئے کافی عرصہ گذر گیا ہے اور آپ خدا کے فضل و کرم سے بالکل تندرست ہیں ... "

" لیکن مسٹر کلارک، میں آپ اپنی حیرت کا ذکر کر رہے تھے" لینا کس نے دفعتاً سلسلۂ گفتگو یاد کرکے کہا "کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ اس نہایت معمولی واقعہ پر آپ کے حیرت زدہ ہونے کی کیا وجہ تھی؟" اور میں نے دیکھا کہ اس کا لہجہ تضحیک سے بھرا ہوا اور آواز خوفناک اور پولی تھی۔

" آہ مگر اس کی وجہ یہ تھی" بیوقوف ڈاسی نے پھر ایکبار اپنا تکیہ کلام چھوڑ کر تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد اس کی چسکیاں لیتے ہوئے اور یہ نہ جانتے ہوئے کہ اس کی تقریر سے کیا فتنہ پیدا ہو رہا ہے، کہنا شروع کیا "میں نے جب ایک اونچے خاندان کی خاتون کو ایک تنخواہ دار معلم کے بازو کا سہارا لیتے ہوئے دیکھا تو صحیح حالات نہ جانتے ہوئے میرا حیرت زدہ ہونا قدرتی تھا۔ تاہم اس کے بعد جب صحیح کیفیت معلوم ہوئی تو ثابت ہو گیا کہ ایک نہایت معمولی بات تھی ... "

" معلوم ہوئی ... کس کی زبانی معلوم ہوئی؟ کیا اس دیہاتی چرکی؟" لینا کس نے تیز و تجسس نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

" جانے دو اس ذکر کو چھوڑ دو" ایچ منکلکس نے دفعتاً سختی کے ساتھ کہا اور معلوم ہوتا تھا وہ اس انکشاف کو قطعی ناپسند کرتا ہے۔

اتنے میں کشتی جھیل کے سرے پر پہنچ گئی تھی اس جگہ سب لوگ اتر پڑے ملاحوں نے سامان ڈونگی سے خیمے کے اندر رکھا اور کیمپ لگانے میں، دسترخوان بچھانے میں مشغول ہو گئے مگر جب تک ہم اس کام میں لگے ہوئے تھے تو میرے ساتھی نے دفعتاً پوچھا "جوزف یہ کیا واقعہ تھا جس کا ذکر ڈاسی نے کیا تھا؟"

" ایک نہایت معمولی بات تھی" میں نے ٹالتے ہوئے جواب دیا۔

"حالانکہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسٹر لیناکس لسے معمولی نہیں سمجھتے" کیمرن نے کہا "مگر میرے خیال میں ان کا حسد کرنا فضول ہے کیونکہ ایک مفلس و محتاج معلم کی کیا ہستی ہے کہ وہ ایک عالی قدر خاتون کو جیسی کہ مس ایمیلین ہے آنکھ بھر کر دیکھے . . خیر اب جا کے اطلاع کر دو کہ کھانا تیار ہے۔"

میں جس وقت خیمے سے باہر نکلا تو مسٹر سٹوارٹ اپنے دونوں شاگردوں کے پاس کھڑا جھیل کے آب ساکن کی طرف دیکھ رہا تھا۔ خود وائے لیخ متھکلن اور کلیک مین ایک طرف ٹہلتے پھر رہے تھے۔ اور لیناکس اور ایمیلین سمت مقابل میں ٹہل رہے تھے مگر ان کے بازو ایک دوسرے کے بازو میں پڑے ہوئے نہ تھے اور ان کی ظاہری حالت سے یہ بھی پایا جاتا تھا کہ ان میں کسی طرح کی گفتگو نہیں ہوتی۔ میں نے سب سے پہلے وائے لیخ متھکلن کو اور اس کے بعد مسٹر سٹوارٹ کو کھانے کی تیاری کی اطلاع دی اور اس کے بعد لیناکس اور ایمیلین کی طرف گیا جو کسی قدر فاصلہ پر تھے اور اس وقت میں نے دیکھا کہ مسٹر لیناکس کے چہرہ پر حاسدانہ غصہ اور تکبر کے ساتھ ملے ہوئے جوش رقابت کے آثار تھے اور ایمیلین فکرمند اور مایوس تھی۔

"سرکار کھانا تیار ہے" میں نے پاس جا کر کہا۔

"اچھا" لیناکس نے جوش آمیز لہجہ میں مگر کسی حد تک وحشیانہ انداز سے کہا "جاؤ ہم آجائیں گے۔"

تاہم واپس آنے سے پہلے میں نے مس دیناچ کے چہرہ پر اس وحشیانہ سلوک کے لئے ہمدردی کے آثار پیدا ہوتے دیکھے۔ اس کے چند منٹ بعد ساری جماعت خیمہ میں پہنچ گئی جہاں ایک لمبی میز کے گرد متعدد کرسیاں بچھا دی گئی تھیں۔ ہر ایک آدمی ان پر چپ چاپ بیٹھ گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حال کی گفتگو نے ہر ایک آدمی کے دل پر اداسی سی گرا دی ہے صرف ڈامنی کلیک مین اور دو چھوٹے لڑکے البتہ اس کلیہ سے خارج تھے۔ اول الذکر اس لئے کہ احمق تھا اور آخر الذکر اپنے عہد طفولیت کی وجہ سے اس خرابی کی وسعت کو سمجھنے سے قاصر تھے

جو بیدا کر دی جا چکی تھی۔ اس کے تھوڑی دیر بعد مسٹر کلیک مین نے ایک بڑا سا پھولا ہوا سموسہ اپنی طرف کو کھینچ لیا اور جب اسکو کھولنے پر معلوم ہوا کہ اس میں کئی طرح کے گوشت اور مصالے بھرے ہوئے تھے تو اس کے منہ سے "بالکل صحیح بالکل ٹھیک" کے مقررہ الفاظ بے اختیار نکل گئے۔

دفعتہً لیناکس دیناچر کی آواز اس گہرے سکوت کو چیر کر چوطاری ہو چکا تھا کہتے سنائی دی "مسٹر سٹوارٹ جس وقت گھر کے آدمی کھانے سے فارغ ہو کر اٹھ جائیں گے تب آپ کی باری آئے گی۔"

نوجوان علم جو کھانے کی میز کے پاس جھککر چھری کانٹا ہاتھ میں لینے لگا تھا سخت غصہ اور جوش کی حالت میں اٹھکر کھڑا ہو گیا۔ دبے ہوئے جوش کی سرخی اس کے چہرہ پر نمودار ہوئی اور میرے خیال میں قریب تھا کہ وہ اس کے جواب میں کوئی چبھتا ہوا فقرہ اپنی طرف سے کہتا لیکن اگر واقعی یہ اس کا ارادہ تھا تو وہ غور کرنے کے بعد رک گیا۔ چنانچہ لیناکس کو جواب دینے کی پروا نہ کر کے اس نے ارچی متھگلن کو مخاطب کر کے کہا "صاحب کیا آپ مجھے میری بے عزتی کرانے کو غلام کی حیثیت میں اس جگہ لیے ساتھ لائے تھے؟"

"میرا اپنا خیال یہ تھا" والیئے رچی متھگلن نے شاہانہ سطوت سے کہنا شروع کیا کہ ایک اسی طرح کے موقعہ پر رسمی آداب تکلف کو نظرانداز کر کے آپ کو ایک ہی دسترخوان پر جگہ دی جا سکے گی لیکن اگر یہ بات میرے ولیعہد کو ناپسند ہے" اور یہ کہتے ہوئے اس نے لیناکس کی طرف دیکھا "تو اس صورت میں۔۔۔"

"عمو جان" امبیین نے جوش کی حالت میں کھڑے ہو کر کہا اور اس موقعہ پر اس کا جوش ضبط کی ساری پابندیوں پر غالب آ گیا "کتنی بری بات ہے کہ اس طرح کا ہتک آمیز سلوک اس شخص سے کیا جا رہا ہے جو سر چند کسی ہفرد نام یا کثیر دولت کا مالک نہیں ہے تاہم جہاں تک طبعی شرافت کا تعلق ہے بھائی لیناکس سے کسی طرح پیچھے نہیں۔"

"امیلین بیٹھ جاؤ" والٹر اینج تھگلن نے بھاری آواز سے حکم دیا "مجھے تمہارے منہ سے اس طرح کے الفاظ سنکر سخت حیرت ہوئی ہے۔"

"بے شک آج حیرتوں کا دن ہے" لیناکس نے جس کے چہرہ پر غصہ اور طنز کے ملے ہوئے آثار تھے کہا "آج کوئی بات ایسی نہیں جس پر تعجب کیا جا سکے۔"

"بہرحال اگر میری موجودگی کسی صاحب کے لیے بارِ خاطر ہوتی ہے" مسٹر سٹوارٹ نے آخرکار کہا "تو میں رخصت کے لیے تیار ہوں۔ تاہم میں اس دیا چرکا ان کی اس فیاضانہ حمایت کے لئے شکریہ ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔۔۔"

"بس! بس!" لیناکس نے سخت غصہ کی حالت میں کھڑے ہو کر کہا "خبردار جو تم نے مس دیا چرکا نام پھر اپنے منہ سے لیا۔ یہ ایسا نام نہیں ہے۔ جسے ایک اس طرح کے کنگلے فقیر کے منہ سے سنا جائے جیسے تم ہو"

ڈونالڈ سٹوارٹ کے چہرہ پر جوش کی سرخی پھیل گئی۔ اس نے نخوت سے گردن اٹھائی اور حقارت سے لیناکس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "مسٹر ڈینی چر یہ الفاظ جو آپ نے کہے ہیں بے حد سخت ہیں اور اگر وہ اس سے مختلف حالات میں کہے گئے ہوتے تو آپ یقیناً ان کا مزا دیکھ لیتے ہیں۔ اگر اپنی روزی ایمانداری کی محنت سے کماتا ہوں تو میرے لئے اس میں شرمسار ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔"

"بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک" ڈاسی نے جو اپنے طور پر دل کا برا آدمی نہ تھا اس موقعہ پر کہا "میں رائے دیتا ہوں کہ آپ مسٹر سٹوارٹ کو دسترخوان پر بیٹھ کر اس سنبوسہ کا تھوڑا سا حصہ نوش کرنے کی اجازت دیں۔ اگر میرا دوست سالٹ کوٹ اس وقت موجود ہوتا۔۔۔"

"خاموش مسٹر میلکم مینن!" والٹر اینج تھگلن نے پر رعب لہجہ میں کہا "مسٹر سٹوارٹ میں اسی وقت تم کو ملازمت سے علیحدہ کرتا ہوں۔ تمہاری آج تک کی تنخواہ جو تمہارا بنتی ہے تمہارے مکان پر بھیج دی جائیگی۔"

"بڑی عنایت۔ بڑی مہربانی۔ بے شک آپ نے وہی بات کہی ہے جو آپ کے بیٹے کے ہتک آمیز سلوک کے بعد میں خود اپنی طرف سے کہتا اگر آپ مجھے ملازمت سے علیحدہ کرتے ہیں تو مجھے کوئی شکوہ نہیں کیونکہ اس طرح کی ملازمت جو انسان کی خودداری کے برخلاف ہوشرمناک ہے" اور یہ کہتے ہوئے ڈونالڈ سٹوارٹ نے اس طرح تمکنت ووقار سے گردن اٹھائی۔ گویا اپنی ذہنی قابلیت کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو ہائی لینڈس کے سب سے زبردست والئے ریاست سے بھی اعلیٰ وارفع سمجھتا تھا اور میں کہہ سکتا ہوں کہ اس وقت جب اس نے اپنی درازقامت کو پوری طرح سیدھا کیا ہوا تھا اور جوش کی سرخی اس کے خوشنما چہرہ پر چھائی ہوئی تھی۔ تو وہ اتنا شکیل معلوم ہوا کہ اس سے پہلے کبھی میرے دیکھنے میں نہ آیا تھا۔

"یہ گستاخی! یہ بے عزتی!" لیناکس دنیا چرنے جوش سے مٹھیاں کستے ہوئے کہا۔

مگر ڈونالڈ سٹوارٹ نے اس کے الفاظ و حرکات کو بالکل نظرانداز کر دیا۔ اس نے والئے لیچ متھگلن کو سردمہری سے سلام کیا اور اس کی نگاہ حاضرین کے چہروں پر پھرتی ہوئی ایک لحظہ کے لئے الوداع کہنے کے لئے مجھ پر اور ایک لمحہ کے لئے ایملین کے چہرہ پر ٹھہر کر ڈامنی کی طرف پھر گئی۔

"خدا حافظ" مسٹر ٹلکیٹ مینیں اس نے کہا اور پھر آیورادر وکیل کی طرف مڑ کر "میرے عزیز شاگرد خدا تمہیں شاد رکھے اور تم دنیا میں ترقی حاصل کرو۔"

"الوداع مسٹر سٹوارٹ" ایملین نے کہا اور وہ مصافحہ کے لئے ہاتھ پھیلا کر اس کی طرف جانا چاہتی تھی کہ لیناکس نے جلدی سے آگے بڑھ کر اس کا بازو پکڑ لیا اور وحشیانہ جوش سے اس کو روکنے کی کوشش کی۔

"چھوڑ دو میں حکم دیتی ہوں میرا ہاتھ چھوڑ دو" خاتون نے انداز تکبر سے کہا اور اپنے چچازاد بھائی کے اس بیجا ظلم کے خلاف اس کے دلیرانہ رویہ کا اثر اتنا حیرت انگیز ثابت ہوا کہ لیناکس نے جھٹ اس کا ہاتھ چھوڑ دیا بالکل اس طرح گویا اس کے بازو میں رعشہ پڑ چکا تھا۔

"الوداع مسٹر سٹوارٹ" ایملین نے پھر ایک بار نوجوان معلم کی طرف بڑھتے ہوئے کہا اور اس نے ہی دو قدم آگے بڑھ کر اس کا چھپایا ہوا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا عاشق و معشوق کی نگاہیں ایک لحظہ کے عرصہ خفیف کیلئے ایک دوسرے سے ملیں گو اس ایک نگاہ میں بھی دفتر معانی پوشیدہ تھا اس کے بعد ڈونالڈ سٹوارٹ اس خیال سے کہ کسی طرح کا شبہ ایملین کے برخلاف ترقی نہ کرے تیز چلتا خیمہ سے رخصت ہو گیا۔

اس کے چلے جانے کے بعد مس دینا چرچ جس کا چہرہ زرد اور بدن زور زور سے کانپ رہا تھا جس کا اضطراب حد انتہا کو پہنچا ہوا اور رنج و غم کا اظہار مشکل سے رکا ہوا تھا اپنی جگہ پر آکر بیٹھ گئی لیناکس دینا چرچ بھی جس کے چہرہ پر حسد اور جوش رقابت کے آثار تھے اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔ والٹے رنج تھکلگن کا اپنا چہرہ بھی اس وقت زرد تھا اور اس کی نگاہیں سختی کے آثار پائے جاتے تھے دو نوجوان لڑکوں کے چہروں پر رنج و حسرت کے آثار تو موجود تھے۔ تاہم وہ حالات پیش آمدہ کی اہمیت کو سمجھنے سے قاصر تھے محض اتنی بات ان کے ذہن میں آسکتی تھی کہ ان کا ہر دلعزیز استاد ہمیشہ کے لئے ان سے جدا ہو گیا ہے۔

"افسوس" آخر کار تو ہی کلیک مینن کی آواز اس گہری خاموشی کو جو حاضرین میں سے ہر شخص کے لئے موجب تکلیف و پریشانی ثابت ہو رہی تھی قطع کلام کرتے سنائی دی" افسوس مسٹر سٹوارٹ نے اس سنبوسہ کو نہ چکھا۔ جو بہت ہی عمدہ اور نفیس بنا ہوا ہے۔ اور ہاں اس سلسلہ میں یاد آگیا" اس نے رنج تھکلگن کی طرف مڑتے ہوئے کہا:" آئندہ کے لئے آپ مہربانی سے اپنے باورچی کو ہدایت کر دیں کہ بیوہ گلس بکٹ کی طرح وہ بھی تھوڑے سے ادرک کے چھلکے ضرور اس پر ڈال دیا کرے۔ کیونکہ جیسا میرے دوست سالٹ کوٹ نے کہا تھا۔۔"

"مسٹر کلیک مینن" والٹے رنج تھکلگن نے جھڑک کر کہا" یہ شراب کی بوتل لیجئے اور سالٹ کوٹ کا ذکر تھوڑی دیر کے لئے چھوڑ دیجئے"

"بالکل صحیح بالکل ٹھیک" ڈامنی نے شیری کا ایک گلاس پر کرتے ہوئے کہا۔

"ایملین" والٹے اینج متھنگلن نے اس طرح کے سرد لہجہ میں گویا اس کے خیالات کی رو بہت دور پہنچی ہوئی تھی کہا "تم بتاؤ تمہیں کیا پیش کروں؟ لیناکس کتنے افسوس کی بات ہے کہ تم اس کی ذرا خاطر نہیں کرتے۔"

"جی نہیں مجھے کوئی چیز درکار نہیں" نوجوان لیڈی نے اس طرح کی تھرائی ہوئی آواز سے جواب دیا گویا وہ اپنے آنسوؤں اور سسکیوں کو مشکل سے ضبط کر سکتی تھی۔

"تاہم کچھ نہ کچھ ضرور کھانا چاہیے" لیناکس نے اپنی طرف سے کہا اگرچہ اس کی آواز خوفناک اور پولی تھی کیونکہ حسد اور جوش رقابت کا تیر یقینی طور پر اس کے سینہ میں بیٹھ چکا تھا۔

خیر کھانے کا عمل شروع ہوا اور والٹے اینج متھنگلن لیناکس دو نوعمر دو سال لڑکوں اور ڈاکٹر کلیک مینن نے اپنے اپنے طور پر اس میں کم و بیش حصہ لیا دونوں لڑکوں کی بھوک پر ان کی طفلانہ معصومیت کی وجہ سے کسی طرح کا اثر پیدا نہ ہوا تھا اور ڈاکٹر کی حالت میں تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ ان لوگوں کی کسر پوری کرنی چاہتا ہے جنہوں نے بالکل کچھ نہ کھایا تھا۔

آخر کار کھانا ختم ہوا اور جب باری باری سب لوگ میز سے اٹھ کر کھڑے ہوئے تو لیناکس نے رسمی طور پر کہا "ایملین کیا تم میرے ساتھ سیر کرنے چلو گی؟"

"نہیں میں شکریہ ادا کرتی ہوں" اس نے سرد لہجہ میں جواب دیا "میں روانگی کے وقت تک کشتی ہی میں بیٹھوں گی۔ میں ایک کتاب اپنے ساتھ لیتی آئی تھی اسی کو پڑھنا چاہتی ہوں۔"

"مگر دھوپ بہت تیز ہے" لیناکس نے اپنا ہونٹ چبا تے ہوئے غصہ کی وجہ سے بالکل سپید تھا چبلاتے ہوئے کہا۔

"میرے پاس چھتری موجود ہے" خاتون نے جواب دیا "اور اگر ضرورت ہوگی تو میں ملاحوں سے لنگر چادر تنوا لوں گی۔"

اس سرد مہری کے بعد لیناکس برا سا منہ بنا کے ایک طرف کو چلا گیا اس نے ایملین کو کشتی تک ساتھ لیجانے کی بھی پروا نہ کی۔

"مجبوراً والٹے لرنچ تھکگن نے یہ فرض خود ہی پورا کیا اور وہ روانگی کے وقت تک وہیں کشتی میں بیٹھا ہوا اپنی بھتیجی سے باتیں کرتا رہا۔

اس کے تھوڑی دیر بعد جب ڈاہی کلیک مین سب سے پیچھے کھانے سے فارغ ہو کر اٹھا اور ملاحوں کے بیٹھنے کی باری آئی تو کیمرن نے دبی آواز میں مجھ سے کہا "جوزف آج کا واقعہ کتنا رنجدہ تھا"

"بیشک" میں نے تسلیم کیا۔

"لیکن قصور سر لسر ڈونالڈ سٹراٹ کا تھا" کیمرن نے کہا۔

" یہ غلط ہے۔ قصور مسٹر لیناکس دیناچر کا تھا" میں نے جواب دیا اور اس کے بعد اس بحث کو طول نہ دینے کے خیال سے میں چپ چاپ کھانا کھانے کی میز کے پاس جا بیٹھا گیا۔

جس وقت کشتی محل کی طرف واپس جا رہی تھی تو حاضرین میں بہت ہی کم گفتگو ہوئی۔ البتہ دوسروں کی اس خاموشی سے فائدہ اٹھا کر ڈاہی کلیک مین نے اپنی ناکامی حکایتوں کا دفتر کھول دیا اور ان کو خوب ہی بے روک بیان کیا۔ والٹے لرنچ تھکگن کے چہرہ پر فکر و سنجیدگی کے آثار نمودار تھے میں نہیں جانتا کشتی کی روانگی سے پہلے اس کی اپنی بھتیجی سے کیا باتیں ہوئی تھیں۔ تاہم اتنا میں نے دیکھا کہ اس گفتگو نے اس کے مزاج کی پرغرور خشکی میں کوئی اصلاح پیدا نہ کی۔ رنگیا لیناکس تو اس کا سلوک اپنی چچا زاد بہن سے تغافل اور سرد مہری کا تھا اور جب کبھی وہ بولتا تو اس کے الفاظ طنز و تضحیک کی بو لئے ہوئے ہوتے تھے۔ ایک دو مرتبہ وہ ڈاہی کے منہ سے کوئی احمقانہ حکایت سنکر ہنسا بھی مگر اس ہنسی کی آواز بولی اور خوفناک تھی۔ نائیٹی لاپروائی کے باوجود اس کے حرکات و سکنات سے فکر و تشویش کے آثار نمودار تھے۔ ایلین نے سارا رستہ کتاب آنکھوں سے لگا رکھی۔ گو میں کہہ سکتا ہوں کہ وہ ہرگز ہرگز اسے پڑھنے میں مشغول نہ تھی کیونکہ اس نے صرف دو یا تین بار ورق گردانی کی اور ان موقعوں پر بھی ایک ہی مرتبہ دس دس بارہ ورق الٹ ڈالے۔

آخر کار کشتی گھاٹ کے پاس جا کر ٹھہر گئی۔ اور سب لوگ خشکی پر اُترے لیں
وقعہ پر پھر ایک بار ٹرینا کس نے گھاٹ کی سیڑھیوں پر ایبلین کو سہارا دینے کے لئے اپنا بازو
پیش کیا۔ مگر وہ اس کی موجودگی کو بالکل ہی نظر انداز کر کے چپ چاپ اوپر چڑھ گئی۔ بعد ازاں
جب سارے آدمی خشکی پر پہنچ چکے۔ ترینا کس بے تابانہ ایک طرف کو مڑا۔ اور اکیلا ہی
رخصت ہو گیا۔ اور والئے انچ متھگلن اپنے بازو کا سہارا دے کر ایبلین کو محل کے اندر
لے گیا۔ اس سے تقریباً ایک گھنٹہ بعد مجھے بتایا گیا کہ والئے انچ متھگلن نے تم کو لائبریری
کے کمرہ میں یاد فرمایا ہے۔ چنانچہ میں فوراً وہاں گیا۔ وہ تنہا اس جگہ بیٹھا تھا۔ اور گو اس
نے اپنے اضطراب کو نخوت کے پردہ میں چھپانے کی بہت کوشش کی تاہم اس کے چہرہ
سے آثار دیکھ کر یہ معلوم کرنا سہل تھا۔ کہ اس کی پریشانی حد انتہا سے زیادہ بڑھی ہوئی ہے
"جوزف" اس نے کہا۔ "تھوڑا عرصہ پیشتر جو واقعہ پیش آیا تھا۔ اسے تم نے دیکھا
ہے اور اس کے متعلق ساری گفتگو بھی سُنی ہو گی۔ مجھ والئے انچ متھگلن کیلئے یہ بات سخت
ہی موجب تکلیف ہے" اس نے شاہانہ لہجہ میں کہا۔ "کہ میں ایک ادنیٰ نوکر سے کسی طرح
سے سوالات پوچھوں۔ مگر حالات پیش آمدہ میں ایسا کرنا ضروری ہے۔ اس لئے میں تم
سے دریافت کرتا ہوں۔ کہ وہ کیا واقعہ تھا جس کا ذکر مسٹر کلیک ہیٹن نے کیا تھا؟
یعنی وہ گلی کا واقعہ جو اس ساری بدمزگی کا موجب ثابت ہوا؟"
"سرکار میں عرض کرتا ہوں۔" میں نے انچ متھگلن کی تیز متجسس نگاہ کا پوری
طرح مقابلہ کرتے ہوئے جواب دیا۔ "میں حسب معمول مس دینا چہ کے ساتھ ساتھ اُن کی
پشت پر تھوڑے فاصلہ سے چل رہا تھا۔ اور اُن کے حسب حکم جھاڑیوں کے پیچھے پیچھے پل
چلنے گیا تھا۔ کہ دفعتاً کسی کے گرنے کی آواز سنائی دی۔ میں دوڑ کر باہر نکلا اور اس
وقت دیکھا کہ مسٹر سٹوارٹ نے جو سمت مقابل سے آرہے تھے۔ آگے بڑھ کر مس
دینا چہ کو سہارا دیا۔ اور اُٹھا لیا۔ عین اس موقعہ پر مسٹر کلیک ہیٹن گلی میں داخل ہو

اور اس کے چند منٹ بعد مسٹر لیناکس دیناچر گھوڑے پر سوار گلی کے موڑ کے پاس سے گذرے مسٹر سٹوارٹ نے مس دیناچر کو سہارا دے کر اٹھانے کے بعد موؤ بانہ سلام کیا۔ اور اس کے بعد رخصت ہو گیا"۔

اس سارے عرصہ میں کہ میں یہ سچ اور جھوٹ کی ملی ہوئی حکایت بیان کر رہا تھا والٹے اور مسٹر کلن نے ایک لحظہ کے لئے اپنی نگاہ میرے چہرہ سے نہ ہٹائی تھی بظاہر وہ معلوم کرنا چاہتا تھا۔ کہ کیا وہ بیان جو میں اس کے روبرو دے رہا ہوں صحیح ہے۔ اور کیا الفاظ میرے دل سے نکلے ہوئے ہیں؟ کسی نہ کسی طریقہ پر وہ میری روح کے اندر پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ یہ بیان کرنے کی حاجت نہیں کہ میں نے یہ فرضی حکایت بہت ڈھیٹ ہو کر بیان کی تھی۔ اور اپنے چہرہ پر کسی طرح کے اضطرابی آثار بالکل ظاہر نہ ہونے دئے تھے۔ اس کے ساتھ ہی میں نے یہ کہہ کر اپنے دل کو سمجھایا۔ کہ ایک اس طرح کے موقعہ پر جب کسی عالی قدر خاتون کی عزت و ناموس کی حفاظت کا سوال ہو۔ جب سچ کہنے سے اُسے اپنے رشتہ داروں کے عتاب کا نشانہ بننا پڑے تو اس طرح کا دروغ مصلحت آمیز بڑی حد تک قابل معافی سمجھا جا سکتا ہے۔

"بس کافی ہے"۔ سارا حال سننے کے بعد مسٹر دیناچر نے کہا: "جاؤ"۔

اس روز سہ پہر کو میں جب رات کے کھانے سے تھوڑی دیر پہلے یہ معلوم کرنے کے لئے کہ میرے لائق کوئی خدمت تو نہیں ہے۔ مسٹر لیناکس کے کمرہ میں گیا۔ تو وہ انتہائی سرد مہری بلکہ جاہلانہ وحشت کے ساتھ پیش آیا۔ مگر میں نے اس بد سلوکی کو قصداً نظر انداز کر دیا۔ بلکہ اگر ممکن سمجھا جائے۔ تو اپنی طرف سے قولاً اور فعلاً پہلے سے بھی زیادہ اخلاق کا ثبوت دیا۔ اس نے اس معاملہ کی نسبت جس کے بارہ میں اس کے باپ نے استفسارات کئے تھے۔ کوئی بات نہیں پوچھی۔ ایک عجیب طرح کا دبا ہوا غصہ اور جوش اُس کے سینہ میں موجود تھا۔ اس نے مجھے بہت دیر رو کا بھی نہیں۔ بلکہ

جلدی ہی اس طرح دھتکار کے رخصت کر دیا۔ گویا وہ مجھے کتے سے بھی بدتر خیال کرتا تھا میرا اپنا خیال یہ ہے کہ اگر اس کا بس چلتا۔ تو وہ مجھے اسی وقت ملازمت سے علیحدہ کر دیتا۔ مگر محض اس ڈر سے کہ باپ کی ناراضگی کا نشانہ نہ بننا پڑے۔ وہ ایسا کرنے سے باز رہا

بحیثیت مجموعی میں جس نتیجہ پر پہنچا یہ تھا۔ کہ گو اس کا باپ میرے بیان کو لفظ بلفظ صحیح تصور کرتا ہے۔ تاہم لیناکس اس حسد اور جوش رقابت کی وجہ سے جو اس کے سینہ میں جاگزیں تھا۔ یہی سمجھے ہوئے ہے۔ کہ ایلین اور ڈونالڈ سٹوارٹ کی اس ملاقات میں برابر کا شریک سازش مجرم ہوں۔

خیر اس کے بعد ایک ماہ کا عرصہ گذر گیا۔ اور اکتوبر کے دن آگئے۔ اس ایک ماہ کے عرصہ میں لیناکس ونیاچہ کا سلوک مجھ سے تکبر آمیز دھمکی اور حقارت ہی کا رہا لیکن میں نے جس خیال سے اس کی ساری بدسلوکیاں اب تک برداشت کی تھیں ابھی خیال کو مدنظر رکھ کر میں اب بھی ان کو بدستور سہتا رہا۔ یعنی یہ چاہتا تھا۔ کہ اس قصہ عشق کا انجام اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں جس میں قدرت نے مجھ کو میرے ارادہ کے بغیر الجھا دیا تھا۔ یہی وجہ تھی۔ کہ میں ہر قسم کی سختیاں سہتا ہوا بھی حرف شکایت زبان پر نہ لاتا تھا۔ یہ بیان کرنا لاحاصل ہے کہ خیمہ کے واقعہ ناخوشگوار کے بعد فوراً ہی ڈونالڈ سٹوارٹ کسی طرف کو رخصت ہو گیا تھا۔ ایلین ان دنوں بہت ہی کم باہر جاتی تھی یعنی وہ سیر و تفریح کے لئے تھوڑی سی دیر کو باغ میں نکل آتی اور اس کے بعد پھر اپنے کمرہ میں چلی جاتی تھی۔

ان ایام میں لیناکس بار ہا اس کے ساتھ دیکھا گیا۔ تاہم میں ان کے برتاؤ کا اس سے زیادہ کوئی حال معلوم نہ کر سکا۔ کہ ایلین زرد رو اور متفکر اپنی پریشانیوں کو چھپانے کی بہت ہی کم کوشش کرتی تھی۔ اور لیناکس دبے ہوئے جوش کو سینہ میں لئے کسی طرح اس کی خوشنودی مزاج حاصل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

اس ایک مہینہ کے بعد ایک دن صبح کو ایک خط میرے نام موصول ہوا جس کی تحریر میرے لئے بالکل نئی تھی۔ بعدازاں جب میں نے اُسے کھول کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ میرے دوست مسٹر ڈنکنبی وکیل کی بھیجی ہوئی چھٹی ہے جس کا مضمون یہ تھا۔

ایڈنبرگ

۳ر اکتوبر ۱۸۳۹ء

میرے نوجوان دوست۔

میں یہ خط یہ معلوم کرنے کے لئے لکھتا ہوں۔ کہ کیا تم اب تک اینج متھگلن ہی میں رہتے ہو۔ یا اب تمہارا قیام کسی دوسری جگہ ہے۔ مجھے تمہاری ذات سے جو اُنس ہو چکا ہے۔ اس کا ذکر محتاج تفصیل نہیں۔ تاہم اگر کبھی خدا نخواستہ تمہیں حالات کی تبدیلی سے کسی طرح کی مشکلات کا سامنا ہو۔ تو میں یقین دلانا چاہتا ہوں کہ تم ہر وقت مجھے اپنا دوست اور مددگار سمجھ سکتے ہو۔ اپنی اس دوستی کے ثبوت میں میں ایک چھوٹا سا تحفہ تمہیں بھیجنا چاہتا تھا۔ لیکن یہ نہ جانتے ہوئے کہ کونسی چیز تم کو مقبول ہوگی۔ یہ دس پونڈ کا نوٹ روانہ کرتا ہوں۔ امید ہے تم اسے قبول کرو گے اور کسی ناراضگی کے خیال کو دل میں جگہ نہ دو گے۔

تمہارا خیرخواہ
ڈنکن ڈنکنبی

مجھے یہ جان کر بہت خوشی ہوئی کہ میرے محترم دوست وکیل نے میری ناچیز شخصیت کو اس قدر یاد رکھا۔ چنانچہ میں اسی وقت اس کے خط کا جواب لکھنے بیٹھ گیا اور اپنی چٹھی میں موزوں طریقہ پر اس کی عنایت کا شکریہ ادا کیا۔ بعدازاں وہ خط میں نے اپنے ہاتھ سے گاؤں کے ڈاکخانہ میں لے جا کر لیٹر بکس میں ڈال دیا۔ یہ احتیاط اس لئے ضروری تھی۔ کہ مبادا گھر کے آدمیوں یا دوسرے نوکروں میں سے

کسی کو معلوم ہو جائے کہ میں مقدمہ کیرنڈیل کی پیروی کرنے والے وکیل کے ساتھ خط و کتابت کر رہا ہوں۔ مجھ کو اچھی طرح معلوم تھا۔ اگر یہ راز کسی پر ظاہر ہو گیا۔ تو یہی سمجھا جائیگا۔ کہ میں دشمن کے جاسوس کی حیثیت میں اس جگہ رہ کے سارے حالات معلوم کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔

قریباً ایک ہفتہ بعد ایک اور خط میرے نام موصول ہوا جس کی تحریر ظاہر کرتی تھی کہ حروف قصداً بگاڑ کر لکھے گئے ہیں۔ میں نے جب اسے کھولا۔ تو ایک بند لفافہ اور اس کے اندر سے نکلا۔ جس پر مس دینا چر کا نام درج تھا۔ اور اس کے ساتھ ایک چھوٹا سا رقعہ ڈونالڈ سٹوارٹ کا لکھا ہوا میرے نام ملفوف تھا۔ میں اس کو بجنسہٖ درج کرتا ہوں۔

پرتھ
۱۰ اکتوبر ۱۸۳۹ء

جوزف

مجھے پورا یقین ہے کہ وہ اندازہ جو شروع میں میں نے تمہاری نیکی اور طبعی فیاضی کے بارہ میں قائم کیا تھا۔ غلط ثابت نہیں ہوا۔ بہرحال میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ وہ کیا جذبات تھے۔ جن کے زیر اثر تم نے باوقات مختلف میری اور مس دینا چر کی خدمات انجام دیں۔ مجھے قوی امید ہے کہ عنقریب میری حالت میں خوشگوار اصلاح پیدا ہو جائے گی۔ اور گو میں سردست اس بارہ میں پورا حال بیان نہیں کر سکتا۔ تاہم اپنی امیدوں کو مس دینا چر تک پہنچا دینا ضروری خیال کرتا ہوں۔ اور اس کے ساتھ ہی اسے اس بات کا اطمینان دلا دینا چاہتا ہوں کہ میری وہ امیدیں فرضی اور موہوم نہیں۔ پختہ اور یقینی ہیں۔ فی الحال میری یہ خواہش ہے کہ تم اس بند خط کو جو میں نے مس دینا چر کے نام لکھا ہے۔ اس کے ہاتھوں تک پہنچا دو

اور اگر اس کی طرف سے کوئی جواب بھیجا جانا ہو۔ تو یہ بھی میری خواہش ہے کہ تم اس جوابی خط کو اپنے ہاتھ سے ڈاکخانہ میں ڈال دو۔ جرزت میرے عزیز وہ وقت آنے والا ہے۔ جب میں اپنی شکر گذاری کا مکمل ثبوت پیش کر سکوں گا۔ اس اثنا میں میں اتنا ہی لکھنا کافی سمجھتا ہوں کہ تمہارے احسانات کی یاد کبھی میرے دل سے محو نہ ہوگی

ڈونالڈ سٹوارٹ

اس خط کو پڑھ کر مجھے اس خیال سے اور بھی زیادہ خوشی حاصل ہوئی کہ ایک ایسے مرد شریف نے جیسا کہ مسٹر ڈونالڈ سٹوارٹ تھا۔ میری خدمات کی اتنی قدر کی اور مجھے اس درجہ لائق اعتماد سمجھا۔ میں نے احتیاطاً وہ خط اپنے صندوق میں بند کر دیا۔ اور دوسرا لفافہ جو مس دیناچر کے نام تھا جیب میں رکھ کر اس خیال سے باغ میں نکلا کہ وہ اگر سیر کرتی ہوئی مل جائے۔ تو اس کے حوالہ کر دوں۔ حسن اتفاق سے اس طرح کا موقعہ جلدی ہی مل گیا۔ یعنی اس کے تھوڑی دیر بعد ایمیلین سیر کرنے آگئی اور میں نے دیکھا کہ خوش قسمتی سے لیناکس دیناچر اس کے ساتھ نہ تھا۔ میں نے بڑی احتیاط سے چاروں طرف دیکھا۔ اور جب معلوم ہوا کہ کوئی شخص آس پاس موجود نہیں ہے۔ تو جلدی سے اس کے پاس جا کر جیب میں ہاتھ ڈالا۔ اور وہ لفافہ اس کے حوالے کرتے ہوئے دبی آواز سے کہا "بانو یہ خط مسٹر سٹوارٹ نے آپ کے نام بھیجا ہے"

آن واحد میں جوش راحت کے ساتھ ملے ہوئے فکر و تشویش کے آثار اس کے خوشنما چہرہ پر نمودار ہوئے۔ راحت اس لئے کہ وہ خط اس کا بھیجا ہوا تھا جسے وہ اپنی جان سے بڑھ کر عزیز سمجھتی تھی۔ اور فکر و تشویش اس لئے کہ نہ معلوم اس خط کا مضمون کیا ہو۔ اور اس میں کوئی نئی خبر درج ہو۔ یہ سارے احساسات اتنی ہی وضاحت سے اس کے خوشنما چہرہ پر نمودار تھے۔ گویا ان کا اظہار الفاظ کے ذریعہ سے کیا گیا ہو۔

"جرزف" آخر کار اس نے جوش سے تھرائی ہوئی آواز سے کہا "میں اس عنایت

کے لئے تہ دل سے تمہارا شکریہ ادا کرتی ہوں۔"

"بانو کسی شکریہ کی حاجت نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "اس خط کے ساتھ مسٹر سٹوارٹ نے ایک چھوٹا سا رقعہ میرے نام بھی بھیجا تھا۔ جس میں انہوں نے یہ بات تحریر کی تھی کہ اگر آپ اس خط کا جواب لکھیں۔ تو میں اسے اپنے ہاتھ سے ڈاک کے لیٹر بکس میں چھوڑ آؤں۔ اور میں آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں۔ کہ میں اس فرض کو بڑی خوشی سے پورا کروں گا۔ پس آپ جس وقت چاہیں میری خدمات اس مطلب کے لئے حاضر ہیں۔" اپنے دل میں مجھے اس بات کا پورا یقین تھا۔ کہ وہ اس خط کا جواب ضرور لکھے گی۔ بہر حال اتنا کہہ کر میں وہاں سے چلا آیا۔

قریباً تین گھنٹے بعد مس دینا چر پھر مجھے باغ میں ملی۔ اور اس نے دبے ہوئے اشارہ سے مجھے اپنے پاس بلایا۔ قریب پہنچا تو معلوم ہوا۔ کہ اس کے چہرہ پر آثار مسرت نمودار تھے۔ صرف ایک بار اس نے مضطرب نظروں سے چاروں طرف دیکھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس بات کا اطمینان کرنا چاہتی ہے۔ کہ اس کا حاسد چچا زاد بھائی تو کہیں آس پاس موجود نہیں ہے لیکن دور ونزدیک کوئی شخص موجود نہ تھا۔ اس نے ایک بند خط جلدی سے میرے ہاتھ میں دے دیا۔ اور میں اس کا مطلب سمجھ کر وہ خط جیب میں ڈالے وہاں سے چلا آیا۔ پہلے میرا ارادہ اس کو اسی طرح ڈاک میں ڈال دینے کا تھا۔ لیکن پھر خیال آیا کہ ایسا نہ ہو وہ بڑھیا جس کے سپرد گاؤں کے ڈاکخانہ کا انتظام تھا۔ رفع استعجاب کے خیال سے خط کھولے یا کھولنے کی کوشش کرے۔ پس میں نے اس بند لفافہ کو ایک اور لفافہ میں ڈالا اور اس کے ساتھ چند سطریں اس مضمون کی اپنی طرف سے لکھ کر شامل کیں کہ میں آپ کی خدمت گذاری کے لئے ہر وقت ہر طرح حاضر ہوں اور آپ جس وقت چاہیں اُن سے فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ اس لفافہ کو بند کر کے میں خود اُسے موضع متصلہ کے ڈاک خانہ میں ڈالنے گیا۔ اور اس دن کے بعد میں نے دیکھا کہ ایمیلین کے چہرہ پر

سکون و اطمینان کے آثار پیدا ہو گئے

اکتوبر کے آخری ایام تھے کہ اخبارات کے ذریعہ سے اینج متھگلن میں یہ اطلاع موصول ہوئی کہ مقدمہ کیرنڈیل کی آخری سماعت شروع ہو گئی۔ اپنے طور پر اخبار والوں نے اس مقدمہ کی مختصر کیفیت درج کرتے ہوئے یہ بھی لکھا تھا کہ وہ سالہا سال سے چل رہا ہے۔ اور اس کے فیصلہ پر لاکھوں روپے کی جائیداد کے ادھر سے اُدھر ہو جانے کا دارومدار ہے۔ اخبارات میں یہ بھی درج تھا کہ سکاٹ لینڈ کے بہترین اور قابل ترین وکلا فریقین کی طرف سے پیروکار ہیں۔ نیز یہ کہ صدر مقام سکاٹ لینڈ کی عدالت عالیہ میں کبھی کسی دیوانی مقدمہ سے اتنی دلچسپی نہیں لی گئی جتنی اس سے لی جا رہی ہے آخر میں یہ بھی لکھا تھا۔ کہ عوام کی ہمدردی سرالیگزینڈر کیرن ڈیل کے ساتھ ہے۔ لیکن کوئی نہیں جانتا کہ وہ خود اس وقت کہاں ہیں؟ ہر شخص پوچھتا ہے کہ سرالیگزینڈر کیرن ڈیل کدھر گئے؟ لیکن کوئی اس کا تسلی بخش جواب نہیں دے سکتا۔ کم از کم یہ بات یقین کے ساتھ معلوم ہے کہ وہ زندہ اور صحیح سلامت ہیں۔ اور اُن کے معزز وکیل مسٹر ڈنکنسی کا بیان ہے کہ مقدمہ کا فیصلہ اپنے حق میں صادر ہونے پر وہ یقیناً اُس پردہ راز سے باہر نکل آئیں گے جس میں وہ اب تک چھپے ہوئے تھے۔

میں نے دیکھا کہ ان ایام میں ساکنان اینج متھگلن میں سے ہر ایک کے دل میں (مس ایملین کے واحد استثنٰی کے ساتھ) ایک عجیب طرح کا جوش بے تابی پایا جاتا تھا۔ وہ نیکدل خاتون البتہ اس معاملہ سے بالکل بے تعلق تھی۔ یا تو اس لئے کہ اس قسم کے خاندانی جھگڑوں اور دیرینہ عداوتوں سے کوئی دلچسپی اس کو نہ تھی۔ (حالانکہ قبیلہ اینج متھگلن کے اور لوگ اس مقدمہ کی رفتار سے اتنی ہی دلچسپی لے رہے تھے۔ گویا اس کا فیصلہ ان کے ذاتی نفع نقصان سے تعلق رکھتا ہو) یا اس لئے کہ ڈونالڈ سٹوارٹ کی نسبت حال اور مستقبل کے تفکرات ہی اس کے لئے کافی تھے۔ بہر حال جیسا

نہ بیان کیا گیا ہے اس کی ذات واحد کے سوا گھر کے سب آدمیوں کی یعنی والئے انچ منتھگلن۔ بیاکس دیا چر۔ گھر کے نوکروں چاکروں حتیٰ کہ بڈھے ڈامنی کی اپنی خواہش بھی یہ تھی کہ مقدمہ کا فیصلہ سر الیگزینڈر کیرنڈیل کے برخلاف صادر ہو۔ یہی وجہ تھی کہ مقدمہ کی سماعت کے دوران میں ہر روز ایڈنبرگ سے آئے ہوئے اخبارات کا مطالعہ غیر معمولی انہماک کے ساتھ ہوتا تھا۔ اور چونکہ اخبارات کی رائے میں مدعیوں کا پہلو محفوظ تھا۔ اس لئے انچ منتھگلن والوں کی امیدیں فلک ہفتم پر پہنچی ہوئی تھیں۔ لیکن جوں جوں وقت گذرتا گیا۔ اور آخر کار عالیہ کے وکیل کی بحث شروع ہوئی۔ تو یہ بات واضح ہونے لگی کہ وہ امیدیں جو پیشتر اس مقدمہ کے بارہ میں قائم کی گئی تھیں۔ فرضی اور نقش برآب تھیں۔ اس وقت یہ بھی معلوم ہوا کہ مسٹر ڈنکنبسی نے مقدمہ کی تیاری غیر معمولی احتیاط کے ساتھ کی ہے۔ اور اس نے کوئی پہلو ایسا نہیں چھوڑا۔ جسے کمزور سمجھا جا سکے۔ مختصر لفظوں میں اس نے عدالت عالیہ کے روبرو اس مضمون کی زبردست شہادت پیش کی تھی۔ کہ سر الیگزینڈر آنجہانی یعنی موجودہ سر الیگزینڈر کے باپ کو اس بات کا قطعاً کوئی اختیار حاصل نہ تھا کہ وہ اپنی ریاست کے رہن یا قبضہ کی بنا پر مرتہنوں سے کسی قسم کا قرضہ وصول کرتا۔

مقدمہ کی سماعت دس روز تک جاری رہی۔ اور جب آخر کار اس کے آخری فیصلہ کی اطلاع انچ منتھگلن میں پہنچی۔ تو نومبر کے دوسرے ہفتہ کا آغاز ہو چکا تھا اور وہ فیصلہ انچ منتھگلن والوں کی امیدوں کے سراسر خلاف۔ سر الیگزینڈر کیرنڈیل کے حق میں تھا۔ جسے اس کی آبائی ریاست پر پھر ایک بار قبضہ مل گیا۔ اور وہ سارے حقوق جو پیشتر اس کے آباؤ اجداد کو حاصل تھے۔ دوبارہ اس کو دلا دیئے گئے۔ اب گویا وہ بڑی آسانی سے اس قعر گمنامی سے نکل کر جس میں وہ اب تک چھپا ہوا تھا۔ اور علاوہ اس فرضی نام کو ترک کر کے جس میں اس نے اپنی شخصیت کو چھپایا ہوا تھا۔ بغیر کسی شرم و ندامت

کے اپنی اصلی رئیسی شان میں ظاہر ہو سکتا تھا۔

جس وقت اس فیصلہ کی اطلاع ایچ متھگلن پہنچی تو جو پریشانی اور مایوسی اُن لوگوں کو لاحق ہوئی جو اس فیصلہ کی بنا پر بڑی بڑی امیدیں قائم کئے بیٹھے تھے اس کا حال بیان کرنا عبث ہے۔ اس میں شک نہیں کہ عدالت عالیہ کے اس فیصلہ کے برخلاف ایک آخری اپیل دارالامرا کے روبرو دائر کی جاسکتی تھی۔ تاہم اس فیصلہ کے ساتھ ساتھ اخبارات میں یہ اطلاع بھی درج تھی۔ کہ گو عدالت نے اپنے فیصلہ کی رو سے سر الیگزینڈر کینز نڈیل کی ذات کو اس کے متوفی باپ کے قرضوں سے قطعاً سبکدوش قرار دیا۔ اور جاگیر کے وہ سارے محاصل جو اس وقت تک سرکاری امین کی تحویل میں جمع ہوتے رہے تھے اُس کے سپرد کر دیئے تھے۔ تاہم خود سر الیگزینڈر نے بڑی فیاضی اور منصف مزاجی سے کام لیکر مرتہنوں کو اس شرط پر اُن کے مطالبات کا جائز حصہ دینا قبول کر لیا ہے کہ وہ اس مطلب کی تحریر دے دیں۔ کہ اُن کی طرف سے اس فیصلہ کے برخلاف کوئی اپیل دائر نہ کیجائے گی۔ اور چونکہ انہوں نے اس شرط کی پابندی قبول کر لی ہے۔ اس لئے ایڈنبرگ کی عدالت عالیہ کا یہ فیصلہ آخری اور حتمی سمجھا گیا ہے۔

میرے لئے یہ بیان کرنا لاحاصل ہوگا۔ کہ اس فیصلہ کی اطلاع پا کر میرے اپنے دل کو کس قدر خوشی حاصل ہوئی۔ مجھے شروع سے ہی بیرونٹ کی ذات سے ہمدردی تھی۔ چنانچہ مقدمہ کی سماعت کے دوران میں میں فریقین کی بحثوں کو نہایت دلچسپی کے ساتھ اخبارات میں پڑھا کرتا تھا۔ حتیٰ کہ میرے لئے اس مقدمہ کی سماعت اسی قدر اہمیت رکھتی تھی۔ جتنی کسی محاربہ عظیم کی خبریں شریک جنگ طاقتوں کے وزراء کے لئے ہو سکتی ہیں فیصلہ کی اطلاع پانے کے بعد ایک بار میرے جی میں آئی تھی۔ کہ مبارکباد کا ایک خط مسٹر ڈنکینسی کے نام لکھوں۔ لیکن پھر خیال آیا کہ شاید میری طرف سے اس قسم کی تحریر اس موقعہ پر ناموزوں ثابت ہو۔ اور اسے کسی اور نیت پر محمول کیا جائے۔ علاوہ بریں یہ بھی مجھ کو

معلوم تھا کہ اپنی موجودہ بڑھی ہوئی مصروفیتوں میں اُسے اس طرح کی نجی خط و کتابت کے لئے فرصت بھی کم ہوگی۔ پس میں نے یہ ارادہ ترک کر دیا۔

عدالت عالیہ کے فیصلہ کی اطلاع پانے کے دو یا تین دن بعد میرے نام ڈونالڈ سٹوارٹ کی طرف سے ایک اور خط موصول ہوا جس کا پتہ حسب معمول بگڑے ہوئے خط میں درج تھا۔ اور جس کا مضمون حسب ذیل تھا۔

پرتھ

۱۰ نومبر ۱۹۳۹ء

جوزف

میں پھر ایک بار تمہاری اس وفاداری اور نیک نیتی کا شکریہ ادا کرتا ہوں جس سے تم نے وہ فرض پورا کیا۔ جو تھوڑا عرصہ پیشتر تمہارے ذمہ ڈالا گیا تھا۔ اس سے بھی زیادہ میں تمہارے اس وعدہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو تم نے میری آئندہ امداد کے بارہ میں کیا ہے۔ اگر میری یاد غلطی نہیں کرتی۔ تو ان دو یا تین موقعوں پر جب ہماری گفتگو ہوئی تھی۔ تم نے اس مقدمہ کے متعلق جو اس زمانہ میں زیر سماعت تھا اور جس کا فیصلہ حال میں صادر کیا گیا ہے۔ پُرجوش طریقہ پر فریق ثانی کی حمایت کی تھی۔ دوسرے لفظوں میں میرا مطلب یہ ہے۔ کہ تم نے سر الیگزینڈر کیر نڈیل کی کامیابی کے متعلق اظہار خیالات کیا تھا۔ یہ تو خیر تم کو معلوم ہو چکا ہوگا۔ کہ اس مقدمہ کا فیصلہ سر الیگزینڈر کیر نڈیل کے حق میں صادر کیا جا چکا ہے۔ بہر حال میں جو اطلاع تمہیں دینا چاہتا ہوں یہ ہے کہ سر الیگزینڈر موصوف میرے محسن بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ میرے بڑے مہربان دوست ہیں۔ اور اس مقدمہ میں ان کی کامیابی سے میری وہ امیدیں تھی جن کا حوالہ میں نے اپنے سابقہ خط میں دیا تھا۔ پوری ہو گئی ہیں۔ چونکہ تم ان معاملات سے گہری دلچسپی لیتے رہے ہو۔ اس لئے میں یہ خبر بھی اطلاعاً لکھنا چاہتا ہوں کہ میری سب سے بڑی کوشش ان دونوں پنچ منتھگلن

اور کیرنڈیل والوں کے اس عناد باہمی کو جو صدیوں سے قائم چلا آتا تھا، رفع کرنے کی ہے مسٹر لیگز ینڈر کی طرف سے میں اس بات کا یقین دلانا چاہتا ہوں۔ کہ انہیں ہر طرح کی خاندانی عداوتوں سے نفرت ہے۔ خصوصاً اُن سے جن کی حالات موجودہ میں کوئی خاص وجہ باقی نہ ہو۔ اور جنہیں محض ایک طرح کی جاہلانہ روایت کی یادسمجھا جائے۔ پس تمہیں یہ سن کر اور بھی خوشی حاصل ہوگی۔ کہ میں نے اسی ڈاک میں ایک اور خط اس سلسلہ میں والئے ارونج مسٹر گلن کے نام لکھا ہے۔ جس کی نقل میں تمہاری واقفیت کے لئے اسی خط کے ساتھ بھیجتا ہوں۔

اس کے ساتھ ہی میری درخواست ہے کہ وہ دوسرا خط جو میں نے اس چٹھی کے ساتھ بھیجا ہے سابق کی طرح مس دینا چر کر دے دینا۔ اور مجھے ہمیشہ اپنا ہی خواہ سمجھنا۔

ڈونالڈ سٹوارٹ

اس خط کے ساتھ دو چیزیں اور تھیں۔ یعنی ایک وہ بند لفافہ جو ایلین کے نام بھیجا گیا تھا۔ اور دوسرے اُس خط کی نقل جس کا حوالہ مسٹر سٹوارٹ نے اپنی چٹھی میں دیا تھا۔ اس کا مضمون حسب ذیل تھا۔

پرتھ

۱۰ اکتوبر ۱۸۴۹ء

جناب من

غالباً آپ کو اس شخص کی طرف سے خط و کتابت شروع ہونے پر حیرت ہوگی جو بعض ناخوشگوار حالات میں آپ کی ملازمت سے علیحدہ ہوا تھا۔ تاہم میں درخواست کرتا ہوں کہ کسی طرح کی رائے قائم کرنے سے پیشتر آپ اس خط کا مطالعہ ضرور فرمائیں۔ غالباً آپ بھولے نہ ہونگے۔ کہ ایکدفعہ میں نے ایک چھوٹی سی خدمت آپ کی سرانجام دی تھی۔ جس کے لئے آپ نے ازراہ عنایت وعدہ کیا تھا۔ کہ اس کے

معاوضہ کے طور پر جو چیز تم مجھ سے مانگو گے، اُسے حد معقولیت کے اندر قبول کرنے سے مجھے انکار نہ ہوگا۔ وہ وعدہ جیسا آپ کو یاد ہوگا بعض حالات کی وجہ سے اب تک پورا نہیں ہوا تاہم آپ کی بلند سیرت کا جو حال مجھ کو معلوم ہے۔ اس کو جانتے ہوئے میں اپنے دل میں پورا یقین رکھتا ہوں کہ اس واقعہ ناخوشگوار کے باوجود جو میری علیحدگی کا موجب ثابت ہوا تھا۔ آپ خدانخواستہ اپنے اس کئے ہوئے وعدہ سے منحرف نہ ہوں گے۔ اور اُسے اب بھی پورا کرنے سے انکار نہ کریں گے۔ اس یقین کو دل میں لیکر میں وہ درخواست پیش کرتا ہوں۔ جو مجھے اس وعدہ کے سلسلہ میں آپ سے کرنی ہے۔

سب سے پہلے میں آپ کی واقفیت کے لئے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ بعض حالات نے میرے تعلقات سر ایلگزینڈر کیرن ڈیل سے پیدا کر دیئے ہیں۔ وہ میرے محسن اور دوست ہیں۔ اور ان کے ذریعہ سے یہ بھی مجھ کو معلوم ہوا ہے۔ کہ ایک عجیب طرح کی خاندانی عداوت لاتعداد صدیوں سے نسلاً بعد نسلاً آپ کے اور ان کے خاندانوں کے درمیان قائم چلی آتی ہے۔ وہ عداوت کن حالات میں شروع ہوئی تھی اور کیوں اب تک قائم رہی۔ میں سردست اس سوال پر بحث کرنا نہیں چاہتا۔ مدعائے گذارش یہ ہے کہ اس معاملہ میں سر ایلگزینڈر کے خیالات اپنے آباؤ اجداد سے مختلف ہیں۔ یعنی اس عداوت کو جو اُن کے نزدیک بیہودہ لایعنی اور بیہودہ ہے اپنے دل میں جگہ دیئے رکھنے کی بجائے وہ آپ سے راہ و رسم پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اپنے مقدمہ میں فتحیاب ہونے کے بعد وہ عنقریب آپ کے ہمسایہ بن کر رہیں گے اور ان کی دلی خواہش یہ ہے۔ کہ بذات خاص آپ کے اور بالعموم خاندان ایج ہتھگلن کے ساتھ ان کے تعلقات ہمیشہ دوستانہ اور پُرامن رہیں۔

پس جو درخواست میں اس وعدہ کے سلسلہ میں آپ سے کرتا ہوں یہ ہے کہ اپنی طرف سے آپ بھی خاندان کیرن ڈیل کے بخلاف ہر طرح کے جوش منافرت کو

دل سے نکال دیں۔

مجھے پورا یقین ہے کہ آپ میری اس ناچیز درخواست کو حد معقولیت سے باہر نہ سمجھیں گے۔ کیونکہ اس میں آپ کا کوئی نقصان نہیں۔ بلکہ اس میں بھلائی اور نیکی کا جذبہ کام کرتا ہے یقین فرمایئے کہ اگر آپ نے میری اس درخواست کو شرف قبول بخشا۔ تو اس سے امن اور تہذیب کی ترقی مقصود ہوگی نہ کہ کچھ اور۔ اگر آپ کا جواب اثبات میں ہو۔ تو میں سر الیگزینڈر کیرن ڈیل کی طرف سے یہ بھی عرض کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ وہ بذات خود جس قدر جلد ممکن ہوگا خود آپ کے در دولت پر حاضر ہو کر اس قبیلہ کے محترم سردار کی حیثیت میں جس سے وہ دوستانہ تعلقات پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کی خدمت میں آداب بجا لائیں گے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ تعلقات آشتی پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے سر الیگزینڈر کیرن ڈیل کوئی ایسی بات کرنا نہیں چاہتے۔ جس سے آپ کی شان ریاست میں فرق آنے کا احتمال ہو۔ حتیٰ کہ اس دوستی کے معاملہ میں بھی وہ خود سر نیاز خم کرنا چاہتے ہیں۔ اتنی خواہش ان کے دل میں آپ سے دوستانہ تعلقات پیدا کرنے کی ہے۔ کہ وہ اپنے منہ سے اس رعایت کے لئے جسے وہ ذاتی احسان تصور کرتے ہیں۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر شکریہ عرض کریں گے۔

بالفرض آپ میرے اس خط کا براہ راست میرے نام کوئی جواب بھیجنا پسند نہ کریں۔ تو پھر آپ اس کے متعلق ایک خط براہ راست سر الیگزینڈر کیرن ڈیل کے نام بھیج سکتے ہیں۔ جن کا پتہ اسی قدر کافی ہوگا۔ معرفت مسٹر ڈنکنبی وکیل ایڈنبرگ

میں ہوں آپ کا نیازکیش

ڈونالڈ سٹوارٹ

بنام والئے انچ متھگلن وغیرہ وغیرہ

مجھے اس خط کا مضمون پڑھ کر بے حد خوشی حاصل ہوئی۔ اس لئے کہ اس سے

نہ صرف سر ایگزینڈر کیرن ڈیل بلکہ مسٹر سٹوارٹ کے اوصاف حسنہ پر بھی نہایت اچھی روشنی پڑتی تھی۔ تاہم میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ سر ایگزینڈر کیرن ڈیل اگر واقعی اس شخص ڈونالڈ سٹوارٹ کا محسن اور مربی ہو اور اس کے والئے انچ متھگلن سے دوستانہ تعلقات بھی قائم ہو جائیں۔ تو اس سے یہ کیونکر ممکن ہوگا۔ کہ غریب ڈونالڈ کے پاس اتنی دولت جمع ہو جائے یا اس کی مجلسی حیثیت میں اتنی بلندی واقع ہو کہ والیٔ انچ متھگلن اپنی بھتیجی کی شادی اس سے کرنا منظور کرے؟ لیکن پھر سوچ آئی کہ شاید مسٹر سٹوارٹ محض اس وقت کے انتظار میں ہو۔ کہ وہ گذارہ لائق روپیہ جمع کر کے آزادی کی زندگی بسر کرنے کے لائق بن جائے۔ جس کے بعد اس کا ارادہ ممکن ہے ایملین کو اپنے ساتھ کسی دور افتادہ مقام پر لیجا کر اس کے رشتہ داروں کی رضامندی کے بغیر شادی کر لینے کا ہو۔ خود ایملین کے پاس ذاتی ورثہ کے طور پر چند ہزار پونڈ موجود تھے۔ اور اگر سر ایگزینڈر کیرن ڈیل کی اعانت و امداد سے ڈونالڈ سٹوارٹ کو چند سو پونڈ سالانہ کی آمدنی شروع ہو جائے یعنی وہ اُسے اپنا معتمد خاص یا میر منشی یا ایسا ہی کوئی عہدیدار مقرر کرے۔ تو پھر کوئی ممکن وجہ نہ تھی۔ کہ وہ دو تو شادی کر کے آرام و اطمینان کی زندگی بسر کرنا شروع نہ کریں۔ بہرحال یہ خیالات تھے جو اُن چٹھیوں کو پڑھ کر میرے دل میں پیدا ہوئے اور اس کے بعد خیال آیا کہ جس قدر جلد ممکن ہو۔ مجھے ڈونالڈ سٹوارٹ کی چٹھی مس ویناچر کو پہنچانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ مگر اس کا موقعہ جلدی ہی مل گیا۔ اور اس کے دو یا تین گھنٹے بعد اس خاتون نے اپنا جواب لکھ کر بھی میرے حوالہ کر دیا۔ تاکہ میں اُسے سابق کی طرح اپنے لفافہ میں بند کر کے ڈونالڈ سٹوارٹ کو بھیج دوں۔ تاہم میں نے دیکھا کہ اُس روز وہ پہلے سے بھی زیادہ خوش تھی۔ چنانچہ جس وقت اپنا جوابی خط اُس نے میرے حوالہ کیا۔ تو اس کے رخسار شگفتہ پھولوں کی مانند سُرخ تھے۔ اور دلی مسرت کی چمک دوشیزگی کی حیا سے ملی ہوئی اس کی

آنکھوں میں پائی جاتی تھی۔

شام کو جس وقت میں گاؤں کے ڈاکخانہ میں خط ڈال کر واپس آیا، تو کیمرن سے ملنے کا اتفاق ہوا جس کے چہرہ پر کچھ اس طرح کی علامات پُر اسرار پائی جاتی تھیں گویا وہ کسی غیر معمولی اہمیت کے رازسے واقف ہے اور اس کے اظہار کے لئے بیتاب۔

"جوزف" اس نے مجھے دیکھتے ہی کہا۔ "کیا تم نے وہ نئی خبر سُنی ہے۔ جو میں امید کرتا ہوں تمہارے لئے بھی ہر لحاظ سے دل خوش کن ثابت ہوگی۔"

"نہیں تو" میں نے جواب دیا۔ "وہ کیا خبر ہے۔ مجھے بھی واقف ہونے دو۔"

"خوشخبری یہ ہے۔" اس نے پُراہمیت انداز سے کہا۔ "کہ ایچ متھگلن اور کیرینڈیل کے خاندانوں میں جو عداوت قدیم سے چلی آتی تھی اس کا خاتمہ آج ہوگیا۔"

"کیا واقعی!" میرے منہ سے نکلا۔ اور اس کے ساتھ ہی مجھے اپنے چہرہ پر خوشی کی چمک پیدا ہوتی معلوم ہوئی۔ "دوست کیمرن تم یقین کرو میں اس خبر کو سن کر بہت ہی خوش ہوا ہوں۔"

"جوزف" کیمرن نے کہنا شروع کیا۔ "ایچ متھگلن کا حکم ایسا نہیں کہ ہم تم اس پر اعتراض کریں۔ جو بات اُن کو پسند ہو۔ وہ ہم سب کو پسند کرنی پڑتی ہے۔ اور جس چیز کو وہ اچھا سمجھیں۔ وہ یقیناً ہم سب کے لئے اچھی ہے۔ پس اعتراض یا شکوہ فضول اور وسعت گیری ہم لوگوں کی ہمت سے باہر ہے۔ اس لئے کہتا ہوں مبارک فیصلہ ہوا ہے اور اب کل ایچ متھگلن قبیلہ کے سربرآوردہ لوگ اس سوال پر غور کرنے کے لئے ایوان میں جمع ہوں گے۔"

"لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ واسطے ایچ متھگلن کے اس بارہ میں فیصلہ کُن رائے قائم کر لینے کے بعد قبیلہ کے لوگوں سے مشورہ لینے کی کیا حاجت ہے؟" میں نے کہا۔

"آہ تم سمجھے نہیں" کیمرن نے جواب دیا۔ "دراصل یہ محض ضابطہ کی کارروائی

ہو گی۔ والئے اینچ متھگلن بظاہر اپنے قبیلہ کے سرداروں سے اس معاملہ کی نسبت رائے طلب کریں گے۔ لیکن چونکہ وہ اس بارہ میں اپنی رائے کا اظہار سب سے پہلے افتتاحی تقریر کے موقعہ پر ہی کر دیں گے۔ اس لئے اس کے بعد کسی کو یارائے دم زدن نہ ہوگا۔ فی الحقیقت" کیمرن نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا "یہ کارروائی عمل میں لائی جانی ضروری ہے۔ کم از کم مالک نے یہی خیال اس کے متعلق ظاہر کیا تھا . . . "

"تاہم وہ کیا خیالات تھے جو حضور نے اس بارہ میں ظاہر کئے تھے؟" میں نے اس معاملہ کی نسبت انتہائی لاعلمی ظاہر کرتے ہوئے پوچھا۔

"سنو جو حالات مجھ کو معلوم ہیں وہ تم سے بیان کرتا ہوں" کیمرن نے کہا: "میں آج صبح مالک کے کمرہ میں حسب معمول حاضر تھا۔ بعض اوقات وہ میری موجودگی میں بھی کھلے طور پر باتیں کئے چلے جاتے ہیں۔ چنانچہ آج صبح ایک چٹھی اُن کے ہاتھ میں تھی اور میں نے دیکھا کہ اس کے مضمون کا اُن کے دل پر بہت ہی گہرا اثر ہوا کئی منٹ تک وہ خاموش اور متفکر دکھائی دیئے۔ بعد ازاں انہوں نے اس خط کو پھر پڑھا۔ اور اس کے بعد مجھے حکم دیا کہ فوراً جا کر مسٹر لیناکس کو بلا لاؤ۔ میں جب کہ انہیں اپنے ساتھ لے آیا چونکہ اس کے بعد بھی بعض خدمات کے لئے میرا اس کمرہ میں حاضر رہنا ضروری تھا۔ اس لئے میں وہیں ایک طرف ہٹ کے کھڑا رہا۔ اور اُن کی آپس میں جو باتیں ہوئیں وہ سب میں نے سنیں۔ معلوم ہوا وہ خط مسٹر سٹوارٹ نے بھیجا تھا۔ اور اس میں لکھا تھا کہ ایکدفعہ آپ نے مجھ کو منہ مانگی مراد دینے کا جو وعدہ کیا تھا۔ وہ میں اب آپ سے مانگتا ہوں۔ اور جوزف تم یہ سن کر حیران ہو گے کہ وہ منہ مانگی مراد یہ درخواست تھی۔ کہ خاندان اینچ متھگلن اور کیمرن ڈیل کی باہمی عداوت رفع کر کے آپس میں دوستانہ تعلقات پیدا کئے جائیں۔"

"خوب" میں نے سارا حال سن کر کہا۔ "پھر اس درخواست کے متعلق والئے اینچ متھگلن اور لیناکس میں کیا کیا باتیں ہوئیں؟"

"اینچ متھگلن نے یہ کہا کہ میں نے جو وعدہ کیا تھا۔ وہ ضرور پورا ہونا چاہیئے" کیمرن نے جواب دیا "لیکن مسٹر لیناکس کی رائے اس سے مختلف تھی۔ چنانچہ انہوں نے غصہ میں بھر کر سختی سے مخالفت کی اور ڈونالڈ سٹوارٹ کی اس بیجا مداخلت کے بارہ میں سخت سُست بھی کہا۔ میری اپنی رائے میں اس شخص ڈونالڈ سٹوارٹ کو کوئی حق حاصل نہ تھا۔ کہ وہ ایک اس طرح کے خاندانی معاملہ کو اپنی دخل اندازی کا ذریعہ بناتا۔ تاہم والیئے اینچ متھگلن کا کیا ہوا وعدہ کبھی ٹوٹ نہیں سکتا۔ اور یہ درخواست جو مسٹر سٹوارٹ نے پیش کی تھی۔ حد معقولیت سے باہر بھی نہ تھی۔ چنانچہ یہی الفاظ خود مالک نے اس بارہ میں کہے تھے۔ پھر اس کے علاوہ یہ بھی انہوں نے کہا۔ کہ چونکہ سر الیگزینڈر کی تجویز یہ ہے . . . اور یہ تجویز اس نے ڈونالڈ سٹوارٹ کی معرفت پیش کی ہے جس کے بارہ میں میرا اپنا خیال یہ ہے کہ وہ ضرور سر الیگزینڈر کا معتمد خاص ہوگا۔ ورنہ دوست تو کیا ہو سکتا ہے . . ."

"خیر وہ کچھ ہو" میں نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا "تم سارا واقعہ بیان کرو۔ کیونکہ مجھے اس حکایت سے بہت دلچسپی ہے"

"تو جیسا میں بیان کر رہا تھا" کیمرن نے سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہا "چونکہ سر الیگزینڈر کیرن ڈیل نے اس شخص ڈونالڈ سٹوارٹ کی معرفت یہ تجویز پیش کی ہے کہ وہ خود اینچ متھگلن میں آکر آداب بجا لائے گا۔ اور اس دیرینہ خاندانی عداوت کو ترک کرنے کے لئے زبانی شکریہ ادا کرے گا۔ اس نے مالک کا اس نہایت معمولی رعایت کو منظور کر لینا چنداں حیرت خیز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس تجویز کے یہ معنی ہیں۔ کہ سر الیگزینڈر خود آکر معافی مانگے گا۔ اور بخش دینا چونکہ بزرگوں کا کام ہے اس لئے اس تجویز کے منظور کئے جانے سے اینچ متھگلن کی شان میں کوئی فرق نہیں آتا۔ کم از کم مالک کی اپنی رائے یہی ہے کہ سر الیگزینڈر کیرن ڈیل بذات خود حاضر ہو کر اپنے آباؤ اجداد

کی طرف سے معافی کا خواستگار ہوگا۔ اور ایچ منھگلن اپنے قدیم خاندان سے قائم مقام کی حیثیت میں اس معافی کو قبول کر کے عداوت کا خیال دل سے نکال دے گا۔ چنانچہ یہ سب باتیں انہوں نے مسٹر لیناکس کے روبرو اس کو سمجھانے اور راہ راست پر لانے کے لئے کہی تھیں۔ اس کے بعد مسٹر لیناکس کا رضامند ہو جانا بہت مشکل نہ تھا۔ کیونکہ وہ طبعاً فیاض ہیں۔ اور میں نے ایک دو مرتبہ انہیں اپنے والد سے یہ کہتے بھی سنا ہے کہ اس طرح کی خاندانی عداوتیں محض جہالت کی یادگار ہیں۔ میری رائے میں وہ اس سوال پر ہرگز کسی قسم کا اعتراض نہ اٹھاتے۔ اگر یہ تجویز مسٹر ڈونالڈ سٹوارٹ کی درخواست کی صورت میں پیش نہ ہوتی۔ خیر جیسا میں نے بیان کیا ہے آخرکار مسٹر لیناکس کا اطمینان ہو گیا۔ خصوصاً مالک کے اس بات کا وعدہ کر لینے پر کہ قبیلہ کی مجلس شوریٰ کے بعد وہ اس معاملہ میں مسٹر سٹوارٹ سے نہیں۔ بلکہ براہ راست سر الیگزینڈر سے خط و کتابت کریں گے۔ بس یہ اس سارے معاملہ کا نچوڑ ہے۔"

"خیر صاحب۔ مجھے یہ جان کر بیحد خوشی ہوئی ہے کہ دو خاندانوں کی دیرینہ عداوت کا آخرکار خاتمہ ہو گیا۔" میں نے سارا حال سننے کے بعد کہا۔ "مگر کیمرن کیا تمہارا خیال ہے کہ قبیلہ کے باقی لوگ اس سوال کی نسبت والئے ایچ منھگلن کی رائے سے کوئی اختلاف نہ کریں گے؟"

"بالکل نہیں۔ مجھے اس بات کا پورا اطمینان ہے۔" اس نے جواب دیا۔ "مگر کل تم اپنی آنکھوں سے دیکھ ہی جو لو گے۔"

اس کے دوسرے دن اندھیرے منہ سے ہی اہل قبیلہ کی آمد شروع ہو گئی۔ دو پہر تک جاری رہی۔ اس عرصہ میں دو تو گھاٹوں کے درمیان کشتیوں کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری تھا اور جو لوگ گاڑیوں پر آئے تھے۔ ان کی شاندار سواریاں خاکنائے کی راہ سے مکان کے ایک حصہ کا طواف کر کے سامنے کی ڈیوڑھی پر پہنچ رہی تھیں

معلوم ہوا۔ یہ مجلس اس بڑی ڈیوڑھی میں منعقد ہو گی۔ جس کے بارہ میں پیشتر بھی کسی جگہ لکھا ہے۔ کہ اس میں جنگ اور شکار کی یادگاریں جابجا سجی ہوئی تھیں۔ اس موقعہ پر وہ تنخواہ دار بین نواز جس کی خدمات اس طرح کے موقعوں کے لئے مخصوص تھیں۔ اپنی قوم کا روایتی لباس پہنے پروار ٹوپی سر پر لئے بین بجاتا پُرشکوہ انداز سے ادھر اُدھر پھر رہا تھا۔ اور ہنگامہ خیز آوازیں ایوان کے ہر حصہ سے آ رہی تھیں۔ پورے ایک بجے لنچ کے معمولی نام سے ایک نہایت پُرتکلف کھانا دسترخوان پر لایا گیا۔ جس سے فارغ ہونے کے بعد خود والئے اینچ متھکلن اور اس کے قبیلہ کے چالیس یا پچاس آدمی صدر ڈیوڑھی کی طرف روانہ ہوئے۔ گھر کے نوکروں میں سے سوائے اُس ایک بین نواز کے اور کسی کو اس موقعہ پر حاضر رہنے کی اجازت نہ تھی۔ اور اس کی موجودگی بھی اس لئے ضروری تھی کہ اس کے بغیر والئے اینچ متھکلن کی شان ریاست میں فرق آتا تھا۔ اس کی شمولیت ایک اس طرح کے رسمی دربار میں بہرحال ضروری تھی۔

اجلاس قریباً پانچ گھنٹے رہا۔ اور جب آخرکار چھ بجے کے قریب وہ ختم ہوا۔ تو یہ افواہ تیزی سے قلعہ کے ہر حصہ میں پھیل گئی کہ خاندان اینچ متھکلن اور کیرنڈیل میں جو عداوت قدیم سے چلی آتی تھی۔ اس کا عملی طور پر ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا۔ علاوہ بریں یہ بھی سننے میں آیا کہ سر ایگز بینڈر کی یہ درخواست منظور کر لی گئی ہے کہ وہ بذاتِ خود قلعہ میں حاضر ہو۔ چنانچہ والئے اینچ متھکلن نے اس موقعہ کے لئے مہمان نوازی کا خاص اہتمام کیا ہے۔ یہ خبریں ایک دوسرے کی زبانی جلدی ہی ہر شخص کو معلوم ہو گئیں۔ تاہم اس خیال سے کہ اینچ متھکلن کے رشتہ داروں اور قبیلہ کے دور افتادہ شخصوں میں سے کوئی ان سے لاعلم نہ رہ جائے۔ ایک دستور العمل تیار ہوا۔ جسے چند روز کے عرصہ میں ایک مکمل پروگرام کی صورت میں شائع کر کے اس کی نقول محل کے مختلف حصوں میں چسپاں کرا دی گئیں تھیں۔ اس پروگرام کی عبارت کو بجنسہٖ درج کرتا ہوں۔

"سر ایگزینڈر کیرنڈیل نے اینج تھگلن نے کی خواہش ظاہر کی ہے۔ اور والئے اینج تھگلن نے سر ایگزینڈر کیرن ڈیل کو بطور جواب تحریر کر دیا ہے کہ آپ ۲۶ نومبر کو قلعہ میں تشریف لائیں۔ جہاں آپ کا مناسب استقبال ہوگا۔

" والئے اینج تھگلن نے اس موقعہ کے حسب حال بعض خاص آداب مقرر کئے ہیں اور ان حالات کی جن میں یہ ملاقات ہوگی مفصل اطلاع سر ایگزینڈر کیرنڈیل کو بھیجدی گئی ہے۔

" ۲۶ نومبر کو ٹھیک دوپہر کے وقت شاہی بجرہ بارہ دروی پوش ملاحوں کے زیر اہتمام ساحل کے گھاٹ پر موجود ہوگا۔ اسی وقت امید ہے۔ سر ایگزینڈر کیرنڈیل جھیل کے ساحل پر پہنچیں گے۔

" اس اثنا میں خود والئے اینج تھگلن اور ان کے قبیلہ کے سر برآوردہ لوگ اندرونی گھاٹ کے پاس جو محل کے بالمقابل واقع ہے موجود رہیں گے۔ اور گھر کے وہ نوکر جنہیں اس وقت محل کے اندر کوئی کام نہ ہو اس جمعیت کی پشت پر تھوڑی دور قطار باندھ کر کھڑے ہوں گے۔

" جس وقت شاہی بجرہ سر ایگزینڈر کیرنڈیل اور ان کی جمعیت کو لئے ہوئے ساحلی گھاٹ سے چل کر اینج کے گھاٹ پر پہنچے گا۔ تو سر ایگزینڈر گہری خاموشی کے درمیان خود ہی بجرہ سے اتر کر گھاٹ کی سیڑھیوں پر چڑھنا شروع کریں گے۔ یعنی اس موقعہ پر کسی طرح کا مظاہرہ قطعاً نہ ہوگا۔ بعد ازاں وہ جس وقت سیڑھیوں پر چڑھ کر خشکی پر پہنچیں گے تو والئے اینج تھگلن ان کو دیکھ کر چند قدم آگے بڑھیں گے۔ اور اس طرح اپنی جمعیت سے کسی قدر آگے نکل کر کھڑے ہو جائیں گے۔ اسی حالت میں سر ایگزینڈر ان کی طرف آئیں گے۔ اور وہی سب سے پہلے اپنا ہاتھ مصافحہ کے لئے پیش کرینگے۔ یہ اس دوستی کی علامت ہوگی۔ جس کے ذریعہ سے صدیوں کی دیرینہ عداوتوں کا خاتمہ ہو کر ہے

بعد ازاں جس وقت والئے انچ متھگلن سر ایگز بیڈر کیرنڈیل کا آگے کو نکلا ہوا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیں گے۔ تو بینڈ بجنا شروع ہو گا۔ اور اس وقت پہلی مرتبہ حاضرین سر ایگز بیڈر کی خوش آمدید کا نعرہ بلند کریں گے۔ بعد ازاں انچ متھگلن کی جمیعت انہیں اپنے ساتھ قلعہ کی سمت میں لے جائے گی۔

"شام کے سات بجے وسیع دعوتی ہال میں انچ متھگلن کی طرف سے سامان دعوت مہیا کیا جائے گا۔ جو اس موقعہ کے حسب حال ہوگا۔ اور اس کے ایک گھنٹہ بعد شاگرد پیشے میں کھانے کا اہتمام ہو گا۔ جس میں انچ متھگلن اور کیرنڈیل کے ہر ایک نوکر کو شرکت کی اجازت ہوگی۔"

بس۔ یہ اس پروگرام کا مضمون تھا۔ جو ایوان انچ متھگلن کے مختلف نمایاں حصوں میں اس تقریب پر چسپاں کیا گیا۔ میں نے اس کو اس خیال سے بجنسہٖ درج کر دیا ہے۔ کہ ناظرین اُن آداب و ضوابط کو دیکھ کر جو اس موقعہ کے لئے ضروری سمجھے گئے تھے۔ غالباً میری اپنی تحریر سے زیادہ سہولت کے ساتھ والئے انچ متھگلن کی سیرت کا صحیح اندازہ کر سکیں گے۔ ذاتی طور پر میرا خیال ہے۔ کہ روئے زمین کے دو نامی تاجداروں کی ملاقات کا پروگرام بھی اتنا پُر اہمیت اور اس قدر پابندیوں سے محدود نہ ہوا ہو گا جتنا انچ متھگلن اور کیرنڈیل کے دو معمولی جاگیرداروں کی ہونے والی ملاقات کا یہ دستور العمل تھا۔ درحقیقت خاندانی اور روایتی تفاخر کا جذبہ قبیلہ انچ متھگلن کے لوگوں کی سیرت کا اس حد تک جزو غالب بن چکا تھا۔ کہ صلح و آشتی پر آمادہ ہوتے ہوئے بھی والئے انچ متھگلن نے اپنے طور پر ذرا بھی جھکنا منظور نہ کیا۔ کیونکہ جیسا اوپر کے بیان سے واضح ہوا ہوگا۔ اس ملاقات پر وہ سر ایگز بیڈر کیرنڈیل سے ایک مساوی حیثیت کے ہمسایہ جاگیردار سے مساوی حالات میں ملنے کی بجائے اس بات کی نمائش کرنا چاہتا تھا۔ کہ وہ ایک عالی قدر رئیس اپنے کسی باجگذار محکوم سے ملنا منظور کرتا ہے۔

اسی کی طرف سے سب سے پہلے دوستی کا ہاتھ پیش ہونا لازم تھا۔ اسی کے لئے سب سے پہلے انیج ہتھگلن کی طرف بڑھنا ضروری تھا۔ اور خیر مقدم یا تپاک کا کوئی لفظ میزبانوں کی طرف سے اُس وقت تک ادا ہونے کی ممانعت کر دی گئی تھی۔ حتیٰ کہ سر الیگزینڈر کیرن ڈیل کی طرف سے عجز و انکسار کی یہ نمائش ہر لحاظ سے مکمل ہو جائے۔ اپنے دل میں میں اس دستورالعمل کو پڑھ کر نفرت محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔ گو مقابلہ میں اس خیال سے جی کو خوشی تھی کہ عنقریب ان دو خاندانوں میں جو مدت مدید سے برسرِ پیکار چلے آتے تھے ہمیشہ کے لئے صلح اور امن قائم ہونے والا ہے۔ سب سے زیادہ خوشی مجھے اس بات کی تھی۔ کہ میں عنقریب سر الیگزینڈر کیرن ڈیل کو جس کے بارہ میں غائبانہ تعریفیں بہت سننے میں آئی تھیں اور جس سے مجھ کو نادیدہ محبت ہو چکی تھی۔ اپنی آنکھوں سے دیکھ سکوں گا۔

ہم لوگ یعنی اس گھر کے چند نوکر ایک جگہ کھڑے ہوئے اس اشتہار کو پڑھ رہے تھے۔ کہ دفعتاً ایک شخص بولا "مسٹر سٹوارٹ کے بارہ میں گو عام طور پر یقین کیا جاتا ہے کہ وہ سر الیگزینڈر کیرن ڈیل کا معتمد خاص ہے۔ تاہم میرا خیال ہے۔ وہ اُن کے ساتھ نہ آئے گا۔"

"مگر اس میں خیال کرنے کی کیا بات ہے۔ وہ یقینی طور پر نہ آئے گا۔" کیمرن نے اس طرح پُر غضب ہو کر جواب دیا۔ گو اس کے نزدیک اس بارہ میں کسی شبہ کو دل میں جگہ دینا ہی جرم شدید تھا۔

"لیکن سنو کیمرن"۔ میں نے اُسے دوسرے نوکروں سے علیحدہ ایک طرف لیجاتے ہوئے کہا۔ "تمہیں اس بات کا کیونکر یقین ہوا کہ وہ سر الیگزینڈر کے ہمراہ نہ آئے گا؟ ذاتی طور پر میں خود بھی سمجھ سکتا ہوں کہ اس واقعہ ناخوشگوار کے بعد جو مسٹر سٹوارٹ کی رخصت کا موجب ہوا تھا۔ وہ دوبارہ انیج ہتھگلن آنا پسند نہیں کر سکتا۔ کیونکہ

نہ صرف حالات کی نزاکت بلکہ اس کا اپنا تکبر بھی اس بات کی اجازت نہیں دیتا۔
"تکبر! پھر کہنا؟" کیمرن نے انداز حقارت سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
"ڈونالڈ سٹوارٹ اور تکبر، کیا کسی کنگلے فقیر میں بھی تکبر ہو سکتا ہے؟ وہ اس جگہ پاؤں رکھنے کی جرأت تو کرے، اگر تم نے پوچھا تھا۔ کیونکہ مجھے اس بات کا اتنا یقین ہوا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ میں نے مالک کو مسٹر لینا کس سے یہ کہتے سنا تھا کہ انہوں نے جو چٹھی سر ایگز ینڈر کیرنڈیل سے نام لکھی ہے۔ اس میں صاف تحریر کر دیا گیا تھا کہ آپ اپنے ہمراہ خواہ کتنے آدمی لائیں ہیں ان کی تقدیم و مہمان نوازی سے دریغ نہ ہوگا لیکن مہربانی سے ایک شخص مسٹر سٹوارٹ کو ہرگز ہرگز اپنے ساتھ نہ لیئے گا۔"
"اب میں سارا حال سمجھا" میں نے جواب دیا۔ "گویا یہ سارا پروگرام سر ایگز ینڈر کیرنڈیل کا خط آنے پر ہی تیار کیا گیا ہے؟"
"یقیناً" کیمرن نے تسلیم کیا۔ "سر ایگز ینڈر کی چٹھی آج صبح موصول ہوئی تھی۔ اور اس میں صاف طور پر لکھا تھا کہ سٹوارٹ نام کا کوئی آدمی ہرگز اینج تھگلن میں نہ آئے گا۔"
اس چند دن کے عرصہ میں جو اس قابل یاد ملاقات سے پہلے گذرا۔ عظیم الشان تیاریاں ایوان کے ہر حصہ میں اس تقریب کے سلسلہ میں کی گئیں۔ نہ صرف پرتھ بلکہ ایڈنبرگ تک آدمی بھیجکر عمدہ سے عمدہ اور نہایت نفیس کھانے جو اس دعوت کے موقعہ پر پہنچ جانے تھے۔ حاصل کئے گئے۔ میر سامان اور اس کا نائب گھنٹوں تہ خانہ میں بیٹھے ہوئے اس بات کی جانچ کیا کرتے تھے کہ کونسی شراب کس موقعہ کے لئے موزوں ہوگی۔ ہر تنہائی حجرہ میں نئے گدے لگوائے گئے۔ اور دعوتی ہال میں ہندرداروں کے علاوہ نیا سامان آرائش مہیا کیا گیا۔ جابجا خاندان اینج تھگلن کے نام کی ڈھالیں اور جھنڈے نصب ہوئے اور اخراجات کی کثرت کا ذرا خیال نہ کرکے لاتعداد روپیہ محض اس لئے ضائع کیا گیا۔ کہ سر ایگز ینڈر کیرنڈیل اور اس کی جمعیت کے دلوں پر اینج تھگلن کی شوکت اور رتول

کی دھاک بیٹھ جائے، شاید وہ اس ذریعہ سے اپنے خاندانی تکبر کے موجودہ ایثار کی تلافی کرنا چاہتا تھا۔ درحقیقت میرا اپنا خیال یہ ہے کہ اگر اُسے ڈونالڈ سٹوارٹ کی منہ مانگی مراد پورا کرنے کے وعدہ کا پاس نہ ہوتا۔ تو پھر شاید وہ اس عداوت کو ترک کرنے سے ہی انکار کر دیتا۔ کیونکہ وہ عداوت، اسی طرح نسلاً بعد نسلاً خاندان ابخ مککلن میں بطور ورثہ قائم چلی آتی تھی جس طرح محل کی عالیشان عمارت یا جھیل یا اس کے سواحل پر پھیلی ہوئی زرخیز اراضی۔ اس کے علاوہ اب ایک بار صلح پر آمادہ ہونے کے بعد وہ اپنے شکست یاب دشمن کو اپنی مہمان نوازی کی عظمت اور سامان کی شوکت سے خوب ہی متحیر و مرعوب کرنا چاہتا تھا۔

مس ونیا چ کو ڈونالڈ سٹوارٹ کا خط دینے اور اس کا جواب وصول کر کے مسٹر سٹوارٹ کے نام بھیجنے کے بعد گذشتہ چند یوم میں مجھے پھر اُس سے ملنے کا اتفاق نہ ہوا تھا۔ اس لئے مجھے بالکل معلوم نہ تھا کہ ان سب تیاریوں کا اس کے دل پر کیا اثر ہوا ہے۔ اور عاشق جانباز کی آمد کی پابندیوں کا علم اس کے کانوں تک بھی پہنچا ہے یا نہیں؟ بات دراصل یہ ہے کہ ان ایام میں لاتعداد مہمان آئے دن وارد ہو رہے تھے۔ اور چونکہ گھر بھر میں ایمیلین ہی واحد خاتون تھی۔ اس لئے خاطر و مدارات کا سارا فرض اس کو ادا کرنا پڑتا تھا۔

آخر کار وہ یادگار دن جس کا انتظار تھا آ پہنچا۔ نومبر کے مہینہ میں برطانیہ کے باقی حصوں کی طرح ہائی لینڈس کا موسم بھی بہت کم خوشگوار رہتا ہے یعنی کبھی دیر کبھی بارش کبھی کہر اور کبھی جھکڑ۔ یہ اس موسم کی عام علامات ہیں۔ فی الحقیقت پچھلے چند یوم میں موسم کی حالت واقعی خراب تھی۔ لیکن اس روز شاید قدرت بھی اس ہونے والی صلح و آشتی پر متبسم تھی۔ کیونکہ دفعتاً موسم میں خلاف معمول تبدیلی واقع ہوئی۔ صبح کو چاروں طرف دھند پھیلی ہوئی تھی۔ لیکن تیز ہوا جلد ہی اس کو اڑا کر لے گئی سطح آسمان

پر جو چند ٹکڑے ابر موجود تھے وہ بھی منتشر ہو گئے۔ اور اس کی رنگت خالص نیلی دکھائی دینے لگی۔ آفتاب حیرت انگیز آب و تاب سے چمکنا شروع ہوا اور جھیل کا لہراتا ہوا پانی کسی نازنین کے آب رواں کی چادر میں منہ چھپانے کی کوشش سے مشابہ تھا۔

اس خیال سے کہ محل کے مختلف حصوں میں چسپاں کئے ہوئے اشتہارات کی موجودگی معزز مہمان کی دلآزاری کا موجب نہ ہو۔ ان ساری نقول کو یوم مذکور کی صبح سب سے پہلے حکماً اتروا دیا گیا۔ تاہم ان کا مضمون ہر شخص کو پوری طرح یاد تھا۔ اور سب آدمی اس کی قائم کردہ شرطوں پر عمل کرنے کے لئے آمادہ و تیار تھے۔ گیارہ بجے کے تھوڑی دیر بعد بارہ وردی پوش ملاح اس شاہی بجرہ میں سوار ہوئے۔ جس پر اینج ہتھگٹن کا شاندار علم لہرا رہا تھا۔ اور بجرہ کو کھیتے ہوئے سمت مقابل کے گھاٹ پر پہنچ گئے۔ اسی اثنا میں والئے اینج ہتھگٹن لیناکس ایبلین اور رقبیلہ کے وہ عام معززین جو اس تقریب پر جمع ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ آیورا اور وکیل بھی بہترین لباس پہن کر تیار ہو گئے۔ بڈھے ڈاننی کلیک مین نے اس تقریب پر اپنا بڑھیا سوٹ نکال کر زیب بر کیا اور اسی پر کفایت نہ کر کے خصوصیت سے اس موقعہ کے لئے اپنی ہلاس ایک سونے کی بنی ہوئی ڈبیہ میں رکھ کے ساتھ لی۔ اور اس کے متعلق مہمانوں سے فخریہ بیان کیا۔ کہ یہ میرے دوست لیرڈ آف ٹن نوس کولیش ڈیل کی دی ہوئی یادگار ہے۔ اس نے وہ حالات بھی بیان کرنے شروع کئے تھے۔ جن میں یہ ڈبیا لیرڈ موصوف نے اس کو پیش کی تھی لیکن جیسا کہ عموماً ہوا کرتا تھا۔ وہ اس حکایت کو پورا نہ کر سکا۔ اور اُسے ناتمام ہی چھوڑ کر اپنی یاد تازہ کرنے کے لئے دیر تک ہلاس کی بڑی بڑی چٹکیاں ناک میں چڑھاتا رہا۔ نوکروں کا بیشتر حصہ ان پچاس یا ساٹھ مزدوروں کے ساتھ جو ریاست کے مختلف حصوں میں کام کیا کرتے تھے۔ ایک علیحدہ قطار کی صورت میں کھڑا کر دیا گیا۔ اور وردی پوش بین نواز نے اپنے اہتمام سے اس موقعہ کے لئے پرتھ سے ایک اعلیٰ درجہ کا

بلند ملگایا۔ بہ حیثیت مجموعی وہ ایک بڑا ہی دلکش اور جوش انگیز نظارہ تھا۔ لاتعداد خاتونیں بڑھیا اور نفیس لباس پہنے اس تقریب پر جمع ہوئی تھیں۔ لیکن جہاں تک حسن و دلفریبی کا تعلق ہے۔ ایلینین ان پر سب پر فائق و افضل تھی۔ میں نے حال میں کئی دن سے اُس کو نہ دیکھا تھا۔ چنانچہ آج جب اُسے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ تو صورت ہی بدلی ہوئی نظر آئی۔ یعنی رُخساروں پر خلافِ معمول سُرخی اور خوشنما آنکھوں میں مسرت کی چمک پائی جاتی تھی۔ کسی عام آدمی کی حالت میں گو یہ ساری علامات۔ اس ہنگامہ پُرجوش کا اثر سمجھی جا سکتی تھیں۔ جو اس یادگار دن سے مخصوص تھا۔ تاہم میرے نزدیک جسے اس کے راز کی واقفیت تھی۔ اس کا سبب خاص جذبات امید و بیم کا اشتراک تھا۔ گو یہ بات میری سمجھ میں بھی نہ آسکی۔ کہ اس امید و بیم کا تعلق کس واقعہ سے ہو سکتا ہے کیونکہ اگر اُس کا خیال تھا۔ کہ ڈونالڈ سٹوارٹ شاید سر اینگز ینڈر کیرن ڈیل کے ساتھ ہوگا۔ تو یہ ایک فرضی اور بے بنیاد امید تھی۔ کیونکہ ارنچ متھگلن سے اُس حکم کے سامنے لیا ہوا خارج از بحث امکان تھا۔ پس میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ وہ کس چیز کی امید ہے جو اُس کے دل کو آج یہ خلافِ معمول مسرت دے رہی ہے؟

جھیل کے دوسرے ساحل کا نظارہ بھی کچھ کم دلکش نہ تھا۔ گاؤں کے لوگ عمدہ اور رنگین لباس پہنے سر اینگز ینڈر کیرن ڈیل کی آمد اور اسے بجرے پر سوار ہو کر قصرِ ارنچ متھگلن کو روانہ ہوتے دیکھنے کے انتظار میں تھے۔ ارنچ متھگلن کا جھنڈا اگرچہ کی چوٹی پر لہراتا تھا۔ اور اگر ظاہری حالات کو باطنی کیفیات کا مظہر کہا جا سکتا ہے۔ تو کہنا پڑیگا کہ سب لوگ۔ والئے کیرن ڈیل اور والئے ارنچ متھگلن کے ملاپ کی امید سے بہت ہی مطمئن و مسرور تھے۔

ٹھیک بارہ بجے ایک جو آسپہ گاڑی اُس گھاٹ کی طرف آتی دکھائی دی جہاں شاہی بجرہ معزز مہمان کی آمد کا منتظر کھڑا تھا۔ وہ گھاٹ کے پاس آ کے ٹھیر گئی۔

جس مقام پر ہم لوگ جمع تھے۔ وہاں سے یہ معلوم کرنا سخت مشکل تھا۔ کہ کتنے آدمی کشتی پر سوار ہونے کے لئے گاڑی سے اترے۔ تاہم اہل دیہات نے معزز مہمان کی آمد پہ جو پُرجوش نعرے بلند کئے اُن کی آواز جھیل کی سطح کو چیرتی ہوئی دوش صبا پر ہمارے کانوں میں بھی پہنچی۔ آخرکار بجرہ گھاٹ سے رخصت ہوا۔ بارہ وردی پوش ملاح بڑی سرگرمی سے کھینے لگے۔ اور وہ کسی تیرنے والے پرندہ کی مانند سطح آب پر چلتا اندرونی گھاٹ کی طرف چلا۔ رفتہ رفتہ وہ جب قریب آیا۔ تو ہم نے پہلی بار دیکھا کہ ملاحوں کے علاوہ صرف چار آدمی اس بجرہ پر سوار تھے۔ دو مخملی گدے کی نشستوں پر اور دو اُن کے پیچھے اُن کھری تپائیوں پر جو نوکروں کے استعمال کے لئے مخصوص تھیں۔ اس کا مطلب صریحاً یہ تھا۔ کہ سر انگز بینڈر کیرن ڈیل نے اپنے ہمراہ کسی بڑی جمعیت کو لانا پسند نہیں کیا۔ بلکہ صرف ایک دوست کو لانا ہی کافی سمجھا ہے۔ اور اس وقت پہلی مرتبہ اس حقیقت سے واقف ہونے کے بعد میں اپنے آپ سے یہ سوال پوچھے بغیر نہ رہ سکا۔ کہ وہ دوست کون ہے؟ کیا ڈونالڈ سٹوارٹ؟ بظاہر اس کی امید نہ تھی۔ تو بھی میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ کہ وہ دوسرا آدمی کون ہے؟ اتنے میں کشتی اور زیادہ قریب آگئی تھی اور اس وقت معلوم ہوا کہ ان دو شخصوں میں سے ایک نے جو اگلی نشست پر بیٹھا تھا۔ اپنا چہرہ کچھ اس طرح لبادہ میں چھپا رکھا تھا۔ اور اس کی طرز نشست بھی ایسی تھی۔ کہ گھاٹ کے پاس کھڑے ہوئے آدمیوں میں سے کوئی اس کی صورت نہ دیکھ سکتا تھا۔ دوسرے آدمی کا رُخ البتہ سیدھا ہماری طرف تھا۔ اور جب میں نے اس کا زرد اور گداز بدن اور گول مٹول چہرہ دیکھا تو فوراً معلوم ہو گیا کہ وہ مسٹر ونکنسبی وکیل کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے۔ اس وقت میں بے اختیار اس نتیجہ پہ پہنچنے کے لئے مجبور ہو گیا۔ کہ ڈونالڈ سٹوارٹ سر انگز بینڈر کیرنڈیل کے ہمراہ نہیں آیا۔ لیکن پھر سوال پیدا ہوا۔ کہ اگر واقعی ایسا ہے تو ایسلین کی کیا

ہوئی نگاہ اور مسرور و متبسم چہرہ کا کیا مطلب تھا؟

خیر عالیشان کشتی گھاٹ کی سیڑھیوں کے پاس پہنچ گئی۔ ملاحوں نے اپنے چپو تیر کھڑے کر لئے۔ اور اس میں سے ایک چھوٹے سے ڈیک کے کیبن کا نظارہ پیدا ہو گیا۔ ہمارے منتظر لوگوں میں بھی گہری خاموشی چھا گئی۔ جب تک وہ چاروں آدمی سیڑھیاں نہ چڑھتے رہے۔ ہم اُن کی صورتیں نہ دیکھ سکے۔ لیکن چند منٹ کے عرصہ میں وہ شخص جو اپنے ہمراہیوں سے آگے تھا۔ آخری سیڑھی سے گذر کر سطح زمین پر پہنچ گیا۔ اور اُسی وقت پہلی بار ہم کو اس کا برہنہ چہرہ اپنی اصلی حالت میں دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ لیکن وہ چہرہ!۔۔۔ اے رحم خدا! کیا وہ ڈونالڈ سٹوارٹ کا نہیں تھا؟ میرا دل زور سے دھک دھک کرنے لگا۔ کیا وہ ایچ متھگلن کی عائد کردہ پابندیوں کے باوجود یہاں آ گیا؟ اور اگر ایسا تھا۔ تو سر الگزینڈر کیرن ڈیل کیوں نہ آیا؟ کیونکہ سٹوارٹ کے ہمراہ صرف ایک ہی آدمی اور یعنی مسٹر ڈنکنسی وکیل تھا۔ باقی وہ دو نوکر تھے۔ جو اُن کے پیچھے مؤدبانہ فاصلہ پر چل رہے تھے۔ سنسنی کا تیز احساس اُس گہرے سکوت میں ہر شخص کے جسم میں پیدا ہو گیا۔ اور نوکروں کی اس جماعت میں جو میرے برابر کھڑی تھی کھسر پھسر کی آوازیں پیدا ہوئیں۔

اتنے میں والٹے ایچ متھگلن قائم کردہ دستور العمل کے مطابق سر الگزینڈر کے دس بارہ قدموں کے مقابلہ میں ایک یا دو قدم آگے بڑھنے کی بجائے نخوت اور جوش سے گردن اُٹھائے لیناکس کو ساتھ لئے تیز چلتا ڈونالڈ سٹوارٹ کے پاس جا پہنچا۔

"کیوں جی اس گستاخی کا کیا مطلب ہے؟" اس نے اس کو کڑکتی آواز سے مخاطب کر کے گرجتے ہوئے لہجہ میں پوچھا۔

"مجھے پورا یقین ہے"۔ اس کے ساتھ ہی لیناکس نے جس کے لئے اپنے غصہ اور جوش پر ضبط کرنا محال تھا۔ غضبناک نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا: "یہ ساری شرارت

جس مقام پر سوار، سرالگزینڈر کیرن ڈیل ہی کی ہوگی۔ جو اس طریقہ پر ہماری توہین کرنا چاہتا ہے۔ لیکن کیا ہوا جو پڑجو، میں اُسے ایڈنبرگ میں یا اُس کے اپنے مکان میں یا اگر ضرورت پیش آئی تو دنیا کے دوسرے سرے پر تلاش کر کے اس شرمناک بدسلوکی کی جواب دہی پر مجبور کر کے چھوڑوں گا۔"

"مسٹر ینا کس دیناچ آپ کو اس قدر زحمت گوارا کرنے کی حاجت نہیں ہے۔" ڈونالڈ سٹوارٹ نے لہجہ وقار میں جواب دیا۔ "کیونکہ سرالگزینڈر کیرن ڈیل ہر طرح کی جوابدہی کرنے کو اس جگہ موجود ہے۔"

"کیا! کس جگہ؟" ینا کس نے پریشان نظروں سے چاروں طرف دیکھ کر مضطربانہ پوچھا۔ "لیکن وہ کہیں ہو۔ اُس نے ہم سے نہایت بُرا سلوک کیا ہے۔ اُس نے اپنے اس عہدہ کا بھی پاس نہیں کیا۔ جو بطور شرط ہم سے اس بارہ میں کیا تھا۔ کہ سٹوارٹ نام کا کوئی آدمی آج اپنے مھگلن کی سرزمین میں ہرگز پاؤں نہ رکھے گا۔"

"معاف کیجئے وہ وعدہ ٹوٹا نہیں ہے۔" ڈونالڈ سٹوارٹ نے جواب دیا۔ "سٹوارٹ نام کا کوئی آدمی واقعی اس جگہ موجود نہیں۔" اور پھر اپنے الفاظ کو اہمیت دینے کے خیال سے ایک لحظہ تامل کر کے اُس نے اُسی پُر وقار لہجہ میں کہا۔ "میں ہی سرالگزینڈر کیرن ڈیل ہوں!!"

آٹھویں جلد ختم ہوئی

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائیگا۔

کتب خانۂ جامعہ عثمانیہ

۱۔ اراکین مجلس اعلیٰ، مجلس تعلیمات، مجلس انتظامی، مجالس شعبہ جات و نصاب پانچ کتابیں ایک ایک ماہ کے لئے اپنے پاس رکھ سکینگے۔

۲۔ اساتذۂ جامعہ عثمانیہ و کلیہ جات متحدہ و گزیٹیڈ عہدہ داران جامعہ و اراکین دار الترجمہ دس کتابیں ایک ماہ کے لئے اپنے پاس رکھ سکینگے۔

۳۔ طلبائے انٹرمیڈیٹ شدہ دو کتابیں بی۔ اے اور انٹرمیڈیٹ کے طلبہ تین کتابیں ایم۔ اے، ایل ایل۔ بی و تحقیقاتی جماعتوں کے طلبہ پانچ کتابیں ایک مہینہ کے لئے اپنے پاس رکھ سکینگے۔

۴۔ مدت مقررہ پر کتابیں واپس نہ ہوں تو طلبی بحساب ایک آنہ یومیہ فی کتاب جرمانہ لیا جائیگا۔

۵۔ بشرط موقع کتابیں کرایہ کی جائیگی اور کتب خانہ میں کتاب کا لانا لازم ہے۔

۶۔ کتابیں گم یا خراب ہو جائیں تو تشمیر ... ذمہ داری عائد ہوگی۔